سلسلۂ نصابِ عثمانیہ
(?)

فتوح البلدان

تالیف

احمد بن یحیی بن جابر الشہیر بالبلاذری (المتوفی سنہ ۲۷۹)

جزو اوّل

(ترجمہ)

سیّد ابو الخیر مودودی

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی

سنہ ۱۳۵۱ھ م سنہ ۱۳۴۲ف م سنہ ۱۹۳۲ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

فہرس ابواب

حصہ اول — جزیرۃ العرب

حصہ دوم ــــ الشام

حصۂ سوم ـــــ الجزیرہ

حصۂ چہارم ـــــ ارمینیہ

حصۂ پنجم ـــــ مصر والمغرب

حصۂ ششم ـــــ افریقیہ

حصۂ ہفتم ـــــ السواد

حصہ ششم — الجبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمۃ المصنف

صاحب فتوح البلدانؒ کے متعلق ہماری معلومات بہت کم ہیں، اور اس کے خاندان وغیرہ کے متعلق تو یہ کہنا چاہئے کہ ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ اس کے بزرگوں میں ہم صرف اس کے دادا جابر کا نام جانتے ہیں، اور اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہمیں جو بات معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہارون الرشید کے زمانے میں مصر کے صاحب بیت المال خصیب کا کاتب (سیکرٹری) تھا، لیکن اس کے باپ کے متعلق ہمیں اتنی واقفیت بھی نہیں ہے، ہم صرف اس کا نام ہی جانتے ہیں۔

مولف کے حالاتِ زندگی تراجم کی کتابوں میں گو ایک سے زائد مقامات پر درج ہیں لیکن ہمیں ان میں سے صرف چند اقتباسات ملے ہیں، کیوں کہ ان میں سے اکثر اب ناپید ہیں۔

مولفینِ تراجم نے اس کے نام میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں اس کا نام احمد تھا اور بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ وہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوا، بغداد میں پرورش پائی اور یہیں کے اکابر سے علوم کی تحصیل کی۔ کہا جاتا ہے اس نے بعض خُلفاء کے زمانے میں کسی دفتر کی خدمت بھی انجام دی تھی مگر وہ خدمت کیا تھی اس کی نوعیت متعین نہیں کی گئی۔ وہ سب یک زبان ہیں کہ وہ اس وقت سے، جبکہ اس کے ناخن نرم تھے (یعنی بدو شعور سے) دول اسلامیہ کی ایک جامع تاریخ کی تدوین میں مشغول تھا، جس میں اس نے اپنے عہد کے خلیفہ کو ناراض کئے بغیر تاریخی حقائق قلم بند کئے تھے اور

اس نازک کام میں اس نے زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔

وہ خلیفۂ المتوکل کے مقربین میں ان خاص لوگوں میں سے تھا جن کے بغیر المتوکل کو کسی کھانے میں مزہ ہی نہیں آتا تھا۔ اسی طرح وہ المستعین کا بھی مقرب تھا اور وہ اس کو بہت کچھ انعام اکرام دیا کرتا تھا۔ المستعین کے خلافت سے دستکش ہونے کے بعد اَلْمُعْتَز کے زمانے میں اس کی قدر و منزلت اور بڑھی؛ اور اس نے اپنے بیٹے[1] کا اس کو اتالیق بنا دیا جو اس وقت پانچ برس کا تھا۔

یہ کتاب اُس نے اَلْمُعْتَز کی وفات کے بعد لکھنی شروع کی، کیونکہ اس کتاب میں جن خلفاء کا ذکر ہے ان میں وہی آخری خلیفہ ہے، یا شاید یہ ہو کہ اُس نے اَلْمُسْتَعِیْن کے عہد میں شروع کی ہو اور اَلْمُعْتَز کے زمانے میں ختم کی ہو۔ اس کے علاوہ اس کی اور بھی کئی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:۔

ایک 'عہد اردشیر' کا ترجمہ ہے جو اس نے فارسی سے عربی میں کیا تھا، اور یہ منظوم ترجمہ تھا۔

دوسری 'انساب الاشراف' ہے۔ اس کی ضرورت ان لوگوں سے مخفی نہیں ہے جو تاریخ قدیم سے بحث کرتے ہیں۔

صاحب کتاب 'الفہرست' کہتا ہے: البلاذری نے فتوحات پر بڑی چھوٹی دو کتابیں لکھی تھیں؛ یہ کتاب جو ہم تک پہنچی ہے آخر الذکر ہے، کیونکہ بڑی کتاب جیسا کہ خود اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں کر سکا۔ حاجی خلیفہ بھی اس کی تائید کرتا ہے، اس نے لکھا ہے:

---

[1] اس کا نام ابوالعباس عبداللہ (بن اَلْمُعْتَز بن اَلْمُتَوَکِّل بن اَلْمُعْتَصِم بن الرشید بن المہدی) تھا۔ المقتدر کے خلع کے بعد ایک دن رات خلیفہ رہا، المقتدر کی جماعت نے اس کے ہواخواہوں سے جنگ کی اور ان کو منتشر کر دیا؛ یہ ایک جوہری (ابن الجصاص) کے گھر میں روپوش ہو گیا؛ المقتدر نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے؛ اور جب لایا گیا تو حکم دیا کہ قتل کر دو (ربیع الاول ۲۹۶ھ)۔ عبداللہ اپنے زمانے میں شعر و ادب میں یکتا تھا؛ اس کا ایک قصیدہ پایا جاتا ہے جس میں اس نے علویین پر طعن کیے ہیں؛ اس نے بہت سی کتابیں تالیف کیں، از آں جملہ کتاب 'الزہر والریاض' کتاب البدیع (اس کا قلمی نسخہ مکتبۂ اسکوریال میں موجود ہے) کتاب مکاتبات الاخوان بالشعر، کتاب الجوارح والصید، کتاب السرقات، کتاب اشعار الملوک (مکتبۂ الموارت میں ہے) کتاب الاداب (متحف البریطانی میں ہے) کتاب حلی الاخبار، کتاب مختصر طبقات الشعراء (مکتبۂ اسکوریال میں ہے) کتاب الجامع فی الغناء، کتاب ارجوزۃ فی ذم الصبوح ہیں۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۵۰۔ طبقات الادباء ص ۲۹۹۔ الاغانی ج ۹ ص ۱۴۰۔ الفہرست ص ۱۱۶)

"البلاذری نے مرنے سے پہلے بڑی کتاب کے لئے بہت سا مواد جمع کیا تھا جس سے چالیس جلدوں کی ایک عظیم الشان تالیف مرتب ہوتی"۔

اَلبلاذُری صرف مورخ ہی نہیں تھا بلکہ شاعر بھی تھا، اور بہت سی لطیف ہزلیات و اَہاجی اس کی نتیجۂ فکر تھیں جن میں سے اب بہت کم باقی ہیں۔

اس کے کثیر التعداد شاگردوں میں ابن الندیم صاحب کتاب الفہرست، اور جعفر بن قُدامہ صاحب کتاب الخراج جیسے لوگ ہیں۔

ساری عمر جمع و تصنیف میں بسر کرنے کے بعد زندگی کے آخر دنوں میں اس پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے اس کا صفائے عیش مکدر کر دیا، یعنی اس نے بغیر قصد بھلاوے کے چند دانے کھالئے جن کا یہ اثر ہوا کہ اس پر جنون کے دورے پڑنے لگے۔ اس حالت میں لوگ مجبور ہوتے تھے کہ اس کو باندھیں اور بیمارستان میں ڈال دیں، حتّٰی کہ وہ ۲۷۹ھ میں مرگیا۔ یہ وہی سنہ ہے جس میں المُعتَضِد باللہ والئ خلافت ہوا۔

اس حادثے سے اس کے معاصرین کو بہت صدمہ ہوا، اور انھوں نے اس چیز کی نسبت سے جسے کھا کر اسکی یہ حالت ہوئی تھی، اس کا نام اَلبلاذُری رکھدیا۔ اس تسمیہ سے انکا مطلب یہ تھا کہ وہ بلاذُر (بھلاوے) کی نذر ہوا۔

یہ سارا بیان مجملاً ایک تذکرے میں آیا ہے جو لیڈن کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اور یہ ترجمہ اس تذکرے کے بیچ میں ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے، لیکن اس وجہ سے کہ ان سطور کا خط ان کتابوں سے بہت مشابہ ہے جو المَقرِیزی (المتوفی ۸۴۵ھ) کی تالیف سے اسی کتب خانے میں محفوظ ہیں، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی المَقرِیزی کی تصنیف ہو۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"الحمدُللہ اس کتاب کا مصنف ابوبکر علی مشہور ہے، لیکن بعض کہتے ہیں: اس کا نام ابوجعفر تھا، اور بعض کہتے ہیں: ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البغدادی الکاتب تھا۔ اس کا عرف مشہور و دَابلاذُر کی نسبت سے البلاذُری ہے۔

اس نے عبد اللہ بن صالح العِجلی، عَفّان، ہَوذہ، ابوالحسن المدائنی، ہشام بن عَمّار، محمد بن مُصَفّیٰ، خلف بن ہشام، شَیبان بن فَرّوخ، ابوعُبَیدہ، علی

بن المدائینیؒ، احمد بن ابراہیم الدَّوْرَقی محمد بن صبّاح الدُّولابی، محمد بن سعد کاتب الواقدی، عبد الاعلیٰ بن حمّاد، محمد بن حاتم السَّمین، عبّاس بن الولید النَّرسی، عبد الواحد بن غیاث، عثمان بن ابی شیبہ، ابو عبید القاسم بن سلّام، ابو الرَّبیع الزَّہرانی، احمد بن الولید بن بُرد الانطاکی، و محمد بن الرحمٰن الانطاکی سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

المتوکّل کے آخر عہد میں اس کا جلیس و ندیم رہا، پھر عبداللہ بن المعتز کا معلم مقرر ہوا۔ اس نے المامون کی شان میں بہت سی مدحیں لکھی تھیں۔

عبداللہ بن احمد ابوطاہر کسی اہل بلاغت کے حوالے سے کہتا ہے کہ البلاذری کاتب و شاعر تھا، و اس کا دادا خصیب، امیر مصر کا کاتب تھا۔ اس کی بہت سی اچھی اچھی کتابیں ہیں، کتاب البلدان یعنی اس کتاب کا وہی مصنف ہے، اور یہ اس کی کتابوں میں سے بہترین ہے۔

المرزبانی نے لکھا ہے: البلاذری آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا، کیونکہ اس نے بھلانواں پی لیا تھا، جس کی وجہ سے اس کی عقل میں فتور آگیا تھا۔

محمد بن اسحاق النَّدیم کہتا ہے: اس نے بے جانے بوجھے بھلانواں پی لیا، جس کی وجہ سے اس پر جو کچھ گزرنی تھی گزری، آخر اسے بیمارستان میں چھوڑ دیا گیا، اور وہیں وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔

کہتے ہیں: البلاذری شاعر تھا اور بہت سی اہاجی اس کی یادگار ہیں، وہ فارسی سے عربی میں ترجمہ بھی کرتا تھا۔ ابن النَّدیم کے سوا کسی دوسرے نے یہی باتیں لکھنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ "اس نے المعتمد کی خلافت میں وفات پائی"۔ مگر یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ اس سے روایت کرنے والوں میں بقول ابن عساکر، احمد بن عدی بھی ہے، اس لیے بعض کا خیال ہے کہ وہ المعتضد کے ابتدائی زمانے تک زندہ رہا ہو تو کچھ بعید نہیں ہے۔

ابن النَّدیم نے تاریخ حلب میں لکھا ہے: البلاذری کاتب ادیب

شاعرِ مجید، اخبار و آداب کا مخزن، اور بہت سی اچھی کتابوں کا مصنف ہے۔ ان میں سے ایک کتاب الاشراف ہے اور یہ نہایت مفید کتاب ہے۔ اس نے حَلَب، مَنبج، انطاکیہ اور ثغور (= سرحدوں) کی سیاحت کی تھی۔

ابن النَّدیم، ابو علی التَّنوخی کے حوالے سے ایک ایسے شخص کی سند پر جکا نام اس نے نہیں بتایا، کہتا ہے: ایک زمانے میں البَلاذُری کا ہاتھ تنگ تھا تاہم وہ نہ کسی سے کچھ مانگتا تھا اور نہ کوئی پیشہ کرتا تھا؛ لوگوں نے وجہ پوچھی، اُس نے کہا: میں ایک دن چند شعراء کے ساتھ المُستعین کے پاس گیا، اس نے ہم لوگوں سے کہا: تم میں ایسا کون ہے جس نے میری شان میں ایسا کہا ہو جیسا البحتُری نے میرے چچا المتوکل کی شان میں کہا تھا؟:

وَلَوْ اَنَّ مُشْتَاقًا تَکَلَّفَ فَوْقَ مَا ‏ فِیْ وُسْعِہٖ لَسَعٰی اِلَیْکَ الْمِنْبَرُ[1]

(اگر کوئی مشتاق اپنی قدرت سے زیادہ تکلف کرے تو اُسے تیری ہی طرف رجوع کرنا پڑے گا، کیونکہ تو ایسا مجموعۂ خوبی ہے کہ تیری ثنا کے لئے تیرے سوا کہیں اور سے صفاتِ حسنہ مستعار نہیں مل سکتیں۔)

اگر کوئی ایسا ہے تو مجھے کچھ سنائے"۔ ہم سب نے کہا: ہم میں سے کسی نے آپ کی شان میں ایسی مدح نہیں کہی ہے"۔ یہ کہہ کر ہم لوگ واپس آگئے۔ تھوڑے دن بعد میں پھر اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: "اے امیر المومنین میں آپ کی شان میں اس سے بہتر کہہ کر لایا ہوں جیسا البحتری نے آپ کے چچا کی شان میں کہا تھا"۔ اس نے کہا: "یہ بات ہے تو میں تمھیں وہ انعام دوں گا جس کے تم مستحق ہوگے"۔ میں نے کہا:

وَلَوْ اَنَّ بُرْدَ الْمُصْطَفٰی اِذْ حَوَیْتَہٗ ‏ یَظُنُّ لَظَنَّ الْبُرْدُ اَنَّکَ صَاحِبُہٗ

وَقَالَ وَقَدْ اُعْطِیْتَہٗ فَلَبِسْتَہٗ ‏ نَعَمْ ھٰذِہٖ اَعْطَافُہٗ وَمَنَاکِبُہٗ

(اگر آپ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ لیں تو اس حالت میں

---

[1] لیڈن اور قاہرہ کے نسخوں میں یہ شعر غلط چھپا ہے، اصل میں یوں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مُشْتَاقًا تَکَلَّفَ فَوْقَ مَا ‏ فِیْ وُسْعِہٖ لَسَعٰی اِلَیْکَ الْمِنْبَرُ

(اگر کسی مشتاق پر اس کی قدرت سے زیادہ بار ڈالا جاتا تو منبر خود تیرے استقبال کو دوڑتا۔)

وہ چادر اگر کوئی گمان کر سکے گی تو وہ گمان یہی ہوگا کہ آپ ہی اس کے مالک ہیں۔ اور جب وہ آپ کو دیدی جائے گی، اور آپ اس کو اوڑھ لیں گے تو وہ کہے گی: ہاں! یہ انہی کے پہلو اور انہی کے شانے ہیں)

المستعین نے کہا، واقعی خوب کہا ہے تم گھر جاکے میرے قاصد کا انتظار کرو، میں گھر پہنچا ہی تھا کہ اُسکا قاصد آیا اور اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ لایا جس میں یہ تحریر تھا کہ "میں نے تمھیں سات ہزار دینار عطا کئے ہیں۔ میں جانتا ہوں میرے بعد تم پر مصیبتیں آئیں گی تمھیں گوشۂ عزلت میں ڈال دیا جائے گا اور تم (اس درجے کو پہنچ جاؤ گے کہ) لوگوں سے مانگو گے مگر کوئی تمھیں کچھ نہیں دے گا۔ اس لئے تم یہ دینار اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور جب ایسا وقت آئے تو یہ دینار خرچ کرنا اور کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ اب یہ بار مجھ پر ہے کہ جب تک تم زندہ رہو اسوقت تک تمھیں اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کی محتاجی نہ رہے۔" البلاذری کہتا ہے، اس کے بعد اس نے میرے لئے وظیفے جاری کر دیئے، اچھے سے اچھا کھلایا اور ہمیشہ انعام دیتا رہا۔ اس کے انہی انعاموں اور سات ہزار دیناروں کی وجہ ہے کہ میں اس دن سے آج تک اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہوا۔ اب میں وہی دینار خرچ کر رہا ہوں اور اپنے دل میں کسی سے کچھ مانگنے کی خواہش نہیں پاتا اور اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہوں۔

مجھ سے میرے والد محمدؒ بن عدیؒ نے محمدؒ بن خلف کے حوالے سے بیان کیا کہ ان سے البلاذری نے کہا: ایک دفعہ محمودُ الورّاق نے مجھ سے فرمائش کی کہ "کوئی ایسا شعر کہو جس سے تمھارا ذکر باقی رہے اور شعر گوئی کے گناہ تم سے دھل جائیں"۔ اس پر میں نے یہ شعر کہے:

استعدّی یانفسُ للموت واَسْعیٰ — لنجاۃٍ فالحازمُ المُستَعِدّ
قد تبیّنت انہ لیس للحیّ — خُلُودٌ ولا من الموت بُدّ
انما انت مستعیرۃٌ ما سوف — تَسْتَرِدّین والعواری تُرَدّ
انت تسہین[1] والحوادث لا تسہو — وتلہین والمنایا تجدّ

[1] قاہرہ کے نسخے میں انت لتسھین ہے اور لیڈن کے نسخے میں انت ساھیۃ۔ لیکن

(اے نفس! موت کے لئے مستعد ہو جا اور نجات کی کوشش کر کہ محتاط آدمی موت کے لئے مستعد ہی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی جاندار کے لئے ہمیشگی نہیں ہے اور نہ موت سے مفر ہے۔ تو ایک مستعار چیز ہے جسے عنقریب واپس جانا ہے اور تمام مستعار چیزیں واپس ہی جاتی ہیں۔ با ایں ہمہ تو غافل ہے حالانکہ حوادث غافل نہیں ہیں، اور تو مبتلائے لہو ہے حالانکہ موت اپنی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔)

البلاذری سے محمدؒ بن الندیم، احمد بن عمار، جعفر بن قدامہ، و یعقوب بن نعیم نے روایت کی ہے اور عبد اللہ بن ابی سعد الوراق و محمدؒ بن خلف وکیع القاضی نے قرأت کی ہے اور اس کا ترجمہ منجملہ دیگر ارباب تراجم کے یاقوت نے معجم الادباء میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور الذہبی نے المیدان میں لکھا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ البلاذری کو اس کے معاصر اور اہل وطن بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے کیوں کہ ہم اس کے متعلق جہاں دیکھتے ہیں اقرار جمیل ہی دیکھتے ہیں۔

اس کی اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انھیں پوری طرح قابل اعتبار و لائق سند بنانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اس نے بغداد کے معتبر ترین علماء ہی سے ان کی سماعت پر اکتفا نہیں کی، بلکہ اس نے (ان کی تحقیق کے لئے) سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، اور گم کردہ حقیقت مطلوبہ کی تلاش میں سمندر عبور کئے۔ ابن الندیم کہتا ہے: وہ شمال الشام کے تمام شہروں میں پھرا، اور وہاں سے ما بین النہرین (یعنی الجزیرہ) کے شہروں کی طرف گیا اور تکریت کی سیاحت کی۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ان مقامات کے باشندوں میں جو روایتیں محفوظ ہیں انھیں جمع کر کے، ان روایتوں سے ان کا مقابلہ کرے جو اس نے علماء بغداد سے یاد کی تھیں۔

ایک المانی مورخ جس نے اس کی روایات کے فیوض سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے، کہتا ہے: "البلاذری ان مورخوں میں سے ہے جو اپنے جمع کردہ مواد میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) اس سے معنوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پہلے کے معنے یہ ہیں "تو غفلت کرتی ہے" اور دوسرے کے معنے یہ ہیں: "تو غافل ہے"۔ میں نے ترجمے میں آخر الذکر الفاظ اختیار کئے ہیں۔

قابل بیان روایتیں چھانٹنے میں سلامتیٔ ذوق کے لئے ممتاز ہیں"۔ اس مورخ کو البلاذُری سے جو حسن اعتقاد ہے مجھے اس میں اس کے ساتھ پورا اتفاق ہے لیکن میری رائے میں اس نے مصنف کی تعریف کا پورا حق ادا نہیں کیا، کیوں کہ اس کتاب سے ہمیں ایسے دقیق تاریخی حقائق پر اطلاع حاصل ہوتی ہے، جن پر کسی دوسری کتاب سے حاصل ہونی ازبس متعذر ہے بالخصوص جہاں اس نے العراق کے ان قدیم شہروں کا ذکر کیا ہے جن کے آثار مرور ایام سے مٹ گئے ہیں، اور جن کی قدیم شان وشوکت کے آثار ہیں اب صرف پرانے ٹیلے ہی باقی ہیں۔ ان بے شمار فوائد کے پیش کرنے میں اس بات نے اس کی مدد کی کہ وہ ان لوگوں میں سے بہتوں کا ہم عصر تھا جنھوں نے ان شہروں کو ان کی پوری عظمت و مدنیت کے زمانے میں دیکھا تھا۔

عربوں نے جو مقامات وممالک فتح کئے اگر چہ البلاذُری نے ان کی تاریخ بطریق اختصار لکھی ہے، لیکن ہم اس پر اسے کسی طرح ملامت نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ اس کی یہ کتاب، اس اصل کتاب کا جسے وہ مکمل نہیں کر سکا تھا، محض ایک خلاصہ ہے۔ بہت ممکن ہے اس نے بڑی کتاب میں یہ تمام باتیں بالتفصیل لکھی ہوں جو اس ملخص میں مختصراً لکھی ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے جس کے لئے البلاذُری کی تعریف کیجاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ خلفاء دولت العباسیہ کے دامن دولت میں پلا اور انہی کے سائے میں اس نے پرورش پائی، اور پھر المُتوکّل والمستعین جیسے خلفاء کے مقربوں میں رہا جن کے اس پر بڑے بڑے احسانات تھے، تاہم اس نے اپنی کتاب میں ان کی حکومت کے متعلق مجرد حقائق ہی لکھے ہیں؛ اس نے نہ ان کے خلفاء کی مدح کی، اور نہ ان کے دشمنوں پر طعن کئے۔ اس نے اسی لئے اپنی کتاب میں سرے سے کوئی مقدمہ ہی نہیں لکھا، جس میں اس زمانے کی عادت کے مطابق اپنے عہد کے خلفاء کی مدح و ثنا اور ان کی عظمت وفخامت کے بیان میں مبالغہ زیادہ سے زیادہ ... دولت العباسیہ کی طرف اس کا میلان ظاہر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ان کے افراد کو تو خلفاء کا لقب دیا ہے مگر بنی امیہ میں عمر بن عبد العزیز کے سوا کسی کو یہ لقب نہیں دیا۔ لیکن اگر اس وجہ سے ہم اس کو عباسیوں

کی جانب داری کا الزام دیں تو ہم یہ نتیجہ اس کے مفہوم سے نکالیں گے، اس کے الفاظ سے نہیں نکال سکتے۔

اگر ہم نفسِ کتاب کے متعلق کچھ کہیں اور اس کی تعریف کرنی چاہیں تو اس کے لئے الفاظ ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ یہاں ہم صرف یہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایک بڑی حد تک آئینے کی طرح ہے جس میں دولِ اسلامیہ کے ابتدائی عہد کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ دولتِ اسلامیہ کے موسس عمرؓ بن الخطاب ایک بہترین پیشوا اور اسلامی فضائل کا نمونہ تھے؛ متقی، متواضع، کفایت شعار، ضعیفوں پر مہربان، اور دشمنانِ دین پر سخت۔ وہ لوگوں کے مال میں طمع کرنے اور نمود و نمائش کو بُرا سمجھتے تھے، شہریوں کو بدویوں کی لوٹ مار سے بچاتے اور اشرافِ مکہ کی زیادتیوں سے حقوقِ صحابہ کی حفاظت کرتے تھے۔ اسی کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا یہ بھی دیکھتا ہے کہ بہادرانِ عرب نے روم و ایران کے ممالک پر کس طرح ترک تازیاں کیں؛ اور یہ کہ انھوں نے اپنی شجاعت و حربیت سے، اُس اُمیت و بدویت اور اصولِ تمدن سے ناواقفیت کے باوجود جس میں وہ ایک زمانے سے مبتلا تھے، کس طرح مشکلات پر غالب آکر اپنے مقصدِ وحید یعنی نشرِ دینِ اسلامی و اعلاء شانِ اُمّتہ عربیہ میں کامیابی حاصل کی۔

ایم۔ جی۔ ڈی خویہ

حصہ اوّل

جزیرۃ العرب

جزيرة العرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ استعین

المدینہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

(۲) احمد بن یحییٰ بن جابر کہتا ہے مجھے حدیث سیرۃ اور فتوح ممالک کے علماء کی ایک جماعت نے خبر دی ہے (میں نے ان کے بیان کا سیاق درست و مختصر کر دیا ہے اور اس کی ترتیب بدل دی ہے۔ م) کہ: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے المدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو قباء میں کلثوم بن الہدم بن امرءُ القیس بن الحارث بن زید بن عبید بن اُمیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اَوس کے ہاں قیام فرمایا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں سعد بن خیثمہ بن الحارث بن مالک یکے از خاندان بنی سالم بن امرءُ القیس بن مالک بن اَوس گفتگو کر رہے تھے، اس سے لوگوں نے سمجھا کہ آپ نے انہی کے ہاں قیام فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو پہلے ہجرت کر آئے تھے اور انصار کے جو قبیلے یہاں آباد تھے، انھوں نے یہاں ایک مسجد بنائی تھی اور سب اسی میں نماز پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں نماز کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُباء میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے بھی اُن لوگوں کے ساتھ اسی مسجد میں نماز ادا فرمائی، اس وجہ سے اہلِ قُباء کہتے ہیں: یہ وہی مسجد ہے جس کی نسبت یہ ارشاد باری ہے؛ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (قرآن، ۹:۱۰۹۔ ا۔ محمد

وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے یقیناً اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں نماز پڑھو)" اور یہ بھی روایت ہے کہ جس مسجد کے متعلق أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَفّان بن مسلم الصَّفّار نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سَلَمہ نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشام بن عُروہ نے اور انھیں عُروہ نے کہ :— اس آیۃ : وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (قرآن ۹: ۱۰۷) وہ لوگ جنھوں نے کفر و شرارت پھیلانے اور تفریق بین المومنین کے لیے ایک مسجد اس شخص کے انتظار میں بنائی ہے جو پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے ......)" کی شان نزول یہ ہے کہ مسجد قُبا، سَعد بن خَیثَمہ نے بنائی تھی اور یہ جگہ لَبّہ کی تھی جہاں وہ اپنا گدھا باندھتا تھا۔ اس پر جھگڑالو طبیعتوں نے کہا، "کیا ہم اس جگہ نماز پڑھیں جہاں لَبّہ اپنا گدھا باندھتا تھا، نہیں ہم اس میں ہرگز نماز نہیں پڑھیں گے، ہم اپنی مسجد الگ بناتے ہیں اور اسی میں نماز پڑھیں گے، حتیٰ کہ ابو عامر ہمارے پاس آئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھے"۔ یہ ابو عامر وہ تھا جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ کر اہل مکہ کے پاس گیا تھا اور پھر شام جا کے نصرانی ہو گیا تھا۔ اس مسجد کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی : وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (اور جن لوگوں نے کفر و شرارت پھیلانے اور تفریق بین المومنین کیلئے اس شخص کے انتظار میں مسجد بنائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑ چکا ہے .....) اس میں اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ سے مراد ابو عامر ہے"۔ (۳)

ہم سے حدیث بیان کی رَوح بن عبد المومن المقری نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی بہز بن اسد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن زید نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ایوب نے اور انھیں سعید بن جُبیر نے کہ :— بنی عمرو بن عَوف نے ایک مسجد بنائی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس پر ان کے رشتے دار بنی غَنم بن عَوف کو رشک ہوا، انھوں نے کہا،

ہم بھی ایک مسجد بناتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجتے ہیں کہ آپ ہمارے ہاں نماز پڑھیئے جس طرح آپ نے ہمارے رشتے داروں کے ہاں نماز پڑھی ہے۔ اور کاش ابو عامر بھی الشام سے واپسی میں ہمارے پاس ہوتا ہوا جائے اور اس مسجد میں ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔" اس خیال سے انھوں نے یہ مسجد بنائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجکر درخواست کی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لاکر نماز پڑھیئے۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے جانے کے لئے اُٹھ رہے تھے کہ یہ وحی نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اور جن لوگوں نے کفر و ضرر رسانی اور تفریق بین المومنین کی غرض سے اس شخص کے انتظار میں مسجد بنائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑ چکا ہے ......") راوی کہتا ہے (اس آیۃ میں جس کی طرف اشارہ ہے) وہ ابو عامر ہے۔ (اور جس مسجد کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:) لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ (۴) (اے محمدؐ!) تم ہرگز ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا۔ اس کی زیادہ مستحق تو وہ مسجد ہے جو اول یوم سے پرہیزگاری کی بنیادوں پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس کی بنیاد تقوے اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہے) وہ مسجد قُباء ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم بن میمون نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، اُن سے ہشام نے اور ان سے الحسن نے کہ:۔ جب یہ آیۃ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجکر اہلِ قباء سے دریافت فرمایا: "وہ کونسی پاکی ہے جس کا تمھارے متعلق ذکر کیا گیا ہے"؟ انھوں نے کہا "ہم بول و براز کا اثر دھو لیا کرتے ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، ان سے ابن أبی لیلیٰ نے، اور ان سے عامر نے کہ:۔ اہل قباء میں سے بعض

پانی سے استنجا کرتے تھے اس لئے ان کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی : فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا......"

مجھ سے حدیث بیان کی عمرو ابن محمد النَّاقِد، اور احمد بن ہشام بن بَہرام نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع بن الجَرَّاح نے' ان سے رَبِیعَہ بن عُثْمَان نے' ان سے عِمْرَان بن اُبی انس نے، اور ان سے سَہل بن سَعد نے' کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو آدمیوں نے اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے محْمُول میں اختلاف کیا۔ ایک نے کہا : اس کا محْمُول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے، اور دوسرے نے کہا : نہیں مسجد قُبَاء ہے۔ پھر دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی' آپ نے فرمایا :ھو مسجدی ھذا (" وہ یہی میری مسجد ہے")۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو بن محمد اور محمد بن حاتم بن مَیمُون نے' ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع نے، ان سے رَبِیعہ بن عُثْمَان التَّیمی نے' ان سے عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع نے، اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ :۔جس مسجد کے متعلق اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے"۔

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے' انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو نُعیم الفضل بن دُکَین نے' انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عامر الاسلمی نے، ان سے عِمران بن ابی اَنس نے' ان سے سَہل بن سَعد نے، اور ان سے اُبَیّ بن کَعب نے' کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسجد کے متعلق پوچھا گیا جس کے متعلق اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى آیا ہے' فرمایا : "وہ یہی میری مسجد ہے"۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم نے، اُن سے ہُدبہ بن خالد نے، ان سے ابو ہلال الرَّاسِبی نے، ان سے قَتَادَہ نے، اور ان سے سعید بن المُسَیَّب نے' کہ :۔ اس (۵) قول (باری) لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اعظم ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی علی بن عبد اللہ المدینی نے' انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سُفیان بن عُیَینَہ نے، ان سے ابی الزِّنَاد نے، اور اُن سے خارِجہ بن زید بن ثابت نے، کہ :۔جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کہا گیا ہے وہ مسجدِ رسول علیہ السلام ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی عفّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وُہیب نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی داؤد بن ابی ہند نے، اور ان سے سعید بن المسیّب نے، کہ :- جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَی التَّقوٰی کہا گیا ہے وہ المدینہ کی مسجد اعظم ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم بن میمون السّمین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیعؔ نے، ان سے اُسامہ بن زید نے اُن سے عبدالرحمٰن بن ابوسعید الخُدری نے، اور ان سے اُن کے والد نے، کہ :- جس مسجد کی نسبت اُسِّسَ عَلَی التَّقوٰی آیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔"

کہتے ہیں :- بعد میں مسجد قُبَاء وسیع کی گئی اور اس میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ (حضرت) عبد اللہ بن عمرؓ جب یہاں آتے تو اُسی پرانے ستون کے پاس نماز پڑھتے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔

کہتے ہیں :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُبَاء میں پیر منگل بُدھ اور جمعرات کو قیام[1] فرما کر جمعے کو المدینہ کے ارادہ سے سوار ہو گئے، جمعے[2] کی نماز بنی سالم بن عوف بن عَمرو بن عَوف بن الخَزرَج کی مسجد میں ادا فرمائی، اور یہ پہلا جمعہ تھا جو اس مسجد میں پڑھا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے مکانوں کے سامنے سے گزرے اور مکان پر مکان چھوڑتے چلے گئے، لوگ حاضر ہو ہو کے درخواست کرتے تھے کہ حضور ہمارے ہاں قیام فرمائیں، حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچے جہاں مسجد نبوی ہے، یہاں آپ کی ناقہ بیٹھ گئی، آپ اس پر سے اترے، اَبُو اَیُّوب خالد بن زید بن کُلَیب بن ثَعلَبہ بن عَبد بن عَوف بن غَنم بن مالک بن النَّجَّار بن ثَعلَبہ بن عمرو بن الخزرج نے بڑھ کے آپ کا کجاوہ اُتار لیا اور آپ نے اَبُو ایوب کے ہاں قیام فرمایا۔ خزرجیوں میں سے ایک قوم نے چاہا کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں، مگر آپ نے فرمایا: المرءُ مع رحلہ (آدمی اپنے کجاوہ کے ساتھ ہے)۔ ابو ایوبؓ کے ہاں آپ کا قیام سات مہینے رہا۔ اسی زمانے میں مہینہ بھر بعد آپ پر پوری نماز اُتری۔

انصار نے اپنی مقبوضات کے تمام فاضل قطعے بطور ہبہ پیش کئے اور کہا :

---

[1] یعنی چار دن قیام فرمایا۔ لیکن امام بخاری نے لکھا ہے: چودہ دن قیام فرمایا (تاریخ صغیر)

[2] عینی نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری)

(۶) یا نبی اللہ! ہماری منازل[1] میں سے جو پسند ہو قبول فرمالیجیے۔" فرمایا۔ "خیر۔"[2]
ابو اُمامہ اَسعد بن زُرارہ بن عُدس بن عُبید بن غَنم بن مالک بن النجّار جو نقیب النقبا تھے آس پاس کے مسلمانوں کو اپنی مسجد میں جمع کر لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی المدینہ تشریف لانے کے بعد (مسجد نبوی کے تعمیر ہونے تک) اسی میں نماز ادا فرمائی، اس سے متصل ایک زمین تھی جو سَہل و سُہَیل دو یتیموں کی ملک تھی یہ دونوں رافع بن اَبی عَمرو بن عابد بن ثَعلَبہ کے بیٹے تھے اور اَسعد کی سرپرستی میں رہتے تھے آپ نے اَسعدؓ سے فرمایا: "یہ زمین میرے ہاتھ بیچ دو" انھوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ قبول فرمالیں، میں ان یتیموں کو اس کی قیمت دیدوں گا" مگر آپ نے یتیموں کا مال اس طرح لینا منظور نہیں فرمایا اور دس دینار میں ان سے معاملہ طے فرمایا جو (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں سے اسی وقت انھیں دلوا دیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اینٹیں لانے کا حکم دیا، اینٹیں لائی گئیں، مسجد بننی شروع ہوئی، نیو پتھر سے اٹھائی گئی، ستون درختوں کے تنوں کے بنائے گئے، اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس میں کوئی نئی چیز نہیں بنائی۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں توسیع کی، اور اس کے لئے (حضرت) عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہا، "تم اپنا مکان بیچ دو میں مسجد میں شامل کردوں گا" مگر انھوں نے اس کو اللہ اور رسول کے لئے ہبہ کردیا اور وہ مسجد میں شامل کرلیا گیا۔ پھر (حضرت) عثمان بن عَفّانؓ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں پتھر اور گچ سے (از سر نو) اس کی تعمیر کرائی، پتھر کے ستون لگوائے، سال کی چھت بنوائی اور العقیق سے بجری منگوا کے ڈلوائی۔

پہلی مرتبہ جس نے مسجدِ نبوی علعم میں مقصورہ بنوایا وہ مروان بن الحکم بن العاصی بن اُمیّہ تھا اور یہ اس نے منقوش پتھروں سے بنوایا تھا۔ اس کے بعد

---

[1] منازل منزل کی جمع ہے۔ منزل اس مکان کو کہتے ہیں جس میں بیوت (= کمرے)، صحنِ مُسقّف (= برآمدہ) اور مطبخ وغیرہ ہوں اور جس میں ایک شخص مع اپنے اہل وعیال کے اچھی طرح رہ سکے۔
[2] "خیر" عربی میں ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں ہمارے ہاں "آپ کی چیز آپکو مبارک" یا "آپکی عنایت ہے" بولا جاتا ہے۔

الولید بن عبدالملک بن مروان کے والی (بادشاہ) ہونے تک اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ الوَلِیدُ نے اپنے والد کے بعد تخت نشین ہوکر عمر بن عبدالعزیز کو جو اس کی طرف سے المدینہ کے عامل تھے، مسجد (نبوی صلعم) کو منہدم کرکے (از سرنو) تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کام کے لئے ان کے پاس روپیہ، فُسَیفِسا[1]، سنگِ رُخام اور الشام (۷) و مصر کے ۸۰ رومی و قبطی معمار بھیجے، تعمیر شروع ہوئی اور اس میں (بہت کچھ) اضافے ہوئے، اس کے بعد مسجد کے انتظام و انصرام اور اخراجات کے لئے صالح بن کَیسان غلام آزاد کردہ سُعدیٰ مولاۃِ آلِ مُعَیقیب بن ابی فاطمۃ الدَّوسی کو متولی مقرر کیا۔ یہ ۸۸ھ کا واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں ۹۱ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد خُلَفاء میں سے کسی نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حتےٰ کہ امیرالمومنین المہدی صلوٰۃ اللہ علیہ نے خلافت حاصل کی۔

الواقدی کہتا ہے: — المَہدی نے عبدالملک بن شَبیب الغسّانی کو اور (اس کے ساتھ) ایک اور شخص کو جو (حضرت) عمر ابن عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے تھا[2] مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے المدینہ بھیجا اس زمانے میں یہاں کا حاکم جعفر بن سلیمان تھا اس کام میں یہ دونوں سال بھر مشغول رہے اور انھوں نے مسجد کے آخری حصے میں سو گز کا اضافہ کیا، جس سے اس کا طول تین سو گزہ اور عرض دو سو گز ہوگیا۔

علی بن محمد المدائنی کہتا ہے: — امیرالمومنین المَہدی نے جعفر بن سلیمان کو مکہ و المدینہ الیمامہ کا والی کیا، اس نے مکہ و المدینہ کی مسجدوں میں (کچھ) اضافے کیئے، المدینہ کی مسجد کی تعمیر ۱۶۲ھ میں ختم ہوئی۔ المَہدی ۱۶۰ھ میں حج کرنے سے قبل المدینہ حاضر ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مقصورہ توڑ کر مسجد کے برابر کردیا جائے۔

پھر ۲۴۶ھ میں امیرالمومنین جعفر المتوکل علی اللہ رحمۃ اللہ نے المدینہ کی مسجد کی مرمت کا حکم دیا، اور اس لئے بڑی مقدار میں فُسَیفِسا بھیجے۔ اس کام سے ۲۴۷ھ میں فراغت ہوئی۔

---

[1] فُسَیفِسا، پتھر اور چینی کے ان مہرہ ہائے رنگا رنگ کو کہتے ہیں جو خوشنمائی کے لئے فرش اور دیواروں میں لگائے جاتے ہیں۔ ان کو موجودہ زمانے کے ٹائلیس کی قدیم صورت سمجھنا چاہیئے۔

[2] عبداللہ بن عاصم (وفاء الوفاء)

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن حمّاد بن ابو حَنیفہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مالک بن اَنس نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروَہ نے، اُن سے اُن کے والد نے، اور اُن سے (حضرت) عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ عنہا نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خواہ کوئی مصر و دیگر بزور دستی فتح کیا گیا ہو مگر المدینہ قرآن سے فتح کیا گیا ہے۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن اَبی شَیبَۃ الاَبُلی نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو الاَشہَب نے، اور اُنھوں نے کہا ہمیں خبر دی الحسن نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کا ایک حَرَم ہوتا ہے میں نے المدینہ کو اس کے دو آتش زدہ سنگستانوں کے درمیان اپنا حرم بنایا ہے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو اپنا حَرَم بنایا تھا۔ پس نہ اس کی گھانس کاٹی جائے، نہ اس کا درخت توڑا جائے، نہ اس میں قتل و خوں ریزی کے لیئے ہتیار اٹھائے جائیں، اور جو کوئی یہاں (ان باتوں میں سے کوئی بات) کرے گا یا ایسے لوگوں کو پناہ دیگا اس پر اللہ اور اس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی! اور اس کی کوئی توبہ، اور اس کا کوئی فدیہ[1] قبول نہیں کیا جائے گا۔" (۸)

مجھ سے حدیث بیان کی رَوح بن عبد المؤمنُ البَصری المقری نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو عُوَانہ نے، اُن سے عُمر بن ابو سَلَمہ بن عبد الرحمٰن نے اُن سے ان کے والد نے، اور ان سے ابو ہُریرہ نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدا! ابراہیمؑ تیرے بندے اور رسول تھے، میں بھی تیرا بندہ اور رسول ہوں! میں نے المدینہ کو اس کی دو آتش زدہ پہاڑیوں کے درمیان اپنا حَرَم بنایا ہے، جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو اپنا حرم بنایا تھا۔" ابو ہُرَیرَہ کہا کرتے تھے: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے بَطحان میں بھی ہرن مل جائیں تو میں اُنھیں آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھوں گا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن اَبی شَیبَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی القَاسِم بن الفضل الحُدّانی نے، ان سے محمد بن زیاد نے،

---

[1] جو چیز کسی عمل کے بدلے پیش کی جائے اس کو فدیہ کہتے ہیں۔

اور ان سے ان کے دادا نے (جو عثمان بن مظعون کے غلام تھے، اور ان کے پاس الحرہ میں آل مظعون کی ایک زمین تھی)، کہ :- (حضرت) عمر بن الخطاب کبھی دوپہر کو سر پر کپڑا ڈالے میرے پاس آتے اور مجھ سے باتیں کرتے تھے اور میں ان کیلئے ترکاریاں اور ککڑیاں لاتا تھا۔ ایک دن وہ تشریف لائے (اور جب میں ترکاریاں لانے جانے کو اٹھا تو) مجھ سے کہا: "نہ جاؤ، میں نے تمھیں یہاں کی سب چیزوں پر حاکم بنایا ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ کسی کو المدینہ کے درختوں میں سے کسی درخت کی شاخیں توڑنے یا کاٹنے کی ہرگز اجازت نہ دو، اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھو تو اس کی رسی اور کلھاڑی چھین لو۔" وہ کہتے ہیں: "میں نے پوچھا: کیا اس کا کپڑا بھی چھین لوں"؟ کہا: "نہیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابومسعود بن القتات نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن أبی یحیٰی المدنی نے، ان سے جعفر بن محمد نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد سے عیر تک کے درختوں کو حرم قرار دیا ہے؛ البتہ ایسے شخص کو جس کے پاس صرف ایک ہی آب کش اونٹنی ہو، عضاء، اور محالة دعرہ (خشک اور سبز گھاس) کاٹ لینے کی اجازت دی ہے جو اس کے کام آسکے[1]۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے، ان سے لیث بن سعد نے، ان سے ہشام بن سعد نے، ان سے زید بن أسلم نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :- میں نے (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ایک شخص سے جسے انھوں نے حمی الربذہ کا عامل متقرر کیا تھا (بکہ اس کا نام بھول گئے[2]) یہ کہتے سنا کہ :- اپنا ہاتھ ہر مسلمان پر دراز ہونے سے روک، اور مظلوم کی بددعا سے ڈر، کہ وہ قبول ہوتی ہے۔ کم اونٹوں (۹)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ایسے درختوں کی لکڑیاں کاٹ لینے کی اجازت ہے جو ہل وغیرہ بنانے یا درست کرنے میں کام آتی ہیں۔
عضاء ایک قسم کا گھنا دار درخت ہوتا ہے، اس کی لکڑی بہت سخت اور آگ دیر پا ہوتی ہے اسکی لکڑیاں عموماً ہلوں اور گاڑیوں کے بنانے میں کام آتی ہیں۔

[2] ان کا نام ہُنَی تھا (البخاری)، یہ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (ابن سعد ج ۵ ص ۶)

اور کم بکریوں والوں کو داخل ہونے دے اور ابن عَفّانؓ وابن عَوفؓ کے اونٹوں سے مجھے معاف رکھ، کیوں کہ اگر ان کے اونٹ مر بھی جائیں گے تو یہ زراعت کی طرف رجوع ہو جائیں گے؛ لیکن اگر ان کے اونٹ مر جائیں گے۔ تو وہ (پریشان ہوکر) یا امیر المومنین! یا امیر المومنین! پکارتے ہوئے آئیں گے۔ پس مسلمانوں کے لئے یہ زیادہ آسان ہے کہ انھیں گھانس دیدیں، بہ نسبت اس کے کہ اس کے عوض سونا اور چاندی دیں۔ خدا کی قسم یہ انھیں کی زمین ہے، جاہلیت میں انھوں نے اس پر خوں ریزی کی اور اسلام میں اس پر سلامتی پھیلائی، اگر میں ایسا نہ کروں گا تو وہ سمجھیں گے کہ میں ان پر ظلم کر رہا ہوں۔ اگر وہ اونٹ نہ ہوتے جن پر خدا کی راہ میں بار کیا جاتا ہے تو میں لوگوں کی حمایت انکے شہروں میں کسی چیز سے ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی اَلقَاسِم بن سَلّام ابو عبید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن ابی مریم نے ان سے العُمَرِی نے، ان سے نافعؒ نے، اور ان سے ابن عُمرؓ نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے النَّقِیع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے چرنے کے لئے قیود حرم سے مستثنیٰ فرمادیا۔ ابو عبید نے مجھ سے (نَقِیع) نون کے ساتھ کہا، اور کہا: النَّقِیع سِبتِ[۱] دشتی کے میدان کو کہتے ہیں، اور سِبت دشتی کو خَندَقُوق بھی کہتے ہیں۔"

مجھ سے مُصْعَبْ بن عبد اللہ الزُّبَیرِی نے حدیث بیان کی، ان سے انکے والد نے، ان سے ابن الدَّرَاوَرْدِی نے، ان سے محمّد بن ابراہیم التَّیمِی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے سَعد بن ابی وقّاص نے، کہ:۔ میں نے ایک غلام کو حِمیٰ میں درخت کاٹتے دیکھا اور مار کر اس کی کلھاڑی چھین لی، اس پر اس کے آقا یا عزیزوں میں سے ایک عورت نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکے میری شکایت کی، عمرؓ نے مجھ سے کہا: "اے ابو اسحٰق! اس کے کپڑے اور کلھاڑی دیدو۔" میں نے دینے سے انکار کیا اور کہا: "میں ایسا مال ہرگز واپس

---

[۱] بفتح اول وکسر ثانی وسکون ثالث۔ یہ ایک قسم کی گھانس ہوتی ہے، اس کے کھانے سے جانور فربہ ہو جاتے ہیں۔

نہیں کروں گا جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے غنیمت قرار دیا ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اس زمین پر جیسے سبز گھانس کاٹتے دیکھو مارو اور اس کی چیزیں چھین لو" (چنانچہ انھوں نے کوئی چیز واپس نہیں دی)۔ کلھاڑی کا بیلچہ یا کھرپا بنالیا اور جب تک زندہ رہے اپنی زمین میں اسی سے کام کرتے رہے"۔

ہم سے ابوالحسن المدائنی نے حدیث بیان کی، اور ان سے ابن جُعدبہ و ابو مَعشر نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غَزوہ ذِی قَرَد سے واپسی کے وقت طَرِیب میں تھے، انصار میں سے قبیلۂ بنی حارثہ نے ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کرکے عرض کی: "یا رسول اللہ! یہ ہمارے اونٹوں اور بکریوں کے چرنے اور ہماری عورتوں کی چہل قدمی کرنے کی جگہ ہے، اور اس کا نام غابہ ہے"۔ آپ نے فرمایا "جس نے اس میں سے ایک درخت کاٹا ہے وہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگائے اور دِیَت ادا کرے"۔ پس اس حکم کے مطابق اس میں درخت لگائے گئے"۔

(۱۰) مجھ سے حدیث بیان کی عبد الاعلیٰ بن حمّاد النَّرسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سَلَمہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی محمّد بن اسحٰق نے، ان سے ابو مالک بن ثَعلبہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ مَہزُور کے معاملے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ "پانی روک کر ٹخنوں ٹخنوں کھڑا کیا جائے پھر اوپر والا نیچے والے کی طرف بہنے دے"۔

ہم سے حدیث بیان کی اسحٰق بن ابی اسرائیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن ابی الزِّناد نے، اور ان سے عبدالرحمٰن بن الحارث نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیلِ مَہزُور کے معاملے کا یہ فیصلہ فرمایا "اُوپر والے اس حد تک پانی روکیں کہ ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے، پھر نیچے والوں کی طرف بہنے دیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو بن حمّاد بن ابی حَنیفہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مالک بن اَنس نے، ان سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمّد بن عُمر بن حَزم الانصاری نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے سَیْلِ مَہْزُور و مُذَیْنِب کے معاملے میں یہ حکم دیا: "پہلے پانی روک کر ٹخنوں تک کھڑا کر لیا جائے، اور پھر اوپر والے نیچے والوں کی طرف بہنے دیں"۔ مالک نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ سیلِ بَطْحَان میں بھی فرمایا تھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَیْن بن الاَسْوَدُ العِجْلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے محمد بن اسحٰق نے، ان سے ابو مالک بن ثعلبہ بن ابومالک نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ بنی قُرَیْظَہ کی وادیٔ مَہْزُور کا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا' آپ نے فیصلہ فرمایا: "جب پانی ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے تو اوپر والے نیچے والوں کی طرف بہنے سے نہ روکیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَیْن نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَفْص بن غیاث نے، ان سے جعفر بن محمد نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیْلِ مَہْزُور کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ "نخلستان والوں کو عَقِبَیْن (=پاشنے) تک، اور کھیتی والوں کو شراکین (=پشت قدم پر چپل کے تسمے باندھنے کی جگہ) تک پانی ملے، اور پھر ان کے لئے چھوڑ دیا جائے جو ان سے نیچے ہیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی حَفْص بن عُمَر الدُّوری نے، انھوں نے کہا ہم سے
(۱۱) حدیث بیان کی عَبَّاد بن عَبَّاد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُرْوَہ نے، اور ان سے عُرْوَہ نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بُطْحَان جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر ہے"۔

مجھ سے حدیث بیان کی علی بن محمد المدائنی ابوالحسن نے، اور ان سے ابن جُعْدُبَہ وغیرہ نے، کہ:۔ (حضرت) عثمانؓ کی خلافت میں مَہْزُور کے سیلاب کی وجہ سے المدینہ ڈوبنے کے بالکل قریب تھا، انھوں نے اس کے لئے بند بندھوایا۔ ابوالحسن نے کہا: اسی طرح ایک دفعہ ۱۵۶ھ میں بھی سیلاب کی وجہ سے سخت خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ اس زمانے میں مدینہ (منورہ) کا والی عبدالصَّمَد بن علی بن عبد اللہ بن العباس تھا، اس نے (لوگوں کی جانوں اور ان کے اموال کی حفاظت کا انتظام کرنے کیلئے)

عبداللہ بن ابوسلمۃ العُمَرِی کو بھیجا اور عبداللہ نے نماز عصر کے بعد لوگوں کو (خطرے سے) نکالا، اس وقت پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں بھر چکا تھا۔ اہل العالیہ میں سے ایک بڑھیا نے اس کو ایک جگہ کا پتہ بتایا جس کا ذکر وہ لوگوں سے سنتی تھی، وہ جگہ کھودی گئی، وہاں سے پانی کو باہر نکلنے کا راستہ مل گیا اور سارا پانی وادیٔ بطحان کی طرف بہ گیا۔ ابوالحسن نے کہا، مَہزُور سے مُذَینِیب تک ایک پہاڑی رستہ ہے جس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن أبان الواسطی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الراسبی نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحسن نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ و اہل المدینہ کے لیے دعا فرمائی اور اس کا نام طَیِّبَہ رکھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابوعمر حفص بن عمر الدُّوری نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عُبّاد بن عُبّاد نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے، ان سے اُن کے والد نے، اور ان سے اُمّ المومنین (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے، کہ:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہاں آکر بہت سے مسلمان بیمار پڑ گئے، اور ان میں جن کی بیماری زیادہ شدید تھی وہ ابوبکرؓ اور بلال اور عامر بن فُہَیرہ تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حالت تکلیف میں فرماتے:۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ　　وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

(ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کے درمیان غارت گری کی جاتی ہے، اور موت آدمی کی جوتی کے تسموں سے بھی قریب تر ہے۔)

اور بلال رضی اللہ عنہ کہتے:۔

وَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً　　بِفَخٍّ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ　　وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

(کیا پھر بھی کبھی وہ دن آئے گا کہ میں اس وادی میں ایک رات بسر کروں جس میں اِذخِر اور جَلیل میرے پاس ہوں۔ اور کیا وہ دن مجھے پھر بھی

کبھی دیکھنا نصیب ہوگا کہ میں مَجَنَّۃ کے چشمے پر اتروں اور شامَۃ و طُفَیل مجھے دکھائی دیں۔"

اور ابو عامر بن فُہَیرَہ کہتے ہیں:-

(۱۲) لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ — إِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

كُلُّ امْرِئٍ مُجَاهِدٌ بِطَوْقِهِ — كَالثَّوْرِ يَحْمِي جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ

(میں نے موت کا مزہ اس کے آنے سے پہلے ہی چکھ لیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔ ہر شخص بقدر طاقت کوشش کرتا ہے جس طرح بیل اپنی جلد کو اپنے سینگ سے بچاتا ہے۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بیماری کی خبر کی گئی، آپ نے دعا فرمائی کہ "خدایا! ہمارے لئے المدینہ ویسا ہی خوشگوار بنا دے جیسا ہمارے لئے مکہ تھا، اور ہمارے لئے یہاں کے مُدّ اور صاع[۱] میں برکت عطا فرما۔"

ہم سے حدیث بیان کی الولید بن صالح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الواقدی نے، اُن سے محمد بن عبد اللہ نے، ان سے الزُّہری نے، اور ان سے عُرْوَہ نے، کہ:- انصار میں سے ایک شخص نے اشراج الحَرَّہ کے معاملے میں الزُّبَیر بن العَوَّام سے جھگڑا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "اے زُبَیر تم اپنے لئے پانی لے لو اور پھر اپنے ہمسایوں کی طرف بہنے دو۔"

مجھ سے علی الأثرم نے ابو عُبَیدہ کے حوالے سے کہا:- اشراج پانی کے ان رستوں کو کہتے ہیں جو سنگلاخ زمین میں بنے ہوئے ہوں، اور الحَرَّہ اس زمین کو کہتے ہیں جو پتھروں سے پٹی ہوئی ہو۔ لیکن الأصمعی نے اشراج کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ پانی بہنے کے وہ رستے ہیں جو سنگلاخ زمین سے نرم زمین کی طرف جاتے ہیں[۲]۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن علی ابن الأسْوَد العِجلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی

---

[۱] مُدّ اور صاع دو پیمانے ہیں، مُدّ تقریباً سیر بھر کا ہوتا ہے اور صاع تین سیر کا۔

[۲] الزمخشری: الفائق، ج ۱، ص ۵۹۸۔

یزید بن عبدالعزیز نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروَہ نے، اور اُن سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے العقیق جاگیروں میں دینی شروع کی حتیٰ کہ ساری زمین بانٹ کر اس کے آخری حصے میں پہنچے اور کہا: "میں نے ایسی زمین اب تک کسی کو نہیں دی" اس پر خوّات بن جُبَیر الانصاری نے کہا: "یہ مجھے دیدو"، اور انھوں نے وہ زمین ان کو دیدی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے ہشام نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے العقیق کے بالائی حصے سے زیریں حصے تک جاگیریں دیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَفص بن غِیَاث نے اور ان سے ہشام بن عُروَہ نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ لوگوں کو جاگیریں دینے نکلے، الزُّبَیرؓ ان کے ساتھ تھے، وہ زمینیں تقسیم کرتے ہوئے العقیق تک پہنچے، پوچھا: وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں؟ میں اب تک اس سے بہتر کسی ٹکڑے سے نہیں گزرا" الزُّبیر نے کہا: "یہ مجھے دیدو" اور انھوں نے وہ ٹکڑا ان کو دے دیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو مُعاویۃ الضّریر نے ان سے ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے ساری (وادی) العقیق جاگیروں میں بانٹ دی اور خوّات بن جُبَیر الانصاری کے قطعے پر پہنچ کے کہا: "وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں؟ میں نے آج اس سے بہتر قطعہ تقسیم نہیں کیا"۔

(۱۱۴) ہم سے حدیث بیان کی خلف ابن ہشام البزّار نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو بکر بن عَیّاش نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے خوّات بن جُبَیر الانصاری کو ایک بنجر زمین جاگیر میں

جو ہم نے اُن سے خرید لی۔

اسی حدیث کی مثل مجھ سے الحُسین بن الأسود نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے ان سے ابو بکر بن عَیَّاش نے، ان سے ہشام نے، اور ان سے ان کے والد نے ایک حدیث بیان کی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے اور ان سے عُروہ نے کہ:۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے الزُّبیرؓ کو الجُرُف سے قَناۃ تک کا حصہ جاگیر میں دیا۔ ابوالحسن المدائنی نے مجھے بتایا کہ قَناۃ ایک وادی ہے جو الطّائف سے آتی ہے۔ اور الأرحضیۃ وقسم قرقرۃ الکُدر کی طرف سے بہتی ہوئی سُدّ مُعَاویہ کو مڑتی ہے اور طَرَفُ القَدُوم پر سے گذر کر شہدائے اُحُد کی قبروں کے نیچے بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابو عُبَید القَاسِم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی اِسحاق بن عیسیٰ نے، ان سے مالک بن اَنس نے، ان سے رَبِیعَہ نے، اور ان سے علماء کی ایک جماعت نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن الحارث المُزَنی کو ناحیۃ الفُرُع میں معدن جاگیر میں عطا فرمائے۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد اور ابن سَہم الانطاکی نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الہَیثَم بن جمیل الانطاکی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن سَلَمَہ نے، ان سے ابی مکین نے، اور اُن سے ابی عِکرِمَہ غلام آزاد کردۂ بلال بن الحارث المُزَنی نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں ایک پہاڑ تھا اور ایک کان تھی۔ بلال کی اولاد نے اس زمین کا ایک حصہ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ بیچ دیا، اس میں ایک کان نکل آئی اور بعض کہتے ہیں: دو کانیں نکل آئیں، اس پر آلِ بلال نے ان سے کہا: "ہم نے تمہارے ہاتھ کاشت کی زمین بیچی ہے کانیں نہیں بیچیں" اور اپنی تائید میں ایک جریدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا۔ عمر بن العزیزؓ نے اس جریدے کو چوما، اور آنکھوں سے

لگایا، اور اپنے مُنیب کو بُلا کے کہا، "حساب میں دیکھو کہ اب تک اس میں سے کیا نکلا اور کیا خرچ ہوا؛ جو باقی ہے وہ ان کے حوالے کردو اور جتنا خرچ ہوا ہو اس کا ان کو معاوضہ دو"۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نُعَیم بن حَمّاد نے، ان سے عبدالعزیز بن محمّد نے، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، ان سے الحارث بن بلال بن الحارث المُزنی نے، اور ان سے اُن کے والد بلال بن الحارث نے، کہ: — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوری (وادی) العَقیق جاگیر میں عطا فرمائی۔

مجھ سے حدیث بیان کی مُصعَب الزُّبَیری نے، اور اُن سے مالک بن اَنَس نے، کہ: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن الحارث کو ناحیۂ الفُرع میں معدن جاگیر میں عطا فرمائے"۔ (١٤١)

جہاں تک میں جانتا ہوں اس معاملے میں ہمارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ معدن میں عُشر کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ ہے۔

راوی کہتا ہے: مُصعَب الزُّہری کے متعلق یہ روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے: معدن میں زکوٰۃ ہے۔ اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ اس میں خُمس (یعنی پانچواں حصہ) ہے، جیسا کہ اہل العراق کا قول ہے۔ الفُرُع، نجران، ذی المَروَہ اور وادی القریٰ وغیرہ کی معادن پر سفیان الثوری و ابی حنیفہ و ابی یوسف کے قول کے مطابق اب تک خمس لیا جاتا ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیع بن الجرّاح نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحسن بن صالح بن حَیّ نے، اور ان سے جعفر بن محمّد نے کہ: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو چار جاگیریں عطا فرمائیں، دو الفُقَیرَین میں، ایک بُئیر قیس میں اور ایک الشَّجَرہ میں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے الحسن بن صالح نے، اور ان سے جعفر بن محمّد نے، اور وہ اسی کی مثل تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی عمرو بن محمد النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حفص بن غیاث نے، ان سے جعفر بن محمد نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو ینبع جاگیر میں دیا۔ اور پھر اس پر ایک اور جاگیر اضافہ کی۔

مجھ سے الحسین نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے حفص بن غیاث نے ان سے جعفر بن محمد نے، اور ان سے ان کے والد نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

مجھ سے ایک ایسے شخص نے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں مصعب بن عبداللہ الزبیری کے حوالے سے بیان کیا کہ:۔ بئیر عروہ، عروہ بن الزبیر کی طرف منسوب ہے۔ حوض عمرو، عمرو بن الزبیر کی طرف منسوب ہے۔ خلیج نبات نائلہ، نائلہ بنت الفرافصۃ الکلبیۃ کی اولاد کی طرف منسوب ہے۔ جو (حضرت) عثمانؓ بن عفّان کی بیوی تھیں۔ (حضرت) عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ اس کا پانی اس زمین تک لے گئے جو العرصہ میں تھی اور اس میں کھیتی باڑی کی۔ ارض ابوہریرہ (حضرت) ابوہریرہ کی طرف منسوب ہے۔ الصُّهوہ جبل جُهَینہ میں (حضرت) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا صدقہ ہے۔ قصر نفیس ایک خزرجی تاجر نفیس بن محمد بن زید بن عبید بن المعلّیٰ بن لوذان بن حارثہ بن زید کی طرف منسوب ہے؛ یہ الخزرج میں سے بنی زُریق بن عبد حارثہ کے حلفاء میں سے تھا اور یہ قصر حرّۃ واقم میں تھا جو المدینہ میں ہے۔ عبید بن المعلّیٰ یوم احد میں شہید ہوئے تھے۔ (۵؛) راوی کہتا ہے: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نفیس بن محمد بن زید بن عُبید بن مُرّہ، غلام آزاد کردۂ المعلّیٰ ہے۔ یہ عبید اور اس کا باپ عین التمر کے اسیران جنگ میں سے تھا۔ عُبید بن مُرّہ ایام الحرّہ میں مرا اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ راوی کہتا ہے: بئیر عائشہ، عائشہ بن نمیر بن واقف کی طرف منسوب ہے۔ عائشہ قبیلۂ اوس میں سے ایک مرد تھا۔ بئیر المطّلب جو العراق کے رستے میں ہے المطّلب بن عبداللہ بن حنطب بن الحارث بن عُبید بن عمرو بن مخزوم کی طرف منسوب ہے۔ بئیر المرتفع، محمد بن المرتفع بن النضیر العبدری کی طرف منسوب ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن سعد نے، ان سے الواقدی نے، ان سے عبداللہ بن جعفر نے، ان سے شریک بن عبداللہ نے، ان سے ابی نمر اللیثی نے،

اور ان سے عطاء بن یسار غلام آزاد کردۂ میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر الہلالیہ نے، کہ: — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المدینہ میں بازار لگانے کا قصد فرمایا تو فرمایا: یہ تمھارا بازار ہے اور اس میں تم پر کوئی خراج نہیں ہے۔"

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا محمد بن السائب اور شرقی بن القطامی الکلبی نے، کہ: — جب بختنصر نے بیت المقدس مسمار کیا اور بنی اسرائیل میں سے جسے چاہا جلا وطن کیا اور جسے چاہا قید کیا تو ان میں سے ایک جماعت الحجاز کی طرف آکر وادی القریٰ و تیماء ویثرب میں مقیم ہو گئی: یثرب میں جرہم اور بقایائے عمالیق نے نخلستان اور کھیتیاں بنا رکھی تھیں، یہ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے اور ان میں مل جل گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھ گئی اور جرہم و عمالیق کم ہوتے گئے، حتیٰ کہ انھوں نے جرہم و عمالیق کو یثرب سے نکال دیا، اس پر قابض ہو گئے اور اس کی عمارتوں پر اپنا عمل دخل کر کے ایک زمانے تک فراغت سے آباد رہے۔ پھر یہ ہوا کہ الیمن میں سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد نے سرکشی و طغیان پر کمر باندھی اور اللہ نے انکو کشادگی و فارغ البالی کی جو نعمتیں عطا کر رکھی تھیں ان کی ناشکری کرنے لگے، (اس کی پاداش میں) اللہ نے ان کے لئے چوہے پیدا کئے اور انھوں نے اس بند میں سوراخ کرنا شروع کیا جس کا نام سد عرم تھا اور جو انھوں نے دو پہاڑوں کے بیچ میں بنایا تھا اور جس میں ایسی نالیاں تھیں جن کو کھولکر وہ بقدر حاجت پانی لے لیتے تھے، حتیٰ کہ وہ ٹوٹ (۱۶) گیا، اس میں اللہ نے ان کے باغ ڈبو دئے اور ان کے سارے درخت بہا دئے اور ان کی جگہ پیلو، جھاؤ اور بیر کے درخت پیدا کر دئے۔ جب مزیقیا نے جو عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن مازن بن الازد بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا یہ حال دیکھا تو اپنے مواشی وغیرہ اور سارا مال متاع بیچ دیا اور الازد کو اپنے ساتھ لے کر بلاد عک کی طرف چلا گیا (اور اپنے ساتھیوں سے) کہا: تم بے جانے بوجھے آگے بڑھنا غلطی ہے ہمیں یہیں مقیم ہو جانا چاہئے اور سب وہیں مقیم ہو گئے۔ لیکن جب اہل عک نے ازدیوں کو اپنے بہترین مواضع پر غالب ہوتے دیکھا تو انھیں غصہ آیا اور انھوں نے

ازدیوں سے کہا: "تم یہاں سے چلے جاؤ" اس پر ازدیوں میں سے ایک شخص جسے جذع کہتے تھے اور جو بھینگا اور بہرا تھا، ان کی ایک جماعت پر پل پڑا اور اس نے ان میں سے چند کو قتل کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں جنگ ہوئی جس میں ازدیوں نے شکست کھائی اور پسپا ہوئے، جذع نے کہا:

نَحْنُ بَنُو مَازِنٍ غَيْرُ شَكٍّ ۔۔۔ غَسَّانُ غَسَّانُ وَعَكٌّ عَكٌّ

سَيَعْلَمُونَ أَيُّنَا أَرَكُّ

(بے شک ہم مازن کی اولاد ہیں۔ غسّان غسّان ہی ہیں اور عکّ عکّ ہی۔ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون کمزور ہے)

چوں کہ یہ لوگ اس چشمے پر اترے تھے جسے غسّان کہتے تھے، اس لئے یہ اسی کی نسبت سے مشہور و موسوم ہو گئے۔

اس کے بعد اَزْدی یہاں سے چل کر بلادِ حَکَم بن سَعْد العَشِیرہ بن مالک بن اُدَدْ بن زید بن یَشْجُب بن عَرِیب بن زید بن کہلان بن سَبا بن یشجب بن یَعْرُب بن قحطان کی طرف گئے اور ان سے لڑے اور ان پر فتح پائی۔ لیکن تھوڑے دن بعد (ان میں ایک جماعت کو بضرورت) یہاں سے نکلنا پڑا۔ ان میں سے کچھ یہیں رہے اور باقی نَجْران آئے، یہاں نجرانیوں سے ان کی جنگ ہوئی جس میں نجرانیوں کو شکست ہوئی اور یہ نَجْران میں مقیم ہو گئے۔ پھر انھوں نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور ایک جماعت کے سوا جو بعض وجوہ سے یہاں رہنے پر مجبور تھی باقیوں نے مکہ کا رُخ کیا جہاں جُرہُم آباد تھے اور یہاں بَطْنِ مَرّ میں مقیم ہو گئے۔ پھر ثعلبہ بن عَمْرو مُزَیْقِیَا نے جُرہُم سے درخواست کی کہ ہمیں مکہ کی نرم و ہموار زمین دے دو' انھوں نے دینے سے انکار کیا، اس نے ان سے جنگ کی، یہ ان کی میدانی زمین پر غالب ہو کر ان کے گھروں پر قابض ہو گیا پھر ان کو رزق کی تنگی نے یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا اور متفرق و منتشر کر دیا۔ بعض ان میں سے عمان چلے گئے' بعض نے السَّراۃ کا رخ کیا' بعض اَلْاَنبار، وَالحِیرہ و الشام گئے اور بعض ان میں سے مکہ ہی (۱۸) میں رہے۔ اس پر جذع نے کہا: "یا معاشر الازد! تم سب ایک ایک جانب کو ہو لئے اور تم میں سے ایک جماعت مُنْخَزِع ہو گئی، مجھے ڈر ہے کہیں تم لوگ عرب میں ایک

ذلیل و درماندہ قوم بن کر نہ رہ جاؤ" اس وجہ سے وہ لوگ جو مکہ میں رہے خُزَاعہ کہلائے۔ ثَعْلَبہ بن عَمرو مُزَیْقِیَا اپنی اولاد اور ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے نکل کر یثرب آیا جہاں یہودی آباد تھے اور شہر کے باہر مقیم ہوگیا۔ یہاں یہ لوگ خوب پھلے پھولے خدا نے ان کی تعداد میں افزونی بخشی اور ان کو عزت سے بھی سرفراز کیا حتیٰ کہ انھوں نے یہودیوں کو شہر سے نکال دیا، وہ باہر نکل کر رہنے لگے اور یہ شہر پر قابض ہو گئے

أَوْس والخَزْرَج کی یہ اصلیت ہے۔ یہ دونوں حارثہ بن ثَعْلَبہ بن عَمرو مُزَیْقِیَا بن عامر کے بیٹے تھے اور ان کی ماں قَیْلَہ بنت اَرْقَم بن عَمرو تھی۔ لیکن بعض کہتے ہیں: وہ (قبیلہ) الأزد سے غَسّانیہ تھی۔ اور بعض کہتے ہیں عُذْرِیَّہ تھی۔

اسلام سے پہلے ان کے بہت سے وقائع و ایام ہیں جن میں یہ لڑائیوں کے ایسے ماہر اور جنگ و پیکار کے ایسے عادی ہو گئے کہ سارے عرب میں ان کی قوت مشہور ہو گئی، ان کی شجاعت کے چرچے ہونے لگے، ان کی عظمت کا ڈنکہ بجگیا اور انھوں نے سب پر اپنی ہیبت کا سکہ بٹھا دیا، جس کی وجہ سے ان کا مقبوضہ علاقہ محفوظ اور ان کا ہمسایہ معزز ہو گیا، اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اللہ نے ان کو اپنے نبی (فدیتہ بابی و امی) کی نصرت و اعانت کا شرف بخشنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

کہتے ہیں: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تشریف لانے کے بعد یثرب کے یہودیوں سے معاہدہ فرماکے اپنے اور ان کے درمیان ایک اقرارنامہ تحریر فرمادیا۔ پھر ان میں سے جنھوں نے نقضِ عہد کرنے میں پہل کی، وہ یہودِ قینقاع تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو المدینہ سے خارج فرمادیا۔ اس کے بعد پہلی زمین جو آپ نے فتح فرمائی، وہ بنی نَضِیر کی زمین تھی۔

....

اموالِ بنی النضیر

راوی کہتا ہے[1] :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود بنی النضیر کے پاس تشریف لے گئے (حضرت) ابوبکر و عمر و اُسید بن حضیر آپ کے ساتھ تھے، آپ نے ان سے بنی کلاب بن ربیعہ کے ان دو آدمیوں کی دیت کے معاملے میں مدد چاہی جنھیں عمرو بن اُمیّۃ الضمری نے قتل کر دیا تھا اور اس کا انھوں نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن انھوں نے مدد کرنے کی بجائے آپ پر چکی کا پاٹ پھینکنے کا ارادہ کیا[2]۔ آپ ان کے ہاں سے تشریف لے آئے اور انھیں شہر خالی کر دینے کا حکم دیا۔ (۱۷)

---

[1] مصنف کا عام انداز یہ ہے کہ جہاں اس کو رواۃ کی کڑیاں نہیں ملتیں وہاں وہ قال یا قالوا لکھ کے واقع شروع کر دیتا ہے۔ میں نے ان الفاظ کا ترجمہ حسب موقع "راوی نے کہا" یا راوی کہتا ہے" یا "اُس نے کہا" یا "کہتے ہیں" کیا ہے۔

[2] یہ مصنف کے الفاظ کا پابند ترجمہ ہے۔ آزاد ترجمہ جس سے مطلب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور جس کے لئے میں نے ابن ہشام (ص ۶۵۲) ابن سعد (ج ۲ ص ۴۰) الواقدی (ص ۳۵۲) سے مدد لی ہے، یہ ہے، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کے ہاں تشریف لے گئے جو آپ سے مُسالمت کر چکے تھے، اور ان سے بنی کلاب بن ربیعہ کے ان دو آدمیوں کی دیت کے معاملے میں مدد چاہی جنھیں عمرو بن امیۃ الضمری نے قتل کر دیا تھا۔ عمرو کا قبیلہ بنی النضیر کا حلیف تھا اور بنی النضیر نے معاہدے میں یہ ذمہ داری لی تھی کہ وہ خوں بہا دلوانے میں آپ کی مدد کریں گے، لیکن ایفاء عہد کا وقت آیا تو بدعہدی کی اور یہ ارادہ کیا کہ آپ پر بالاخانے سے چکی کا پاٹ پھینک کر آپ کا کام تمام کر دیں"۔

[3] جو شخص اس نیت سے بالاخانے پر چڑھا تھا، ابن ہشام نے اسکا نام عمرو بن جحاش لکھا ہے۔

کیوں کہ یہ ان کی طرف سے کھلی بدعہدی و غداری تھی۔ انھوں نے امتثال امر سے انکار کیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فوج کشی فرمائی اور ان کا محاصرہ فرمالیا جو پندرہ راتوں[1] تک جاری رہا۔ آخر انھوں نے ان شرائط پر صلح چاہی کہ ہم آپ کا شہر خالی کر کے چلے جائیں گے اور اپنی املاک میں سے اسلحہ اور زرہوں کے علاوہ صرف وہ چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لاد سکتے ہیں اور باقی تمام چیزیں: اسلحہ، زرہیں، نخلستان اور اراضی رسول اللہ کا حق ہوں گی۔ اس وجہ سے بنی النضیر کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ ہو گئے۔ آپ ان کی زمینوں میں کھجوروں کے نیچے زراعت فرما کر اس کے محاصل سے اپنے اہل وعیال کے لیے سال بھر کی روزی حاصل فرماتے تھے اور اس سے جو کچھ بچتا اُسے گھوڑوں اور اسلحہ میں منتقل فرما دیتے تھے۔ ان زمینوں میں سے آپ نے (حضرت) ابوبکرؓ و (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف و (حضرت) ابو دجانہ سماک بن خرشتہ الساعدی وغیرہ کو جاگیریں عطا فرمائیں۔

بنی النضیر کا واقعہ سنہ ۴ھ[2] میں پیش آیا۔

الواقدی کہتا ہے:— بنی النضیر میں مُخیریق نامی ایک شخص جو بڑا عالم و دانشمند تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے اپنا سارا مال خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا، یہ سات حوائط[3] تھے جو آپ نے تقسیم فرما دئیے اور ان کے یہ نام تھے: المیثب، الصافیہ، الدلال[4]، حُسنیٰ، برقۃ الاعواف، مشربۃ[5] ام ابراہیم۔ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا نام تھا، اور ماریہ قبطیہ ان کی والدہ تھیں

---

[1] عربی میں، بخلاف اردو و فارسی کے، مدت کا حساب راتوں سے کیا جاتا ہے، مثلاً جس موقع پر ہم کہتے ہیں: فلاں بات کو اتنے دن گزر رہے، اس موقع پر اہل عرب کہتے ہیں، فلاں بات کو اتنی راتیں گزریں

[2] المسعودی نے صراحت کی ہے کہ یہ ماہ ربیع اول سنہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔

[3] حوائط، حائط کی جمع ہے۔ حائط لغت میں بستانِ دیوار بست کو کہتے ہیں، یعنے ایسا باغ جس کے گرداگرد دیوار کھنچی ہوئی ہو۔

[4] اصابہ میں صائفہ ہے (ص ۳،۷)

[5] احادیث میں، بالاخانہ کے لئے عموماً مَشربہ آیا ہے، مگر اس نام سے زیادہ تر حضرت ابراہیم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بالاخانہ مشہور ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اللیث بن سعد نے، انھیں عقیل نے، اور انھیں الزّہری نے، کہ :- یہود کی قوم بنی النّضیر کا واقعہ یوم اُحد سے چھ مہینے بعد پیش آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا، حتیٰ کہ وہ اس شرط سے جلا وطنی پر اتر آئے کہ " اپنی متاع میں سے زرہوں کے علاوہ صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لاد سکتے ہیں" اور اللہ نے ان کی نسبت یہ نازل کیا: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ .... وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (۱: ۵۹- زمین اور آسمان کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ وہ عزیز وحکیم ہے۔ اور اسی نے اہلِ کتاب میں سے کفرانِ نعمت کرنے والوں کو نکال باہر کیا ہے ...... تاکہ فاسقوں کو شرمسار کرے)۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابن ابی زائدہ نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ :- یہ آیت: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ (اللہ نے ان سے اپنے رسول کو فَیٔ میں جو کچھ دلوایا ہے) اموالِ بنی النّضیر کے متعلق ہے۔ اسلئے کہ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور سواری کے اونٹ نہیں دوڑائے تھے بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔) راوی کہتا ہے:

(۱۹) اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ یہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ ہیں اور ان کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں۔ لیکن حضور نے وہ مہاجرین میں تقسیم فرما دئے اور جب سہل بن حُنیف و ابو دُجانہ کے متعلق فقر کی شکایت کی گئی تو انھیں بھی ایک ایک حصہ عطا فرمایا[۲]۔

---

[۱] اصطلاحِ شرع میں فَے کا اطلاق ان اموال پر ہوتا ہے جو مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بدون جنگ حاصل ہوں خواہ لشکرکشی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ بخلاف غنیمت کے، کہ غنیمت وہ مال ہے جو جنگ وقتال کے بعد فاتح کے ہاتھ آتا ہے۔

[۲] یہ دونوں انصاری تھے اور انصار کو بجز خاص حالات کے اموال فَے میں سے کچھ نہیں دیا

اور اس آیۃ: مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (اللہ نے اپنے رسول کو گاؤں والوں سے بے لڑے جو کچھ دلوا یا ہے وہ اللہ اور رسول کے لئے ہے۔) کے متعلق کہا: یہ مسلمانوں کے درمیان ایک دوسری تقسیم ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم السَّمِین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحجّاج بن محمد نے، ان سے ابن جُرَیج نے، ان سے موسیٰ بن عُقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النَّضِیر کے نخلستانوں میں آگ لگوائی اور انھیں کٹوا دیا۔ حسّان بن ثابت نے اس کے متعلق کہا ہے: ؎

لَھَانَ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ   حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرُ

(البُوَیرہ میں بنی لُؤیّ کے سرداروں کو آگ کے شعلے دیکھنے بہت شاق گزرے[1])

ابن جُرَیج نے کہا: اس کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی تھی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَۃٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْھَا قَآئِمَۃً عَلٰٓی اُصُوْلِھَا فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ (تم نے لِینَۃ کے درختوں میں سے جو کاٹ پھینکے اور جو ان کی جڑوں پر بدستور قائم رہنے دیئے یہ اللہ کا حکم تھا تاکہ فاسق شرمسار ہوں) لِینَۃ سے مراد نخلستان ہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبید نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حجّاج نے، ان سے ابن جُرَیج نے، ان سے موسیٰ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے ابن عمرؓ نے، اور وہ اسی کی مثل تھی۔

ابو عمر الشَّیبانی الرَّاوِیَۃ وغیرہ رواۃ کہتے ہیں:— یہ شعر دراصل ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطّلب کا ہے (اور یہ یوں ہے): ؎

لَعَزَّ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ   حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) جاتا تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے وطن میں تھے اور مہاجرین غریب الوطن اور نادار تھے۔

[1] یہ شعر قریش کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ بنی النضیر کے حامی و مددگار تھے اور ان میں اس امر کا معاہدہ ہوا تھا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے (البخاری جزء ۲)

(بنی لُؤیّ کے سرداروں کو البُوَیرہ میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھنی بہت شاق
گزری۔)

بعض روایتوں میں "بالبُوَیرہ" کی جگہ "بالبُوَیلہ" آیا ہے۔ اس کے جواب میں حسّان
بن ثابت نے کہا: ۔

أَدَامَ اللّٰهُ ذَالِكُمْ حَرِيقًا ۔۔۔ وَضَرَّمَ فِي طَوَائِفِهَا السَّعِيرُ
هُمُ أُوتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ ۔۔۔ فَهُمْ عُمْيٌ عَنِ التَّوْرَاةِ بُورُ

(اللہ تمھاری یہ آگ سدا جلتی ہی رکھے بلکہ ایسا کرے کہ اس کے آس پاس
بھی شعلے بھڑک اٹھیں۔ ان کے پاس کتاب بھیجی گئی مگر انھوں نے اسکو
ضائع کر دیا۔ وہ توراۃ سے اندھے ہیں اور زیاں کار ہو گئے ہیں۔)

مجھ سے حدیث بیان کی عمرو بن محمد النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان
کی سُفیان بن عُیَینَہ نے، ان سے مَعْمَر نے، ان سے الزُّہری نے، اور ان سے
مالک بن اَوس بن الحَدَثَان نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب نے کہا: بنی النضیر
کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو بے لڑے عطا فرمائے
(۴) تھے اور جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ اس لئے
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ تھے۔ آپ ان میں سے اپنے اہل وعیال کو
سال بھر کے نفقات عطا فرماتے تھے اور اس سے جو کچھ بچتا اس کو خدا کی راہ میں
(کام آنے کے لئے) گھوڑوں اور اسلحہ میں منتقل فرما دیتے تھے"۔

ہم سے حدیث بیان کی ہشام ابن عمّار الدِّمَشقی نے، انھوں نے کہا ہم
سے حدیث بیان کی حاتم بن اسمٰعیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی
اُسامہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، اور ان سے مالک بن اَوس بن
الحَدَثان نے، کہ:۔ مجھے (حضرت) عمر بن الخطاب نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے تین غنیمتیں تھیں: بنی النَّضِیر کے اموال اور خیبر و فدک۔ سو اموال
بنی النضیر تو آپ کی ضروریات اور آپ کے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے
تھے۔ فدک (کی آمدنی) مسافروں کے لئے تھی۔ اور خیبر کے آپ نے تین حصے
فرمائے تھے: (جن میں سے) دو مسلمانوں میں تقسیم فرما دئے اور ایک اپنے اہل وعیال

کے نفقات کے لئے رکھا۔

لیکن اس میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا وہ آپ فقراء و مہاجرین کو انفاق فرما دیتے تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے، اور ان سے الزہری نے، کہ:۔ بنی النضیر کے اموال اُن اموال میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو فے میں عطا فرمائے تھے، یعنے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالصہ تھے۔ آپ نے یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے، اور انصار میں دو آدمیوں: سماک بن خرشہ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے سوا کسی کو کچھ نہیں عطا فرمایا۔ یہ دونوں فقیر تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر بن عیاش نے، اور ان سے الکلبی نے، کہ:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کے اموال پر غالب ہوئے اور یہ پہلی قوم تھی جو جلاوطن کی گئی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (۲۹: ۳۔ وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کفرانِ نعمت کرنیوالوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں جو ان سے پہلے جلاوطن کئے جا چکے ہیں[1])۔ اور یہ ان اموال میں سے تھے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "تمھارے بھائی مہاجر نادار ہیں اگر تمھاری مرضی ہو تو میں یہ مال اور تمہارے اموال مجموعاً تم دونوں پر تقسیم کر دوں۔ اور اگر یہ نہ چاہو تو تم اپنے اموال اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میں یہ مال انہی میں تقسیم کر دیتا ہوں"۔ انھوں نے عرض کی: یہ مال تو انہی میں تقسیم فرما دیجئے، لیکن ہمارے

---

[1] اس آیۃ میں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے جو اس سے پہلے جلاوطن کئے جا چکے تھے۔

اموال میں سے بھی جتنا چاہے انھیں عطا فرمائیے"۔ ان کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹: ۹۔ وہ ایثار کر کے اپنے اوپر (مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود مفلس ہی ہو جائیں) اسپر (حضرت) ابوبکرؓ نے ان سے کہا: "خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ یا معشر الانصار! واللہ، ہماری اور تمھاری مثال بالکل ایسی ہے جیسی الغنوی نے ان شعروں میں بیان کی ہے:

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا جَعْفَرًا حِيْنَ اُزْلِقَتْ ... بِنَا نَعْلُنَا فِي الْوَاطِئِيْنَ فَزَلَّتِ
اَبَوْا اَنْ يَمَلُّوْنَا وَلَوْ اَنَّ اُمَّنَا ... تُلَاقِي الَّذِيْ يَلْقَوْنَ مِنَّا لَمَلَّتِ
فَذُوْ الْمَالِ مَوْفُوْرٌ وَكُلُّ مُعَصَّبٍ ... اِلٰى حُجُرَاتٍ اَدْفَاَتْ وَاَظَلَّتِ

(جعفر کا خدا بھلا کرے کہ جب ہم الواطئین میں پھسل کر گر پڑے تو اس نے ہماری دستگیری کی، حالاں کہ وہ ایسا وقت تھا کہ ہماری ماں بھی ہوتی تو ہم سے پہلو تہی کر جاتی۔ مال والے بہت ہیں اور ہر تنگ دست ایسے ہی مقام کی طرف جاتا ہے جو گرم اور سایہ دار ہو۔)

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی قیس بن الربیع نے، انھیں ہشام بن عُروہ نے، اور انھیں ان کے والد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزُّبیر بن العوّام کو بنی النّضیر کی اراضی میں سے ایک نخلستان عطا فرمایا۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النّضیر کے اموال میں سے جاگیریں عطا فرمائیں اور الزّبیر کو بھی ایک جاگیر عطا فرمائی۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن سعد کاتب الواقدی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی انس بن عیاض اور عبداللہ بن نُمیر نے، اور ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عُروہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الزُّبیر کو بنی النّضیر

کے اموال میں سے ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں کھجوروں کے درخت تھے۔ اور (حضرت) ابو بکرؓ نے ان کو الجُرُف جاگیر میں دیا، (انس کی روایت میں ہے کہ یہ بنجر زمین تھی۔۴)۔ عبداللہ بن نُمیر کہتے ہیں: (حضرت) عمر نے الزُّبیر کو ساری (وادی) العقیق جاگیر میں دیدی۔

اموالِ بنی قُریظہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ھ ہجری کے ذی القعدہ[1] اور ذالحجہ کی راتوں میں بنی قُریظہ کا محاصرہ فرمایا جو پندرہ راتوں[2] تک جاری رہا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے غزوۂ خندق میں، جو غزوۂ احزاب بھی کہلاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو مدد دی تھی۔ پھر وہ اس پر اتر آئے کہ حکم جو فیصلہ کرے گا اسی پر عمل کریں گے۔ سعد بن معاذ الاوسی ان کے معاملے میں حکم بنائے گئے اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ (مردوں میں) جو بالغ ہو چکے ہوں قتل کر دیے جائیں، عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنائے جائیں اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے نفاذ کی اجازت عطا فرما دی اور (سعد سے) فرمایا: "تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم تھا۔"

(۴۲) مجھ سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سلمہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے اپنے ان کے والد نے، اور ان سے (حضرت) عائشہؓ نے، کہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] المسعودی نے لکھا ہے: ذی القعدہ کی سات راتیں باقی تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کوچ فرمایا۔
[2] بعض روایتوں میں مہینہ بھر ہے۔

علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد غسل فرمانے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے پاس جبریل آئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اپنے ہتیار کھول دئے مگر ہم نے ابھی اپنے ہتیار نہیں کھولے ہیں۔" اس کے بعد آپ بنی قریظہ کی طرف نہضت فرما ہوئے۔ (حضرت) عائشہؓ کہتی ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے جبریل کو جھریوں میں سے دیکھ لیا، ان کے سر کو مٹی لگی ہوئی تھی۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سلمہ نے، ان سے ابوجعفر الخطمی نے، ان سے عمّارہ بن خزیمہ نے، اور ان سے کثیر بن السائب نے، کہ: — بنی قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کئے گئے؛ ان میں سے بالغ قتل کر دیئے گئے، اور نابالغ چھوڑ دیئے گئے۔

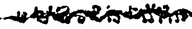
مجھ سے حدیث بیان کی وہب بن بقیہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، اور ان سے ہشام نے، اور ان سے الحسن نے، کہ: — حیّ بن اخطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ کی مخالفت پر کسی کی مدد نہیں کرے گا، اور اس پر اس نے اللہ کو ضامن ٹھیرایا تھا۔ قریظہ کے دن جب اس کو اور اس کے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: "ضامن نے اپنی ضمانت پوری کر دی" اور حکم دیا کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے، اور ان سے معمر نے، کہ: — میں نے الزہری سے پوچھا: کیا بنی قریظہ کے پاس کوئی زمین تھی؟ انھوں نے بصراحت کہا، ہاں تھی، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں بحصہ رسدی تقسیم فرما دی تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا مجھ سے

حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے بکر بن عیّاش نے، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے، اور ان سے ابن عبّاس نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قُرَیظہ اور خَیبَر کے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید القاسم بن سلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح کاتبِ اللّیث نے، ان سے لیث بن سعد نے، ان سے عُقَیل نے، اور ان سے الزّہری نے، کہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قُرَیظہ کا محاصرہ فرمایا حتّیٰ کہ وہ اس پر اتر آئے کہ سَعد بن معاذ کو حَکَم بنایا جائے[۱] اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ "ان کے مرد قتل کئے جائیں، بچے غلام بنائے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں"۔ اس حکم کے مطابق اس روز بنی قریظہ کے اتنے اتنے آدمی قتل کئے گئے۔



---

[۱] بنی قریظہ نے سَعد کو حَکَم بنانے کی اسلئے درخواست کی تھی کہ ان کا قبیلہ بنی قریظہ کا حلیف تھا، اور عربوں میں یہ تعلق نسبی تعلق سے بڑھ کر سمجھا جاتا تھا۔

خیبر

(۲۳) کہتے ہیں:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر (محرم) ۷ھ میں غزا فرمایا۔ یہاں کے باشندے عرصے تک آپ کے مقابلے پر جمے رہے اور آپ کو روکے رکھا، اور مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر ان کا محاصرہ جاری رکھا، پھر انھوں نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ ان کے خون معاف کیے جائیں، ان کے بال بچے قید نہ کیے جائیں، وہ زمین سے جلا وطن ہو جائیں گے اور زمین سونے چاندی اور مال اسباب سمیت مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں گے، سوائے اس مال کے جو ان کے جسموں پر ہے، اور یہ کہ وہ مسلمانوں سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے (اس کے عوض) ان کی اولاد چھوڑ دی جائے، ان کے خون معاف کر دئے جائیں، اور انھیں جلا وطن کر دیا جائے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں باغبانی اور آبادکاری کا کام خوب آتا ہے، آپ ہمیں یہیں رہنے دیجے، آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی، ان سے پھلوں اور غلوں کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرمالیا، اور فرمایا: "میں تمھیں برقرار رکھتا ہوں جب تک اللہ تمھیں برقرار رکھے۔" پھر یہ ہوا کہ (حضرت) عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان میں وبا پھوٹ پڑی اور یہ مسلمانوں سے چالیں چلنے لگے، اس لئے انھوں نے

ان کو جلا وطن کر دیا اور خیبر کی زمینیں اُن مسلمانوں میں تقسیم کر دیں جن کا ان میں حصہ تھا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن عبد اللہ بن طفیل نے اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:— میں نے ابن شہاب سے خیبر کی نسبت پوچھا، انھوں نے کہا: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر جنگ کر کے بزور فتح فرمایا، یہ ان علاقوں میں سے تھا جو اللہ نے آپ کو فئے میں عطا فرمائے تھے، لیکن آپ نے اس میں سے خمس لے کر باقی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ خیبر کے بعض باشندے جلا وطنی پر آمادہ ہو گئے تھے، مگر آپ نے اُن سے بھی معاملت فرمالی اور وہ رہنے پر راضی ہو گئے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبد الاعلیٰ بن حماد النرسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے، ان سے عبید اللہ بن عمرو نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے، کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے لئے تشریف لائے، اور ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ اس پر مجبور ہو گئے کہ بھاگ کر اپنے قصر میں پناہ لیں، آپ نے ان کی زمین اور نخلستان پر قبضہ فرما لیا، پھر انھوں نے اس پر صلح کر لی کہ "ان کا خون معاف کر دیا جائے، وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے، اور صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اونٹوں پر لاد سکتے ہیں۔ لیکن سونا چاندی اور زرہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہیں وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے، اور نہ غائب کریں گے، اور اگر ایسا کیا تو پھر ان کے لئے نہ امان ہو گی اور نہ عہد"۔ مگر انھوں وہ مشک چھپالی جس میں حیی بن اخطب کا مال اور زیور تھا، یہ مال وہ بنی النضیر کی جلا وطنی کے وقت اپنے ساتھ خیبر لایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَعْیَۃ بن عمرو سے دریافت (۴۴) فرمایا کہ "حیی کی وہ مشک کیا ہوئی جو وہ بنی النضیر کے ہاں سے لایا تھا؟" اس نے

عرض کی: "اسے تو جنگوں اور کھانے پینے کے خرچوں نے ختم کر دیا"۔ آپ نے فرمایا: "زمانہ قریبی ہے اور مال بہت تھا" چوں کہ حُیَی (قُرَیظَہ کے دن) قتل کیا جا چکا تھا، اس لئے آپ نے خزانہ کا پتہ چلانے کے لئے سَعیَہ کو الزُّبَیر کے حوالے فرمایا، انھوں نے اس پر سختی کی، اور وہ قبول دیا کہ میں نے حُیَیّ کو فلاں کھنڈر میں پھرتے دیکھا تھا، انھوں نے وہاں جا کے وہ مشک ڈھونڈی اور وہ انھیں مل گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی الحُقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، جن میں سے ایک صَفِیَّہ بنت حُیَیّ بن اَخطَب کا خاوند تھا؛ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا، ان کے اموال تقسیم فرما دیئے، اور یہ ارادہ فرمایا کہ انھیں خَیْبَر سے جلاوطن فرما دیں، مگر انھوں نے درخواست کی کہ "ہمیں یہیں رہنے دیجے، ہم یہاں رہکر اس کی اصلاح کریں گے اور اس میں کام کریں گے"۔ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کے پاس اتنے غلام نہیں تھے جنہیں یہاں کام پر لگایا جاتا، اور خود انھیں اتنی فرصت نہیں تھی کہ اسکا انتظام کرتے، آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی، اور سارے کھیت اور نخلستان اس شرط پر انھیں عطا فرما دئیے کہ آدھی پیداوار ان کی ہوگی اور آدھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہر سال جب بٹائی کا وقت آتا تو عبد اللہؓ بن رَوَاحَہ پھلوں کا تخمینہ کرنے خَیْبَر جاتے، اور ان کا نصف حصہ مقرر کر دیتے۔ ایک دفعہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن رَوَاحَہ کے تخمینہ کی شکایت کی، اور پھر عبد اللہ کو رشوت دینی چاہی[عہ] انھوں نے کہا: "اے خدا کے دشمنو! کیا تم مجھے حرام خوری کا لالچ دیتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں جسے میں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اور تم سے مجھے بندروں اور سوروں سے بھی زیادہ نفرت ہے۔ تاہم مجھے اس بات پر نہ تمہاری دشمنی

عہ مُؤَطّا میں ہے، یہود نے اپنی عورتوں کا زیور جمع کر کے رشوت میں پیش کیا۔ (باب ماجاء فی المساقاۃ)

نے آمادہ کیا ہے اور نہ ان کی محبت نے، کہ میں تم سے عدل کا برتاؤ نہ کروں"
یہود نے کہا: "زمین اور آسمان اسی (عدل) پر قائم ہیں۔"
راوی کہتا ہے:۔ جناب صَفِیَّہ بنت حُیَیّ کی آنکھ پر[1] سبز نشان تھا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: "اے صَفِیَّہ! یہ کاہے کا
نشان ہے؟" بولیں: میں ایک دفعہ ابن ابی الحُقَیق کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی،
میں نے دیکھا چاند میری گود میں آگیا ہے، جاگی تو یہ خواب اس کو سنایا، اس نے
میرے منہ پر تھپیڑ مارا اور کہا: "کیا تو بادشاہ یَثرِب کی تمنا کرتی ہے؟" وہ فرماتی
ہیں: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتی تھی، کیونکہ
آپ نے میرے شوہر اور میرے والد اور میرے بھائی کو قتل کرا دیا تھا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے مجھ سے ہمیشہ عذر فرماتے اور یہ فرماتے کہ تمہارے
باپ نے عرب کو میری عداوت پر آمادہ کیا اور میرے ساتھ یہ یہ دشمنیاں کیں،
یہاں تک کہ یہ بات میرے دل سے نکل گئی۔

(۲۵) راوی کہتا ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَیبَر کے حاصلات
میں سے ازواج مطہرات کو فی کس ۸۰ وَسْق کھجوریں اور ۲۰ وَسْق جو سالانہ
عطا فرماتے تھے۔

نافع نے کہا:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب کے زمانہ میں اہلِ خَیبَر نے
مسلمانوں میں تباہی پھیلانی چاہی، ان کے ساتھ خیانتیں کیں، اور عبد اللہ بن
عمرؓ کو بالاخانہ سے پھینک دیا جس سے ان کے ہاتھ ٹوٹ گئے، اس لئے (حضرت)
عمر رضی اللہ عنہٗ نے یہاں کی زمینیں اہلِ الحُدَیبِیَہ میں سے ان لوگوں میں
تقسیم کر دیں جو یوم خَیبَر میں شریک ہوئے تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، ان سے حدیث
بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے زیاد البکّائی نے، ان سے محمد بن اسحٰق
نے، اور ان سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عَمرو بن حَزم نے کہ:۔

---

[1] ابن سعد کی روایت میں اثر خضرۃ قریباً من عینھا ہے، یعنی انکی آنکھ کے
قریب سبز نشان تھا۔ (ج ۸، ص ۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو الوطیح وسُلالِم میں محصور فرما لیا، اور جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ اب ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو انھوں نے جان بخشی وجلا وطنی کی درخواست کی، جو آپ نے منظور فرمالی اور انہیں جلاوطن فرما دیا۔ آپ نے ان اموال کے سوا جو الوطیح وسُلالِم میں تھے الشق والنَّطَاۃ والکَتِیبَہ اور ان کے تمام قلعوں کے اموال پر قبضہ فرمالیا۔"

ہم سے الحُسَین بن الاَسْوَد نے کہا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے عبدالسَّلام بن حَرب نے، ان سے شعبہ نے، اُن سے الحکم نے اور ان سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے، کہ: — اس آیت: وَاَثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباً (قرآن، ۴۸: ۱۸۔ اور اُسی نے ان کو قریبی فتح عطا فرمائی) میں خیبر کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرے مقامات جن کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ فتح ہوں گے، فارس اور روم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النَّاقد نے، ان سے حدیث بیان کی یزید بن ہارون نے، انھیں خبر دی یحییٰ بن سعید نے، اور انھیں بُشَیر بن یَسَار نے، کہ: — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا، اور ہر حصہ کے سو حصہ فرمائے، نصف اپنی ضرورتوں اور مہمانوں کے لئے مخصوص فرمائے اور نصف مسلمانوں میں تقسیم فرما دئیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں الشق والنَّطَاۃ اور ان کے متعلقات تھے، اور جو حصہ آپ نے وقف فرمایا، اس میں الکَتِیبَہ اور سُلالِم تھے۔ جب تمام زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگئیں تو بونے جوتنے والوں کی قلت کے باعث پیداوار کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرما کے انھی کے حوالے فرما دیں۔ یہ عمل آپ کی زندگی میں، اور پھر آپ کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ کے زمانے میں قائم رہا۔ لیکن جب (حضرت) عمرؓ کا زمانہ آیا تو چونکہ اس وقت مسلمان بہت مالدار تھے اور اس قابل ہو گئے تھے کہ زمینیں آباد کر سکیں، اس لئے (حضرت عمرؓ نے) یہود کو الشام کی طرف جلاوطن کر دیا اور تمام اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔" (۲۶)

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث

بیان کی عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے، اور اُن سے الزہری نے، کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا تو اس میں سے خمس کے حصے میں اَلکَتیبۃ آیا، اور مسلمانوں کے حصے میں الشق والنطاۃ اور الوطیح وسُلالم آئے۔ پھر یہ ٹھیرا کہ پیداوار کے نصف پر یہ سب یہود کو دیدئے جائیں، ان میں اللہ جو کچھ پیدا کرتا وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا، حتیٰ کہ (حضرت) عمرؓ کا زمانہ آیا اور انھوں نے تمام زمینیں مسلمانوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیں"۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی علی بن معبد نے، اُن سے ابی الملیح نے، اور ان سے میمون ابن مہران نے، کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسؔ راتوں کے درمیان اہل خیبر کا محاصرہ فرمایا"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی حمّاد بن سلمہ نے، انھیں یحیٰی بن سعید نے، اور انھیں بُشَیر بن یسار نے، کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے ۳۶ حصے فرمائے، ۱۸ حصے ان حقوق و ضروریات کے لئے تھے جو آپ پر واجب تھیں، اور اسی میں ان مہمانوں اور وفود کے مصارف تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور باقی ۱۸ حصے اسطرح تقسیم فرمائے کہ ہر حصے میں سو آدمی شریک تھے"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، ان سے عبد السّلام بن حَرب نے، اور ان سے یحیٰی بن سعید نے: یحیٰی نے کہا میں نے بُشَیر بن یسار کو یہ کہتے سنا ہے کہ: "خیبر ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا گیا جن میں سے ہر حصہ سو سو حصوں پر مشتمل تھا، ۱۸ حصے مسلمانوں کے حصے میں آئے جو انھوں نے بقدر حصہ رسدی آپس میں بانٹ لئے، اور انہی میں ایک حصہ عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا، اور باقی ۱۸ حصے مہمانوں اور سفارتوں کے اخراجات اور اُن ضرورتوں کے لئے مخصوص فرما دئیے جو آپ کو لاحق ہوتی تھیں"۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد اور الحُسَین بن الاَسْوَد نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیع بن الجَرَّاح نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی العُمَرِی نے، ان سے نافعؒ نے اور اُن سے ابن عُمرؓ نے، کہ:۔ جب بٹائی کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رَوَاحہ کو خَیبر روانہ فرمایا، انھوں نے زمین پر ڈھیر لگا کر کھجوروں کا تخمینہ کیا، اور (اس کے دو حصے کرکے) یہود کو اختیار دے دیا کہ جونسا حصہ چاہیں لے لیں اور جونسا حصہ چاہیں رد کر دیں۔ انھوں نے کہا: "یہ حق ہے اور اسی پہ زمین و آسمان قائم ہیں"۔

ہم سے حدیث بیان کی اسحٰق بن ابی اِسْرائیل نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحَجّاج بن محمّد نے، ان سے ابن جُرَیج نے اور ان سے کسی از اہل المدینہ نے، کہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی الحُقَیق کے بیٹوں سے اس شرط پہ صلح فرمائی تھی کہ وہ خزانہ نہیں چھپائیں گے، مگر انھوں نے چھپایا، اس لئے آپ نے ان کا خون حلال فرما دیا"۔ (۲۷)

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی علی بن مَعْبَد نے، ان سے ابی المَلِیح نے اور ان سے میمون بن مِہران نے، کہ:۔ اہل خَیبر نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس شرط پہ امان حاصل کی کہ قلعہ میں جو کچھ ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ راوی کہتا ہے: اس قلعے میں ایک ایسا خاندان رہتا تھا جس کے افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہو، لیکن یہ بات مجھے اس سے نہیں روک سکتی کہ میں تمھیں وہ چیز نہ دوں جو میں نے تمہارے ساتھیوں کو دی ہے۔ (مگر یاد رکھو) تم مجھے یہ اختیار دے چکے ہو کہ اگر تم نے اپنے اموال اور مقبوضات میں سے کوئی چیز چھپائی تو پھر تمہارا خون میرے لئے حلال ہوگا"۔ آپ نے انسے پوچھا: "وہ خزانہ تم نے کیا کیا؟" انھوں نے کہا: "وہ تو ہم نے جنگ میں برباد کر دیا"۔ آپ نے صحابہ کو اس کے ڈھونڈنے کا حکم دیا، وہ ڈھونڈنے لگے اور وہاں تک پہنچ گئے جہاں انھوں نے وہ خزانہ چھپایا تھا اور اسے نکال لائے۔ (چوں کہ

انھوں نے بدعہدی کی تھی اس لئے آپ کے حکم سے) انھیں قتل کر دیا گیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد اور محمد بن الصَّبّاح نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشَیم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابن ابی لیلیٰ نے، انھیں الحکَم بن عُتَیبَہ نے، انھیں مِقسَم نے اور انھیں ابن عبّاس نے کہ:- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر کے نخلستان اور اس کی زمین آدھی بٹائی پر اہل خَیبَر ہی کے پاس رہنے دی۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الصَّبّاح نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ہُشَیم بن بُشَیر نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی دَاؤد بن ابی ہند نے اور انھیں الشَّعبِی نے، کہ:- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر آدھی بٹائی پر اہل خَیبَر ہی کے پاس رہنے دیا۔ جب بٹائی کا وقت آیا تو عبد اللہ بن رَوَاحَہ کو کھجوروں، اور بعض نے کہا کھجور کے درختوں، کے تخمینہ کے لئے روانہ فرمایا، انھوں نے درختوں سے توڑ کر کھجوریں زمین پر جمع کیں اور آدھے آدھے دو حصوں میں بانٹ کر یہود کو اختیار دیدیا کہ جون سا حصہ چاہیں لے لیں، انھوں نے کہا: "اسی (عدل) پر زمین و آسمان قائم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو یُوسُف کے ایک دوست نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو یوسف نے، ان سے مسلم الاَعْور نے اور انسے اُنس نے، کہ:- عبد اللہ بن رَوَاحَہ نے اہل خَیبَر سے کہا: "تم چاہو تو میں تخمینہ کر دوں اور تمھیں انتخاب کا اختیار دیدوں، اور چاہو تو تم تخمینہ کر دو اور مجھے انتخاب کا اختیار دیدو۔" انھوں نے کہا: "زمین و آسمان اسی (عدل) پر قائم ہیں۔"

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح المِصرِی نے، ان سے لَیث بن سعد نے، ان سے یُونُس بن زید نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ:- "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خَیبَر بزور بعدِ قتال فتح فرمایا، اور غنیمت میں جو مال ہاتھ آیا اسکے پانچ حصے فرمائے، اور ان میں سے چار مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے۔"

(۲۸) ہم سے حدیث بیان کی عبدالأعلیٰ بن حمّاد النَّرسی نے، ان سے مالک بن اَنس نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایجتمع دینان فی جزیرۃ العرب (یعنی جزیرۃ العرب میں دو دین ہرگز جمع نہ ہونے پائیں)۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی تحقیق کی، اور جب انھیں اس کی صحت کا پورا پورا یقین ہوگیا تو انھوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الوَلید بن صالح نے، ان سے الواقدی نے اور ان سے ان کے شیوخ نے، کہ:۔ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا آپ نے اس میں سے مدد معاشیں مقرر فرمائیں۔ ازواج میں سے ہر ایک کے لئے ۸۰ وَسق کھجوریں اور ۲۰ وَسق جو مقرر فرمائے، اور اسی میں سے (حضرت) ابوبکرؓ، (حضرت) عمرؓ، (حضرت) امام حسنؓ اور (حضرت) امام حسینؓ وغیرہ کی بھی مدد معاشیں مقرر فرمائیں۔ اور بنی المطلب بن عبد مناف کے لئے بھی چند وَسق مقرر فرمائے اور اس کا انھیں نوشتہ عطا فرما دیا۔"

مجھ سے الولید نے کہا، اُن سے الواقدی نے، ان سے الاَفلح بن حُمَید نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ مجھے عمر ابن عبدالعزیز نے الکَتِیبَہ کا حاکم مقرر کیا، اس کی پیداوار میں سے جن جن کی مدد معاشیں مقرر تھیں میں اُن کے وَرَثہ کو ان کے حصے دیتا تھا اور ان کا شمار میرے پاس موجود تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حاتم السَّمِین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبدالحمید نے، ان سے لَیث نے، اور ان سے نافع نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر آدھی بٹائی پر اہل خیبر ہی کے پاس رہنے دیا۔ جو عہد رسالت سے (حضرت) عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک ان ہی کے پاس رہا۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ ایک ضرورت سے خیبر آئے تو ان لوگوں نے رات کو ان پر حملہ کیا، اس پر (حضرت) عمرؓ نے ان کو خیبر سے نکال دیا اور یہاں کی زمینیں ان مسلمانوں میں تقسیم کردیں

جو غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے اس تقسیم میں ازواج مطہرات کے بھی حصے مقرر کئے اور انھیں اختیار دیدیا کہ چاہیں نخلستانی زمین لیں چاہیں زراعتی، وہ ان کے اور ان کے ورثہ کے لیئے ہوگی۔"

مجھ سے الحُسَین بن الأسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن عَیَّاش نے کہا، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابن عبَّاس نے، کہ:۔ خیبر ۱۸۰۰ حصوں میں تقسیم کیا گیا کیونکہ شرکاءِ غَزْوَۂ خَیْبَر کی تعداد اتنی ہی تھی۔ ان میں سے جو الحُدَیْبِیَہ کے دن شریک ہوئے وہ ۱۵۴۰ تھے، اور جو جَعفَر بن ابی طالب کے ساتھ حَبَشَہ گئے وہ ۴۰ تھے۔"

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الأَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے ہشام بن عُرْوہ نے اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رسول اللہ (۷۹) صلی اللہ علیہ وسلم نے الزُّبَیْرؓ کو خیبر میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جس میں نخلستان تھا (اور اس کے علاوہ) اور بھی درخت تھے۔



فدک

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر محیصہ بن مسعود الانصاری کو اہل فدک کے پاس بھیجا کہ انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں اس وقت ان کا سردار انہی میں کا ایک شخص یوشع بن نون یہودی تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی زمین دینی کرکے صلح چاہی جو آپ نے منظور فرمالی، اس وجہ سے آدھا فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ ہوگیا، کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ یہاں کی آمدنی مسافروں پر خرچ کی جاتی تھی۔ یہاں کے باشندے (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد اس زمانہ تک اپنی زمینوں پر قابض رہے کہ انھوں نے یہود کو الحجاز سے جلاوطن کیا۔ انھوں نے ابوالہیثم مالک بن تیہان (بعض تیہان کہتے ہیں۔ مف) اور سہل بن ابی حثمہ الانصاری اور زید بن ثابت الانصاری کو (فدک) بھیجا، ان لوگوں نے ان کے حصے کی عادلانہ قیمتیں جانچیں جو انھیں دیدی گئیں اور ان کو الشام کی طرف جلاوطن کردیا گیا۔

ہم سے حدیث بیان کی سعید بن سلیمان نے، ان سے لیث بن سعد نے

اور ان سے یحییٰ بن سَعِید نے کہ :- اہل فدک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زمین اور اپنے نخلستان کے نصف حصے پر مصالحت کی، پھر جب (حضرت) عمرؓ نے انھیں جلاوطن کیا تو نخلستان اور اراضی میں ان کا جتنا حصہ تھا اسکی عادلانہ قیمتیں جانچنے کے لئے چند واقف کاروں کو بھیجا اور جو قیمتیں انھوں نے تجویز کیں وہ ان کو دیدیں"۔

مجھ سے بکر بن الہَیثَم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبد الرزاق نے کہا، ان سے مَعْمَر نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ :- (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اہل فدک کو ان کی زمین اور نخلستان کے نصف حصے کی قیمت دیدی"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الأَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن ابی زائدہ نے، ان سے محمدؐ بن اسحٰق نے اور ان سے الزُّہری و عبد اللہ بن ابی بکر اور کچھ از اولاد محمد بن مَسْلَمَہ نے، کہ :- جب اہل خیبر میں سے باقی ماندوں نے جو قلعہ گیر ہوگئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے اور انھیں جلاوطن کر دیا جائے تو یہ خبر سن کر اہل فَدَک بھی اسی پہ اتر آئے، اس وجہ سے فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ ہوگیا، کیوں کہ مسلمانوں نے اسپر اپنے گھوڑے (۳۰) اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے"۔

ایسی ہی حدیث ہم سے الحُسَین نے بیان کی، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے زیاد البکّائی نے، ان سے ابن اسحاق نے، اور ان سے عبداللہ بن ابی بکر نے، لیکن اس حدیث میں یہ بات زیادہ ہے کہ :- مُحَیِّصَہ بن مسعود ان لوگوں میں سے تھے جو اہل فَدَک کے درمیان چل پھر چکے تھے۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابراہیم بن حُمَید نے، ان سے اُسَامَہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے مالک بن اَوس بن الحَدَثان نے، اور ان سے (حضرت)

عمر رضی اللہ عنہ نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین اموال مخصوص تھے، فدک کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے، بنی النضیر کی اراضی آپ کی ضروریات کے لئے وقف تھی، اور خیبر کے آپ نے تین حصے فرما دیئے تھے"۔

ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح العجلی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی صفوان ابن عیسٰی نے، ان سے اُسامہ بن زید نے، ان سے ابن شہاب نے، اور ان سے عروہ بن الزبیر نے، کہ :- "خیبر اور فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا ازواج مطہرات نے اس میں سے اپنی میراثوں کا مطالبہ کرنے کے لئے (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجا، (حضرت) عائشہؓ نے یہ سن کر ان سے کہا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہے؟ اور یہ کہ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے صدقہ ہے، اور میری رحلت کے بعد اس کا ہے جو والی امر ہو۔" راوی کہتا ہے: یہ سُنکر وہ سب خاموش ہوگئیں"۔

ہم سے احمد بن ابراہیم الدورقی نے بیان کیا، ان سے صفوان ابن عیسٰی الزہری نے، ان سے اُسامہ نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عُروہ نے، اور وہ وہی تھا جو حدیث بالا میں گزرا۔

مجھ سے ابراہیم بن محمد نے کہا، اُن سے عرعرہ نے، ان سے عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے اور ان سے الکلبی نے، کہ :- بنی اُمیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بدل کر فدک کو اپنی خالصہ جائداد بنا لیا، مگر جب عمر ابن عبد العزیز والیٔ امر ہوئے تو انھوں نے اس کو پھر اسی گزشتہ حالت پر لوٹا دیا۔

ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن میمون المکتب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی فضیل بن عیاض نے، انھیں مالک بن جعونہ نے، اور انھیں اُن کے والد نے، کہ :- (حضرت) فاطمہؓ نے (حضرت) ابوبکرؓ سے

فرمایا: "فَدَکْ مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مخصوص فرما دیا تھا۔" اور شہادت میں (حضرت) علی ابن ابیطالب کو پیش کیا، انھوں نے دوسرا گواہ مانگا، آپ نے اُمِّ اَیمن کو پیش کیا، انھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! آپ جانتی ہیں کہ شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔" یہ سن کر وہ واپس چلی گئیں۔" (۳۱)

مجھ سے بیان کیا رَوح الکَرابیسی نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا زید بن الحُبَاب نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خالد بن طَہمَان نے اور ان سے ایک اور شخص نے جسے رَوح نے جعفر بن محمد سمجھا، کہ:۔ (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "فَدَکْ مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیدیا تھا۔" انھوں نے ثبوت مانگا، (آپ نے) اُمِّ اَیمن اور رَباح کو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، پیش فرمایا، دونوں نے شہادتیں دیں، (حضرت) ابوبکرؓ نے کہا: کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہوسکتا۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہونی چاہیے۔"

ہم سے ابن عائشۃ التیمی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے حَمّاد بن سَلمَہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن السّائب الکلبی نے، ان سے ابو صالح باذام نے اور اُن سے اُمِّ ہانی نے، کہ:۔ (حضرت) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا: "جب تم مر جاؤ گے تو تمھارا وارث کون ہوگا؟" انھوں نے کہا: "میری اولاد۔" (جناب سیدہ نے) کہا: "پھر یہ کیا ہے کہ تم ہمارے ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے ہو؟" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے آپ کے والد سے سونے یا چاندی یا کسی اور چیز کی کوئی وراثت نہیں پائی ہے۔" بولیں: "خیبر ہمارا حصہ اور فدک ہمارا صدقہ ہے۔" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے: "یہ وجہ معاش اللہ

میری زندگی تک کے لئے عطا فرمائی ہے۔ جب میں مروں تو اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

ہم سے عثمان بن ابی شَیبَۃ نے کہا، ان سے جَرِیر بن عبد الحمید نے، اور ان سے مُغیرہ نے، کہ :۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنی اُمَیَّۃ کو جمع کر کے کہا: فَدَکْ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، آپ اس کی آمدنی خورد و نوش کے اخراجات، اور فقرائے بنی ہاشم کی ضروریات، اور ان کی بیواؤں کی شادیوں پر خرچ فرماتے تھے۔ (حضرت) فاطمہؓ نے اس کو اپنے نام ہبہ کرانا چاہا مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ کی وفات کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ کے زمانے میں وہی عمل رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، اور ان کے بعد (حضرت) عمرؓ بھی اسی طریق پر عامل رہے۔ اب میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو پھر اسی حالت پر قائم کرتا ہوں جس حالت پر کہ یہ پہلے تھا۔"

ہم سے بیان کیا سُرَیج بن یُونس نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن ابراہیم نے، انھیں ایوب نے اور انھیں الزُّہری نے، کہ :۔ اس قولِ باری: فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۵۹: ۶۔ اور اس پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے) سے مراد فَدَکْ وغیرہ قُرائے عَرَبِیَّۃ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے۔"

(۳۲) ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سعید بن عُفَیر نے اور ان سے مالک بن اَنس نے (ابو عُبَیدؒ نے کہا مجھے یہ یاد نہیں کہ مالک نے الزُّہری سے روایت کی یا کسی اور سے) کہ :۔ (حضرت) عمرؓ نے یہود خَیبَر کو جلا وطن کر دیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ مگر یہود فَدَکْ آدھی زمین اور آدھی پیداوار کے حصہ دار تھے کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی پر صلح کی تھی؛ اس لئے (حضرت) عُمَر نے ان کو نصف زمین اور نصف پیداوار کے معاوضے میں سُونے چاندی اور اونٹوں کے پالان دیئے اور ان کو جلا وطن کر دیا۔"

مجھ سے عَمرو النّاقد نے کہا، ان سے حَجّاج بن ابی مَنِیعُ الرُّصَافِی نے

ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ابی بُرقان نے، کہ :- جب عُمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور اس میں کہا ؛ فدک ان میں سے تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمائیں تھیں کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے ؛ جب (حضرت) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے اس کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا ؛ " تمھیں یہ حق پہنچتا ہے کہ مجھ سے مانگو، اور نہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تمھیں دوں "۔ یہاں کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے۔ آپ کے بعد (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان (حضرت) علی رضی اللہ عنہم کا اپنے اپنے زمانوں میں یہی عمل رہا، لیکن جب معاویہ والی (بادشاہ) ہوئے تو انھوں نے (اس عمل میں تغیر کیا اور) فدک مروان بن الحکم کو جاگیر میں دیدیا ؛ اس نے میرے والد عبدالملک کو ہبہ کیا، اور ان سے مجھے اور میرے بھائی الولید اور سُلیمان کو ملا۔ پھر جب الولید والی (بادشاہ) ہوا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا اور اس نے مجھے دیدیا، اور سُلیمان سے بھی اس کا حصہ مانگ لیا اور اس نے مجھے دیدیا۔ اس طرح میں نے فدک کے تمام حصے اپنے پاس جمع کرلئے۔ مجھے اس سے زیادہ کوئی جائداد محبوب نہیں تھی۔ پس تم سب گواہ رہو کہ میں اس کو پھر اسی پچھلی حالت پہ قائم کرتا ہوں۔

اس کے بعد ۲۱۰ھ میں امیرالمومنین المامون عبداللہ بن ہارون الرشید نے فدک (حضرت) فاطمہؑ کی اولاد کو واپس دیئے جانے کا حکم دیا اور اسکے متعلق قثم بن جعفر کو جو المدینہ میں ان کا عامل تھا، لکھا ؛ ---

"اما بعد، امیرالمومنین دین الٰہی میں اپنے مرتبے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور قریبی عزیز ہونے کی حیثیت سے اس بات کے سب سے زیادہ سزاوار ہیں کہ آپکی سنت کا اتباع، اور آپ کے احکام کا نفاذ کریں ؛ اور جس کسی کو آپ نے کوئی چیز عنایت فرمائی ہو یا کوئی صدقہ یا عطیہ دیا ہو وہ اس کے حوالے کردیں۔ توفیق و نگہداشت الٰہی امیرالمومنین کے ساتھ ہے اور انھیں ہر کام سے اسی کی خوشنودی منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک اپنی صاحبزادی (حضرت) فاطمہ کو

(۴۳) عطا فرمایا تھا، اور یہ ایسی ظاہر و معروف بات تھی کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بنا بریں فدک امیرالمومنین سے اس چیز کا تقاضا کر رہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوص کی بنا پر ان کے لئے اولیٰ و انسب ہے۔ لہٰذا امیرالمومنین مناسب سمجھتے ہیں کہ فدک (حضرت) فاطمہؓ کے وارثوں کو واپس کر دیں، اور ان کے حوالے کر کے اللہ کے ساتھ اس کے حق و عدل کی اقامت سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حکم و صدقہ کے نفاذ سے تقرب حاصل کریں! پس امیرالمومنین حکم دیتے ہیں کہ یہ بات ان کے دفتروں میں ثبت کر دی جائے، اور ان کے عمّال کو اس سے خبردار کر دیا جائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہر موسم حج میں یہ منادی کرا دی جاتی تھی کہ جنھیں کوئی صدقہ دیا گیا ہو یا کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، یا ان سے کوئی وعدہ کیا گیا ہو تو وہ آکر بیان کر دیں، اور ان کی بات قبول کی جاتی تھی اور ان کا حصہ انھیں دیدیا جاتا تھا تو (حضرت) فاطمہؓ اس کی زیادہ مستحق تھیں کہ اس چیز کے بارے میں ان کا قول صحیح تسلیم کیا جاتا جو اُن کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی۔

امیرالمومنین نے اپنے آزاد کردہ غلام مبارک الطّبَری کو حکم دیا ہے کہ فدک اپنی اصلی حدود کے ساتھ مع ان تمام حقوق کے جو اسے حاصل ہیں اور مع ان (آبادکار) غلاموں اور آمدنیوں کے (حضرت) فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وَرَثہ: محمد بن یحییٰ بن الحُسَین بن زید بن علی بن الحُسَین بن علی ابن ابیطالب اور محمد بن عبد اللہ بن الحسن[۱] بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب کو دے دیا جائے، کیونکہ امیرالمومنین نے ان دونوں کو اہل فدک کے لئے قیام امور کا متولی بنا دیا ہے۔ پس جان لو کہ یہ امیرالمومنین کی رائے سے ہے اور وہ چیز ہے جو اللہ نے اس اطاعت و فرماں برداری کے باعث جو وہ کرتے ہیں ان کے دل میں ڈالی ہے، اور جس کی توفیق اللہ نے

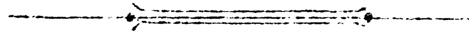
---

[۱] قُدامہ نے عبد اللہ بن الحُسَین لکھا ہے (کتاب الخراج)

اس تقرب کے باعث جو ان کو اللہ اور اس کے رسول سے حاصل ہے انھیں عطا فرمائی ہے۔ تم اپنی طرف سے مبارک الطبری کو اس معاملہ سے خبردار کردو اور محمد بن یحیٰی اور محمد بن عبداللہ سے جنھیں امیرالمومنین نے عامل مقرر کیاہے وہی معاملہ برتو جو مبارک الطبری سے برتتے تھے، اور اس کام میں انکی اعانت کرو جس میں خدا نے چاہا تو فدک کی ترقی اور صلاح و فلاح اور اس کی پیداوار کی توفیر مدنظر ہو۔ والسلام۔

یہ فرمان بدھ کے دن ذی قعدہ سنہ ۲۱۰ھ کی دوسری تاریخ کو لکھا گیا"

لیکن جب المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے فدک کا پھر وہی انتظام کر دیا جو المامون رحمہ اللہ سے پیشتر تھا۔



وادی القریٰ اور تیما کا معاملہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی میں وادی القریٰ تشریف لائے اور اس کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے اس سے (۳۴) انکار کیا اور جنگ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فتح فرمالیا اور اللہ نے ان کے اموال آپ کے لئے غنیمت کر دیئے۔ آپ نے خمس ان میں سے لے لیا اور اراضی ونخلستان انہی کے پاس رہنے دیئے، اور ان سے ویسا ہی معاملہ فرمالیا جیسا اہل خیبر سے فرمایا تھا۔

کہا جاتا ہے :۔ (حضرت) عمرؓ نے یہاں کے یہود کو جلا وطن کر دیا تھا اور ان کی زمینیں اور نخلستان ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے تھے جو یہاں کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں کے یہود کو جلاوطن نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ علاقہ الحجاز سے خارج ہے۔ آج کل یہ علاقہ المدینہ اور اس کے نواحی کی حکومت کے ماتحت ہے۔

مجھے متعدد اہل العلم نے خبر دی کہ :۔ رفاعۃ بن زید الجذامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا جس کا نام مِدعَم تھا، ہدیۃً پیش کیا،

غزوہ وادی القریٰ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوے کی نگہبانی کر رہا تھا کسی نے اس کے تیر مارا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: "یا رسول اللہ آپ کے غلام کو مبارک ہو کہ وہ تیر سے شہید ہو گیا۔" آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں۔ اس نے خیبر کے دن غنیمت میں سے جو لبادہ لیا تھا وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شیبان بن فرّوخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو الاشہب نے اور اُن سے الحسن نے، کہ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: "حضور کا فلاں نوجوان شہید ہو گیا۔" فرمایا "وہ اس عباء میں آگ کی طرف گھسیٹا جائے گا جو اس نے غنیمت میں سے چرائی تھی۔"

مجھ سے عبد الواحد بن غیاث نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا ہم سے حمّاد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، اُن سے الجُرَیری نے، ان سے عبد اللہ بن سفیان نے، اُن سے حبیب بن الشہید نے، اور اُن سے الحسن نے، کہ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: "حضور کو مبارک ہو حضور کا فلاں غلام شہید ہو گیا۔" فرمایا: "وہ اس لبادہ میں آگ کی طرف گھسیٹا جائے گا جو اس نے غنیمت میں سے چرایا تھا۔"

کہتے ہیں — اہل تیماء نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وادی القریٰ کو مغلوب فرما لیا ہے تو انھوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی اور اس طرح وہ اپنے شہروں میں بدستور مقیم رہے اور ان کی زمینیں اُنہی کے قبضے میں رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ کو وادی القریٰ کا والی مقرر فرمایا۔ اور تیماء کا حاکم اس کو فتح کرنے کے بعد یزید بن ابو سفیان کو مقرر فرمایا جو فتح تیماء ہی کے دن مسلمان ہوئے تھے۔

مجھ سے عبد الاعلیٰ بن حمّاد النَّرسی نے کہا، ان سے حمّاد بن سلمہ نے ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے اسمٰعیل بن حکیم نے اور ان سے عمرؓ ابن

(۴۵) عبد العزیز نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے فدک، تیما، اور خیبر کے باشندوں کو جلا وطن کر دیا۔ اہل وادی القریٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخر ۷ھ میں غزوہ فرمایا تھا۔"

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے حدیث بیان کی، ان سے انکے والد نے اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ بن النعمان بن ہوذۃ العذری کو وادی القریٰ میں وہ جگہ جاگیر میں عطا فرمائی جہاں انھوں نے اپنا کوڑا پھینکا تھا۔ یہ حمزہ بن النعمان بنی عذرہ کے سردار تھے اور اہل الحجاز میں پہلے شخص تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قبیلے کا صدقہ پیش کیا۔"

مجھ سے بیان کیا علی بن محمد بن عبد اللہ غلام آزاد کردہ قریش نے، اُن سے العباس بن عامر نے، اور ان سے ان کے چچا نے، کہ:۔ عبد الملک بن مروان نے یزید بن معاویہ سے کہا: "اے امیر المومنین! امیر المومنین معاویہ نے وادی القریٰ میں ایک یہودی سے ایک زمین خریدی تھی، اور پھر اس کے ساتھ ایک اور زمین (خرید کر) شامل کر دی تھی، جو آپ کی توجہ سے محروم ہونے کے باعث خراب ہو رہی ہے اور اس کی پیداوار روز بروز کم ہوتی جاتی ہے؛ آپ یہ زمین مجھے دیدیجے میں اس کی خبر گیری کروں گا۔" یزید نے کہا: "ہم نہ بڑی چیزوں میں بخل کرتے ہیں اور نہ چھوٹی چیزوں سے کم نگہی برتتے ہیں" عبد الملک نے کہا۔ "اے امیر المومنین! اس کی اتنی آمدنی ہے"۔ یزید نے کہا: "وہ بھی تیری ہے"۔ جب وہ چلا گیا تو یزید نے کہا: "اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے بعد والی (بادشاہ) ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم نے اس کو رشوت دی۔ اور اگر جھوٹ ہے تو ہم نے اس کو انعام دیا۔"

مکّہ

کہتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُلحُدَیبیہ کے سال قریش سے معاہدہ فرما کر التوائے جنگ پر صلح نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ قرار پایا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا چاہے وہ ان کے ساتھ ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ ہونا چاہے وہ اس کے ساتھ ہو جائے نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو لوگ قریش کے پاس جائیں گے وہ اُن کو واپس نہیں کریں گے، لیکن جو قریش یا ان کے حلیفوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے انھیں وہ واپس کر دیں گے۔ جو لوگ کنانہ میں سے تھے وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "ہم قریش کے عہد اور اُن کی شرائط میں شریک ہوتے ہیں۔" اور جو خُزاعہ میں سے تھے وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا "ہم محمدؐ کے عہد اور ان کی شرائط میں شریک ہوتے ہیں"۔ خُزاعہ اور عبدالمطلب کے درمیان مدت سے معاہدہ تھا۔ اسی بناء پر عَمرو بن سالم بن حَصِیرَۃُ الخُزاعی نے کہا (جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی مظلومی اور قریش کی معاہدہ شکنی کی فریاد لیکر گیا تھا):۔

لاهُمَّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدَا ۔۔۔ حِلْفَ أَبِينَا وَأَبِيهِ الأَتْلَدَا (۳۶)

(کچھ غم نہیں، میں محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو مدت ہوئی ہمارے اور اُن کے خاندان کے درمیان ہوا تھا۔)

پھر یہ ہوا کہ ایک خُزاعی کے سامنے ایک کنانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی، خُزاعی نے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر پھوڑ دیا، اس پر دونوں قبیلوں میں شر و قتال کا بازار گرم ہو گیا، قریش نے کنانہ کا ساتھ دیا اور عہد و معاہدہ کے خلاف کنانہ کے ساتھ ملکر خُزاعہ پر شبخون مارا[1]، عمرو بن سالم بن حَصِیرَة الخُزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدد مانگنے حاضر ہوا، اور یہی غزوہ مکہ کا سبب تھا۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو عبید القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن صالح نے، ان سے ابن لَہِیعہ نے، ان سے ابو الاَسْوَد نے، اور ان سے ایک طویل حدیث میں عُروَہ نے کہ:- قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر مصالحت کی کہ دونوں ایک دوسرے کو اَغلال و اَسلال[2] سے، اور بعض نے کہا اَرْسال سے امن دیں گے۔ (مسلمانوں میں سے جو لوگ حج یا عُمرہ کے لئے یا الیمن والطائف جانے کے لئے مکہ آئیں گے وہ امن میں ہوں گے۔ اور اسی طرح مشرکوں میں سے جو لوگ الشام اور مشرق کی طرف جانے کے ارادے سے المدینہ آئیں گے وہ امن میں ہوں گے۔ انھوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں بنی کعب کو شامل فرمایا، اور قریش نے بنی کنانہ کو۔

ہم سے حدیث بیان کی عبد الواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمّاد بن سَلَمہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی اَیُّوب نے، اور انھیں عِکرِمہ نے، کہ:- صلح میں کنانہ میں سے بنی بکر، قریش کے حلیف تھے۔ اور خُزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفہ میں دونوں میں

---

[1] ابن ہشام میں ہے: خُزاعہ نے حرم میں پناہ لی، مگر قریش کی تلواریں یہاں بھی نہیں رُکیں: خزاعہ نے خدا کا واسطہ دیا، قریش نے کہا: لا الٰہ الیوم = آج کے دن خدا کوئی چیز نہیں ہے۔ (ج ۲، ص ۲۰۹)

[2] اَغلال و اَسلال: خیانت اور سرقہ۔ اغلال کے ایک معنی "زرہ پہننے" اور اسلال کے "تلوار سونتنے" کے بھی آتے ہیں (الفائق)۔ اور ارسال کے یہاں یہ معنی ہوں گے کہ حملوں سے۔

(۴۷) لڑائی ہو گئی، قریش نے بنی بکر کا ساتھ دیا، اسلحہ سے ان کی مدد کی، پانی پلایا، اور ان کے لئے سایہ کا انتظام کیا، اس پر خزاعہ نے قریش سے کہا: "تم نے بدعہدی کی" قریش نے کہا: "خدا کی قسم! ہم نے بدعہدی نہیں کی، ہم نے تو صرف ان کی مدد کی ہے، پانی پلایا ہے اور انھیں سائے میں پناہ دی ہے"۔ اس کے بعد عہ انھوں نے ابو سفیان میں حرب سے تجدید حلف کرانے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے (المدینہ جانے کو) کہا، وہ المدینہ آیا، اور (حضرت) ابو بکرؓ سے ملا، اور ان سے کہا: "آپ حلف کی تجدید کرا دیجے اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دیجے"۔ انھوں نے کہا: "عمر سے ملو"۔ وہ ان کے پاس گیا اور ان سے بھی یہی خواہش کی، انھوں نے کہا: "اس میں سے جو متصل ہو اس کو اللہ منقطع کر دے، اور جو جدید ہو اُس کو کہنہ و فرسودہ کر دے"۔ ابو سفیان نے کہا: "خدا کی قسم! میں نے تم سے زیادہ شریر کسی قوم کا نمایندہ نہیں دیکھا"۔ پھر وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آیا، انھوں نے کہا علیؓ کے پاس جاؤ، وہ (حضرت) علیؓ کے پاس گیا اور یہی درخواست کی، فرمایا: "تم قریش کے بزرگ اور سردار ہو! تمہیں حلف کی تجدید کر دو اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دو"۔ اس پر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ اپنے الٹے ہاتھ پر مارا اور کہا: "میں نے حلف کی تجدید کر دی اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دی" اور مکہ چلا گیا۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "ابو سفیان آتا ہے اور بغیر مطلب پورا کئے راضی ہو کر چلا جائے گا"۔ جب وہ مکہ پہنچا اور وہاں لوگوں کو یہ واقعہ سنایا تو سب نے اُسے بیوقوف بنایا اور کہا: "خدا کی قسم! ہم نے تجھ سا احمق نہیں دیکھا۔ تو نہ ہمارے لئے جنگ لیکر آیا ہے کہ اس کی تیاری کریں، اور نہ صلح لے کر آیا ہے کہ مطمئن ہو جائیں"۔ ادھر خزاعہ رسول اللہ

عہ اس کے بعد نہیں، بلکہ اس کے بعد جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیام کا کہ "یا مقتولوں کا خون بہا دلوایا جائے، یا قریش گناہ سے الگ ہو جائیں، اور یا یہ اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ الحدیبیہ قائم نہیں رہا" غیر مصالحانہ اور جنگ طلب جواب دیا اور پھر اپنی حرکت پر پچھتائے، تو ابو سفیان کو تجدید صلح کے لئے بھیجا (الزرقانی)

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان پر جو کچھ گزری تھی اسکی شکایت کی۔ آپنے فرمایا: "مجھے دو شہروں (مکہ یا طائف) میں سے ایک کی طرف جانے کا حکم ہوا ہے۔" پھر کوچ کا حکم دیا، اور صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے، اور یہ دُعا فرمائی: اللھم اضرب علی اذانھم فلا یسمعوا حتی تبعتھم بغتۃ (قرآن، ۴۸: ۱۰۔ خدایا! تو ان کے کانوں پر ایسی مہریں لگا دے کہ جب تک میں اُن کے سروں پر نہ پہنچ جاؤں، انھیں میرے کوچ کی خبر نہ ہو) اور تیزی سے منزلیں طے فرماتے ہوئے مرّ الظّہران پر خیمہ زن ہوئے۔ ادھر مکہ سے ابوسفیان آرہا تھا کیوں کہ قریش نے اس کو پھر المدینہ جانے کو کہا تھا۔ جب وہ مرّ الظّہران پہنچا تو اس نے خیمے اور آگ کے شعلے دیکھے، بولا "یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ تو کچھ عَرَفَہ کی شام کی سی گھما گھمی معلوم ہوتی ہے!" وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے اُسے جا لیا اور گرفتار کر کے خدمت اقدس میں لے چلے۔ (حضرت) عمرؓ نے دیکھا تو قتل کرنا چاہا، (حضرت) عباسؓ نے انھیں روکا، وہ اسلام لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صبح کی نماز کے وقت جب لوگ وضو کرنے اُٹھے تو اس نے (حضرت) عباس بن عبدالمطلب سے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے قتل کیا جائے گا؟" انھوں نے کہا: "نہیں یہ نماز کی طیاری کر رہے ہیں۔" جب مسلمان نمازوں میں مشغول ہوئے تو وہ یہ دیکھکر بہت متاثر ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے ہیں تو سب رکوع کرتے ہیں، اور جب سجدہ فرماتے ہیں تو سب سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہنے لگا: "خدا کی قسم میں نے جیسی فرماں برداری آج دیکھی ہے کبھی نہیں دیکھی۔ کوئی قوم جو اِدھر اور اُدھر سے آئی ہو، ایسی فرماں بردار نہیں دیکھی گئی؛ اس کی مثال نہ معزز فارس میں ہے اور نہ زلفوں والے روم میں۔" پھر (حضرت) عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ کے پاس جانے کی اجازت مانگی تاکہ انھیں اسلام کی دعوت دیں، آپ نے اجازت دیدی، مگر بعد میں لوگوں کو (۳۸)

ع الزمخشری، الفائق، ص ۲۳۶، الدم ذات (او ذوات) القرون۔

دوڑایا کہ میرے چچا کو میرے پاس لے آؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مشرک انھیں قتل کر دیں مگر وہ نہیں آئے اور مکہ پہنچکر للکارے، کہ "اے میری قوم! اسلام لا اور سلامتی پا (یا دے...) تیری شامت آگئی ہے، تیری شامت آگئی ہے، ایک لشکر گراں عـ نے تجھے آ لیا ہے جس کے مقابلے کا تجھ میں دم نہیں ہے۔ ادھر مکہ کے نیچے خالد ہیں اور ادھر مکہ کے اوپر الزُّبَیر ہیں، اور بیچ میں انصار و مہاجرین اور خُزَاعہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ قریش نے کہا: "نکلے خُزَاعَہ تو کیا مال ہیں جن سے ہم ڈریں"۔

ہم سے حدیث بیان عبد الواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حَمَّاد بن سَلَمَہ نے، ان سے محمدؐ بن عَمرو نے، ان سے ابو سَلَمَہ بن عبد الرحمٰن نے اور ان سے ابو ہُریرہ نے کہ:- خُزَاعہ میں سے ایک کہنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا:- ؎

لاهُمَّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا حِلْفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الأَتْلَدَا
فَانْصُرْ هَدَاكَ اللهُ نَصْرًا أَيِّدَا وَادْعُ عِبَادَ اللهِ يَأْتُوا مَدَدَا

(اے خدا! میں محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو مدت ہوئی ہمارے اور اُن کے خاندان میں ہوا تھا۔ خدا تمہاری رہنمائی کرے تم بر وقت امداد سے ہماری مدد کرو۔ اور خدا کے بندوں کو بلا، وہ سب ہماری مدد کو آئیں گے۔)

حَمَّاد نے کہا مجھ سے علی بن زید نے عِکرِمَہ کی روایت سے بیان کیا کہ:- خُزَاعہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا دی آپ غسل فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: "لبیکم"۔

عـ اصل لفظ ہے: اشہب باذل۔ اشہب، امر صعب و شدید کو کہتے ہیں، اور باذل استعارہ ہے اونٹ کی شدت سے، اسلئے کہ بذول اونٹ کی انتہائی قوت کو کہتے ہیں۔ الزمخشری نے اشہب کے معنوں میں لکھا ہے: جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین خشک ہو جاتی ہے اور نباتات کی سبزی جاتی رہتی ہے تو کہتے ہیں: اشہبتہم السنۃ (سال ان پر سخت گزرا) اور اصابتہم شہبۃ من قر ومن سنۃ (یعنی سال میں ان پر سختی نازل ہوئی) اسی سے عام الاشہب اور اشہب باذل نکلا ہے۔ (الفائق ج ۱، ص ۶۳۲) یہاں اشہب باذل سے مراد لشکر گراں ہے۔ اس لشکر گراں میں دس ہزار نفوس زکیہ و مطمئنہ تھے (بخاری)

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں :۔ فتح مکہ کے دن قریش میں سے ایک جماعت ہتھیار بند ہوگئی، اور اس نے کہا: محمد بغیر جنگ کئے داخل نہیں ہو سکتے"۔ ان لوگوں نے خالد بن الولید سے جنگ کی۔ خالد پہلے شخص تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اس جنگ میں قریش کے ۲۴ اور ہذیل کے ۴ آدمی مارے گئے۔ بعض کہتے ہیں قریش کے ۲۳ آدمی مارے گئے اور باقی ہزیمت کھاکر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور وہیں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس جھڑپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کُرز بن جابر الفہری اور خالد الاَشعر الکعبی شہید ہوئے۔ لیکن ہشام بن الکلبی کہتا ہے: یہ حُبَیش الاَشعر بن خالد الکعبی تھے اور خزاعہ میں سے تھے۔" (۳۹)

ہم سے حدیث بیان کی شَیبان بن شَیبَۃ الاُبُلّی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سُلیمان بن المُغیرہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ثابت البُنانی نے، اور ان سے عبد اللہ بن رباح نے، کہ :۔ معاویہ کے پاس رمضان کے مہینے میں وفود آئے، اس وقت ہم ایک دوسرے کے لئے کھانا پکا رہے تھے۔ ابو ہُریرہ ان لوگوں میں سے تھے جو ہمیں اکثر اپنی قیام گاہ پر بلاتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے کھانا پکا کر سب کو دعوت دی، ابو ہریرہ بھی آئے، اور انھوں نے کہا: کیا میں تمھیں تمھارے قصوں میں سے کوئی قصہ سنا کر تمھارا دل نہ بہلاؤں؟" پھر انھوں نے فتح مکہ کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوچ فرما کر مکہ پہنچے، الزُّبیر کو مُجَنِّبَتَین (= چپ وراست) میں سے کسی ایک جانب، اور خالد کو دوسری جانب روانہ فرمایا، اور ناکہ بندی پر ابو عُبَیدہ بن الجرّاح کو مامور فرمایا اور وہ بطن وادی پر پہنچ کر ناکہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر میں سے مجھے دیکھا اور فرمایا: "اے ابو ہُریرہ!" میں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ!" فرمایا: "انصار کو بلاؤ، اس طرح کہ میرے انصار کے سوا کوئی اور نہ آئے۔" میں نے انصار کو آواز دی، وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے

اُدھر قریش نے بھی اپنے تابعداروں اور اوباشوں کو جمع کیا اور یہ مشورہ کیا کہ پہلے ہم انھیں آگے بڑھاتے ہیں، اگر یہ کامیاب ہو گئے تو ہم بھی ان کے ساتھ مل جائیں گے، اور اگر ناکام ہوئے تو پھر ہم سے جو مانگا جائے گا دیدیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھکر فرمایا: "کیا تم قریش کے اوباشوں کو دیکھ رہے ہو؟" سب نے عرض کی: "جی ہاں"۔ پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر اشارہ فرمایا کہ انھیں قتل کرو، اور فرمایا: "مجھ سے صَفَا پر ملنا"۔ ہم حسب الحکم روانہ ہوئے، اور جس نے جس کو چاہا قتل کیا۔ یہ حال دیکھکر ابو سفیان نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکے عرض کی: "یا رسول اللہ! قریش کا بڑا حصہ ہلاک ہو گیا، (اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو) آج کے بعد ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا"۔ اس پر آپ نے

(۴۰) یہ حکم دیا کہ "جو ابو سُفیان کے گھر میں چلا جائے وہ امن میں ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے، اور جو ہتیار ڈال دے وہ بھی امن میں ہے"۔ یہ حکم سُن کر انصار میں سے بعض نے کہا: "اس شخص کو اب رشتے داروں کی رغبت اور خاندان کی محبت نے آگھیرا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی، اور جب وحی آتی تو ہم سے مخفی نہیں رہتی تھی، آپ نے فرمایا: "یا معشر الانصار! تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟" بولے: "یا رسول اللہ! ہم معترف ہیں"۔ فرمایا: "کلا، اِنّی عبد اللہ و رسولہ، ہاجرت الی اللہ والیکم، فالمحیا محیاکم والممات مماتکم (ہرگز نہیں، تم نے جو کچھ سمجھا ہے غلط ہے، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی اور تمھاری طرف ہجرت کر کے آیا ہوں؛ میری زندگی تمھاری زندگی کے، اور میری موت تمھاری موت کے ساتھ ہے) انصار رونے لگے، اور عرض کی: "ہم نے جو کچھ کہا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم حضور کو بہت عزیز رکھتے ہیں"۔ پھر لوگوں نے ابوسفیان کے گھر کا رخ کیا، اور اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلئے اور ہتیار ڈال دئیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں تشریف لائے، حجر اسود کو بوسہ دیا، بیت اللہ کا طواف فرمایا، اور اس بت کے پاس تشریف

لے گئے جو کعبہ کے پہلو میں تھا۔ دست مبارک میں ایک کمان تھی جس کا ایک سرا دست مبارک میں تھا اور دوسرا سرا آپ اس کی آنکھوں میں چبھوتے تھے، اور یہ فرماتے جاتے تھے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقاً (قرآن، ۱۷: ۸۳۔ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی) طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ صفا پر تشریف لائے، بیت اللہ کی طرف دیکھا، ہاتھ اٹھائے[1]، خدا کی حمد کی، اور دعا مانگی"۔

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الصبّاح نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ہُشَیم نے، انھیں ابُحصَین نے، اور انھیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عُتبہ نے کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: نہ کوئی زخمی مارا جائے، نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے، نہ کوئی قیدی قتل کیا جائے، اور جو اپنا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے"۔

الواقدی کہتا ہے:— غزوۂ فتح رمضان ۸ھ میں ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں عید الفطر تک قیام فرمایا، اور پھر غزوۂ حُنَین کے لئے تشریف لے گئے، مکہ کا والی عَتّاب بن اَسِید بن ابی العیص بن اُمیہ کو مقرر فرمایا، کعبہ کی تمام اصنام وصُوَر کے توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: ابن خطل کو قتل کرو خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے چمٹا ہوا ہو، چنانچہ اس کو ابو بُرزۃ الاسلمی نے قتل کیا۔ ابو الیقظان کہتے ہیں: ابن خطل کا نام قیس تھا اور اس کو ابو ثریاب الانصاری نے قتل کیا تھا۔ اس کی دو لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجویں گایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک قتل کردی گئی، اور دوسری بچ گئی اور وہ (حضرت) عثمان کے زمانے میں مری، اس کی پسلی ٹوٹ گئی تھی۔ مِقیَس بن صُبابۃ الکنانی کو نُمیلہ بن عبد اللہ الکنانی نے قتل کیا، اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ یہ جس کے ہاتھ لگے وہی اس کو قتل کردے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا بھائی ہاشم[2] بن صُبابۃ بن حَزن مسلمان ہوگیا تھا اور رسول اللہ

---

[1] عیون الاثر کی روایت میں ہے: رفع یدیہا (دونوں ہاتھ اٹھائے)

[2] ابن ہشام نے ہشام لکھا ہے (ص ۷۲۸، طبع یورپ)

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ مُریسیع میں شریک ہوا تھا، اس کو ایک انصاری نے (مشرک ہونے کے) دھوکے میں قتل کر دیا، مقیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کے حق میں قاتل کے رشتہ داروں پر خوں بہا کا فیصلہ دیا جو اس نے وصول کیا، اور مسلمان ہو گیا پھر اس نے اس انصاری پر دست درازی کی اور اس کو قتل کیا اور مرتد ہو کر بھاگ گیا اور یہ کہا:؎

شَفَی النَّفْسَ اَنْ قَدْ بَاتَ بِالْقَاعِ مُسْنَداً یُضَرِّجُ ثَوْبَیْهِ دِمَاءُ الْأَخَادِعِ[1]

ثَأَرْتُ بِهٖ قَهْراً وَحَمَّلْتُ عَقْلَهٗ سَرَاۃَ بَنِی النَّجَّارِ اَرْبَابَ فَارِعِ

حَلَلْتُ بِهٖ وِتْرِی وَأَدْرَکْتُ ثُؤْرَتِی وَکُنْتُ عَنِ الْاِسْلَامِ اَوَّلَ رَاجِعِ

(میرے دل میں اس بات سے ٹھنڈک پڑی کہ وہ سرزمین پر گر گیا اور اس کی گردن کے خون سے اس کے جسم کے کپڑے رنگین ہو گئے میں نے اپنی قوت کے بل پر اس سے بدلہ لیا، اور اس کی دیت کا بار بنی النَّجَّار کے سرداروں پر ڈال دیا جو بڑے پایہ کے ہیں۔ میں نے اس سے اپنا مطلب نکال لیا اور اپنا انتقام لے لیا، اس لئے اب میں اسلام سے برگشتہ ہونے والوں میں سب سے اول ہوں)

(حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُلحُوَیْرِث بن نُقَیْذ بن بُجَیر[2] بن عبد بن قُصَیّ کو قتل کیا، اس کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ جو اس کو دیکھے قتل کر دے۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہَیْثَم نے، ان سے عبد الرزاق نے اُن سے معمر نے، اور اُن سے الکلبی نے، کہ:۔ ہلال بن عبد اللہ (یعنی ابن خَطَل الادرمی، یہ بنی تیمیم میں سے تھا۔ مع) کی ایک لونڈی بھیس بدل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی اور بیعت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں پہچانتے تھے، مگر جب معلوم ہوا تو کچھ تعرض نہیں

---

[1] اخدع = ایک رگ جو حجامت کی جگہ گردن پر ہوتی ہے۔

[2] ابن ہشام نے وَہب لکھا ہے (ص ۸۱۹ طبع یورپ)

فرمایا، اور دوسری لونڈی قتل کردی گئی۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں، راوی کہتا ہے ابن الزِّبَعْرَی السَّہمی بھی قبل اس کے کہ اس پر قادر ہوں، اسلام لایا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ فتح کے دن آپ نے اس کا خون بھی مباح فرمایا تھا۔ لیکن جب وہ اسلام لے آیا تو تعرض نہیں فرمایا۔ (۴۲)

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن الصَّبَّاحُ البَزَّاز نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشَیْم نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی خالد الحذّاء نے، اور انھیں القاسم بن ربیعہ نے، کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، اور اس میں فرمایا: الحمد لله الذی صَدَّقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ جُنْدَهُ وهزم الأحزاب وحده؛ الا ان کل مأثرة کانت فی الجاهلیة وکلّ دم و دعوی موضوعة تحت قدمی الا سدانة البیت وسقایة الحاج۔ (حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکر کو فتحیاب کیا، اور جتھے کو تنہا ہزیمت دی۔ آگاہ رہو کہ جاہلیت کی ہر بزرگی، ہر خون، اور ہر دعوٰی میرے قدموں کے نیچے ہے سوائے سدانۃ البیت اور سقایۃ الحاج[ع] کے)۔

ہم سے حدیث بیان کی خلف البَزَّاز نے، ان سے حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عیّاش نے، ان سے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن نے، اور ان سے ان کے شیوخ نے، کہ: فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا: مَا تَظُنُّونَ؟ (تم کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیا کروں گا؟) بولے: نظنُّ خیراً ونقول خیراً، اخ کریمٌ وابن اخ کریمٍ وقد قدرت (ہم اچھا ہی گمان کرتے ہیں، اور اچھا ہی کہتے ہیں۔ تم شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہو، قدرت پاکر اچھا ہی سلوک کروگے) فرمایا: فانی اقول کما قال اخی یوسف علیه السلام: لا تثریب علیکم الیوم

ع سدانۃ البیت = کعبہ کی خدمت۔ سقایۃ الحاج = حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت، چاہ زمزم کی تولیت۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (قرآن، ۱۲: ۹۲) اَلَا كُلُّ دَيْنٍ وَمَالٍ وَمَاثُرَةٍ كَانَتْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَهِىَ تَحْتَ قَدَمِىْ اِلَّا سَدَانَةَ البيت وسِقَايَةَ الحاج (میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ "آج کے دن تم پر کوئی سختی اور سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمھاری مغفرت کرے، وہ ارحم الراحمین ہے" آگاہ رہو کہ سدانت البیت اور سقایۃ الحاج کے سوا جاہلیت کا ہر قرض، ہر مال، اور ہر بزرگی میرے قدموں کے نیچے ہے)۔"

ہم سے حدیث بیان کی شیبان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جریر بن حازم نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عُبید بن عُمیر نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ (الفتح) میں فرمایا: اَلَا اِنَّ مَكَّةَ حَرَامٌ مَا بَيْنَ اَخْشَبَيْهَا، لَمْ يَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِىْ وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِىْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِىْ اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا تُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهَا اِلَّا اَنْ يُعَرِّفَ۔ (خبردار رہو کہ مکہ اپنے دو پہاڑوں[1] کے درمیان حرم ہے۔ نہ کبھی مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا، نہ کبھی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا؛ اور نہ خود میرے لئے حلال ہوا، سوائے ایک دن کی ایک ساعت کے۔ نہ اس کی ہریاول کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اسکے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس کی گری ہوی چیز اٹھائی جائے تاوقتیکہ اُسے کوئی پہچا نے۔ (حضرت) عباس رحمہ اللہ نے کہا: "سوائے اِذخر کے جو ہمارے سہاروں اور کاریگروں[2] اور ہمارے گھروں کی صفائی کے کام آتی ہے۔" فرمایا: "ہاں، سوائے اِذخر کے۔"

ہم سے حدیث بیان کی یوسف بن موسیٰ القطّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبد الحمید نے، ان سے منصور نے

---

[1] یعنی جبل ابو قبیس و جبل ہنی۔ حدیث میں ان دونوں کے لئے لفظ "الاخشبان" آیا ہے۔
[2] البلاذری کی روایت میں للقیون، اور الازرقی کی روایت میں لقبورنا ہے (ص ۳۴۶)
اِذخر ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔

اُن سے مجاہد نے، اور ان سے ابن عباس نے؛ کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ مکہ کی ہریاول کاٹی جائے، اور نہ درخت کاٹے جائیں۔ (حضرت) عباس نے کہا: "سوائے اِذخِر کے جو ہمارے کاریگروں اور گھروں کی صفائی کے کام آتی ہے۔" اور آپ نے اس کے لئے رخصت عطا فرمادی۔ (۴۳)

ہم سے حدیث بیان کی شیبان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الرّاسبی نے، اور ان سے الحسن نے، کہ:۔ (حضرت) عمرؓ نے کعبہ کا خزانہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، اُبیّ بن کعب الانصاری نے کہا: "اے امیرالمومنین! آپ سے پہلے آپ کے دو اصحاب گزر چکے ہیں، اگر یہ کوئی فضیلت کا کام ہوتا تو وہ ضرور کرتے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، ان سے الاعمش نے، اور اُن سے مجاہد نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مکہ حرام ہے نہ اس کے محلّوں اور سراؤں کی بیع حلال ہے، اور نہ اس کے مکانوں کے کرائے۔"

ہم سے حدیث بیان کی محمدؐ بن حاتم المَروَزِی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن مَہدی نے، ان سے اسرائیل نے، اُن سے ابراہیم بن مہاجر نے، ان سے یوسف بن ماہک نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کہ:۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "یا رسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے لئے ایک عمارت بنوا لیجئے، کہ اس کا سایہ آپ کو دھوپ سے بچا سکے۔" فرمایا: "یہاں ٹھہرنے[ع] کی جگہ اس کے لئے ہے جو پہلے آئے۔"

ع اصل لفظ مناخ ہے، مناخ لغت میں اونٹ کے بٹھانے اور سلانے کی جگہ کو کہتے ہیں، اور مجازاً مسافروں کی فرودگاہ کو۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں کی زمین ہر شخص کے لئے وقف ہے جو پہلے آ جائے وہ بلا لحاظ جہاں چاہے ٹھیر سکتا ہے۔ مسند احمد میں ہے: صحابہ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرمانے کے لئے کوئی اچھی سی جگہ مخصوص کر دی جائے اور سایہ کے لئے چھپر ڈال دیا جائے! لیکن آپ نے یہ بات پسند نہیں فرمائی، فرمایا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں اچھی جگہ اسی کے لئے ہے جو پہلے پہنچ جائے۔" (ج ۶، ص ۱۸۷)

ہم سے بیان کیا خلف بن ہشام البزار نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسمٰعیل نے، اور اُن سے ابن جُریج نے، کہ:- "میں نے عمر بن عبدالعزیز کا وہ فرمان پڑھا ہے جس میں انھوں نے مکہ کے مکانوں کے کرائے لینے کی ممانعت کی ہے۔"

ہم سے بیان کیا ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسمٰعیل بن جعفر نے، اُن سے اسرائیل نے، اُن سے ثُوَیر نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عمر نے، کہ:- "پورا حرم مسجد ہے۔"

ہم سے بیان کیا عمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا اسحاق الأزرق نے، اور ان سے عبدالملک بن ابی سلیمان نے، کہ:- "عمر بن عبدالعزیز نے امیر مکہ کو لکھا کہ مکہ والوں کو مکہ کے مکانوں پر اجرت نہ لینے دو کہ وہ ان کے لئے حلال نہیں ہے۔"

ہم سے بیان کیا عثمان بن ابی شَیبہ نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا جریر نے، ان سے یزید بن ابی زیاد نے، اور ان سے عبدالرحمن بن سابط نے، کہ:- "یہ قول باری ہے: سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ" (قرآن ۲۵:۲۲- وہیں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے دونو برابر ہیں" اس میں حاجیوں اور عمرہ ادا کرنے والوں میں سے منازل کے معاملہ میں عاکف اور بادی دونوں برابر ہیں، جہاں چاہیں ٹھیریں۔ البتہ کسی کو اس کے گھر سے نہ نکالا جاسکے۔"

ہم سے حدیث بیان کی عثمان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جریر نے، اُن سے منصور نے اور اُن سے مجاہد نے (اور وہ اس آیتہ کے متعلق ہے) کہ:- (۴۴) "منازل کے معاملہ میں اہلِ مکہ اور غیر اہلِ مکہ دونوں برابر ہیں۔"

ہم سے بیان کیا عثمان وعمرو نے، ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا وَکیع نے، ان سے سُفیان نے، ان سے منصور نے اور اُن سے مجاہد نے کہ: (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اہلِ مکہ سے فرمایا: "اپنے گھروں کے دروازے بند نہ کرو کہ باہر سے آنیوالا (حاجی یا مُعتمر) جہاں چاہے اُتر سکے۔"

ہم سے بیان کیا عثمان بن ابی شیبہ اور بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن ضُریس الرّازی نے، ان سے سفیان نے، اور ان سے ابی حصین نے، کہ:- "میں نے سعید بن جُبَیر سے جب وہ مکہ میں تھے، کہا: میں اعتکاف کرنا چاہتا ہوں" انھوں نے کہا: "تم عاکف ہو" پھر یہ آیت پڑھی: سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ۔"

ہم سے بیان کیا عثمان نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا حَفص بن غیاث نے، ان سے عبد اللہ بن مُسلم نے، اور ان سے سَعید بن جُبَیر نے، کہ :- اس قول باری: (سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ) نے اہل مکہ اور غیر اہل مکہ دونوں کو برابر کر دیا ہے۔

مجھ سے محمّد بن سعد نے کہا، اور ان سے الواقدی نے، کہ :- لوگ ابی بکر بن محمّد بن عَمرو بن حَزم کے پاس مکہ کے مکانوں کے کرائے کے قضیے لے جاتے اور وہ اُن کا فیصلہ ہمیشہ مکان داروں کے خلاف دیتے تھے یہی قول مالک اور ابن ابی ذئب کا بھی ہے۔

راوی (یعنی محمّد بن سعد، الواقدی کے حوالے سے) کہتا ہے :- لیکن رَبِیعَہ اور ابو الزِّنَاد کہتے ہیں: بیوت مکہ کے کرائے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ اس کی رباعوں کے بیچنے میں کوئی حرج ہے۔

الواقدی کہتا ہے :- مکہ میں صَفَا اور مَروَہ کے درمیان ابن ابی ذئب کا مکان تھا، اور میں نے دیکھا کہ اُن کے پاس اس کا کرایہ آتا تھا۔

لَیث بن سعد کہتے ہیں : مکانات کی قسم سے جو کچھ ہو اس کی اجرت اس کے مالک کے لئے طَیِّب ہے (یعنی حلال ہے)- لیکن صحنوں، کوچوں، اور گھروں کے ارد گرد کی زمینیں اور ویرانے اس سے مستثنٰی ہیں- ان میں ہر شخص جو پہلے آئے بغیر کرایہ دئیے ٹھیر سکتا ہے- یہی خبر مجھے الشافعی کے حوالے سے ابو عبد الرحمٰن الأوْدِی نے دی۔

سُفیَان بن سعید الثَّوری نے کہا : مکہ کے مکانوں کے کرائے حرام ہیں، اور وہ اس معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے۔

الأوْزَاعِی، اور ابن ابی لیلیٰ، اور ابو حَنِیفہ کہتے ہیں : صرف زمانۂ حج کا کرایہ باطل ہے، اور اس کے بعد کرایہ لینے میں حرج نہیں، خواہ وہ ہمسایہ وغیرہ ہی سے لیا جائے۔

اور ابو یوسف کے بعض اصحاب کہتے ہیں: مکہ کے مکانوں کے کرائے مطلقاً حلال ہیں، اور عاکف و بادی صرف طواف کعبہ میں مساوی ہیں۔

ہم سے بیان کیا الحسین بن علی بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا عُبید اللہ بن موسیٰ نے، ان سے الحسن بن صالح نے ان سے العلاء بن المسیّب نے، اور ان سے عبد الرحمن بن الاسود نے، کہ:- اُن کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم مکہ کی ترکاریاں، یا وہ چیزیں جو لوگوں نے یہاں کھیتوں میں بوئی ہوں، خواہ وہ درخت ہوں یا کھجوریں، کاٹو اور کھاؤ اور جس طرح چاہو کام میں لاؤ۔ (۴۵)

وہ کہتے ہیں، "ارض مکہ کی صرف وہی پیداوار مکروہ ہے، جو خود رو ہو اور جس میں لوگوں کے عمل کو دخل نہ ہو۔ لیکن اس میں بھی اِذخِر کے لئے رخصت ہے۔ الحسن بن صالح کہتے ہیں: ایسے پرانے درختوں کیلئے رخصت ہے، جو سوکھ گئے ہوں اور ٹوٹ گئے ہوں۔"

محمد بن عمر الواقدی کہتا ہے:- مالک اور ابن ابی ذئب ایسے مُحرِم یا حلال کے متعلق، جس نے حَرَم کا کوئی درخت کاٹا ہو، کہتے ہیں، "اس نے بُرا کیا، اگر بے خبر تھا اور بعد میں خبردار ہوا تو اس پر مواخذہ نہیں ہے، اور اگر جانتا تھا تو اسے سزا دی جائے گی اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ع لیکن کاٹ لینے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔"

مگر سُفیان الثَّوری اور ابو یوسف کہتے ہیں "درخت کاٹنے والے پر جرمانہ ہوگا اور وہ اس سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہے۔"

مالک بن اَنس اور ابن ابی ذئب کہتے ہیں: "حَرَم میں سے مسواک کے لئے پیلو (کی جڑ اور ٹہنیاں)، اور دوا کے لئے سنا کی پتیاں توڑ لینے میں حرج نہیں ہے۔"

سفیان بن سعید اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف کہتے ہیں: "حَرَم میں جو چیزیں عام طور پر بوئی جاتی ہیں ان کے کاٹنے والے پر مواخذہ نہیں ہے

ع یعنی اس پر جرمانہ نہیں کیا جائے گا بلکہ سزا دی جائے گی۔

البتہ مواخذہ اُس پر ہے جو حَرَم کی خودرو پیداوار کاٹے۔"

الواقدی کہتا ہے :۔ میں نے سفیان الثَّورِی اور ابو یوسف سے اس شخص کے متعلق پوچھا، جس نے حَرَم میں (ایسی) چیز بوئی ہو، جو عام طور پر نہ بوئی جاتی ہو اور وہ اُگ آئے، تو کیا وہ اُسے کاٹ سکتا ہے؟ انھوں نے کہا: "ہاں"۔ میں نے کہا: اور اگر اس کے باغ میں کوئی ایسا درخت پیدا ہو گیا ہو جو لوگ نہ بوتے ہوں، اور جو خود اس نے بھی نہ بویا ہو؟ تو انھوں نے کہا: "اسے اختیار ہے جو چاہے کرے"۔

مجھ سے محمدؐ بن سعد نے کہا، اور ان سے الواقدی نے کہ :۔ ابن عمرؓ مکہ میں حَرَم کی بوئی ترکاریاں کھاتے تھے۔

مجھ سے بیان کیا محمدؐ بن سعد نے، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا الواقدی نے، اور ان سے مُعَاذ بن محمدؐ نے، کہ :۔ میں نے الزُّہری کے دسترخوان پر حَرَم کی ترکاریاں دیکھی ہیں۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں : مُحْرِم حَرَم میں نہ اپنا اونٹ چَرائے، اور نہ اس کے لئے گھاس کاٹے۔ اور یہی زُفَر کا قول ہے۔

مالک اور ابن ابی ذئب اور سُفیان اور ابو یوسف اور ابن ابی سَبْرَہ کہتے ہیں: "چَرانے میں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن گھاس نہیں کاٹنی چاہیئے"۔ مگر ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴۶) مجھ سے عَفَّان اور العَبَّاس بن الولید النَّرْسِی نے کہا، اور ان دونوں سے عبد الواحد بن زیاد نے کہا، اور ان سے لَیْث نے کہ :۔ عطاء حرم کی ترکاریاں اور مزروعہ چیزیں کھانے، اور شاخ درِ مسواک کے استعمال میں حرج نہیں سمجھتے۔ مگر مجاہد اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

راوی نے کہا :۔ مسجد حَرَام کے گرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور (حضرت) ابوبکر کے زمانے میں کوئی دیوار نہیں تھی۔ لیکن جب (حضرت) عمر بن الخطّاب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں کی کثرت کے باعث، مسجد کو وسیع کرنے کے لئے، قرب وجوار کے مکانات خریدے،

اور ان کو منہدم کرکے مسجد میں شامل کیا، اور ایک دیوار بنوائی جو قدآدم سے کم تھی؛ اس پر چراغ رکھے جاتے تھے۔ اس غرض سے جن لوگوں کے مکانات خریدے گئے، انھوں نے مقررہ قیمتوں پر ان کے بیچنے سے انکار کیا (اس پر وہ ناراض ہوئے) حتیٰ کہ انھوں نے وہی قیمتیں لے لیں۔ پھر جب (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوئے، تو انھوں نے بھی مسجد کو وسیع کرنے کے لئے مکانات خریدے، اور ان کی قیمتیں مقرر کر دیں؛ ان کے مالکوں نے بیت اللہ کے پاس آکر شور مچایا۔ (حضرت عثمان نے) کہا: یہ میرا حلم اور میری بردباری ہے جس نے تمھیں مجھ پر اتنا جری بنا دیا ہے۔ یہی بات مجھ سے پہلے عمر نے کی تھی اور اس وقت تم راضی ہو گئے تھے۔ پھر یہ حکم دیا کہ سب کو قید کر دیا جائے۔ عبد اللہ بن خالد بن اُسید بن ابی العیص نے اُن کی رہائی کے لئے گفتگو کی، اور ان کو رہا کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے:۔ (حضرت) عثمانؓ پہلے شخص تھے جنھوں نے مسجد حرام میں رواقیں بنوائیں؛ اور یہ اس وقت کیا جب اس کی توسیع کی۔

کہتے ہیں:۔ کعبہ کا دروازہ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام اور جُرہُم و عَمالیق کے عہد سے قریش کی تعمیر تک زمین پر تھا (یعنی کرسی نہیں دی گئی تھی)۔ ابو حُذَیفہ بن المُغیرہ نے کہا: "اے قوم! کعبہ کا دروازہ بلند کرو کہ ان کے سوا جن کا آنا تمھیں پسند ہو کوئی دوسرا اندر نہ آسکے؛ اور اگر کبھی کوئی ایسا شخص اندر آجائے جس کا آنا تمھیں پسند نہ ہو تو اُس صورت میں تو اُسے اوپر سے پھینک سکے گی اور وہ گر جائے گا اور دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوگا۔" چنانچہ قریش نے کعبہ کا دروازہ کرسی دے کر بلند کر دیا۔

راوی کہتا ہے:۔ جب عبد اللہ بن الزُّبَیر بن العوّام سے الحُصَین بن نُمَیر السکونیؓ اہل الشام کو لے کر جنگ کرنے آیا تو وہ مسجد حرام میں پناہ گزین ہو گئے۔ ایک دن اُن کے ساتھیوں میں سے کسی نے کھجور کی

ؓ الازرقی نے حُصَین بن نُمَیر الکندی لکھا ہے (ص ۳۲)

چھال میں آگ لی، اور اس کو نیزہ کی نوک پر رکھ کے بلند کیا، اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی، اس کے جھکڑ میں چنگاریاں اڑیں اور کعبہ کے پردوں پر جا پڑیں، جس سے ان میں آگ لگ گئی، اس کی دیواریں شق ہوگئیں، اور سیاہ پڑگئیں۔ یہ ۶۴ھ میں ہوا۔ جب یزید بن معاویہ مرا، اور الحصین بن نمیر، الشام کی طرف واپس چلا گیا تو ابن الزبیرؓ نے مسجد حرام میں سے وہ پتھر نکلوادئے (۴۷) (جو حملہ آوروں نے پھینکے تھے) کعبہ کو منہدم کیا، اور قدیم بنیادوں پر اس کو تعمیر کیا، اور الحجر اس میں داخل کر دیا، کیوں کہ انھوں نے کعبہ کی بنیاد الحجر سے متصل پائی تھی، اور یہ وہی بنیاد تھی جس پر (حضرت) ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا۔ اور زمین پر شرقاً غرباً دو دروازے بنائے، جن میں ایک اندر جانے کے لئے تھا اور دوسرا باہر آنے کے لئے، اور یہ انھوں نے اس وجہ سے کیا کہ انھیں ام المومنین (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی خبر دی تھی۔ اس کے دروازوں پر انھوں نے سونے کے پترے جڑوائے اور ان کے لئے سونے کی کنجیاں بنوائیں۔ جب الحجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کی جانب سے ان سے جنگ کی اور ان کو قتل کیا تو عبدالملک نے اس کو کعبہ اور مسجد حرام کی تعمیر کے لئے حکم لکھا کیوں کہ پتھروں کی بارش سے کعبہ کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ الحجاج نے کعبہ کو منہدم کیا اور انہی بنیادوں پر اس کو تعمیر کیا جن بنیادوں پر قریش نے تعمیر کیا تھا، اور الحجر اس میں سے خارج کر دیا عبدالملک اس کے بعد کہا کرتا تھا "میں چاہتا تھا کہ ابن الزبیرؓ سے کعبہ کے امور اور اس کی تعمیر کے لئے وہی کام لوں جو خود انھوں نے کیا تھا۔"

کہتے ہیں، جاہلیت میں کعبہ کی پوشش نَطع (چمڑے کے ٹکڑے) اور مَعَافِر[عہ] تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی کپڑوں کا غلاف

عہ معافر الیمن کا ایک قبیلہ تھا، اور ایک خاص قسم کا نہایت نفیس، ریشمین کپڑا بننے میں بڑا ماہر تھا۔ اس نسبت سے اس کپڑے کو بھی معافر کہتے ہیں۔ (نہایہ، ج ۳، ص ۱۰۹)

چڑھایا۔ پھر (حضرت) عمرؓ و عثمانؓ نے قُباطی کے غلاف چڑھائے۔ یزید بن معاویہ نے دیبائے خسروانی کا غلاف چڑھایا، اور ابن الزُّبیر نے اور ان کے بعد الحجاج نے دیبا کے غلاف چڑھائے۔ پھر بنی امیّہ نے اپنے بعض ایام میں وہ غلاف چڑھائے جو اہلِ نجران بھیجتے تھے؛ وہ نیا غلاف چڑھاتے وقت پُرانا غلاف اُتار لیتے تھے عہ۔

الولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں مسجد حرام وسیع کی، اور اس کے لئے پتھر اور سنگِ رُخام (مرمر) کے ستون اور فُسَیفِسا بھیجے۔

الواقدی کہتا ہے:۔ امیر المومنین المنصور رحمہ اللہ نے اپنی خلافت میں مسجد حرام میں اضافہ کیا اور اس کو تعمیر کرایا، اور یہ ۱۳۹ھ میں ہوا۔

علی بن محمدؒ بن عبد اللہ المدائنی کہتا ہے:۔ المہدی نے جعفر بن سُلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العبّاس کو مکہ و المدینہ و الیمامہ کا والی کیا، اور اس نے مکہ و المدینہ کی مسجدیں (یعنی مسجد حرام و مسجد نبوی) وسیع کر کے تعمیر کیں۔ پھر امیر المومنین جعفر المتوکل علی اللہ بن ابی اسحاق المعتصم (۴۸) باللہ بن ہارون الرشید بن المہدی رضوان اللہ علیہم نے رُخامِ کعبہ کی تجدید کی، اور اس کے لئے چاندی کا حلقہ بنوایا، اس کی تمام دیواروں اور چھتوں پر زریں پوششیں چڑھائیں؛ یہ کام اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اور ستونوں پر دیبا کے غلاف چڑھائے۔



عہ مصنف کا جملہ صاف نہ تھا۔ میں نے الازرقی (ص ۱۸۰) کی مدد سے اس کو صاف کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہر سال نیا غلاف چڑھاتے وقت پرانا غلاف اتار لیتے تھے، اور اس کے ٹکڑے حاجیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی کیا، اور ان کے اتباع میں بنی امیہ نے بھی۔ لیکن بنی العباس کے زمانہ میں یہ طریقہ بند ہو گیا۔ (الفاسی)

مکہ کے کنوؤں کی کھدائی کا ذکر

کہتے ہیں:— قریش، قصی کے جمع کرنے اور ان کے مکہ میں داخل ہونے سے قبل ان حوضوں اور بارانی تالابوں کا پانی پیتے تھے، جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے؛ اور اس کنویں کا پانی پیتے تھے جس کو ابن ہشام ... تھے، جو لوی بن غالب نے حرم سے باہر کھودا تھا، اور اس کنویں کا پانی پیتے تھے جس کا نام الرّوا تھا، اور جو عرفہ کے قریب تھا اور مرّہ بن کعب نے کھودا تھا۔ اس کے بعد کلاب بن مرّہ نے مکہ کے باہر خم اور رُمّ[1] اور الحفر کھودے۔ پھر قصی بن کلاب نے ایک کنواں کھودا اور اس کا نام العجول رکھا، اور ایک سبیل لگائی۔ اس کی نسبت ایک رجّاز (بڑا رجز خواں) حاجی کہتا ہے:—

نُرْوِی عَلَی الْعَجُولِ ثُمَّ نَنْطَلِقْ	قَبْلَ صُدُورِ الْحَاجِّ مِنْ کُلِّ اُفُقْ
اِنَّ قُصَیًّا قَدْ وَفٰی وَقَدْ صَدَقْ	بِالشِّبَعِ لِلنَّاسِ وَرِیٍّ مُغْتَبِقْ

(قبل اس کے کہ حاجی اور راہوں سے نکلیں ہم العجول پر سیراب ہو کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ قصی نے لوگوں کو سیراب کر کے اور شکم سیر کر کے صداقت اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔)

---

[1] ابن ہشام (ص ۹۵) اور الازرقی (ص ۴۳۶) میں رُمّ اور الحفر لکھا ہے۔

العُجُول میں قُصَیّ کے مرنے کے بعد بنی نصر بن معاویہ میں سے ایک شخص گر گیا، اور یہ بے کار ہوگیا۔

ہاشم بن عبد مَناف نے الخَندَمَہ کے قریب شِعب ابی طالب کے دہانہ پر بَذّر کھودا، اور اسی ہاشم نے سَجلَہ کھودا، جو اسد بن ہاشم نے عَدِیّ بن نوفَل بن عَبد مَناف ابی المُطعِم کو ہبہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: سَجلَہ عَدِیّ نے ہاشم سے خرید لیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں: سَجلَہ، عبدالمطّلب نے چاہِ زمزم کے کُھدنے کے بعد عَدِی کو ہبہ کر دیا تھا، کیونکہ مکہ میں پانی کی افراط ہوگئی تھی۔ خالِدہ بنت ہاشم کہتی ہے:ؔ

(۴۹) نَحْنُ وَهَبْنَا لِعَدِيٍّ سَجْلَهْ ... فِي تُرْبَةٍ ذَاتِ عَذَاةٍ سَهْلَهْ

تُرْوِي الحَجِيجَ زَغْلَةً فَزَغْلَهْ

(ہم نے عدی کو سَجلَہؔ دیا تھا، جو ایسی زمین میں ہے جس کی مٹی اچھی اور نرم ہے۔ اس سے حاجی برس کے برس سیراب ہوتے ہیں۔)

بعد میں یہ کنواں مسجد میں شامل کر لیا گیا۔

عَبد شمس بن عَبد مَناف نے مکہ کے بالائی حصے پر چاہ الطَوِیّ کھودا اور اسی نے اپنے لئے الجَفر کھودا تھا۔

مَیمُون بن الحَضرَمی نے، جو بنی عَبد شمس بن عبد مَناف کا حَلیف تھا، ایک کنواں کھودا، اور یہ آخری کنواں تھا جو مکہ میں عہد جاہلیت میں کھودا گیا۔ اسی کے پاس امیرالمومنین المنصور رحمہ اللہ کی قبر ہے۔ الحَضرَمی کا نام عبد اللہ بن عَمّاد تھا۔

عَبد شمس نے دو کنویں اور کھودے جن کے نام اس نے خُم اور رُمّ رکھے، اور انہی پر کلاب بن مُرّہ نے اپنے کنوؤں کے نام رکھے۔ خُم تو بند کے پاس تھا اور رُمّ (حضرت) خدیجہؓ بنتِ خُوَیلِد کے مکان کے پاس۔

ؔ لغت میں سَجلَہ ناحیۂ بعید کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس کی تہ بہت نیچی تھی۔

عبد شمس کہتا ہے :۔

حَفَرْتُ خُمًّا وَحَفَرْتُ رُمًّا　　حَتّٰی اَرٰی الْمَجْدَ لَنَا قَدْ تَمَّا

(میں نے ہی خُم کھودا اور میں نے ہی رُم کھودا تاکہ میں دیکھوں کہ ہماری بزرگی مکمل ہو گئی۔)

اور سُبَیعَہ بنت عَبد شمس، الطَّوِیّ کے متعلق کہتی ہے :۔

اِنَّ الطَّوِیَّ اِذَا شَرِبْتُمْ مَاءَهَا　　صَوْبُ الْغَمَامِ عُذُوْبَةً وَصَفَاءً

(تم الطَّوِیّ کا پانی پیو گے تو تمھیں معلوم ہو گا کہ وہ اتنا شیریں اور اتنا صاف ہے جیسے ابر کا پانی۔)

بنی أَسَد بن عبد العُزّٰی بن قُصَیّ نے شُفَیَّہ کھودا، یہ بنی اسد کا کنواں کہلاتا ہے، الحُوَیرِث بن اسد کہتا ہے :۔

مَاءُ شُفَیَّةَ کَمَاءِ الْمُزْنِ　　وَلَیْسَ مَاؤُهَا بِطَرْقٍ اَجْنِ

(شُفَیَّہ کا پانی آب باراں کی مانند ہے، وہ ایسا بدمزہ نہیں کہ یہ معلوم ہو کہ جانوروں نے پیشاب کر دیا ہے۔)

بنی عَبد الدّار بن قُصَیّ نے چاہِ اُمّ اَحراد کھودا اس کے متعلق اُمَیمہ بنت عُمَیلہ بن السَّبّاق بن عبد الدّار کہتی ہے :۔

نَحْنُ حَفَرْنَا الْبَحْرَ اُمَّ اَحْرَادْ　　لَیْسَتْ کَبَذَّرَ النَّزُوْرِ الْجَمَادْ

(ہم نے اُمّ اَحراد جیسا دریا کھودا ہے، وہ بَذَّر کی طرح خشک اور بے آب نہیں ہے۔)

اس کے جواب میں صَفِیَّہ بنت عبد المطلب کہتی ہے :۔

نَحْنُ حَفَرْنَا بَذَّرْ　　تَرْوِی الْحَجِیْجَ الْاَکْبَرْ　　مِنْ مُقْبِلٍ وَمُدْبِرْ

وَاُمُّ اَحْرَادٍ شَرْ　　فِیْهَا الْجَرَادُ وَالذَّرْ　　وَقَذَرٌ لَا یُذْکَرْ

(وہ ہمیں ہیں جنھوں نے بَذَّر کھودا ہے جو آنے جانے والے حاجیوں کے بڑے حصّے کو سیراب کرتا ہے۔ اور اُمّ اَحراد تو ایسا ہے کہ اس میں صرف ٹڈیاں اور چیونٹیاں ہی ہیں اور اس میں اتنی نجاست ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا۔)

عہ بَذّر، وہ زمین جو سخت ہو اور کھودی نہ جا سکے نزدرہ، وہ کنواں جس میں بہت کم پانی ہو۔

بنی جُمَح نے السُّنبلہ کھودا، یہ خلف بن وہب الجُمحی کا کنواں ہے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے اس کی نسبت کہا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا لِلْحَجِيجِ سُنْبُلَهْ   صَوْبَ سَحَابٍ ذُوالْجَلَالِ أَنْزَلَهْ

(ہم نے حاجیوں کے لئے السُّنبلہ کھودا ہے جس کا پانی ابر کے پانی کی مانند ہے جو خدائے ذوالجلال نازل فرماتا ہے)

بنی سَہم نے الغَمر کھودا، یہ العاصی بن وائل کا کنواں ہے، اُن میں سے کسی نے کہا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا الْغَمْرَ لِلْحَجِيجِ   تَثُجُّ مَاءً أَيَّمَا ثَجِيجِ

(ہم نے حاجیوں کے لئے الغمر کھودا ہے جو اس فراوانی سے پانی بہاتا ہے کہ کیا کوئی وادی بہاتی ہو گی)

مگر ابن الکلبی کہتا ہے: یہ شعر ابن الزبعی[1] کا ہے۔

بنی عدی نے الحَفیر کھودا۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے:۔

نَحْنُ حَفَرْنَا بِئْرَنَا الْحَفِيرَا   بَحْراً يَجِيشُ مَاؤُهُ غَزِيرَا

(ہم نے اپنا کنواں الحفیر کھودا ہے جس میں پانی دریا کی طرح اُبلتا ہے)

اور بنی مخزوم نے سُقَیا کھودا، یہ ہشام بن المُغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کا کنواں ہے۔ بنی تیم نے الثُّریا کھودا، یہ عبد اللہ بن جُدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کا کنواں ہے۔ بنی عامر بن لؤی نے النَّقع کھودا۔

کہتے ہیں جُبیر بن مُطعم کا بھی ایک کنواں تھا اور یہ بنی نوفل کا کنواں تھا، اس کو حال میں دار القواریر میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (دار القواریر حمّاد البربری نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کی خلافت میں تعمیر کیا تھا۔

عَقیل بن ابی طالب نے عہد جاہلیت میں ایک کنواں کھدوایا جو اب ابن یوسف کے مکان میں ہے۔

الاسود بن ابی البختری بن ہاشم بن الحارث بن اسد بن عبد العزیٰ کا کنواں باب الاسود پر حناطین[2] کے قریب تھا، اس کو مسجد میں داخل کر لیا گیا ہے۔

---

[1] الازرقی نے ابن الزبعری لکھا ہے
[2] یعنی حنوط والے۔ حنوط ایک خوشبودار گھاس ہے۔

چاہ عِکْرِمَہ، عِکْرِمَہ بن خالد بن عاصم بن ہاشم بن المُغیرہ کی طرف منسوب ہے۔

چاہ عمرو، عمرو بن عبد اللہ بن صَفوان بن اُمیّہ بن خلف الجُمَحی کی طرف منسوب ہے۔ اور اسی کی طرف شِعب عمرو بھی منسوب ہے۔ الطلوب جو مکہ کے زیریں حصے میں ہے عبد اللہ بن صَفوان کا تھا۔

(۵۱) چاہِ حُوَیْطِب، حُوَیْطِب بن عبدالعُزّیٰ بن ابی قیس کی طرف منسوب ہے جو بنی عامر بن لُؤیّ میں سے تھا، یہ کنواں اس کے صحنِ مکان میں تھا جو بطنِ وادی میں ہے۔

چاہ ابو موسیٰ (حضرت) ابو موسیٰ الاشعری کی طرف منسوب ہے جو المَعْلاۃ میں ہے۔

چاہ شَوْذَب، شوذب کی طرف منسوب ہے، یہ معاویہ کا آزاد کردہ غلام تھا، یہ کنواں اب مسجد میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (شوذب کے متعلق مختلف اقوال ہیں،) بعض کہتے ہیں: یہ طارق بن عَلْقَمہ بن عُریج بن جذیمۃ الکنانی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور بعض، نافع بن عَلْقَمہ بن صفوان بن اُمیّہ بن مُحَرِّث بن حمل بن شِق الکنانی کا جو مروان بن الحکم بن ابی العاصی بن اُمیّہ کا ماموں تھا، آزاد کردہ غلام کہتے ہیں۔

چاہ بَکّار جو ذی طُوّیٰ میں ہے، اہل العراق میں سے ایک شخص کی طرف منسوب ہے جس نے مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

چاہ وَرْدان، وَرْدان کی طرف منسوب ہے، جو السائب بن ابی وداعہ بن ضُبَیرۃ السَّہمی کا آزاد کردہ غلام تھا۔

سبیل سراج، جو فخ میں ہے، بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام سراج نے لگائی تھی۔

چاہ الاَسْود، الاسود بن سفیان بن عبد الاسود بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی طرف منسوب ہے اور یہ امیر المومنین المہدی کی آزاد کردہ لونڈی خالصہ کے کنوئیں کے قریب ہے۔

البَرُود، جو فَخّ میں ہے، مُخَترِش الکَعبی کا ہے، یہ خُزَاعہ میں سے تھا۔

ابن الکلبی کہتا ہے :۔ مکہ میں جو دار ابن عَلقَمہ ہے اس کا مالک طارِق بن عَلقَمہ بن عریج بن جَذِیمَۃ الکنانی تھا۔

ابو عُبَیدَہ معمر بن المثنیٰ اور عبدالملک بن قُرَیب الاَصمعی وغیرہ کہتے ہیں :۔ بُستانِ ابن عامر، عمر بن عبد اللہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سَعد بن تیم بن مُرّہ بن کَعب بن لُؤیّ کا تھا۔ لوگ اس کو غلطی سے ابن عامر کا باغ، اور بنی عامر کا باغ کہنے لگے، حالانکہ یہ ابن معمر کا باغ ہے۔ بعض اس کو ابن عامر الحضرمی کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور بعض ابنِ عامر بن کریز کی طرف۔ لیکن یہ ظنون ہیں، اور ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

مجھ سے مُصعب بن عبد اللہ الزُّبَیری نے کہا :۔ جاہلیت میں مکہ کو صَلاح کہتے تھے، ابو سفیان بن حَرب الحضرمی کہتا ہے :۔

۵۲؎

أَبَا مَطَرٍ هَلُمَّ إِلَى صَلَاحٍ ۔۔۔ لِيَكْفِيكَ النَّدَامَى مِنْ قُرَيْشٍ

وَتَنْزِلُ بَلْدَةً عَزَّتْ قَدِيمًا ۔۔۔ وَتَأْمَنُ أَنْ يَزُورَكَ رَبُّ جَيْشٍ

(اے ابو مطر! صلاح کی طرف آ، تجھے قریش میں بہت سے ہمنشین مل جائیں گے۔ اور تو ایسے شہر میں اتریگا جو مدتوں سے معزز ہے۔ اور اگر کوئی بڑی فوج والا دشمن تجھ پر حملہ کرے گا، تو اُس سے محفوظ رہیگا۔

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے کہا :۔ کندیوں میں سے کسی نے میرے والد کو لکھا اور یہ دریافت کیا کہ المدینہ میں جو ابن سباع کا قید خانہ ہے وہ کس کی طرف منسوب ہے؟ اور مکہ کے دار النَّدوہ، اور دار العجلۃ اور دار القواریر کی کیا تاریخ ہے؟ انھوں نے یہ جواب دیا کہ

(۱) ابن سباع کا قید خانہ دراصل عبد اللہ بن سباع بن عبد العزّی بن نضلہ بن عمرو بن غُبشان الخزاعی کا مکان تھا۔ سباع کی کنیت ابو نیار تھی، اور اس کی ماں مکہ کی ایک دائی تھی۔ اُحُد کے دن حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کو

للکارا، اور یوں مخاطب کیا، هَلُمَّ اِلَیَّ یَا ابنَ مُقَطِّعَۃِ البُظُورِ[1] (ادھر آ، او ختانۃ النساء کے بچے!) اور اس کو قتل کردیا۔ پھر جب وہ اس کی زرہ نکالنے کے لئے جھکے تو وحشی نے ان کے مِزراق (= چھوٹا نیزہ، یا بھالا) بھونک دیا۔ طُرَیح بن اسمٰعیل الثقفی الشاعر کی ماں اسی عبداللہ بن سِباع کی بیٹی تھی، یہ بنی زُہرہ کا حلیف تھا۔

(۲) دار الندوہ قُصَیّ بن کلاب نے بنایا تھا۔ لوگ اس میں جمع ہوکر معاملات کے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ پھر قریش اس میں جمع ہوکر اپنی جنگوں اور عام معاملات کے مشورہ کرنے لگے۔ علم برداروں کا انتخاب و تقرر بھی یہیں ہوتا تھا۔ پھر اسی میں شادیاں بھی ہونے لگیں۔ یہ پہلا مکان تھا جو قریش نے مکہ میں بنایا۔ اس کے بعد دار العَجَلہ بنا۔ یہ سعید بن سَعد بن سَہم کا مکان ہے۔ اگرچہ بنی سَہم مدعی ہیں کہ ان کا مکان دار الندوہ سے پہلے کا ہے، مگر یہ غلط ہے۔ دار الندوہ ایک زمانہ تک بنی عَبد الدّار بن قُصَیّ کے پاس رہا، پھر عِکرِمہ بن عامر بن ہاشم بن عَبد مَناف بن عبدالدّار بن قُصَیّ نے معاویہ بن ابی سُفیان کے ہاتھ اس کو بیچ دیا۔ اور انھوں نے اس کو دار الامارہ (= گورنمنٹ ہاؤس) بنادیا۔

۳ دار القوارير، عُتبہ بن رَبیعہ بن عَبد شمس بن عَبد مَناف کا تھا، پھر عبّاس بن عُتبہ بن ابی لَہَب بن عبدالمُطّلب نے لے لیا، اور پھر اُمّ جعفر زُبَیدہ بنت ابی الفضل بن امیر المومنین المنصور کی ملک میں آیا۔ چونکہ اس کے فرش اور دیواروں میں کہیں کہیں شیشہ استعمال کیا گیا تھا، اس لئے اس کو دار القوارير (= شیش محل) کہتے ہیں۔ یہ حمّادُ البربری نے امیر المومنین الرشید یہ محمد الامین (۵۳) کے عہد میں بنایا تھا۔

ہِشام بن محمد الکلبی کہتا ہے:۔ عَمرو بن مُضاض الجُرہُمی، ایک جرہمی سے جس کو سَمَیدَع کہتے تھے، لڑنے نکلا، اور جہاں سے وہ ہتیار پہن کر کھڑکھڑاتا

---

[1] البُظُور = وہ چیز جو عورت کی فرج میں سے کاٹی جاتی ہے۔ یہ فقرہ مخالف کی ماں پر طعن کے لئے بولا جاتا ہے، خواہ فی الواقع اس کی ماں ختنہ کرنے والی ہو یا نہ ہو۔ (تاج العروس)

ہوا نکلا تھا، اس جگہ کو تُنیقعان کہنے لگے۔ اسی طرح اس جگہ کو جہاں سے سُمَیدَع اپنے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنگرو باندھ کر نکلا تھا، جیاد کہنے لگے۔ ابن الکلبی کہتا ہے: بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایسے گھوڑے لے کر نکلا تھا جن پر نشان لگے ہوئے تھے، اس لئے اس جگہ کو اَجیاد کہنے لگے۔ لیکن عام اہلِ مکہ (ان میں سے ایک کو) "جیاد الصغیر" اور (دوسرے کو) "جیاد الکبیر" کہتے ہیں۔

ہم سے الولید بن صالح نے کہا، ان سے محمد بن عمر الاسلمی نے، ان سے کثیر بن عبد اللہ نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ (حضرت) عمر بن الخطاب ۱۷ھ میں عُمرہ ادا کرنے کی غرض سے جا رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا، رستے میں سقوں نے مکہ اور المدینہ کے درمیان مکانات بنانے کی اجازت چاہی، چونکہ یہاں پہلے کوئی مکان نہیں تھا، اس لئے انھوں نے ان کو اس شرط سے مکانات بنانے کی اجازت دے دی کہ راہگیر پانی اور سایہ کے حقدار ہیں۔



مکہ کے سیلابوں کا حال[1]

ہم سے العبّاس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد ہشام بن محمدؒ نے کہا اور ان سے ابن خرّبوذ المکّی وغیرہ نے، کہ :- مکہ میں چار سیلاب آئے جن میں سے ایک اُمّ نہشَل تھا، یہ (حضرت) عمرؓ بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں آیا تھا اور اس میں پانی اتنا بڑھ آیا تھا کہ مکہ کے بالائی حصے کی طرف سے مسجد میں داخل ہوگیا تھا۔ (حضرت) عمرؓ نے اس کے لئے دو بند تعمیر کرائے، ایک اوپر ببّہ اور اَبان بن عُثمان بن عفّان کے مکان کے درمیان ؛ اور دوسرا نیچے، حمّارین (=گدھے والوں) کے پاس ؛ یہ بند آل اَسِید کے بند کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ سے مسجدِ حرام سیلاب کی زد سے محفوظ ہوگئی۔

(بَبّہ، عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطّلب بن عبد مناف کا عرف ہے۔ عبد اللہ نے ابن الزُّبیر کے فتنے میں البصرہ پر حکومت کی تھی اس لئے وہاں کے باشندے ان کو ببّہ کہنے لگے۔ م۔ع)

راوی کہتا ہے :- اس سیلاب کو اُمّ نہشل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اُمّ نہشل بنت عُبَیدہ[2] بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ کو بالائے مکہ سے (۵۱۴) بہا کر لے گیا تھا۔

---

[1] یہاں مصنف نے صرف عہد اسلام کے سیلابوں کا ذکر کیا ہے، قبل اسلام کے سیلابوں کا ذکر نہیں کیا۔
[2] الازرقی نے عُبَید لکھا ہے۔ (ص ۳۹۵)

دوسرے سیلاب کو الجحاف و الجراف کہتے ہیں۔ یہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں آیا تھا۔ یہ سیلاب پیر کے دن صبح کے وقت آیا اور حاجیو کو مع ان کے سامانوں کے بہالے گیا اور کعبہ کو اس نے گھیر لیا۔ شاعر نے کہا ہے:۔

لَمْ تَرَ غَسَّانُ كَيَوْمِ الِاثْنَيْنِ ‏ ‏ ‏ أَكْثَرَ مَحْزُوناً وَأَبْكَى لِلْعَيْنِ

إِذْ ذَهَبَ السَّيْلُ بِأَهْلِ الْمِصْرَيْنِ ‏ ‏ ‏ وَخَرَجَ الْمُخَبَّآتُ يَسْعَيْنَ

شَوَارِداً فِي الْجَبَلَيْنِ يَرْقَيْنَ

(غسّان نے دوشنبہ جیسا دن کبھی نہیں دیکھا۔ یہ بہت غمناک اور رُلانے والا دن تھا۔ سیلاب المصرین (الکوفہ و البصرہ) کے باشندوں کو بہالے گیا؛ پردہ نشین عورتیں بھاگتی ہوئی نکلیں اور گھبرائی ہوئی پہاڑوں پر چڑھنے لگیں۔)

عبدالملک نے عبداللہ بن سفیان المخزومی کو، جو مکہ میں اس کا عامل تھا، (اور بعض کہتے ہیں: ان دنوں اس کا عامل الحارث بن خالد المخزومی الشاعر تھا)، لکھا، کہ *وادی کے کنارے جو مکانات ہیں ان کے اور مسجد (حرام) کے گرد بے گارے کے بند بندھواؤ، اور کوچوں کے نکڑوں پر پشتہ بنواؤ، تاکہ لوگوں کے گھر (سیلابوں کی تباہی سے) محفوظ ہو جائیں۔ اس کام کے لئے اس نے اس کے پاس ایک نصرانی (معمار) بھیجا، جس نے دیواریں بنائیں اور وہ پشتہ باندھا جو بنی قُراد کے پشتے کے نام سے مشہور ہے؛ اور اسی کو بنی جُمَح کا پشتہ بھی کہتے ہیں۔ (اس کے علاوہ) مکہ کے زیرین حصے میں بھی کئی بند بندھوائے۔ شاعر کہتا ہے:۔

سَأَمْلِكُ عَبْرَةً وَأُفِيضُ أُخْرَى ‏ ‏ ‏ إِذَا جَاوَزْتُ رَدْمَ بَنِي قُرَادِ

(جب میں بنی قُراد کے بند سے گزروں گا، تو میری یہ حالت ہو گی کہ میں ایک آنسو روکوں گا تو دوسرا بہ جائے گا۔)

تیسرا سیلاب المُخَبَّل ہے۔ یہ جس زمانے میں آیا تھا، اس زمانے میں لوگوں کے جسموں میں بیماری، اور زبانوں میں خَبَل* تھا؛ اس لئے اس کو المُخَبَّل کہنے لگے۔

---

*ع اعضا کا بیکار یا شل ہو جانا۔ فالج۔

چوتھے سیلاب کو "سیلِ ابوشاکر" کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سال ابوشاکر موسمِ حج کا منتظم تھا۔ یہ سیلاب ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں ۱۲۰ھ میں آیا تھا۔ ابوشاکر کا نام مَسلَمہ بن ہشام تھا۔

راوی کہتا ہے: وادیٔ مکہ کا سیلاب ایک مقام سے آتا ہے جو سُدَّۃُ عتّاب بن اُسَید بن ابی العیص کے نام سے مشہور ہے۔

عباس بن ہشام نے کہا ہے: عبداللہ المامون بن الرشید رحمہ اللہ کی خلافت میں بھی ایک زبردست سیلاب آیا تھا اور اس کا پانی الحجر تک پہنچ گیا تھا۔

مجھ سے العبّاس نے کہا، اُن سے اُن کے والد نے، ان سے ان کے والد محمد بن السائب الکلبی نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے عِکرِمہ نے، کہ:۔ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں بعض انصابِ حرم کچھ مٹ گئی تھیں، اس لئے معاویہ نے مروان بن الحکم کو جو المدینہ میں ان کا عامل تھا یہ لکھا، کہ "اگر کُرز بن عَلقَمَۃ الخُزاعی زندہ ہوں تو انھیں تجدید اَنصابِ حَرم کی تکلیف دو۔ کیوں کہ وہ حدودِ حَرم سے خوب واقف ہیں۔" کُرز اگرچہ اس وقت عمر رسیدہ ہو چکے تھے، مگر انھوں نے یہ کام کر دیا، اور وہی علامتیں آج تک قائم ہیں۔" (۵۵)

الکلبی کہتا ہے:۔ یہ کُرز بن عَلقَمہ بن ہلال بن جُریبہ بن عبدنُہم بن حُلَیل بن حُبشِیَّۃ الخزاعی ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ارادہ سے المدینہ کی طرف نہضت فرما ہوئے تو کُرز نے اس غار تک آپ کا تعاقب کیا جس میں آپ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھپ گئے تھے۔ کُرز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان پہچان لیا، لیکن غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھ کر بولے: "محمد (روحی فداہ) کے قدم کا نشان تو یہی ہے مگر آگے کھوج نہیں لگتا۔"

الطائف

راوی کہتا ہے۔ حُنین کے دن ہوازن نے شکست کھائی، دُرید بن الصمہ مارا گیا، شکست خوردہ اوطاس کی طرف بھاگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی جانب ابو عامر الأشعری کو روانہ فرمایا، وہ کام آ گیے، اور ان کے بعد ابو موسیٰ بن قیس الأشعری سرلشکر ہوئے۔ اور وہ مسلمانوں کو لے کر اوطاس کی طرف بڑھے۔ ان دنوں ہوازن کا رئیس مالک بن عوف بن سعد یکے از بنی دُہمان بن نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھا (وہ مسلمانوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر) الطائف کی طرف بھاگ گیا، اور یہ دیکھ کر، کہ اہل الطائف نے اپنے قلعہ کی مرمت کر کے اس میں کافی سامان رسد جمع کر لیا ہے، اور حصار کے لئے تیار ہیں، الطائف میں مقیم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر نہضت فرما ہوئے، الطائف پر مقام فرمایا، اور ان کے قلعہ پر منجنیق نصب کی۔ ثقیف نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کی، اور گائے کی کھال کے دبابہ پر، جو مسلمانوں کے ساتھ تھا، گرم لوہے کی سلاخیں برسائیں، جس سے وہ جل گیا، اور اس کے نیچے جو مسلمان تھے زخمی ہوئے۔ الطائف کا محاصرہ پندرہ راتوں تک جاری رہا۔ یہ شوال ۸ھ کا واقعہ ہے۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل الطائف کے غلاموں میں سے چند غلام حاضر ہوئے، ان میں سے ایک ابوبکرہ بن مسروح تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا انکا نام نفیع تھا؛ (۵۶) اور ایک الأزرق تھے، جن کی طرف أزارقہ (خارجی) منسوب ہیں، یہ رومی غلام تھے، اور لُہاری کا کام جانتے تھے، اور ان کا نام ابو نافع بن الأزرق الخارجی تھا۔ اس حاضری کی وجہ سے یہ لوگ آزاد کر دئیے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے، کہ نافع بن الأزرق الخارجی بنی حنیفہ میں سے تھے۔ اور وہ کوئی اور الأزرق تھے جو الطائف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُنین کے لونڈی غلاموں اور وہاں کی غنیمتوں کی تقسیم کے لئے الجعرانہ تشریف لائے۔ ثقیف نے اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ دوبارہ تشریف نہ لائیں، آپ کی خدمت میں وفد بھیجا، اور آپ نے اس سے اس بات پر صلح فرمالی، کہ اہل الطائف مسلمان ہو جائیں اور جن اموال اور دفینوں کے مالک ہیں ان پر بدستور قابض رہیں۔ اور اس امر کی انھیں تحریر دے دی۔ لیکن یہ قید لگادی کہ سود اور شراب سے اجتناب کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ (بلاکے) سودخوا تھے۔

راوی کہتا ہے:۔ الطائف کو پہلے 'وَجّ' کہتے تھے۔ جب اس کو مستحکم کر دیا گیا اور اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری بنا دی گئی تو الطائف کہنے لگے۔

مجھ سے المدائنی نے کہا، اُن سے اسماعیل الطائفی نے ان سے ان کے والد نے، اور ان سے الطائف کے باشندوں میں سے چند شیوخ نے، کہ:۔ الطائف کے مِخلاف میں ان یہود کی ایک جماعت تھی جو الیمن اور یثرب سے نکال دئیے گئے تھے، یہاں وہ تجارت کے لئے مقیم ہو گئی تھی، اس پر جِزیہ لگا دیا گیا۔ معاویہ نے انہی میں سے بعض

سے الطائف میں اپنے لئے جائدادیں خریدی تھیں۔

(حضرت) عبّاس بن عبدالمطّلب کے پاس الطائف میں کچھ زمین تھی جس میں کشمش پیدا ہوتی تھی، اور وہ (مکہ) لائی جاتی تھی، اور اس سے حاجیوں کو پلانے کے لئے نبیذ بنائی جاتی تھی۔ الطائف میں عامۂ قریش کے مکانات تھے، جن میں وہ مکہ سے آکر ٹھیرتے اور اُن کی مرمت کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب اہلِ مکہ نے اسلام قبول کیا، تو ثقیف کو ان جائدادوں کی طمع دامنگیر ہوئی (، اور انھوں نے ان پر قبضہ کر لیا) لیکن جب الطائف بھی فتح ہو گیا تو یہ جائدادیں پھر اپنے اصلی مالکوں کو واپس مل گئیں، اور طائف مکہ کی قسمتوں (=مخالیف) میں سے ایک قسمت قرار دیا گیا۔

کہتے ہیں:- الطائف کے دن ابوسُفیان بن حَرب کی ایک آنکھ مجروح ہو گئی تھی۔

ہم سے حدیث بیان کی الولید بن صالح نے، اُنھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الواقدی نے، اُن سے محمّد بن عبداللہ نے ان سے الزُّہری نے، ان سے ابن المُسیّب نے، اور ان سے عتّاب بن اُسَید نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ثقیف کے تاکستانوں کی جانچ کی جائے، جس طرح نخلستانوں کی جانچ کی جاتی ہے، اور پھر ان سے انگوروں ہی کی صورت میں زکواۃ وصول کی جائے، جس طرح کھجوروں کی زکواۃ وصول کی جاتی ہے۔"

الواقدی کہتا ہے:- ابوحنیفہ کا قول ہے کہ: صدقہ نکالنے کے لئے بیلوں کی جانچ نہیں کرنی چاہئے، بلکہ ان میں سے صدقہ اس وقت نکالنا چاہئے (۵۷) جب (وہ بیلوں سے توڑ کر) زمین پر رکھے جائیں: خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ اور یعقوب کہتے ہیں: جب انگور توڑ کر زمین پر جمع کئے جائیں اور ان کی مقدار پانچ وَسق ہو، تب ان میں ایک عُشر یا نصف عُشر زکواۃ نکالی جائے۔ اور یہی قول سُفیان بن سعید الثّوری کا ہے۔

وَسق ۶۰ صاع کے برابر ہوتا ہے۔"

مالک بن انس اور ابن ابی ذئب کہتے ہیں: سنت یہی ہے کہ تاکستانوں میں سے تخمینہ کر کے زکوٰۃ وصول کی جائے جس طرح نخلستانوں میں سے کھجوروں کی زکواۃ وصول کی جاتی ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی شَیْبان بن ابی شَیْبَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سلَمہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن سَعید نے، اور ان سے عَمرو بن شُعَیب نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہٗ) کو الطائف کے عامل نے لکھا: "شہد والے ہمیں وہ محصول نہیں دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے، اور وہ دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ تھا۔" (حضرت) عمرؓ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "اگر وہ محصول دیں تو اُن کی وادیوں کی حفاظت کرو، اور اگر نہ دیں تو حفاظت نہ کرو۔"

ہم سے حدیث بیان کی عمرو بن محمّد النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی اسمٰعیل بن ابراہیم نے، ان سے عبد الرحمٰن بن اسحٰق نے، ان سے ان کے والد نے ان سے انکے دادا نے، اور ان سے (حضرت) عمرؓ نے، کہ:۔ انھوں نے شہد میں زکوٰۃ کا دسواں حصہ مقرر کیا۔

ہم سے حدیث بیان کی داؤد بن عبد الحمید قاضی الرَّقّہ نے، اُن سے مروان بن شجاع نے، ان سے خُصَیف نے، اور ان سے عمر بن عبد العزیز نے، کہ:۔ انھوں نے اپنے ان عاملوں کو، جو کہ الطائف پر تھے، لکھا کہ چھال پر صدقہ مقرر ہے، اور تم یہ صدقہ ان لوگوں سے وصول کیا کرو، جو چھالوں کے مالک ہوں۔"

الواقدی کہتا ہے:۔ ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ شہد کے چھتّوں پر صدقہ نہیں ہے۔ اور مالک الثَّوری کہتے ہیں: شہد خواہ کتنا ہی ہو مگر اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور الشّافعی کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن ابو حنیفہ کہتے ہیں: شہد کم ہو یا زیادہ، اگر عُشری زمین میں پیدا ہو گا تو اس پر عُشر لیا جائے گا اور اگر خراجی زمین میں پیدا ہو گا تو کچھ نہیں لیا جائے گا۔ کیوں کہ زکوٰۃ اور

خراج ایک شخص پر جمع نہیں ہو سکتے۔"

الواقدی کہتا ہے: — مجھے القاسم بن معن اور یعقوب نے یہ خبر دی کہ: — ابوحنیفہ نے ایسے شہد کے متعلق جو ذمی کی زمین میں پیدا ہوا ہو اور وہ عُشری زمین ہو، یہ کہا کہ اس پر کوئی عُشر نہیں ہے، بلکہ اس پر اور اس کی زمین پر خراج ہے۔ لیکن اگر وہ کسی تغلبی کی زمین میں پیدا ہو، تو اس سے پانچواں حصہ لیا جائے۔ اور زُفر کا بھی یہی قول ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں: خراجی زمین کے شہد پر کچھ نہیں ہے مگر عُشری زمین کے شہد پر دس رطل میں سے ایک رطل[1] لیا جائے۔

(۵۸) محمد بن الحسن کہتے ہیں: (شہد میں) پانچ فرق[2] سے کم پر صدقہ نہیں ہے اور یہی قول ابن ابی ذئب کا ہے۔

خالد بن عبداللہ الطحان کہتا ہے: ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ خراجی اور عُشری زمین کے پیدا شدہ شہد پر دس رطل میں سے ایک رطل مقرر ہے۔ اور یہی قول الحسن بن صالح ابن حَیّ کا ہے۔

مجھ سے ابو عُبَیدہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھ سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے الاَوزاعی نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ: — شہد کے دس مشکیزوں پر ایک مشکیزہ ہے۔

ہم سے بیان کیا الحسین بن علی بن الاَسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن حمید الرؤاسی نے، ان سے جعفر بن نجیح المدینی نے اور اُن سے بِشر بن عاصم اور عثمان بن عبداللہ بن اَوس نے، کہ: — سفیان بن عبداللہ الثقفی نے، جو الطائف میں (حضرت) عمرؓ بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے عامل تھے، (حضرت عمرؓ کو) لکھا کہ "آج کل میرے سامنے چند باغوں کا مسئلہ پیش ہے جن میں انگور، شفتالو، اور انار پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے علاوہ اور چیزیں

---

[1] رطل ڈھائی سیر کے برابر ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۱، ص)
[2] فرق ایک من کے برابر ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۳، ص ۱۹۶)

بھی پیدا ہوتی ہیں، جن کی پیداوار انگوروں کی پیداوار سے کئی گنی زیادہ ہے" اور ان سب پر عُشر مقرر کرنے کی اجازت مانگی۔ راوی کہتا ہے (حضرت) عمرؓ نے اس کا یہ جواب دیا، کہ "ان چیزوں پر عُشر نہیں ہے"۔

یحییٰ بن آدم کہتا ہے میں نے سُفیان بن سعید کو یہ کہتے سنا ہے کہ: — زمین کی پیداوار میں چار چیزوں: گیہوں، جَو، کھجور اور منقّی کے سوا کسی چیز پر صدقہ نہیں ہے؛ اور ان پر بھی اس صورت میں ہے جب ان میں سے ہر ایک کی مقدار پانچ وسق ہو۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: عُشری زمین میں جو کچھ پیدا ہو اس پر عُشر ہے، اگرچہ وہ بقولات کا ایک دستہ ہی ہو۔ اور زُفر کا بھی یہی قول ہے۔

مالک اور ابن ابی ذئب اور یعقوب کے نزدیک بقولات اور اسی قسم کی چیزوں پر کوئی صدقہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: گیہوں، جو، جُوار جَو برہنہ، دال، خرما، منقّی، چاول، تِل، مٹر، اور تمام ایسے غلے، جو تولے جا سکتے ہوں اور جو بھر کر رکھے جائیں؛ نیز مسور، چنے، لوبئے، ماش، اور کوُدوں[عہ] پر، پورے پانچ وسق ہونے کی صورت میں صدقہ ہے، اور اس سے کم میں نہیں ہے۔ الواقدی کہتا ہے: ربیعؒ بن ابی عبدالرحمٰن کا بھی یہی قول ہے۔

الزُّہری کہتے ہیں: تمام مالوں اور دالوں پر زکوٰۃ ہے۔

مالکؒ کہتے ہیں: ناشپاتی اور شفتالو اور انار پر کچھ نہیں ہے، بلکہ تمام تر میووں میں سے کسی پر صدقہ نہیں ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو یوسف کہتے ہیں: اُن چیزوں کے سوا اور کسی چیز پر صدقہ نہیں ہے، جو قفیز سے ناپی جائیں یا ترازو سے تولی جائیں۔

ابو الزِّنادؒ اور ابن ابی ذئب اور ابن ابی سَبرَہ کہتے ہیں: ترکاریوں

عہ موٹھ، مٹر، جو، جوار کے آمیزہ کو کوُدوں کہتے ہیں، جس طرح جَو چنے اور گیہوں کے آمیزہ کو بیجھڑ، اور گیہوں، اور جو کے آمیزہ کو گوجرہ کہتے ہیں۔

اور پھلوں پر کوئی صدقہ نہیں ہے مگر جب وہ بیچی جائیں تو ان کی قیمتوں پر ہے"
مجھ سے عبّاس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاصی الثقفی کو الطائف کا عامل مقرر فرمایا۔

تبالہ وجرش

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، ان سے عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے اور ان سے الزہری نے، کہ: اہل تبالہ و جرش نے بغیر جنگ اسلام قبول کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسی حالت پر جس پر، کہ وہ مسلمان ہوئے تھے، انھیں برقرار رکھا؛ اور ان میں سے جو اہل کتاب تھے، ان کے ہر بالغ پر ایک دینار (جزیہ) مقرر فرمایا، اور یہ شرط لگائی کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت (یعنی ان کے لئے سامان رسد مہیا) کیا کریں گے؛ اور ابو سفیان بن حرب کو جرش کا حاکم مقرر فرمایا۔

تبوک، أیلہ، أذرح، مقنا اور الجربا

کہتے ہیں: ۹ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارض الشام میں تبوک کی طرف ان لوگوں سے غزا فرمانے نہضت فرما ہوئے، جو روم، عاملہ لخم اور جُذام وغیرہ قبائل میں سے وہاں جمع ہوئے تھے۔ مگر انھوں نے جنگ نہیں کی؛ آپ نے چند روز وہاں قیام فرمایا، اور ان سے جزیہ پر صلح فرمالی۔

اسی اثناء میں اَیلہ کا سردار یُحنّہ بن رُؤبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپنے اس سے مصالحت فرمالی؛ اور اس کے علاقہ میں بسنے والے ہر بالغ پر ایک دینار سالانہ مقرر فرما دیا۔ جس کے تین سو دینار وصول ہوتے تھے۔ اور ان پر یہ شرط لگادی کہ ان کی آبادیوں میں سے جو مسلمان گزرے گا وہ اس کی مہمانداری کریں گے۔ اور اس مضمون کا اس کو ایک وثیقہ تحریر فرمادیا کہ ان کی حفاظت وحمایت کی جائے گی۔

مجھ سے بیان کیا محمّد بن سَعد نے، انھوں نے کہا ہم سے بیان کیا الواقدی نے، ان سے خالد بن رَبیعہ نے، اور ان سے طلحۃ الأیلی نے، کہ:- عمر بن عبد العزیز اہل اَیلہ سے ۳۰۰ دینار سے زیادہ کچھ نہیں لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اُذرُح سے اس بات پر صلح فرمائی، کہ وہ ہر رجب پر ۱۰۰ دینار دیا کریں گے۔

اور اہل الجرُبا سے جزیہ پر صلح فرمائی، اور انھیں ایک تحریر عطا فرمادی۔ اور اہل مَقْنا سے، جو یہود تھے، ان کی بُنْبُوں، اور کتے ہوئے (سُوت وغیرہ)، اور گھوڑوں، اور زرہوں، اور پھلوں کے چوتھے حصہ پر مصالحت فرمائی۔ (۹۰)

مجھ سے اہلِ مصر میں سے ایک شخص نے کہا، کہ :- میں نے وہ تحریر اپنے آنکھوں سے دیکھی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مَقْنَا کو دی تھی، وہ سُرخ جھلی پر مٹی مٹی لکھی ہوئی تھی، اور میں نے اس کو نقل کر لیا تھا۔ اس نے وہ تحریر مجھے املا کی، اور وہ یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے بنی جَنْبَہ اور اہل مقنا کے نام۔

تم پر سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے گاؤں واپس جارہے ہو۔ جب میرا یہ مکتوب تمھارے پاس پہنچے، تو تم اپنے تئیں حفظ و امان میں سمجھو، کیونکہ اب تمھارے لئے اللہ کا، اور اس کے رسول کا ذمہ ہے؛ اور رسول اللہ نے تمھارے گناہ، اور وہ سب خون، جن کے لئے تمھارا تعاقب کیا گیا تھا، معاف کردئے ہیں۔ تمھارے گانوں میں رسول اللہ کے سوا، اور رسول اللہ کے نائندے کے سوا، تمھارا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ آج کے بعد سے تم پر نہ کوئی ظلم ہوگا اور نہ زیادتی۔ اور اللہ کا رسول تمھیں ان تمام چیزوں سے بچائے گا جن سے وہ خود اپنے تئیں بچاتا ہے۔

جو چیزیں رسول اللہ نے یا رسول اللہ کے نمایندے نے معاف کردی ہیں، ان کے سوا تمھارے بُنے ہوئے کپڑے تمھارے غلام، تمھارے گھوڑے، اور تمھاری زرہیں، رسول اللہؐ

کے لئے ہیں۔ جو کچھ تمھارے نخلستانوں میں پیدا ہو، اور تمھاری بنیاں شکار کریں، اور تمھاری عورتیں کاتیں، ان سب میں سے ایک چوتھائی تم پر واجب ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہے تمھارا ہے۔

نیز یہ کہ رسول اللہ نے تمھیں ہر قسم کے جزیہ، اور بیگار سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اگر تم سنو گے اور اطاعت کرو گے تو رسول اللہ تمھارے عزت داروں کی عزت کریں گے، اور تمھارے قصور معاف کریں گے۔

بنی حَبِیبَہ اور اہل مَقْنَا میں سے جو مسلمانوں سے بھلائی کرے گا، وہ اسی کے لئے بھلائی ہوگی؛ اور جو بُرائی کرے گا، وہ اسی کے لئے بُرائی ہوگی۔

تم پر کوئی امیر نہیں ہوگا مگر وہ جو خود تمہیں میں سے یا رسول اللہ کے اہل بیت میں سے ہو۔

اس کو علی بن ابو طالب نے ۹ھ میں لکھا۔[1]



[1] محمد بن احمد بن عساکر کہتا ہے: یہ تحریر جعلی ہے۔ اس میں علاوہ اور خامیوں کے ایک صریح نحوی غلطی ہے، اور وہ یہ ہے کہ محرر کا نام "علی بن ابو طالب" لکھا ہے، اور یہ غلط ہے کیونکہ بقاعدۂ نحو "علی ابن ابی طالب" ہونا چاہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ (حضرت) علیؑ علم نحو کے موجد تھے، اور ان کی قلم سے ایسی عبارت ہرگز نہیں نکل سکتی تھی جس میں ایسی نحوی غلطی ہو۔ دوسری وجہ جو اس کے جعلی ہونے کو اور تقویت دیتی ہے، یہ ہے کہ اہل مَقْنَا کی صُلح غَزْوۂ تبوک کے موقع پر ہوئی ظاہر کی گئی ہے، اور یہ متفق علیہ ہے کہ (حضرت) علیؑ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

دَوْمَۃُ الجَنْدَل

راوی کہتا ہے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید بن
المُغیرۃُ المخزومی کو اُکیدِر بن عبدالملک الکندِی ثم السَّکونی کے مقابلہ پر
دَوْمَۃُ الجَنْدَل روانہ فرمایا۔ خالد نے اس کو گرفتار کیا، اور اس کے بھائی کو
قتل کر کے اس کا زرکار ریشمی جبہ چھین لیا؛ اور اس کو اپنے ساتھ لیکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُکیدِر مسلمان ہو گیا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے، اور اہلِ دَوْمَۃ کے لئے
ایک وثیقہ تحریر فرمایا، جو یہ تھا:۔

یہ تحریر محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے اُکَیدِر کے لئے ہے جبکہ
اس نے اسلام قبول کیا، اور اَنداد و اصنام کو چھوڑ دیا؛ اور اہلِ
دَوْمَۃ کے لئے ہے۔

جو ہڑوں کا وہ حصہ جو آبادی کے باہر ہے، بنجر زمینیں[۱]،
اور جنگل، اور غیر آباد زمینیں، اور زرہیں، اور ہتھیار، اور باربرداری
کے جانور، اور گڑھی؛ یہ سب چیزیں ہمارے لئے ہیں۔ اور تمہارے لئے

---

[۱] اصل لفظ ہے: البَوْر۔ یعنی وہ زمین جس میں نہ غلہ پیدا ہوتا ہو اور نہ اس میں کاشت
کی جاتی ہو (الفائق، ج ۲، ص ۵۲۳)

لئے وہ کھجور کے درخت ہیں جو گڑھی کے اندر ہیں، اور بہتا
ہوا پانی ہے۔ تمہارے چرنے والے جانور چراگاہوں سے
نہیں پھیرے جائیں گے اور نصاب کی مقررہ تعداد سے جو
مواشی زیادہ ہوں گے، زکاۃ کے تعین کے وقت ان کا
شمار نہیں کیا جائے گا[1]۔ اور تمہارے پودے اُگنے سے نہیں
روکے جائیں گے۔

تمہیں وقت پر نماز پڑھنی، اور حق کے مطابق زکاۃ دینی
ہوگی، اس کے لئے تمہارے ساتھ اللہ کا عہد و میثاق ہے،
اور تم ہماری صداقت اور وفا کے عہد کے مستحق ہو۔ اللہ اور
مسلمان حاضرین شاہد ہیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی العبّاس بن ہشام الکلبی نے، ان سے
ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خالد بن الولید کو اُکیدر کی جانب روانہ فرمایا، وہ اس کو لیکر
خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، وہ مسلمان ہوگیا، اور آپ نے اس کو ایک
وثیقہ تحریر فرمادیا۔ لیکن آپ کے انتقال فرمانے کے بعد اس نے صدقہ
روک دیا، عہد شکنی کی، اور الحیرہ چلا گیا، یہاں اس نے ایک عمارت
بنوائی، اور اس کا نام دومۃ الجندل کے نام پر دُومہ رکھا۔ اس کا بھائی حُریث
بن عبد الملک اسلام لایا، اور اُکیدر کے پاس جو کچھ تھا (رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے) وہ اسی کو دے دیا[2]۔ سُوید بن شبیب الکلبی نے کہا ہے:

لا یامنن قوم عثار جدودہم ... کما زال من خبت ظعائن اکیدرا

(کسی قوم کو ان کے بزرگوں کی شرارتوں سے بے فکر نہیں
ہونا چاہیئے۔ جس طرح پہلے ترائی سے اُکیدر کے ہودے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ زکاۃ کی ایک مقررہ تعداد سے زیادہ، اور دوسری مقررہ تعداد سے کم جو مواشی ہوں گے، ان کا شمار نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً اگر چالیس مواشی پر زکاۃ کی ایک مقدار مقرر ہے اور کسی کے پاس بیالیس مواشی ہیں، تو ان دو کا شمار نہیں کیا جائے گا، اور زکاۃ صرف چالیس پر لی جائے گی۔

[2] مصنف کے الفاظ سے مطلب واضح نہیں تھا، میں نے حافظ ابن حجر کی مدد سے واضح کیا ہے۔ اگرچہ حافظ نے غلطی سے حُریث کو حُریب لکھا ہے۔ (ج ۱، ص ۳۷۷)

بھاگ چکے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی صورت پھر پیش آئے)

راوی کہتا ہے :۔ یزید بن معاویہ نے اسی حریث کی بیٹی سے شادی کی تھی۔

العبّاس نے کہا مجھے میرے والد نے عَوانہ بن الحکم (کے حوالے) سے یہ خبر دی، کہ :۔ (حضرت) ابو بکرؓ نے خالد بن الولید کو جو اس وقت عینُ التمر میں تھے 'اُکیدِر' کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا، وہ گئے، اور انھوں نے اس کو قتل کیا اور دَوْمہ فتح کر لیا۔ یہ اُکیدِر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد دَومہ سے نکل کر پھر واپس آگیا تھا، خالد نے اس کو قتل کیا، اور پھر الشام کی طرف چلے گئے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ جب خالد نے الشام جانے کے لئے العراق سے کوچ کیا، تو دَوْمۃ الجُنْدل پر سے گزرے، اس کو فتح کیا، اور بہت سے قیدی ساتھ لائے جن میں ایک لیلیٰ بنت الجُودی الغسانی بھی تھی بعض کہتے ہیں : لیلیٰ حاضرِ غسّان میں پکڑی گئی تھی، اور اس کو خالد کے سواروں نے گرفتار کیا تھا۔ یہ بنت الجودی وہی ہے جس پر عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیقؓ فریفتہ ہو گئے تھے؛ وہ اس کی نسبت کہتے ہیں :۔

تَذَکَّرْتُ لَیْلٰی وَالسَّمَاوَۃَ بَیْنَنَا ۔۔۔ وَمَا لِابْنَۃِ الْجُوْدِیِّ لَیْلٰی وَمَالِیَا

(میں نے لیلیٰ کو اس وقت یاد کیا جب السّماوہ ہم دونوں کے درمیان حائل تھا۔ بنت الجودی کو مجھ سے کیا کام۔)

گرفتار ہونے کے بعد وہ انہی کو دے دی گئی، اُنھوں نے اس سے شادی کر لی، اور وہ ان پر اتنی حاوی ہو گئی، کہ ان کا دل اس کے سوا اپنی دوسری بیویوں سے پھر گیا۔ پھر یہ ہوا کہ اسے ایک ایسی شدید بیماری لاحق ہو گئی کہ اس کا وہ رنگ روپ جاتا رہا، اور اُن کو اس سے نفرت ہو گئی۔ ان سے کہا گیا کہ اس کو مُتْعَہ دے کر اس کے گھر واپس بھیجدو، اور انھوں نے اس کو متعہ دے کر اس کے گھر بھیجدیا۔

الواقدی کہتا ہے :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ ہجری میں

دَوْمَۃُ الجَنْدَل پر غزا فرمایا، اور کسی نے آپ کا مقابلہ نہیں کیا۔ پھر آپ نے خالد بن الولید کو ان کے مسلمان ہونے کے ۲۰ مہینے بعد، شوال سنہ ۹ھ میں اُکَیدِر کے مقابلے پر روانہ فرمایا۔

[illegible] نے بعض اہلِ الحِیرَہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ :— اُکَیدِر اور اس کا بھائی [illegible] کلب میں اپنے ماموں سے ملنے دومۃ الحِیرَہ آتا، اور اس کے پاس [illegible] رہتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں بھائی شکار کھیلنے نکلے، ان کو ایک شہر کا ویرانہ دکھائی دیا جس میں بعض دیواروں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا، اور وہ (دیواریں) جَنْدَل (= پتھروں) سے بنی ہوئی تھیں۔ (ان دونوں نے) اس ویرانے کو دوبارہ تعمیر کرایا، اس میں زیتون وغیرہ (کے درخت) لگائے، اور اس کا نام دَوْمَۃُ الجَنْدَل رکھا تاکہ اس میں اور دُومۃُ الحِیرَہ میں امتیاز رہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمْرو بن محمد النَّاقِد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن وَہب المِصری نے، ان سے یونس الاَیلی نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ :— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن الولید بن المغیرہ کو اہلِ دَوْمَۃُ الجَنْدَل کی طرف روانہ فرمایا، جو الکوفہ کے نصرانی تھے، اور انھوں نے ان کے سردار اُکَیدِر کو گرفتار کر کے اس سے جزیہ پر معاملہ کرلیا۔



صُلحِ نَجَران

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہَیثَم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح نے، ان سے لَیث بن سَعد نے، اُن سے (٦٤) یُونس بن یَزید الاَیلی نے، اور ان سے الزُّہری نے کہ وہ اہلِ نجران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، جس میں ان کے سَیِّد اور عاقِب[1] تھے۔ انھوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی، اور آپ نے ان سے اس پر صلح فرمائی کہ وہ دو ہزار حُلّے[2] صفر کے مہینے میں، اور دو ہزار حُلّے رجب کے مہینے میں دیا کریں گے، جن کی قیمت ایک ایک اوقیہ ہو گی۔ اور ایک اوقیہ کا وزن ۴۰ درہم ہوگا۔ لیکن جو حُلّے ایک اُوقیہ سے زیادہ کے ہوں گے، ان کی قیمت کی زیادتی حلوں کی تعداد کی کمی سے، اور جو اس سے کم کے ہوں گے ان کی قیمت کی کمی حُلّوں کی تعداد کی بیشی سے، پوری کرائی جائے گی۔ اور اگر وہ حُلّوں کے بدلے اسی قیمت کے اسلحہ، یا گھوڑے، یا اونٹ، یا اور چیزیں دیں گے، تو وہ قبول

---

[1] سیِّد = سردار۔ عاقب = نائب یا نمایندہ۔

[2] حُلّہ ایک لباس ہے جس سے سارا جسم ڈھنپ جاتا ہے۔

کر لی جائیں گی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادوں کی مہینہ بھر، یا اس سے کم مہمان داری کیا کریں گے؛ اور مہینہ بھر سے زیادہ انھیں نہیں روکیں گے۔ اگر الیمن سے جنگ ہو گی، تو وہ تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریتہً دیں گے؛ اور اگر ان میں سے کوئی (اونٹ یا گھوڑا) ہلاک ہو جائے گا، تو رسول اللہ کے فرستادے اس کے لئے ضامن ہوں گے، حتیٰ کہ انھیں اس کا بدل دیں۔ ان باتوں کے لئے آپ نے انھیں اللہ کا ذِمّہ اور اس کا عہد دیا، اور وعدہ کیا کہ نہ انھیں ان کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے گا، نہ اُن کے مراتبِ حاصلہ میں کمی کی جائے گی، نہ انھیں فوجی خدمت پر بلایا جائے گا، اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا۔[1] مگر یہ شرط لگا دی کہ نہ وہ سود کھائیں گے، اور نہ سودی کاروبار کریں گے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکِیع نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مُبارِک بن فُضالَہ نے، اور ان سے الحسن نے، کہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نَجْران کے دو راہب حاضر ہوئے، آپ نے اُن کے سامنے اِسلام پیش کیا، انھوں نے کہا: "ہم اس سے پہلے ہی اسلام لا چکے ہیں"۔ فرمایا: "تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمھیں تین چیزیں اسلام سے روکتی ہیں: سور کا گوشت کھانا، صلیب کی پرستش کرنا، اور یہ کہنا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں"۔ ان دونوں نے کہا: "پھر عیسیٰ کا باپ کون ہے؟" الحسن نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات میں جلدی نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ آپ کو اپنے رب کا حکم مل جاتا تھا؛ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ الیٰ قولہٖ الکاذبین (قرآن، ۳: ۵۱-)۔ یہ نشانیاں اور دانشمندی کی باتیں ہم تمھارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک

---

[1] اصل الفاظ ہیں: لا یحشرو ولا یعشرو۔ بعض نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ "ان کو عامل زکوٰۃ کے پاس ادائے صدقہ کے لیے حاضر نہ ہونا پڑے گا بلکہ خود ان کے گھروں پر جا کر وصول کیا جائے گا (غریب الحدیث والاثر) اور بعض لا یحشروا کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ فوجی مہموں کا بار نہیں ڈالا جائے گا۔"

عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے، جنھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جا، اور وہ ہوگئے ......) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتہ ان دونوں کے سامنے پڑھی، پھر ان دونوں کو مباہلہ کی دعوت دی، اور (حضرت) فاطمہؓ اور (حضرت امام) حسن و حسین (علیہم السلام) کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس پر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "پہاڑ پر چڑھ جا مگر اس شخص سے مباہلہ نہ کر۔ اگر تو نے مباہلہ کیا تو (یاد رکھ کہ) تو لعنت سے پھیر دیا جائے گا۔" اس نے کہا "پھر تیری کیا رائے ہے؟" وہ بولا: "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہم خراج دینا قبول کر لیں اور مباہلہ نہ کریں۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین نے، اور انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، کہ:۔ میں نے ایک شخص سے اس تحریر (۶۵) کی نقل حاصل کی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کو عطا فرمائی تھی، اور اس نے یہ نقل الحسن بن صالح سے حاصل کی تھی، اور وہ یہ ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ یہ وہ تحریر ہے جو اللہ کے رسول محمد نے اہلِ نجران کے لئے لکھی۔ اگرچہ اُسے ان کے پھلوں اور سونے چاندی اور لوہے (یعنی اسلحہ) اور غلاموں میں سے حصہ لینے کی قدرت حاصل تھی، مگر اس نے ان کے ساتھ حوصلہ مندی برتی، اور یہ سب کچھ چھوڑ کر ان پر ایک ایک اوقیہ کے دو ہزار حُلّے مقرر کئے؛ ایک ہزار رجب میں، اور ایک ہزار صفر میں؛ ہر حُلّہ ایک اوقیہ کا ہوگا، اور جو اس سے کم زیادہ کا ہوگا وہ محسوب کر لیا جائے گا۔

اگر وہ حُلّوں کے عوض زرہیں یا گھوڑے، یا سواری کے اونٹوں کی قسم سے کچھ دیں گے، تو (قیمت کے) حساب سے اس کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

نجران پر میرے فرستادوں کی مہمانداری مہینہ بھر کے لئے یا اس سے کم کے لئے لازم ہوگی۔ لیکن اس سے زیادہ

ٹھیرنے کے لئے وہ انھیں نہ روکیں۔

اگر الیمن میں غدر ہوگا (یعنی اگر اہل الیمن کی بغاوت کی وجہ سے ہمیں جنگ کرنی پڑے گی) تو تمھیں تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریۃً دینے ہوں گے ان میں سے جو جانور مریں گے، میرے فرستادے ان کے ضامن ہوں گے، اور تمھیں ان کا بدل دیں گے۔

نجران اور اس کے حاشیہ[1] کے باشندوں کی جانیں، ان کی ملت، ان کی زمین، ان کی جائدادیں، ان کے حاضر و غائب، ان کے جانور[2] ان کے قاصد، اور ان کی تصویریں اللہ کی امان، اور محمد النبی (صلعم) اللہ کے رسول کی ضمانت میں ہیں؛ نہ تمھاری موجودہ حالت میں تغیر کیا جائے گا، نہ تمھارے حقوق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ تمھاری مورتیں مسخ کی جائیں گی۔ کوئی اُسقُف[3]، اُسقُفِیَّت سے؛ اور کوئی راہب، رہبانیت سے؛ اور کوئی واقِہ[4]، وقاہِیَّت سے، نہیں ہٹایا جائے گا؛ خواہ جو کچھ اس کے تحت میں ہو وہ کم ہو یا زیادہ۔

تم سے جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا؛ نہ فوجی خدمت پر بلایا جائے گا، نہ تم پر کوئی عُشر لگایا جائے گا، اور نہ کوئی لشکر تمھاری زمین پامال کرے گا۔

اگر تم سے کوئی اپنا حق مانگے گا تو دونوں کے درمیان

---

[1] اصل میں ہے "نجران و حاشیتہا" حاشیہ = گوشۂ مکان کو بھی کہتے ہیں، اور ناحیہ کو بھی: الفائق میں ہے: حاشیۃ المکان ای جانبہ (ج ۱، ص ۱۸۵)۔ اساس میں ہے: الحاشیۃ الناحیۃ (یعنی حاشیہ ناحیہ کو کہتے ہیں)

[2] اصل لفظ بعیر ہے، بعیر کا اطلاق سواری و بار برداری کے جانور پر ہوتا ہے خواہ اونٹ ہو یا خچر یا گدھا۔

[3] اُسقُف کنیسہ کا ایک عہدہ ہے؛ اس کا درجہ قسّیس سے اونچا، اور مطران سے نیچا ہوتا ہے۔

[4] واقِہ = کنیسہ کا منتظم۔ اس کے لئے وافہ اور وہفیہ بھی آیا ہے اور اس کے معنی بھی یہی ہیں (الفائق، ج ۲، ص ۶۳۳)

انصاف کیا جائے گا؛ نہ تم پر ظلم ہونے دیا جائے گا اور نہ تمھیں ظلم کرنے دیا جائے گا۔

تم میں سے جس نے اس سے پہلے سُود کھایا ہے، وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔

تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔

اس صحیفہ میں جو کچھ ہے اس کے لئے اللہ کی امان اور محمد النبی کا ذمہ ہے، حتیٰ کہ اس بارے میں کوئی حکم الٰہی ہو، اور اس وقت تک کہ تم مسلمانوں کے خیرخواہ رہو، اوران شرائط کے پابند رہو جو تم سے کی گئی ہیں، بغیر اس کے کہ تمھیں ظلم سے کسی بات پر مجبور کیا جائے۔

(٦٦) گواہ شد: ابوسفیان بن حرب۔ غَیلان بن عَمرو۔ مالک بن عَوف، بنی نصر الاقرع بن حابِس الحنظلی۔ المُغیرہ۔ اور یہ لکھا گیا.......''

یحییٰ بن آدم نے کہا:۔ میں نے نجرانیوں کے پاس ایک تحریر دیکھی ہے، اُس کا نسخہ اِس نسخہ سے مشابہ تھا، اور اُس کے نیچے لکھا ہوا تھا: ''اس کو علی بن ابو طالبؑ نے لکھا''۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق کیا کہوں۔

کہتے ہیں:۔ جب (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو انھوں نے یہی معاہدہ برقرار رکھا، اور اسی تحریر کی مانند انھیں ایک تحریر دے دی۔ لیکن جب (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو یہ لوگ سود کھانے لگے تھے، اوران کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی، اس سے انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے وجود سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے، اس لئے انھوں نے ان کو جلاوطن کر دیا، اوران کے لئے یہ دستاویز لکھا:۔

''اما بعد: یہ لوگ الشام و العراق کے باشندوں میں سے جس کے

عہ یعقوبی نے ''اب کے بعد'' لکھا ہے (ج ۲، ص ٦٢)

پاس جائیں وہ انھیں زراعت کے لیئے زمین دے۔(ایسی زمینوں میں سے) یہ لوگ جو زمینیں بونے جوتنے لگیں وہ ان کی الیمن والی زمینوں کے بدلے انہی کی ملک ہوں گی ۔"

یہ لوگ منتشر ہو گئے، ان میں سے بعض الشام چلے گئے، اور بعض نے ناحیہ الکوفہ میں النجرانیہ بسایا، اس کا یہ نام انہی نے رکھا تھا۔

صلح میں یہود نجران نصاریٰ کے ساتھ شامل تھے، اور وہ ان کے اتباع کی حیثیت سے تھے۔

پھر جب (حضرت) عثمان بن عفّان (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوے تو انھوں نے الولید بن عُقبہ بن ابی مُعَیط کو، جو الکوفہ میں ان کا عامل تھا، لکھا:-

"اما بعد۔ میرے پاس نجران کا عاقب اور اُسقُف اور (چند) معززین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لیکر آئے اور وہ پروانہ بھی انھوں نے مجھے دکھایا، جو عمرؓ نے انھیں دیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق عثمان بن حُنَیف سے گفتگو کی، انھوں نے کہا: "میں ان لوگوں کے معاملہ میں تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ یہ (شرط) زمینداروں کے لئے بہت نقصان دہ ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے وہ اپنی زمینوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔" بنا بریں میں ان کی زمین کے معاوضہ میں لوجہ اللہ ان کے جزیہ میں سے دو سو حُلّے کم کر دیتا ہوں، اور ان کے حق میں تمھیں وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ وہ قوم ہے جس کے لئے ذِمّہ ہے۔"

میں نے ایک عالم کو یہ کہتے سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ نے ان کو یہ پروانہ دیا تھا:-

"اما بعد الشام والعراق کے باشندوں میں سے جس کے پاس یہ لوگ جائیں وہ ان کے لئے قابلِ زراعت زمین خالی کر دے۔"

اور بعض سے میں نے سنا ہے (پروانہ میں قابلِ زراعت کی

بجائے) افتادہ زمین تھی"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ بن حمّاد النرسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سلمہ نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے اسمٰعیل بن حکیم نے، اور ان سے عمرؓ بن عبدالعزیز نے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا "لا یبقین دینان فی ارض العرب" (ارض عرب میں دو دین ہرگز باقی نہ رہیں) اور (اس حکم کے مطابق حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اہلِ نجران کو النجرانیہ کی طرف جلا وطن کر دیا، اور ان کی جائدادیں اور ان کے اموال خرید لئے"۔ (٦٧)

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:- "نجرانِ الیمن" کا نام نجران بن زید بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر رکھا گیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الاعمش نے اور ان سے سالم بن ابی الجعد نے، کہ:- جب اہلِ نجران کی تعداد چالیس ہزار ہو گئی تو وہ آپس میں حسد کرنے لگے، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور ان سے درخواست کی کہ ہمیں جلا وطن کر دو۔ وہ اول ہی ان کی طرف سے مسلمانوں کے لئے خائف ہو رہے تھے۔ انھوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور انھیں جلا وطن کر دیا۔ بعد میں یہ لوگ پچھتائے، اور (حضرت) عمرؓ سے کہا "ہمیں معاف کر دو"۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر جب (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (لوگوں کی امامت اور سرداری) پر کھڑے ہوئے تو یہ لوگ آئے، اور عرض کی کہ "ہم آپ کو آپ کے سیدھے ہاتھ کا نوشتہ، اور وہ سفارش جو آپ نے اپنے نبی (صلعم) سے کی تھی، یاد دلا کر عرض کرتے ہیں، کہ ہمیں معاف کر دیجئے"۔ فرمایا، "عمرؓ بڑے معاملہ فہم تھے، میں ان کے خلاف عمل کرنا برا سمجھتا ہوں"۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے محمد بن مروان

اور الہیثم بن عدی نے کہا، اور ان دونوں نے کہا ہم سے الکلبی نے، کہ:۔ الکوفہ میں جو النجرانیہ تھا اس کا سردار ان تمام نجرانیوں کے پاس جو الشام اور اس کے نواح میں تھے، اپنے نامہ بر بھیجتا، اور (ان کے ذریعے) حلّوں کی تیاری کے لئے مال تقسیم کرا تا تھا۔ جب معاویہ یا یزید بن معاویہ والی (بادشاہ) ہوئے تو ان لوگوں نے شکایت کی کہ ہم منتشر ہوگئے ہیں، ہم میں سے بعض مرگئے ہیں اور بعض نے اسلام قبول کر لیا ہے اور (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کی وہ تحریر دکھائی، جس میں انھوں نے حلّوں کی تعداد کم کر دی تھی؛ اور کہا: "اب ہماری تعداد اور بھی کم ہوگئی ہے اور ہم بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔" معاویہ نے دو سو حلّے کم کر دیئے جس سے (حلوں کی مقررہ تعداد میں) چار سو حلوں کی کمی ہوگئی۔ پھر جب الحجاج بن یوسف، العراق کا والی ہوا، اور اس پر ابن الاشعث نے خروج کیا تو اس نے دہقانوں کے ساتھ نجرانیوں کو بھی ابن الاشعث کی اعانت کا مجرم گردانا، اور ان پر اٹھارہ سو منقوش حلّوں کا جزیہ لگا دیا۔ پھر عمر بن عبد العزیز والی (بادشاہ) ہوئے، اور ان لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ "ہم برباد ہوئے جاتے ہیں، ہماری تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے، عرب ہم پر پیہم چھاپے مارتے ہیں، انھوں نے ہم پر اتنا بار ڈال دیا ہے جو ہماری برداشت سے زیادہ ہے، اور الحجاج نے ہم پر بہت ظلم کیے ہیں" انھوں نے ان کی مردم شماری کرنے کا حکم دیا، اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ واقعی یہ لوگ اپنی اصل تعداد کا دسواں حصہ رہ گئے ہیں؛ کہا: "میری رائے میں صلح نفری جزیہ پر ہوئی تھی، زمین کے حساب سے نہیں ہوئی تھی، پس جو مرگیا یا جو مسلمان ہوگیا اس کا جزیہ ساقط ہے۔" اور ان پر ۸ ہزار درہم قیمت کے دو سو حلّے مقرر کر دیئے۔ لیکن جب یوسف بن عمر، الولید بن یزید کے زمانہ میں العراق کا والی ہوا، تو اس نے الحجاج کی عصبیت کی بنا پر وہی جزیہ پھر مقرر کر دیا، حتیٰ کہ امیر المومنین ابو العباس رحمۃ اللہ خلیفہ ہوئے، انھوں نے ان کے الکوفہ پہنچنے کے دن ۔۔۔ میں ان کا استقبال کیا (سڑک پر

ریحان بچھائی اور نچھاور کیا جب وہ مسجد سے اپنی قیام گاہ کی طرف واپس جا رہے تھے۔ اِن کی یہ بات اُنھیں پسند آئی۔ پھر انھوں نے اُن کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا، اور انھیں یہ بتایا کہ ہماری تعداد کم ہوگئی ہے، عمر بن عبد العزیز نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا تھا، اور یوسف بن عمر نے یہ سلوک کیا، اور کہا کہ ہمارا نسب آپ کی ننھیال بنی الحارث بن کعب سے ملتا ہے۔ عبد اللہ بن ربیع الحارثی نے ان کے معاملہ میں گفتگو کی، اور الحجاج بن أرطاۃ نے ان کے اس دعوے کی تصدیق کی، ابو العباس صلوٰۃ اللہ علیہ نے ان کے جزیہ میں کمی کر دی، اور ۲ ہزار درہم قیمت کے دو سو حلے مقرر کر دیے۔

ابو مسعود نے کہا: جب امیر المومنین ہارون الرشید خلیفہ ہوئے، اور حج کو جاتے ہوئے الکوفہ پر سے گزرے، تو اِن لوگوں نے اُن کے سامنے بھی اپنا معاملہ پیش کیا، اور اپنے اوپر عمال کی سختی کی شکایت کی، اور انھوں نے ان کو دو سو حلوں کے لئے ایک تحریر دے دی، اور وہ تحریر میں نے دیکھی ہے، اس میں لکھا تھا کہ انھیں عمال کے ذریعے معاملت سے معاف کیا جاتا ہے۔ آئندہ سے یہ اپنا جزیہ بلا توسط بیت المال میں داخل کیا کریں۔

ہم سے حدیث بیان کی عمرو الناقد نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی عبد اللہ بن وہب المصری نے، انھیں یونس بن یزید نے اور انھیں ابن شہاب الزہری نے، کہ :- کفار قریش و عرب کی نسبت یہ آیۃ نازل ہوئی، وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ (قرآن ۲:۱۸۹۔ تم جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے)

اور اہل کتاب کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ الی قولہ صَاغِرُونَ۔ (قرآن ۹:۲۹

تم ان سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر اور نہ اس کے یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں، اور نہ اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کے لئے حرام کر دی ہے؛ اور نہ دین حق قبول کرتے ہیں.....) جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اہلِ کتاب میں سے سب سے اول اہلِ نجران نے جِزیہ دیا جو عیسائی تھے۔ پھر غزوۂ تبوکؔ کے موقع پر اہل ایلہ و اَذرُح، اور اہلِ اَذرِعات نے جِزیہ دیا۔



الیمن

کہتے ہیں :— جب اہل الیمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور اعلائے حق کی خبر ہوئی، تو ان کے وفد خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، (۶۹) آپ نے انھیں تحریر دی جس میں یہ اقرار تھا کہ وہ جن اموال، اراضی اور مدفون خزانوں پر قابض ہیں، اسلام لانے کے بعد بدستور قابض رہیں گے۔ وہ اسلام لائے، اور آپ نے ان کی جانب اپنے پیغامبر اور عمال روانہ کئے، کہ انھیں اسلام کی شریعت اور اس کی سنن کی تعلیم دیں، ان سے صدقات وصول کریں، اور ان میں سے جو نصرانیت و یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہیں، ان سے نفری جزیہ وصول کریں۔

ہم سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ابراہیم التستری نے اور ان سے الحسن نے، کہ :— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل الیمن کو تحریر فرمایا: "جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا، اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا، وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہے۔ اور جس نے اس سے انکار کیا اس پر جزیہ ہے۔"

مجھ سے ہُدبہ نے، ان سے یزید بن ابراہیم نے، اور ان سے الحسن نے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

الواقدی نے کہا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید بن العاصی کو صنعاء اور اس کی زمین کا امیر مقرر کرکے روانہ فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المُہاجر بن اُمیّۃ بن المغیرۃ المخزومی کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا تھا اور وہ انتقال کے وقت یہیں کی حکومت پر تھے بعض کہتے ہیں: المُہاجر کو صنعاء کا والی (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور خالد بن سعید کو الیمن کی بالائی مخالیف کا والی کیا تھا۔"

ہشام بن الکلبی اور الہَیثم بن عَدِی کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المُہاجر کو کِندَہ اور الصَّدِف کا والی مقرر فرمایا تھا، آپ کے انتقال کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ نے یہاں کا والی زیاد بن لَبِید البیاضی کو کیا، جو انصار میں سے تھے اور ولایتِ حضرَموت کے حاکم تھے، اور المُہاجر کو صَنعاء کی ولایت پر مامور کیا۔ پھر ان کو زیاد بن لَبِید کی مدد کرنے کو لکھا، اور انھیں صنعاء سے معزول نہیں کیا۔"

اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیاد بن لَبِید کو حضرَموت کا والی مقرر فرمایا تھا۔"

کہتے ہیں:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ الاشعری کو زَبِید، درِمع، عَدَن اور ساحل کا؛ اور مُعاذ بن جَبَل کو الجَنَد کا والی مقرر فرمایا۔ اور الیمن کی فصلِ خُصومات وتحصیلِ صدقات کا کام بھی انھیں کے سپرد فرمایا۔ اور نَجران کا والی عَمرو بن حَزم الانصاری کو مقرر فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: نَجران کا والی عَمرو بن حَزم کے بعد ابوسفیان بن حَرب کو مقرر فرمایا تھا۔

مجھے عبد اللہ بن صالح المُقری نے خبر دی، انھوں نے کہا مجھے ثقات نے خبر دی، اور انھیں ابن لَہِیعَہ نے، اور انھیں ابو الاَسود نے، اور انھیں عُروہ بن الزُّبَیر نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نُمرُعَہ بن

(۱۷۰)

ذی یزن کو تحریر فرمایا۔

اما بعد۔جب تمھارے پاس میرے پیامبر معاذ بن جبل اور ان کے ساتھی پہنچیں، تو جتنا صدقہ اور جزیہ تمھارے ذمہ واجب ہو، انھیں دے دینا۔معاذ میرے فرستادوں کے امیر ہیں اور اپنے پیش رووں کے مقابلہ میں زیادہ صالح ہیں۔

مجھ سے مالک بن مرارۃ الرہاوی نے بیان کیا ہے کہ حمیر میں سب سے پہلے تمھی نے مشرکوں کا ساتھ چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ تمھیں بھلائی کی خوش خبری ہو۔ یا معشر حمیرا! خبردار خیانت اور کجروی اختیار نہ کرنا۔ اللہ کا رسول تمھارے امیروں اور فقیروں کا آقا ہے۔

صدقہ محمدؐ کی آل کے لئے حلال نہیں ہے، کہ وہ زکوٰۃ ہے جس سے تم پاکی حاصل کرتے ہو اور ان کے لئے ہے جو مسلمانوں اور مومنوں میں سے فقیر ہیں۔

مالک نے خبر پہنچا دی ہے اور غیب کی بات رہنے دی ہے۔

معاذ میرے دوستوں میں ایک صالح آدمی ہیں، اور ان کے دین داروں میں سے ہیں؛ اس لئے میں تمھیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ والسلام۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین بن الاسود نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یزید بن عبدالعزیز نے، اور ان سے عمرو بن عثمان بن موہب نے، کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو الیمن کا مصدِّق[ع] مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ کھجور گیہوں، جو، انگور (یا کھا کہ کشمش) پر عشر اور نصف عشر ہے۔"

ع مصدِّق۔ محصِّل زکوٰۃ، وہ شخص جو اہلِ نصاب سے صدقاتِ مفروضہ وصول کر کے بیت المال میں داخل کرے۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَمرِو بن حَزم کو جب الیمن روانہ فرمایا، تو ان کے لئے حسبِ ذیل فرمان تحریر فرمایا:۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ بیان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، کہ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (اے لوگو! کہ ایمان لا چکے ہو، اپنے عہد پورے کرو)۔ یہ محمدؐ النّبی رسول اللہ کا عہد عَمرو بن حَزم کے لئے ہے، جب کہ اس کو الیمن کی طرف بھیجا، اور اس کو یہ حکم دیا، کہ وہ اپنے تمام معاملات میں خدا سے ڈرے، اور جو غنیمتیں ہاتھ آئیں ان میں سے اللہ کا پانچواں حصہ نکالے، مومنین کی املاک پر صَدَقہ ہے؛ اگر وہ ایسی زمین میں ہوں، جو آبِ رواں یا آبِ باراں سے سیراب ہوتی ہو، تو عُشر کے حساب سے لیا جائے۔ اور اگر وہ ایسی زمین میں ہوں، جو ڈول سے سیراب کی جاتی ہو، تو نصف عُشر کے حساب سے لیا جائے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن عبد اللہ البَکّائی نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوکِ حِمیَر کے نام یہ نامہ تحریر فرمایا:۔

(۱۶) "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمدؐ النبی رسول اللہ کی طرف سے الحارث بن عبد کُلال و نُعَیم بن عبد کُلال، و شرح بن عبد کُلال، اور النعمان امیرِ ذی رُعَین، و مَعافِر و ہمدان کے نام۔

اما بعد۔ اگر تم نیکی پہ قائم رہو، اور اللہ اور اس کے

رسول کی اطاعت کرو، اور نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور غنیمتوں میں سے اللہ کا پانچواں حصہ اور اس کے رسول کا خالص حق، ادا کرتے رہو، تو اللہ اپنی ہدایت سے تمھاری رہنمائی کرے گا۔ اللہ نے مومنین کی املاک پہ جو صدقہ مقرر کیا ہے، وہ نہری اور بارانی زمینوں میں عُشر، اور چاہی زمینوں میں نصف عُشر کے حساب سے ہے۔"

ہشام بن محمد الکلبی کہتا ہے :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عَرِیب و الحارث فرزندانِ کُلال بن عَرِیب بن کیشرح کے نام تھا۔

ہم سے حدیث بیان کی یوسف بن موسی القطّان نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی جَرِیر بن عبدالحمید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی منصور نے، اور ان سے الحکم نے، کہ :- مُعاذ بن جَبَل جب الیمن میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ تحریر فرمایا کہ جو زمینیں بارش یا بہتے پانی سے سیراب ہوں، اُن پر عُشر ہے؛ اور جو لاؤ یا ڈول سے سیراب کی جائیں، ان پر نصف عُشر ہے۔ اور ہر شخص بالغ پر ایک دینار یا اس کے بدلے اسی قیمت کا مَعافِر ہے۔ اور یہ کہ کسی یہودی کو اس کے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے۔"

ہم سے حدیث بیان کی ابو عُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مروان بن معاویہ نے، ان سے الاَعمش نے، ان سے ابی وائل نے، اور ان سے مَسرُوق نے، کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعاذ کو الیمن روانہ فرمایا، اور حکم دیا کہ "تیس گایوں میں سے ایک یک سالہ گائے؛ اور چالیس گایوں میں سے ایک پوری عمر کی گائے؛ اور ہر شخص بالغ سے ایک دینار یا مساوی قیمت کا مَعافِر وصول کریں۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسود نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، انھوں نے کہا مجھ سے

حدیث بیان کی شَیْبان البِرجُمی نے، ان سے عَمْرو نے، اور ان سے الحسن نے، کہ: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہَجَر و مجوسِ الیمن سے جِزیہ لیا، اور ان میں سے ہر بالغ مرد و عورت پر ایک دینار یا اسی قیمت کا مَعافِر فرض فرما دیا۔"

(۴۲) ہم سے حدیث بیان کی عَمْرو النّاقد نے، اِن سے عبداللہ بن وَہب نے، ان سے مَسْلَمہ بن علی نے، ان سے المُثنّٰی بن الصَّبّاح نے، ان سے عَمْرو بن شُعَیب نے ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل الیمن کے ہر بالغ پر ایک دینار فرض فرما دیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شَیْبان بن ابی شَیْبَۃَ الاُبُلّی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی قَزَعَہ بن سُوَید الباہِلی نے، اور انھوں نے کہا میں نے زکریا بن اسحاق کو یحییٰ بن صَیفِی یا ابی معبد کے حوالے سے یہ بیان کرتے سُنا، کہ ابن عباس کہتے تھے: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعاذ بن جَبَل کو الیمن روانہ فرماتے وقت فرمایا: تم اہلِ کتاب میں سے جس قوم میں پہنچو، پہلے اس سے یہ کہنا، کہ اللہ نے تجھ پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں؛ اور جب وہ یہ بات مان لے، تو پھر یہ کہنا کہ اللہ نے تجھ پر سال بھر میں ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں؛ اور جب وہ یہ بات بھی مان لے، تو پھر یہ کہنا، کہ اللہ نے تیرے اہلِ استطاعت پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے؛ اور جب وہ یہ بات بھی مان لے، تو پھر یہ کہنا، کہ اللہ نے تیرے اموال پر صدقہ فرض کیا ہے جو تیرے اُمرا سے لیکر تیرے غربا کو دیا جائے گا؛ اور جب وہ یہ بات بھی مان لے، تو پھر تم پر اس کی قیمتی جائداد و ں کی حفاظت اور اس کے مظلوموں کی دادرسی فرض ہے؛ کیوں کہ پھر اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے۔"

ہم سے شَیْبان نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے حَمّاد بن سَلَمہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الحجّاج بن اَرطَاۃ نے کہا، اور ان سے عثمان بن

عبد اللہ نے، کہ المُغِیرہ بن عبد اللہ کہتے تھے:۔ الحجّاج نے کہا کہ "تمام سبزیوں (یعنی ترکاریوں) پر صدقہ دینا چاہیئے" (یہ سُن کر) ابُوبُردَہ بن ابی موسیٰ نے کہا: "سچ کہا"۔ اس پر موسیٰ بن طلحہ نے ابُوبُردَہ سے کہا: یہ شخص دعویٰ کرتا ہے، کہ اس کا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعاذ بن جَبَل کو الیمن روانہ فرمایا، اور انھیں حکم دیا، کہ کھجور، گیہوں، جو اور کشمش پر صدقہ لیں"۔

مجھ سے حدیث بیان کی عَمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وَکیع نے، ان سے عَمرو بن عثمان نے، اور ان سے موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ نے، کہ:۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان دیکھا ہے، جو آپ نے مُعاذ بن جَبَل کو الیمن روانہ فرماتے وقت عطا فرمایا تھا؛ اس میں مرقوم تھا کہ، گیہوں، جو، کشمش اور اناج میں صدقہ وصول کیا جائے"۔

(۷۳) ہم سے حدیث بیان کی علی بن عبد اللہ المدینی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سُفیان بن عُیَینَہ نے، اور ان سے ابن ابی نَجِیح نے، کہ:۔ میں نے مجاہد سے پوچھا: (حضرت) عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ) نے اہل الشام پر اہل الیمن سے زیادہ جزیہ کیوں مقرر کیا؟ انھوں نے کہا: "ان کی خوش حالی کی وجہ سے"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسین بن علی بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، ان سے سُفیان نے، ان سے ابراہیم بن مَیسَرہ نے، اور ان سے طاؤس نے، کہ:۔ مُعاذ بن جَبَل کے الیمن آنے کے بعد ان کے سامنے گائے بیل، اور شہد کے اوقاص کا مسئلہ پیش کیا گیا، انھوں نے کہا: مجھے ان چیزوں میں زکوٰۃ لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے"۔

ہم سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسود نے، انھوں نے کہا

ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ ابن المبارک نے، ان سے مَعْمَر نے، ان سے یحییٰ بن قیس المازنی نے، اور ان سے ایک اور نے، اور اس سے اَبْیَض بن حَمّال نے، کہ:- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مارِب کا نمک جاگیر میں مانگا، ایک شخص نے کہا: "وہ کبھی نہ ٹوٹنے والے پانی کی طرح ہے" اور آپ نے اس کے عطا فرمانے سے انکار فرما دیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام وغیرہ نے، ان سے اسمٰعیل بن عیّاش نے، اور ان سے عَمرو بن یحییٰ بن قیس المازنی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ایک اور نے، اور اس سے اَبْیَض بن حَمّال نے، اور وہ حدیثِ بالا کی مثل تھی۔

مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن ابراہیم الدَّوْرَقی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو داؤد الطّیالسی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی شُعبہ نے، ان سے سِماک نے، ان سے عَلْقَمَہ بن وائل الحضرمی نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (یعنی عَلْقَمَہ کے والد کو) حَضْرَموت میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی۔"

مجھ سے علی بن عبد اللہ بن ابی سَیف غلام آزاد کردۂ قریش نے مَسْلَمَہ بن مُحارِب کے حوالے سے بیان کیا کہ:- الحَجّاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف جب الیمن کا والی ہوا تو اس نے رعایا کے ساتھ بد سلوکیاں کیں، ان پر ظلم کیا اور ان کی زمینیں ناحق چھین لیں (ان میں سے ایک زمین الحُرجہ تھی[1]) اور ان پر ایک (جدید) خراج مقرر کیا اور وہ ان پر لازم کر دیا۔ لیکن جب عُمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنے عامل کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ یہ زاید خراج بند کر دیا جائے، اور صرف عُشر پر اکتفا کی جائے۔" اور کہا "خدا کی قسم، اگر میرے پاس مٹھی بھر الکَتَم بھی نہ آئے تو وہ مجھے اس زاید خراج کو بحال رکھنے کے مقابلے میں

---

[1] ایک گھانس ہے، اس سے بال رنگے جاتے ہیں اور روشنائی بنائی جاتی ہے۔ رنگ نیلا ہوتا ہے۔

زیادہ پسند ہے"۔ پھر جب یزید بن عبد الملک والی (بادشاہ) ہوا تو اس نے یہ خراج پھر جاری کر دیا"۔

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن محمد الزَّعفَرانی نے، ان سے الشافعی نے، اور ان سے ابی عبد الرحمن ہشام بن یوسف قاضیٔ صَنعَاء نے، کہ :- اہلِ خُفَاش نے ایک جھلی کے ٹکڑے پر (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر دکھائی، جس میں الوَرس[1] پر زکوٰۃ دینے کا حکم مرقوم تھا"۔ (۴۰)

مالک، اور ابن ابی ذئب، اور تمام حجازی فقہا، اور سفیان الثَّوری، اور ابو یوسف کہتے ہیں: "الوَرس، الوسم، القرطم، الکَتم، الحناء اور الورد پر زکوٰۃ نہیں ہے"۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: ان سب میں زکوٰۃ ہے خواہ کم ہوں یا زیادہ۔

مالک کا قول زعفران کے متعلق یہ ہے، کہ جب اس کی قیمت دوسو درہم تک پہنچ جائے، اور وہ بک جائے، تب اس پہ پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ اور یہی قول ابو الزناد کا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مالک نے کہا: زعفران میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ابو حنیفہ اور زُفر کہتے ہیں: (زعفران کی) قلیل و کثیر مقدار پر زکوٰۃ ہے۔ ابو یوسف اور محمد بن الحسن کہتے ہیں: جب وہ اتنی قیمت کی ہو جائے، جتنے پانچ وسق گیہوں یا کھجور یا جو یا دال یا اناج کی کسی اور قسم کی کم سے کم قیمت ہوتی ہے، اسوقت اس میں صَدَقہ ہے۔

سبزی ترکاری کے متعلق، ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں: ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور یہی قول الشَّعبی کا ہے۔ عطاء اور ابراہیم النَّخعی کہتے ہیں: "عشری زمین میں جو کچھ پیدا ہو، اس کی قلیل و کثیر ہر مقدار میں عشر یا نصف عشر ہے"۔

---

[1] ایک قسم کی گھانس ہے۔ صرف الیمن میں پیدا ہوتی ہے۔ عورتیں اس کا غازہ بناتی ہیں اور ملتی ہیں کہ چہرے کی چھائیاں اور جھریاں مٹ جائیں (ابو داؤد، باب ما جاء فی وقت النفساء)

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسین بن الاسوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، ان سے سَعِید بن سالم نے، ان سے الصَّلت بن دینار نے، اور ان سے ابن ابی رجاء العُطَارِدی نے، کہ: ”ابن عبَّاس البصرہ میں ہم سے صدقات وصول کرتے تھے، اور الکُرّاث[عہ] کے دستجوں پر بھی صدقہ لیتے تھے۔“

ہم سے حدیث بیان کی الحُسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابن المبارک نے ابن سے مَعْمَر نے، اور ان سے طاؤس و عِکرِمَہ نے، کہ: ”الوَرْس اور روئی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔“

ابو حُنیفہ اور بِشر اُن ذِمّیوں کے بارے میں، جن کے پاس عشری زمینیں ہوں، مثلاً اہل الیمن، جنھوں نے قبضۂ زمین کی حالت میں اسلام قبول کیا تھا، اور البصرہ، جو مسلمانوں نے آباد کیا، نیز وہ اراضی، جو خلفاء نے جاگیر کے طور پر دی تھیں، اور جن میں کسی مسلمان یا معاہد کو کوئی حق نہیں ہے؛ کہتے ہیں: ”ان کی گردنوں پر جِزیہ، اور ان کی اراضی پر بقدرِ برداشت خراج مقرر کیا جائے، اور اس کا چلن خراجی مال کے چلن کی طرح ہونا چاہیے، ان میں سے جو مسلمان ہو جائے، اس سے جِزیہ نہ لیا جائے، اور اس کی زمین میں السَّوَاد کے قیاس پر مستقل بندوبست کیا جائے۔“ اور یہی قول ابن ابی لیلیٰ کا ہے۔

(۷۵) ابن شُبرُمَہ اور ابو یوسف کہتے ہیں: ”ان کی گردنوں پر جِزیہ اور ان کی زمینوں پر مسلمانوں سے دُگنا خراج لگایا جائے، جو یا خُمس ہو یا عشر ہو۔“ اس میں انھوں نے نصارائے بنی تَغلِب کے معاملہ پر قیاس کیا ہے۔

ابو یوسف یہ بھی کہتے ہیں: ان سے جو کچھ وصول ہو اس کی حیثیت خراج کی سی ہے۔ لیکن اگر وہ ذِمّی مسلمان ہو جائیں، یا ان کی زمینیں کسی مسلمان کے پاس آجائیں، تو پھر وہ عُشری اراضی ہو جائیں گی۔ اور یہی بات

عہ ایک بدبودار ترکاری، غالباً لہسن (لہسن)

عطاء اور الحسن سے بھی روایت کی گئی ہے۔ ابن ابی ذئب، اور ابن ابی سبرہ، اور شریک بن عبد اللہ النخعی، اور الشافعی کہتے ہیں: ان کی گردنوں پر جزیہ ہے، اور ان کی اراضی پر عشر و خراج نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ان میں سے نہیں ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے، اور نہ ان کی زمین خراج کی زمین ہے۔ اور یہی قول الحسن بن صالح بن حیّ الہمدانی کا ہے۔

سُفیان الثوری، اور محمد بن الحسن کہتے ہیں: ان پر عشر ہے بغیر اس کے کہ ان سے دُگنا لیا جائے؛ کیونکہ اصل میں معاملہ زکوٰۃ کا ہے، اور اس میں مالک پر نظر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

الاوزاعی، اور شریک بن عبد اللہ کہتے ہیں: اگر وہ ایسے ذمّی ہوں جیسے الیمن کے یہودی تھے، جو اس حال میں اسلام لائے کہ ملک پر قابض تھے، ان سے جزیہ کے سوا کچھ نہ لیا جائے؛ نہ عشری زمینوں میں سے کوئی زمین خرید لینے دی جائے، اور نہ اس پر قابض ہونے دیا جائے۔"

الواقدی کہتا ہے: — میں نے مالک سے یہود الحجاز میں سے ایک ایسے یہودی کے متعلق سوال کیا، جو الجُرف میں کوئی زمین خرید کر اس میں کھیتی باڑی کرتا ہو؛ انھوں نے جواب دیا: اس سے عشر لیا جائے گا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ اگر کوئی ذمّی عشری زمین کا مالک ہو جائے تو پھر اس کی زمین پر عشر نہیں رہتا؟ انھوں نے کہا: یہ اس صورت میں ہے جب وہ اپنے ملک میں مقیم ہو؛ لیکن ایسی صورت میں کہ وہ اپنے ملک سے نکل جائے (یہ حکم باقی نہیں رہتا، اور) یہ تجارت ہو جاتی ہے۔"

ابو الزناد، اور مالک بن انس، اور ابن ابی ذئب، اور الثوری، اور ابو حنیفہ، اور یعقوب، ایسے تغلبی کی نسبت، جو عشری زمینوں میں سے کسی زمین میں زراعت کرتا ہو، کہتے ہیں: اس سے دُگنا عشر لیا جائے۔ لیکن اگر وہ عشری کھیت کرایہ پر لے، تو اس کے متعلق مالک، اور الثوری، اور

ع مطلب یہ ہے کہ ٹیکس ان کی ذات پر ہے، ملکیت یا جائداد یا آمدنی پر نہیں ہے۔

ابن ابی ذئب، اور یعقوب کہتے ہیں، کہ کھیتی والے پر عُشر ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں: زمین والے پر ہے: اور یہی قول زُفر کا ہے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنی زمین کا عُشر دو سال تک نہ دے، اور پھر (تیسرے سال) دے، تو سلطان کو اس سے صرف ایک عُشر لینا چاہئے۔ اور یہی حکم خراج کی زمین کے متعلق ہے۔ مگر ابو بِشر کہتے ہیں: اس سے پچھلا بھی وصول کیا جائے، کیوں کہ یہ حق ہے جو اس کے مال میں واجب ہوگا۔"

عُمَان

(۷۶) کہتے ہیں :- عُمَان پر اَزدیوں کا غلبہ تھا؛ لیکن صحراؤں میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آباد تھے۔ سنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو زید الانصاری یکے از الخزرج کو، جو ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن مجید جمع کیا تھا؛ اور عَمرو بن العاصی السّہمی کو عُبَید و جَیفر فرزندان جُلندی کے پاس نامہ دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی تھی؛ اور (دونوں سے زبانی) فرمایا: اگر وہ لوگ حق کی گواہی دیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں؛ تو عَمرو ان کا امیر ہو، اور ابو زید ان کو نماز پڑھائے، اور ان میں اسلام کی اشاعت کرے، اور انھیں قرآن وسنن کی تعلیم دے۔ یہ دونوں عُمَان گئے، اور عُبَید و جَیفر سے سمندر کے کنارے صُحَار میں ملے، اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک دیا، انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر انھوں نے عربوں کو اسلام کی دعوت دی؛ وہ بھی اسلام لائے، اور اس میں دلچسپی لینے لگے۔

عَمرو و ابو زید، عُمَان ہی میں رہے، حتےٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ بعض کہتے ہیں: ابو زید اس سے پہلے المدینہ

آ گئے تھے۔

ابو زید کے نام میں اختلاف ہے۔ الکلبی کہتا ہے: ان کا نام قیس بن سَکَن بن زید بن حَرام تھا۔ اور بصریوں میں سے بعض کہتے ہیں: عمرو بن اَخطَب تھا اور یہ عَزرَہ بن ثابت بن عمرو بن اُخطَب کے دادا تھے اور سعید بن اَوس الانصاری کہتے ہیں: ان کا نام ثابت بن زید تھا۔

کہتے ہیں:— جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو اَزدی مرتد ہو گئے اور ان کا سردار لَقیط بن مالک ذُو التّاج، دُبّا کی طرف بھاگ گیا۔ بعض کہتے ہیں: وہ دُبّا کی طرف بھاگا تھا جو دُبّا میں ہے۔

(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حُذَیفَہ بن محصن البارقی کو جو اَزدیوں میں سے تھے، اور عِکرِمَہ بن ابی جَہل بن ہشام المخزومی کو اس کے مقابلہ پر بھیجا، انھوں نے لَقیط اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا، اور اہل دُبّا میں سے جو گرفتار ہوئے ان کو لونڈی غلام بنا کر (حضرت) ابوبکر رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر اَزدی تو اسلام کی طرف رجوع ہو گئے، (،،) مگر اہل عُمَان میں سے بعض گروہ مرتد ہو کر الشِّحر کی طرف بھاگ گئے، عِکرِمَہ نے ان کا تعاقب کیا، ان پر فتح پائی، اور غنیمت حاصل کی، اور ان کے ایک حصہ کو تہ تیغ کیا۔ پھر قبیلہ مَہرَہ بن حَیدان بن عمرو بن الحاف بن قُضاعہ نے ایک جتھا بنایا، عِکرِمَہ اس پر اچانک جا پڑے، اور اس نے بغیر جنگ صَدَقَہ ادا کر دیا۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حُذَیفَہ بن محصن کو عمان کا والی مقرر کیا، اور وہ یہیں رہے، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد انھوں نے عِکرِمَہ کو الیمن بھیجا۔

اس کے بعد عُمَان والے اسلام پر قایم رہے اور اپنے اموال پر صدقات دیتے رہے، اور یہاں کے ذِمّیوں سے ان کے افراد پر جزیہ لیا جاتا رہا۔ حتے کہ الرشید صلوٰۃ اللہ علیہ کی خلافت کا زمانہ آیا، اور انھوں نے عیسیٰ بن جعفر بن سُلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس کو عُمَان کا والی مقرر کیا، وہ اپنے ساتھ اہل البصرہ میں سے ایسے لوگوں

کو لے کر جو عورتوں کو بے عصمت کرتے تھے، لوٹتے تھے، اور گاتے بجاتے تھے، عُمان کی طرف روانہ ہوا، اہل عُمان نے جن میں اکثریت شُرَاۃ (یعنے خوارج) کی تھی، یہ خبر پا کر عیسیٰ سے جنگ کی، اور اس کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا، اس پر غالب ہوئے، اور اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا؛ پھر یہ لوگ سلطان سے بھی بگڑ گئے، اس کی اطاعت سے انکار کر دیا، اور اپنوں ہی میں سے ایک کو اپنا والی بنا لیا۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں ابوزید کو نامہ دے کر عُبَید و جَیفَر فرزندان جُلَندی الاَزدِی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ اور پھر ۸ھ میں عمرو کو بھی ان کے اسلام لانے کے تھوڑے دن بعد روانہ فرمادیا۔ یہ، اور خالد بن الولید، اور عثمان بن طلحۃ العبدی، حَبَشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور صفر ۸ھ میں مسلمان ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزید سے فرمایا تھا: "مسلمانوں سے صدقہ لو اور مجوسیوں سے جِزیہ"۔

مجھ سے ابوالحسن المدائنی نے المُبارک بن فُضَالہ کے حوالے سے بیان کیا کہ:۔ عمر بن عبد العزیز نے عَدِی بن اَرطاۃ الفَزارِی کو، جو البصرہ پر ان کے عامل تھے، لکھا:۔

> اما بعد۔ میں نے عمرو بن عبد اللہ کو لکھا تھا، کہ تم عُمان میں اناج اور کھجوروں کے جو عشور وصول کرو، وہ وہاں کے ان فقیروں اور بادیہ نشینوں میں، جو تمھارے پاس آئیں، اور ان لوگوں میں جنھیں احتیاج یا غربت یا رستے کی خرابی نے عُمان کا رُخ کرنے پر مجبور کیا ہو، تقسیم کر دو۔ اس کا انھوں نے مجھے یہ جواب دیا ہے، کہ میں نے اس کے عامل سے، جو میرے پاس آیا تھا، عشوری خوراکوں اور کھجوروں کا

مطالبہ کیا، اس نے کہا: میں ان کو بیچ کر (ان کی قیمت عدی کے پاس) بھیج چکا ہوں۔ لہٰذا تم وہ قیمت جو تمھارے عمان کے عامل نے تمھیں بھیجی ہے، عمرو کے پاس واپس بھیجدو، تاکہ وہ اس رقم کو انہی کاموں میں خرچ کرے، جن کاموں میں خرچ کرنے کا میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ انشاء اللہ والسّلام۔"

البحرین

کہتے ہیں :۔ ارض البحرین، فارس کی مملکت میں تھی، اور اس کے صحراؤں میں، عربوں میں سے عبدالقیس وبکر بن وائل اور تمیم کی ایک خلق کثیر آباد تھی۔ عربوں پر فارس کی طرف سے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں المنذر بن ساوی، یکے از بنی عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ، حاکم تھا۔ یہ عبد اللہ بن زید وہی الاسبذی ہے جو ہجر کے ایک گاؤں الاسبذ کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ بعض کہتے ہیں: یہ لاسبذیین کی طرف منسوب ہے، جو البحرین میں ایک قوم تھی، اور وہ گھوڑے کی پرستش کرتی تھی۔

سنہ کی ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العلاء بن عبد اللہ بن عماد الحضرمی، حلیف بنی عبد شمس، کو البحرین کی طرف روانہ فرمایا، کہ اس کے باشندوں کو اسلام یا جزیہ کی دعوت دیں اور ان کے ہاتھ المنذر بن ساوی وسیبخت مرزبان ہجر کے نام خطوط تحریر فرما کر روانہ فرمائے، جن میں انھیں اسلام یا جزیہ کی دعوت دی تھی۔ یہ دونوں اسلام لائے، اور ان کے ساتھ وہاں کے تمام عربوں اور بعض عجمیوں نے بھی اسلام قبول کیا، لیکن اور باشندوں

میں سے مجوس و یہود اور نصاریٰ نے العلاء سے مصالحت کرلی، اور انکے اور اُن کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھا گیا جو یہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ - یہ وہ اقرار نامہ ہے جس پہ العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے باشندوں سے مصالحت کی۔ اس نے ان سے یہ بات طے کی ہے، کہ وہ مسلمانوں کو محنت سے الگ رکھ کر ہمارے ساتھ کھجوریں تقسیم کیا کریں گے؛ جو اس کو پورا نہ کرے، اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ اور یہ کہ نفری جِزْیَہ ہر شخص بالغ پر ایک دینار کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔ (۷۹)

مجھ سے حدیث بیان کی عبّاس بن ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے الکلبی نے، ان سے ابو صالح نے، اور ان سے عبّاس نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل البحرین کو تحریر فرمایا:-

اما بعد۔ اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکواۃ ادا کرتے رہو گے، اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خلوص رکھو گے، اور کھجوروں پر عُشر اور اناج پر نصف عُشر دیتے رہو گے، اور اپنی اولاد کو مجوسی نہ بناؤ گے، تو وہ سب کچھ تمھارے ہی پاس رہے گا جو قبولِ اسلام کے وقت تمھارے قبضہ میں ہوگا، لیکن آتشکدہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہوں گے۔ اگر تم اس سے انکار کرو گے تو تم پر جِزْیَہ لازم ہوگا۔"

یہود اور مجوس نے اسلام سے کراہت کی، اور جِزْیَہ دینا بہتر سمجھا؛ اس پر منافقینِ عرب نے کہا: محمدؐ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اہل کتاب کے سوا کسی سے جِزْیَہ قبول نہیں کریں گے، پھر یہ ہجر کے یہودیوں سے جِزْیَہ کیسے قبول کر لیا؟ حال آں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ (۵:۱۰۴)۔ اے ایمان والو، ذرا اپنی خبر رکھو، ایسا نہ ہو کہ

ہدایت پانے کے بعد گمراہوں کے دام میں آکر زیاں کار ہو جاؤ) اور یہ بھی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلعَلاءَ کو البَحرَین اس وقت روانہ فرمایا تھا جب (سنہ ۶ھ میں) بادشاہوں کے پاس قاصد روانہ فرمائے تھے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن مُصَفّیٰ الحِمصی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن المُبارَک نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عَتّاب بن زیاد نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن مَیمُون نے، ان سے مُغیرَۃَ الاَزدِی نے، ان سے محمد بن زید بن حَیّان الاَعرَج نے، اور ان سے العَلاء بن الحِضرَمی نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے البَحرَین (یا کہا کہ ہَجَر) روانہ فرمایا، میں بھائیوں کے درمیان دیوار بن کر آیا، کیوں کہ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا تھا، میں مسلمانوں سے عُشر، اور مُشرکوں سے خراج لیتا تھا۔"

ہم سے حدیث بیان کی اَلقَاسِم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن صالح نے، ان سے عبد اللہ بن لَہِیعَہ نے، ان سے ابو الاَسوَد نے، اور ان سے عُروَہ بن الزُّبیر نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ہَجَر کو تحریر فرمایا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محمد النّبی کی جانب سے اہلِ ہجر کے نام۔ تمھیں امن دیا گیا ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اما بعد۔ میں تمھیں اللہ کے لیئے، اور خود تمھاری ذات کے لیئے وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہ ہونا، اور رُشد حاصل کرنے کے بعد غلط روی اختیار نہ کرنا۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی مجھے اطلاع ہو گئی ہے۔ تم میں سے جو نیک کردار رہے گا اس پر بدکردار کا گناہ نہیں

ڈالا جائے گا۔

جب میرے امرا تمھارے پاس پہنچیں، تو اللہ کے کام اور اس کے رستے میں ان کی اطاعت اور نصرت و اعانت کرنا۔ تم میں سے جو نیک کام کرے گا وہ اللہ کے ہاں اور میرے ہاں ضائع نہیں ہوگا۔ (۸۰)

تمھارا وفد میرے پاس آیا، اور میں نے اس سے کوئی بات ایسی نہیں کی جو ناخوش کرنے والی ہو؛ حال آں کہ اگر میں اپنا پورا حق لینے کی کوشش کرتا، تو تمھیں ہجر سے نکال دیتا۔ میں نے تمھارے غائب کی رعایت کی ہے اور حاضر کے ساتھ مہربانی برتی ہے۔ فاذکروا نعمة اللہ علیکم۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین بن الاَسْوَد نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن موسیٰ نے، ان سے شَیبان النحوی نے، اور ان سے قَتادہ نے، کہ:- البحرین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے (بطیب خاطر) اسلام قبول کیا، اور بعض نے اناج اور کھجوروں کی نصف تقسیم پر مصالحت کر لی۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحسن بن صالح نے، ان سے الاَشْعَث نے اور ان سے الزُّہری نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہَجَر سے جِزْیَہ لیا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحُسَین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی قَیس بن الرَّبیع نے، ان سے قَیس بن مُسلِم نے، اور ان سے الحسن بن محمّد نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجوسِ ہَجَر کو اسلام کی دعوت دی، تو یہ تحریر فرمایا: اگر تم مسلمان ہو جاؤ، تو تمھارے

وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں، اور تم پر وہی فرائض ہیں جو ہم پر ہیں! اور انکار کرنے والے پر جزیہ ہے۔ ہم نہ تمھارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ تمھاری عورتوں سے نکاح کریں گے۔"

مجھ سے حدیث بیان کی الحسین نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحیٰی بن آدم نے، ان سے ابن المبارک نے، ان سے یونس بن یزید الایلی نے، ان سے الزہری نے، اور ان سے سعید بن المسیب نے، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہجر سے اور (حضرت) عمرؓ نے مجوس فارس سے اور (حضرت) عثمان نے بربر سے جزیہ لیا۔

ہم سے الحسین نے، ان سے یحیٰی نے، ان سے عبد اللہ بن ادریس نے، ان سے مالک بن انس نے اور ان سے الزہری نے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

ہم سے حدیث بیان کی عمرو النّاقد نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی عبد اللہ بن وہب نے، انھیں یحیٰی بن عبد اللہ بن سالم بن عبد اللہ بن عمرو نے، اور انھیں موسیٰ بن عقبہ نے، کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المنذر بن ساوی کو یہ نامہ تحریر فرمایا:۔

محمد النبی کی جانب سے المنذر بن ساوی کے نام۔ تجھے امن دیا گیا ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

امابعد۔ تیرا خط میرے پاس آیا، اور جو کچھ اس میں لکھا تھا میں نے سنا۔ جو ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلم ہے؛ اور جو اس سے انکار کرے اس پر جزیہ ہے۔" (۱۸۱)

مجھ سے حدیث بیان کی عباس بن ہشام الکلبی نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابن عباس نے، کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المنذر

بن ساوی کو نامہ تحریر فرمایا، وہ اسلام لایا، پھر اس نے اہل ہجر کو دعوت دی، ان میں سے بعض راضی ہوگئے، اور بعض نے کراہت کی" عربوں نے اسلام قبول کیا، اور مجوس و یہود جزیہ پر راضی ہوگئے اور وہ ان سے وصول کیا گیا۔"

ہم سے حدیث بیان کی شیبان بن فرّوخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سلیمان بن المغیرہ نے، اور انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حُمَید بن بلال نے، کہ:۔ العلاء بن الحضرمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں البحرین سے ایک رقم بھیجی، جو ۸۰ ہزار دینار کے قریب تھی، اتنی رقم آپ کے پاس نہ اس سے پہلے کبھی آئی اور نہ اس کے بعد۔ آپ نے اس میں سے اپنے چچا (حضرت) عباسؓ کو حصہ عطا فرمایا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ہشام بن عمّار نے، ان سے اسمٰعیل بن عیّاش نے، اور ان سے عبد العزیز بن عبید اللہ نے، کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضائع کسریٰ کے پاس، جو ہجر میں تھے، داعی بھیجے، مگر انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا، آپ نے ان میں سے ہر شخص پر ایک دینار جزیہ مقرر فرما دیا۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العلاء کو معزول کر کے ابان بن سعید بن العاصی بن اُمیّہ کو البحرین کا والی مقرر فرمایا۔ ایک جماعت کہتی ہے: وہ البحرین کے اس ناحیہ پر تھے جس میں القطیف ہے، اور ابان اس ناحیہ پر تھے جس میں الخط ہے؛ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

کہتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد ابان، البحرین سے المدینہ آئے، اہل البحرین نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ العلاء کو ان کے پاس واپس بھیجدیں، اور انھوں نے ان کو واپس بھیجدیا۔ العلاء یہاں کے والی

رہے، حتیٰ کہ سنہ ۲۱ھ میں انھوں نے یہیں انتقال کیا۔ پھر (حضرت) عمرؓ نے ان کی جگہ ابوہریرۃ الدَّوسِی کو والی کیا۔ اور بعض کہتے ہیں: (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے العلاء کے وفات پانے سے قبل ہی ابوہریرہ کو والی کر دیا تھا، اور العلاء ارض فارس میں توّج آ گئے تھے اور انھوں نے مستقلاً یہیں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا؛ لیکن پھر البحرین واپس آ گئے اور یہیں وفات پائی۔ ابوہریرہ کہتے تھے: جب ہم العلاءؓ کو دفن کر چکے تو ہمیں اینٹ ہٹانے کی ضرورت ہوئی اور ہم نے اینٹ ہٹائی، تو العلاءؓ کو قبر میں نہیں پایا۔

ابو مخنف کہتا ہے:— (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے العلاء ابن الحضرمی کو جو البحرین میں ان کے عامل تھے، واپس آنے کا حکم دیا، (اور ان کی جگہ) عثمان بن ابی العاصی الثقفی کو البحرین و عمان کا والی کیا اور العلاء کو ان کے المدینہ پہنچنے کے بعد عتبہ بن غزوان کی جگہ البصرہ کا والی کیا۔ مگر وہ یہاں پہنچنے سے قبل وفات پا گئے۔ یہ سنہ ۱۴ھ یا اوائل ۱۵ھ میں ہوا۔ پھر (حضرت) عمرؓ نے قدامہ بن مظعون الجمحی کو البحرین میں خراج پر، اور ابوہریرہ کو نماز اور پولیس پر مقرر کیا۔ بعد میں قدامہ کو معزول کر دیا، اور شراب پینے کے جرم میں ان پر حد جاری کی۔ ابوہریرہ بدستور نماز اور پولیس پر رہے، لیکن بعد میں ان کو بھی معزول کر دیا، ان کا مال ضبط کر لیا اور ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصی کو البحرین و عمان کا والی کیا۔ (۸۲)

مجھ سے العمریؒ نے الہیثم کے حوالے سے کہا:— قدامہ تحصیل (جبایۃ) اور پولیس پر تھے اور ابوہریرہ نماز اور قضا (عدالت) پر۔ انھوں نے قدامہ کے خلاف ایک بات کی گواہی دی، (حضرت) عمرؓ نے قدامہ کی جگہ ان کو البحرین کا والی کر دیا، پھر انھیں بھی معزول کیا، ان کے مال کا ایک حصہ ضبط کر لیا اور انکو واپس آنے کا حکم دیا، انھوں نے انکار کیا (حضرت) عمرؓ نے ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصی کو والی کر دیا؛ (حضرت عمرؓ) کے انتقال

---

۱ یعنی ابوعمر حفص بن عمر الدوری (ابن قتیبہ، کتاب المعارف)

کے وقت تک وہ یہاں کے والی تھے۔ جب یہ فارس گئے تو عمّان والبحرین پر ان کے قائم مقام ان کے بھائی مُغِیرَہ بن ابی العاص ہوئے، اور بعض کہتے ہیں، حفص بن ابی العاص ہوئے۔

ہم سے حدیث بیان کی شَیْبان بن فَرُّوخ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ہلال الرّاسِبی نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمّد بن سِیرِیْن نے، اور ان سے ابُو ہُرَیْرَہ نے، کہ:۔ عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ نے مجھے البَحْرَین کا عامل مقرر کیا، میرے پاس بارہ ہزار (درہم) جمع ہو گئے، جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: "اے اللہ کے اور مسلمانوں کے دشمن (یا یہ کہا کہ اس کی کتاب کے دشمن)! تو نے اللہ کا مال چرایا ہے۔" میں نے کہا: نہ میں اللہ کا دشمن ہوں نہ مسلمانوں کا (یا کہا کہ اس کی کتاب کا) بلکہ میں اس کا دشمن ہوں جو ان سے دشمنی کرے۔ یہ مال (جو آپ میرے پاس دیکھتے ہیں) مجھے گھوڑوں کی افزائش نسل، اور ان حصوں سے حاصل ہوا ہے جو میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ لیکن عمرؓ نے مجھ سے وہ بارہ ہزار (درہم) لے لئے۔ دوسرے دن میں نے نماز میں دعا مانگی کہ خدایا! عمرؓ کا گناہ معاف کر دے۔ وہ کہتے ہیں: عمر اہل البَحْرَین سے جو کچھ لیتے تھے اس سے افضل شئے انھیں دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر (عمرؓ نے) مجھ سے کہا: "ابو ہریرہ! کیا تم عامل بننا قبول کرو گے؟" میں نے کہا: "نہیں"۔ پوچھا: کیوں؟ (حضرت) یوسف جو تم سے زیادہ افضل تھے عامل رہ چکے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ (قرآن ۵۵:۱۲)۔ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو) میں نے کہا: "وہ نبی تھے، اور نبی کے بیٹے تھے، میں بچارہ فقط ابُو ہُرَیْرَہ بن اُمَیْمَہ ہوں، میری ان کی کیا نسبت؟ مجھے آپ سے تین اور دو باتوں کا خوف ہے۔" بولے: تین اور دو جو کہا پانچ ہی کیوں نہ کہدیا؟" میں نے کہا: "مجھے خوف تو اس کا ہے کہ کہیں آپ میری پیٹھ پر کوڑے نہ لگوائیں، میری بے آبروئی نہ کریں، اور میرا مال ضبط نہ کر لیں۔ اور ناگوار یہ ہے کہ میں

(۸۴) کوئی بات بغیر علم کر دوں، اور کوئی فیصلہ بغیر علم دوں"۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سلّام اور نوح بن عبدالمومن نے، ان دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے، ان سے یزید بن ابراہیم التستری نے، ان سے ابن سیرین نے، اور ان سے ابوہریرہ نے، کہ: "جب میں البحرین سے واپس آیا، تو عمرؓ نے مجھ سے کہا: "اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن کیا تو نے اللہ کے مال میں چوری کی ہے؟" میں نے کہا: "میں نہ اللہ کا دشمن ہوں اور نہ اس کی کتاب کا، بلکہ میں اس کا دشمن ہوں جو ان سے دشمنی کرتا ہے۔ میں نے اللہ کا مال ہرگز نہیں چرایا"۔ بولے: "تو پھر تیرے پاس یہ دس ہزار درہم کہاں سے جمع ہو گئے؟" میں نے کہا: "گھوڑوں سے، جن کی نسلیں بڑھیں، اور عطیات سے، جو مجھے حاصل ہوئے، اور حصوں سے، جو میرے پاس جمع ہو گئے"۔ لیکن وہ جو کچھ تھا انھوں نے ضبط کر لیا۔ باقی حدیث وہی ہے جو اوپر ابو ہلال نے روایت کی ہے۔

کہتے ہیں:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصے بعد المنذر بن ساوی کے مرنے پر البحرین میں قیس بن ثعلبہ بن عکابہ کی اولاد الحطم کے ساتھ مرتد ہو گئی۔ الحطم کا نام شریح بن ضبیعہ بن عمرو بن مرثد تھا، اور یہ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تھا، اس کا لقب الحطم اس کے اس قول: قَدْ لَفَّهَا اللَّيْلُ بِسَوَّاقٍ حُطَمْ (رات نے اس کو ایک ایسے ہانکنے والے کے ساتھ پایا جو جانور کو سختی سے ہانکتا ہے) کی بنا پر پڑا۔ البحرین میں جارود یعنی بشر بن عمرو العبدی اور اس کی قوم میں سے مسلمین اس کے تابعین کے سوا ربیعہ کا پورا قبیلہ مرتد ہو گیا، اور اس نے النعمان بن المنذر کے ایک بیٹے کو، جس کو المنذر کہتے تھے، اپنے اوپر حکمراں بنا لیا۔ الحطم گیا اور ربیعہ سے جا ملا؛ العلاء بن الحضرمی کو اس کی خبر ہوئی، وہ مسلمانوں کو لے کر نکلے اور جواثا میں مقام کیا جو البحرین کا ایک قلعہ ہے، ربیعہ ان پر چڑھ آئے یہ اپنے ساتھ کے عربوں اور عجمیوں کو لیکر

نکلے، سخت جنگ ہوئی، حتیٰ کہ مسلمان قلعہ گیر ہونے پر مجبور ہو گئے، اور دشمنوں نے انھیں گھیر لیا، عبد اللہ بن حذف الکلابی اسی کے متعلق کہتا ہے :-

(۸۴) أَلَا أَبْلِغْ أَبَا بَكْرٍ أَلُوكًا وَفِتْيَانَ الْمَدِينَةِ أَجْمَعِينَا
فَهَلْ لَكَ فِي شَبَابٍ مِنْكَ أَمْسَوْا أُسَارَى فِي جُوَاثَ مُحَاصَرِينَا

(ابو بکر کو اور المدینہ کے تمام جوانوں کو یہ پیام پہنچا دو کہ اگر تمھیں اپنے چند جوانوں سے کچھ لگاؤ ہے، جو جُواثا میں محصور ہیں، تو ان کی مدد کو پہنچو")

پھر العلاء ایک رات مسلمانوں کو لیکر نکلے، ربیعہ پر شبخون مارا، سخت جنگ کی اور الحطم کو قتل کر دیا۔

ہشام بن الکلبی کے علاوہ اوروں کا بیان ہے کہ :- الحطم ربیعہ کے پاس آیا، وہ جُواثا میں تھے، سب نے کفر اختیار کیا، اور المنذر بن النعمان کو اپنا امیر بنا لیا، اور وہ ان کے ساتھ مقیم ہو گیا، العلاء نے ان کا محاصرہ کیا، حتیٰ کہ جُواثا فتح کر لیا، اسکی جماعت تتر بتر کر دی، اور الحطم کو قتل کر دیا۔ لیکن پہلی خبر زیادہ صحیح ہے۔

مالک بن ثعلبۃ العبدی، الحطم کے قتل کی نسبت کہتا ہے :-

تَرَكْنَا شُرَيْحًا قَدْ عَلَتْهُ بَصِيرَةٌ كَحَاشِيَةِ الْبُرْدِ الْيَمَانِي الْمُحَبَّرِ
وَنَحْنُ فَجَعْنَا أُمَّ غَضْبَانَ بِابْنِهَا وَنَحْنُ كَسَرْنَا الرُّمْحَ فِي عَيْنِ حَبْتَرِ
وَنَحْنُ تَرَكْنَا مِسْمَعًا مُتَجَدِّلًا رَهِينَةَ ضُبْعٍ تَعْتَرِيهِ وَأَنْسُرِ

(ہم نے شُریح کو اس حال میں چھوڑا، کہ جہاں وہ گرا وہ جگہ خون کے چھینٹوں سے ایسی ہو گئی جیسے چھپی ہوئی بُرد یمانی (یمنی چادر)۔ ہم نے اُم غضبان کو اس کے بیٹے سے محروم کر دیا۔ ہم نے اپنا نیزہ حبتر کی آنکھ میں توڑ دیا، اور مسمع کو زمین پر گرتے ہوئے چھوڑا! اب وہ گدھوں اور بجوؤں کے حوالے ہے، جو اس کی

تکا بوٹی کر ڈالیں گے)۔

کہتے ہیں :۔ المُنذِر بن النُّعمان کو الغَرُور کے نام سے پکارتے تھے، جب مسلمان غالب ہوئے، تو اس نے کہا: "میں الغَرُور نہیں بلکہ المغرور ہوں" (یعنی فریبی نہیں بلکہ فریب خوردہ ہوں)۔ المُنذِر اور رَبِیعَہ کی جماعت بھاگ کر الخطّ پہنچی، العلاء یہاں بھی آپہنچے، اور اس کو فتح کیا اور المُنذِر کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: المُنذِر بچ کر مُشقّر کی طرف آیا، اور اس نے اپنے گرد پانی چھوڑ لیا جس کی وجہ سے اس تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ لیکن آخر اس نے اس پر صلح کر لی، کہ وہ شہر خالی کر دے گا۔ چنانچہ وہ شہر خالی کر کے مُسَیلِمَہ کے پاس چلا گیا، اور اسی کے ساتھ قتل ہوا۔

ایک جماعت کہتی ہے: المُنذِر یوم جُوَاثا میں قتل ہوا۔ اور ایک جماعت کہتی ہے: اس نے امان مانگی، پھر بھاگا، مگر پکڑا گیا، اور قتل کر دیا گیا۔

العَلاء نے (حضرت) ابوبکرؓ سے کمک مانگی، انھوں نے خالد بن الولید کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ الیَمامَہ سے العَلاء کے پاس بہ عجلت روانہ ہو جاؤ اور ان کی مدد کرو، وہ ان کے پاس پہنچے، الحُطَم کو قتل کیا، اور پھر ان کے ساتھ مل کر الخَطّ کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد (حضرت) ابوبکر نے انھیں العراق کی طرف کوچ کا حکم دیا، اور انھوں نے البحرین سے اُدھر کوچ کیا۔ یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ خالد (البحرین کی) مہم سے فارغ ہو کر پہلے المدینہ آئے، اور پھر العراق گئے۔

(۸۵) جُوَاثا میں عبد اللہ بن سُہَیل بن عَمرو، یکے از بنی عامر بن لُؤَیّ شہید ہوئے، ان کی کنیت ابو سُہَیل تھی، اور ان کی ماں فاختَہ بنت عامر بن نَوفَل بن عَبدِ مَناف تھیں۔ یہ یوم بدر میں مشرکوں کے ساتھ آئے تھے، پھر مسلمانوں سے آملے، اور اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کے والد سُہیل بن عَمرو کو جب ان کی شہادت کی خبر ہوئی تو بولے" میں اللہ کے ہاں اس کا حساب کروں گا"
(حضرت) ابوبکرؓ ان سے مکہ میں حج کے موقعہ پر ملے اور بیٹے کا پرسا دیا، انھوں نے کہا،" مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، ایک شہید اپنے ستّر رشتے داروں کی سفارش کر سکتا ہے"۔ میں تمنا کرتا ہوں کہ میرا بیٹا (سفارش کرتے وقت) مجھ سے پہلے کسی اور سے ابتدا نہ کرے"! شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۸ برس کی تھی۔

عبد اللہ بن اُبَیّ بھی جُواثاہی کے دن شہید ہوئے۔ لیکن الواقدی کے علاوہ اوروں کا بیان ہے کہ یہ الیَمامَہ کے دن شہید ہوئے۔

کہتے ہیں:۔۔۔ المُکعَبِر الفارسی، الزّارہ میں قلعہ گیر ہو گیا۔ یہ کسریٰ کا آدمی تھا، اور اس نے اس کو بنی تمیم کی سرزنش کے لیے بھیجا تھا جنھوں نے اس کے قافلہ سے تعرض کیا تھا۔ اس کا نام فَیرُوز بن جُشَیش تھا۔ القَطِیف میں جو مجوس جمع ہو گئے تھے وہ بھی اس کے ساتھ مل گئے، اور انھوں نے جزیہ دینا بند کر دیا۔ العَلاء نے الزّارہ پر چڑھائی کی، لیکن (حضرت) ابوبکرؓ کی خلافت میں فتح نہ کر سکے، اور (حضرت) عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں فتح کیا۔ پھر العَلاء نے (حضرت) عمرؓ کی خلافت میں السّابُون و دَارِین بزور فتح کئے۔ یہاں ایک جگہ ہے جو خَندَق العَلاء کے نام سے مشہور ہے۔

مَعمَر بن المُثنّیٰ کہتا ہے:۔۔۔ العَلاء نے عبد القَیس کے ساتھ السّابُون کے بعض قریوں پر (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں حملہ کیا، اور ان کو فتح کر لیا۔ پھر شہر غابَہ پر حملہ کیا، اور یہاں جتنے عجمی تھے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر الزّارہ آئے، یہاں المُکعَبِر تھا، اس کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے صوبے دار نے مبارزت طلب کی، البَراء بن مالک نے اس سے مبارزت کی، اس کو قتل کیا، اور اس کے جسم پر جو کچھ تھا لے لیا، وہ ۴۰ ہزار درہم قیمت کا مال تھا۔ پھر اہل الزّارہ میں سے

ایک شخص آیا، اور اس نے اس بات پر امان مانگی کہ وہ اپنی قوم کے پانی کا منبع بتا دیگا، اور اس نے الزّارہ کے باہر اس چشمہ کا نشان بتا دیا، اور العلاء نے اس کو بند کر دیا۔ یہ دیکھکر اہل شہر نے اس پر صلح کر لی (۸۶) کہ شہر کا تیسرا حصہ، اور سونے چاندی کا تیسرا حصہ، اور شہر کے باہر جو کچھ ہے اس کا نصف حصہ العلاء لے لیں۔ اس کے بعد الاخنس العامری نے العلاء سے آکے کہا: ان لوگوں نے اپنے بال بچوں کے متعلق، جو دارین میں ہیں، کوئی شرط نہیں کی ہے۔ کرّاز النکری نے ان تک پہنچنے کا پایاب رستہ بتایا، العلاء مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ سمندر میں در آئے، مگر ان لوگوں کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اس وقت خبر ہوئی جب انھوں نے تکبیریں کہیں: وہ نکلے اور انھوں نے مسلمانوں سے سہ طرفہ جنگ کی، مسلمانوں نے ان کے جنگ آزماؤں کو قتل کیا، اور بچوں اور اسیران جنگ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہ حال دیکھکر المکعبر مسلمان ہو گیا۔ اس جنگ کے متعلق کرّاز کہتا ہے:-

هَابَ العَلَاءُ حِيَاضَ البَحرِ مُقتَحِماً　　فَخُضتُ قُدماً اِلَى كُفَّارِ دَارِينَا

(العلاء سمندر میں در آتے ہوئے اس کے حوضوں سے ڈرے:
لیکن میں پہلے بھی کفار دارین کی طرف جاتے ہوئے ان کو عبور کر چکا تھا)

ہم سے خَلَف البزّار اور عفّان نے کہا، ان دونوں نے کہا ہم سے ہُشَیم نے کہا، انھوں نے کہا ہمیں ابن عون و یونس نے خبر دی، اور انھیں محمد بن سیرین نے، کہ:- البَراء بن مالک مرزبان الزّارہ سے دست بدست لڑے، اس کی ریڑھ پر نیزہ مارا اور اس کو گرا دیا، پھر اس کے ہاتھ کاٹ لئے، اور اس کے جوشن اور اس کی پوستین لے لی۔ یہاں کے مال غنیمت کی کثرت کے باعث (حضرت) عمرؓ نے اس میں سے خمس نکالا؛ یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی جس میں سے خمس نکالا گیا۔

الیمامہ

کہتے ہیں :۔ الیمامہ کو جوّ کہتے تھے پھر اس وجہ سے الیمامہ کہنے لگے کہ قبیلۂ جدیس کی ایک عورت الیمامہ بنت مُرّ کو اس کے دروازے پر سولی دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں :۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۷ھ کی ابتدا میں، اور بعض کہتے ہیں : سنہ ۶ھ میں، شاہانِ عالم کو نامہ روانہ فرمائے تو ایک نامہ ہوذہ بن علی الحنفی و اہل الیمامہ کے نام بھی تحریر فرمایا جس میں (اس کو اور اہل الیمامہ کو) اسلام کی دعوت دی، اور یہ نامہ سلیط بن قیس بن عمرالانصاری ثم الخزرجی کے ہاتھ ان کے پاس روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے خدمت مبارک میں اپنے وفد بھیجے، وفد میں ایک شخص مجاعہ (۸۷) بن مرارہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاگیر میں ایک افتادہ زمین عطا فرمائی جس کی اس نے درخواست کی تھی۔ اور انہی میں ایک شخص الرجال بن عنفوہ تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور سورۂ بقر اور قرآن میں سے دوسری سورتیں پڑھیں، مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔ اور انہی میں مسیلمۂ کذاب ثمامہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ مسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی :" اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیئے نبوت کا معاملہ

ـــــ ابن [illegible] الرجال لکھا ہے۔

فی الحال چھوڑ دیں، اور اس شرط پر آپ سے بیعت کر لیں، کہ آپ کے بعد یہ ہمیں ملے گی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: لا، ولا نعمۃ عین، ولکن اللہ قاتلک (نہیں، آنکھ جیسی نعمت کی قسم ہرگز نہیں، بلکہ خدا تجھے غارت کرے) اور ہوذہ بن علی الحنفی نے نامۂ مبارک کا یہ جواب دیا: "اگر آپ اپنے بعد مسلمانوں کی امارت میرے لئے مخصوص فرما دیں، تو میں اسلام قبول کر لوں گا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی مدد کر دوں گا"۔ فرمایا: لا، ولا کرامۃ، اللھم اکفنیہ (نہیں، بزرگی کی قسم ہرگز نہیں، اے خدا! تو مجھے اس کے شر سے بچا)۔ ہوذہ اس کے تھوڑے دن بعد مر گیا۔ جب بنی حنیفہ کا وفد الیمامہ واپس آیا، تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوے کیا، اور الرّجّال بن عنفوہ نے اس کے دعوے پر شہادت دی، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ شریک امر کر لیا ہے"۔ بنی حنیفہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل الیمامہ اس کی پیروی کرنے لگے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبادہ بن الحارث، یکے از بنی عامر بن حنیفہ کے ہاتھ خط بھیجا، یہ وہی ابن النوّاحہ ہے جس کو عبد اللہ بن مسعود نے الکوفہ میں قتل کیا تھا، کیوں کہ انھیں معلوم ہوا تھا کہ یہ اور اس کے ساتھ ایک گروہ مسیلمہ کے جھوٹے دعوے پر ایمان رکھتا ہے۔ خط میں لکھا تھا:

"مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے، محمد رسول اللہ کے نام۔
اما بعد۔ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی، مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام علیک۔ عمرو بن ابی جارود الحنفی نے لکھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد النبی کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد، فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ

الیمامہ

کہتے ہیں: الیمامہ کو جَوّ کہتے تھے پھر اس وجہ سے الیمامہ کہنے لگے کہ قبیلہ جدیس کی ایک عورت الیمامہ بنت مُرّ کو اس کے دروازے پر سولی دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـھ کی ابتدا میں، اور بعض کہتے ہیں: ۶ھ میں، شاہانِ عالم کو نامے روانہ فرمائے تو ایک نامہ ہَوذہ بن علی الحنفی و اہل الیمامہ کے نام بھی تحریر فرمایا جس میں (اس کو اور اہل الیمامہ کو) اسلام کی دعوت دی، اور یہ نامہ سَلیط بن قیس بن عمرو الانصاری ثم الخزرجی کے ہاتھ ان کے پاس روانہ فرمایا۔ ان (۸۷) لوگوں نے خدمت مبارک میں اپنے وفد بھیجے، وفد میں ایک شخص مُجّاعہ بن مُرارہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاگیر میں ایک افتادہ زمین عطا فرمائی جس کی اس نے درخواست کی تھی۔ اور انہی میں ایک شخص الرَّجّال[1] بن عُنفُوَہ تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور سورۂ بقرہ اور قرآن میں سے دوسری سورتیں پڑھیں، مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔ اور انہی میں مُسیلمہ کذاب ثُمامہ بن کبیر بن حبیب تھا۔ مُسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے نبوت کا معاملہ

---

[1] [illegible] الرجال لکھا ہے۔

فی الحال چھوڑ دیں، اور اس شرط پر آپ سے بیعت کر لیں، کہ آپ کے بعد یہ ہمیں ملے گی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "لا، ولا نعمۃ عین، ولکن اللہ قاتلک (نہیں، آنکھ جیسی نعمت کی قسم ہرگز نہیں، بلکہ خدا تجھے غارت کرے)" اور ہوذہ بن علی الحنفی نے نامہ مبارک کا یہ جواب دیا: "اگر آپ اپنے بعد مسلمانوں کی امارت میرے لئے مخصوص فرما دیں، تو میں اسلام قبول کر لوں گا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی مدد کر دوں گا۔" فرمایا: "لا، ولا کرامۃ، اللھم اکفنیہ (نہیں، بزرگی کی قسم ہرگز نہیں، اے خدا! تو مجھے اس کے شر سے بچا)۔ ہوذہ اس کے تھوڑے دن بعد مر گیا۔ جب بنی حنیفہ کا وفد الیمامہ واپس آیا، تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوےٰ کیا، اور الرّجال بن عنفوہ نے اس کے دعوے پر شہادت دی، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ شریک امر کر لیا ہے"۔ بنی حنیفہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل الیمامہ اس کی پیروی کرنے لگے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبادہ بن الحارث، یکے از بنی عامر بن حنیفہ کے ہاتھ خط بھیجا، یہ وہی ابن النوّاحہ ہے جس کو عبد اللہ بن مسعود نے الکوفہ میں قتل کیا تھا، کیوں کہ انھیں معلوم ہوا تھا کہ یہ اور اس کے ساتھ ایک گروہ مسیلمہ کے جھوٹے دعوے پر ایمان رکھتا ہے۔ خط میں لکھا تھا:

"مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے، محمد رسول اللہ کے نام۔
اما بعد۔ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی، مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام علیک۔ عمرو بن ابی جارود الحنفی نے لکھا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد النبی کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد، فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ

والعاقبۃ للمتقین۔ (قرآن ۱۲۵:۷)۔ زمین اللہ کی ملک
ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا
وارث بناتا ہے۔ عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے، اور
سلامتی اس پر ہے جو راہ راست پر چلے) اُبیّ بن کعبؓ نے لکھا۔"

(۸۸) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اور (حضرت) ابوبکرؓ
خلیفہ ہوئے، تو چند مہینوں میں نجد اور اس کے حوالی کے مرتدوں کا پورا
پورا استیصال کر کے خالد بن الولید بن المُغیرۃ المخزومی کو جھوٹے مسیلمہ سے
لڑنے الیمامہ بھیجا، وہ الیمامہ کے قریب پہنچکر بنی حنیفہ کی ایک جماعت پر،
جس میں مُجّاعۃ بن مُرارہ بن سلمی تھا، قابو پا گئے، سب کو قتل کر دیا اور
مُجّاعۃ کو باندھکر اپنے ساتھ لائے، لشکرگاہ الیمامہ سے ایک میل پر تھی،
بنی حنیفہ نے ان کی طرف پیش قدمی کی، الرّجّال اور مُحکّم بن الطُّفیل بن
سُبَیع، جس کو مُحکّم الیمامہ کہتے تھے، ان کے ساتھ تھا، خالد ان میں کوئی چیز
چمکتی دیکھکر بولے: "یا معشر المسلمین! اللہ نے تمھیں دشمنوں کے بارے
سبکدوش کر دیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان میں سے بعض نے بعض پر
تلواریں کھینچ لی ہیں؟ میرا خیال ہے کہ ان میں باہم اختلاف ہوگیا ہے،
اور ان کی قوت آپس کی لڑائی میں صرف ہونے لگی ہے"۔ اس پر مُجّاعہ
نے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، کہا: "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ ہندی
تلواریں ہیں، جنھیں زیادہ لچکدار بنانے کے لئے اور اس لئے کہ رن میں
ٹوٹ نہ جائیں، وہ دھوپ دے رہے ہیں"۔ پھر دونوں لشکر دست و
گریباں ہوئے، اور پہلا شخص جو مسلمانوں سے لڑا الرّجّال بن عُنفُوہ تھا،
اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس جنگ میں بہت سے ذی وجاہت مسلمان
اور قُرّاء قرآن بھی شہید ہوئے۔ پھر مسلمان پلٹے، مجتمع ہوئے اور حملہ کیا،
اللہ نے ان پر نصرت نازل فرمائی، اور اہل الیمامہ کو ہزیمت دی، مسلمانوں
نے ان کا تعاقب کیا، اور خوب قتل کیا۔ عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے جو
والد کی طرف سے (حضرت) عائشہ کے بھائی تھے، مُحکّم کے ایک تیر مارا جس سے

وہ مرگیا، کافر الحدیقہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے، اس لئے اس دن سے اس کو حدیقتہ الموت کہنے لگے۔ اللہ نے الحدیقہ میں مُسَیلِمہ کو قتل کر دیا۔

بنی عامر بن لوئی بن غالب کہتے ہیں، مُسَیلِمہ کو خِداش بن بشیر بن الأصم، یکے از بنی مَعِیص بن عامر بن لوئی نے قتل کیا۔ بعض انصار کہتے ہیں: اس کو عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ، یکے از بنی الحارث بن الخزرج نے قتل کیا: اذان کا خواب انہی کو دکھایا گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں: ابو دُجانہ سِماک بن خرشہ نے قتل کیا، پھر شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں: عبد اللہ بن زید بن عاصم، برادر حبیب ابن زید نے قتل کیا، جو بنی النجار کے قبیلہ مَبذُول سے تھے۔ مُسَیلِمہ نے ان کے بھائی حبیب کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تھے۔ وَحشی بن حرب الحبشی، جو (حضرت) امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا، مدعی تھا کہ مُسَیلِمہ کو میں نے قتل کیا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا "میں نے ایک بہترین انسان، اور ایک بدترین انسان کو قتل کیا ہے"۔ بعض کہتے ہیں: اس کے قتل میں یہ سب شریک تھے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کا دعویٰ تھا کہ مُسَیلِمہ کو میں نے قتل کیا ہے، اور بنی امیہ مُسَیلِمہ کا قاتل معاویہ ہی کو سمجھتے تھے۔ (۸۹)

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن مسلم نے کہا، اور ان سے خالد بن دہقان نے، اور ان سے ایک شخص نے، جو عبد الملک بن مروان کے پاس اس وقت موجود تھا جب اس نے بنی حنیفہ میں سے ایک شخص سے، جو الیمامہ کے دن شریک تھا، قتل مُسَیلِمہ کی نسبت دریافت کیا تھا، اس نے کہا مُسَیلِمہ کو اس شخص نے قتل کیا جس میں یہ یہ صفتیں تھیں۔ عبد الملک یہ سن کر پکار اٹھا "واللہ تو نے اس کے قتل کے متعلق معاویہ کے حق میں فیصلہ کر دیا"۔

راوی کہتا ہے:۔ جھوٹے نبی کی گردن جب دبوچی گئی تو وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا "اے بنی حنیفہ اپنے احساب[2] کے لئے لڑ جاؤ" اور اسا

---

[1] ابن درید نے عاصم لکھا ہے، ص ۱۰۱۔
[2] احساب حسب کی جمع ہے، حسب اس بزرگی کو کہتے ہیں جو آبائے اشراف سے انتساب

حملے کو بار بار دُہراتا رہا، حتیٰ کہ اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن غیاث نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حمّاد بن سَلَمہَ نے، ان سے ہشام نے، ان سے عُروَہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔ عرب کافر ہو گئے، (حضرت) ابو بکرؓ نے ان کے لئے خالد بن الولید کو بھیجا، خالد نے انکا مقابلہ کیا اور کہا: "خدا کی قسم میں اس وقت تک دم نہ لوں گا، جب تک مُسَیلِمہَ سے نہ لڑوں۔" انصار نے کہا: "یہ تمھاری ذاتی رائے ہے، ابو بکر نے تمھیں یہ حکم نہیں دیا ہے، المدینہ واپس چلو تاکہ ہمارے گھوڑے ستالیں" خالد نے کہا: خدا کی قسم! میں مُسَیلِمہَ سے لڑے بغیر ہرگز دم نہ لوں گا۔" انصار ان سے برگشتہ ہو گئے، پھر انھوں نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا، اگر انھوں نے فتح پائی تو ہمیں خفیف ہونا پڑے گا، اور شکست کھائی تو (اس کے یہ معنے ہوں گے کہ) ہمیں نے انھیں شکست دلوائی۔" یہ سوچ کر انصار واپس ہوئے اور خالد سے آملے۔ مسلمانوں اور مشرکوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی، مسلمان پیچھے ہٹے اور بھاگ کر اپنی قیام گاہوں تک آ گئے، السّائب بن العوّام اُٹھ کر للکارے، کہ "اے لوگو! تم بھاگ کر اپنی فرودگاہ تک آ گئے ہو، اور جب آدمی بھاگ کر اپنی فرودگاہ پر آجاتا ہے[1] تو پھر اس کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں بھاگ کر جا سکے" پھر اللہ نے مشرکوں کو شکست دی اور مُسَیلِمہَ مارا گیا۔ اس دن مسلمانوں کا شعار[2] "یا اصحاب البقرہ" (یعنی اے سورۂ بقرہ والو) تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳) کی بنا پر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نسلی شرف کے لئے لڑ جاؤ۔

[1] لیس ۱۷ مو ٭ مفر بعد رحلہ۔ یہ مثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسری جگہ سے بھاگ کر تو اپنے ٹھکانے پر آتا ہے مگر جب ٹھکانا بھی چھن جائے گا تو پھر کہاں جائے گا۔

[2] شِعَار۔ لغت میں شعار نشان اور علامت اہل جنگ کو کہتے ہیں۔ گھمسان کی لڑائی میں جب محاربین مختلط ہو جاتے تو دوست دشمن کی پہچان کے لئے اپنے اپنے مخصوص قومی اور قبائلی شعار بلند آواز سے دہراتے تھے کہ اس سے جوش مسابقت بھی بڑھتا تھا۔ ابن حجر نے لکھا ہے: غزوات میں انصار کا شعار عبدالرحمٰن اور مہاجرین کا شعار عبداللہ ہوتا تھا۔" ابوداؤد میں ہے: "کبھی یہ بھی ہوتا کہ انصار و مہاجرین قرآن کی کسی آیت کو اپنا شعار ٹھیرا لیتے" (کتاب الجہاد)

مجھ سے اہل الیمامہ میں سے ایک شخص نے کہا: ایک شخص بنی حنیفہ کے زیر سایہ رہتا تھا، جب محکم مارا گیا تو اس نے کہا:

فَإِنْ أَنْجُ مِنْهَا أَنْجُ مِنْهَا عَظِيمَةً ۔۔۔ وَإِلَّا فَإِنِّي شَارِبٌ كَأْسَ مُحَكَّمِ (۹۰)

(اگر میں اس سے نجات پا جاؤں تو ایک بڑی بلا سے نجات پا جاؤں گا، ورنہ مجھے محکم ہی کا پیالہ پینا پڑے گا)

کہتے ہیں:۔ لڑائی نے مسلمانوں کو بالکل تھکا دیا اور ان میں ذرا بھی ہمت باقی نہیں چھوڑی۔ مجاعہ یہ بات تاڑ گیا، اور بولا: ابھی تم نے ہمارے تھوڑے ہی سے آدمی قتل کئے ہیں، اور ہم میں سے اکثر ابھی باقی ہیں جن سے تم اب تک نہیں لڑے ہو، لیکن میں دیکھتا ہوں تمھاری ساری ہمت وہی نے گئے۔ میں اُن جنگ آزماؤں کی طرف سے، جو ابھی باقی ہیں تم سے صلح کرتا ہوں؛ اور اس نے خالد سے نصف قیدیوں، نصف سونے چاندی، اور زرہوں، اور گھوڑوں پر صلح کر لی۔ خالد نے اس کو اہل الیمامہ کے پاس بھیجا، اس نے ان کے پاس پہنچکر بچوں عورتوں اور بڈھوں سے کہا: تم ہتیار پہن پہن کر قلعوں پر کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑے ہو گئے، جب خالد اور مسلمانوں نے ان سلاح پوشوں کو دیکھا تو ان کے جنگ آزما ہونے میں انھیں کوئی شبہ باقی نہیں رہا؛ وہ کہنے لگے: "واقعی مجاعہ ہم سے سچ کہتا تھا"۔ پھر مجاعہ مسلمانوں کے لشکر میں واپس آیا، اور بولا: قوم وہ شرائط قبول نہیں کرتی جن پر میں نے اس کی جانب سے تم سے صلح کی ہے، اور وہ لڑنے پر آمادہ ہے، یہ دیکھو عرض کے قلعے جنگ آزماؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جب میں نے بہت کہا سنا تو وہ قیدیوں کی ایک چوتھائی، اور نصف سونے چاندی، اور زرہوں اور گھوڑوں پر مصالحت کرنے پر راضی ہوئی ہے۔ خالد انہی شرائط پر صلح کرنے کے لئے راضی ہو گئے، اور صلح نامہ پر دستخط کر دیئے۔ پھر مجاعہ ان کو اپنے ساتھ الیمامہ لایا، خالد نے جب باقی ماندوں کو دیکھا، تو کہا: "اے مجاع؛ تو نے مجھے دھوکہ دیا" (مگر انھوں نے اس کے ساتھ بدعہدی نہیں کی)۔ اہل الیمامہ

مسلمان ہوگئے، اور ان سے صدقہ لیا گیا۔ اس کے بعد خالد کے پاس (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا جس میں العلاء بن الحضرمی کی کمک پر جانے کا حکم تھا اور وہ سمرہ بن عمرو العنبری کو یہاں اپنا جانشین کر کے البحرین روانہ ہو گئے۔

الیمامہ سنہ ۱۲ھ میں فتح ہوا۔

مجھ سے ابو رباح الیمامی نے کہا، مسیلمہ کذاب کا قد ٹھنگنا، چہرہ نہایت زرد، اور ناک چپٹی تھی، اور ابو ثمامہ اس کی کنیت تھی، بعض کہتے ہیں ابو ثمادہ تھی۔ ایک شخص جس کا نام حجیر تھا اس کے لئے اذان دیتا تھا، اور جب اذان دیتا تو کہتا، اشھد ان مسیلمۃ یزعم انہ رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں مسیلمہ رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے) اس پہ ایک نے کہا، افصح حجیر (یعنے حجیر بڑا فصیح ہے) اور اس کا یہ فقرہ ضرب المثل ہو گیا۔

الیمامہ میں یہ لوگ شہید ہوئے: ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس، ان کا نام ہشیم تھا اور بعض کہتے ہیں ہشیم تھا۔ سالم غلام آزاد کردہ ابو حذیفہ، ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، اور یہ ثبیتہ بنت یعار الانصاریہ کے آزاد کردہ غلام تھے، بعض راوی نبیثہ کہتے ہیں، یہ عورت تھیں خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ عبد اللہ یہ الحکم بن سعید بن العاصی بن امیہ تھے، بعض کہتے ہیں: یہ مؤتہ کے دن شہید ہوئے۔ شجاع بن وہب الاسدی حلیف بنی امیہ، ان کی کنیت ابو وہب تھی۔ الطفیل بن عمرو الدوسی یہ ازدیوں میں سے تھے۔ یزید بن رقیش الاسدی، حلیف بنی امیہ۔ السائب بن العوام، برادر الزبیر بن العوام۔ الولید بن عبد شمس بن المغیرۃ المخزومی۔ السائب بن عثمان بن مظعون الجمحی۔ زید بن الخطاب بن نفیل، برادر عمر بن الخطاب، (کہا جاتا ہے: ان کو ابومریم الحنفی نے قتل کیا تھا اور اس کا نام صبیح بن محرش تھا، اور ابن الکلبی کہتا ہے: ان کو لبید بن برغث العجلی نے قتل کیا تھا۔ بعد میں جب یہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو پوچھا گیا لباوہ ہے؟ (اور لبید بھی لباوہ ہی کو کہتے ہیں۔) زید کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی اور یہ عمر میں (حضرت) عمرؓ سے بڑے تھے بعض کہتے ہیں

(۹۱)

ابو مریم کا نام ایاس بن صُبَیح تھا، اور یہ پہلا شخص تھا جو (حضرت) عمرؓ کے زمانے میں البصرہ کا قاضی مقرر کیا گیا، اور سُبَیل میں مرا جو اَلاَہواز میں ہے۔ ابو قیس بن الحارث بن عدی بن سَہم۔ عبد اللہ بن الحارث بن قیس کلیطہ بن عمرو، برادر سُہَیل بن عمرو یکے از بنی عامر بن لُوَیّ۔ ایاس بن بُکَیر الکنانی۔ عَبّاد بن الحارث ابن عَدی؛ یہ اَوس کے قبیلہ بنی جَحجَبا میں سے تھے۔ عَبّاد بن بِشر بن وَقش الاَشہلی، یہ اَوس میں سے تھے اور ان کی کنیت ابو الربیع تھی اور بعض کہتے ہیں: ابو بِشر تھی۔ مالک بن اَوس بن عَتیک الاَشہلی۔ ابو عقیل بن عبد اللہ بن ثعلبہ بن بَیحان البَلَوی حلیف بنی جَحجَبی، ان کا نام عبد العُزّیٰ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن عدو الاوثان رکھا۔ (۳۲) سُراقہ بن کَعب بن عَبد العُزّیٰ النَّجاری؛ یہ الخَزرج میں سے تھے۔ عُمارہ بن حَزم بن زید بن لُوذان النَّجّاری، بعض کہتے ہیں: ان کا انتقال معاویہ کے زمانے میں ہوا۔ حبیب بن عمرو بن مِحصَن النَّجّاری۔ مَعن بن عدی بن الجَدّ بن العَجلان البلوی، یہ قُضاعہ میں سے تھے اور انصار کے حلیف تھے۔ ثابت بن قَیس بن شَمّاس بن ابی زُہَیر یکے از بنی الحارث بن الخَزرج، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب تھے، ان کی کنیت ابو محمد تھی اور یہ اس دن انصار کی کمان پر تھے۔ ابو حَبّہ بن غَزِیّہ بن عمرو یکے از بنی مازن بن النجار۔ العاصی بن ثعلبۃ الدوسی، یکے از بنی الاَزد حلیفِ انصار۔ ابو دُجانہ سِماک بن اَوس بن خَرَشہ بن لُوذان السّاعدی؛ یہ الخزرج میں سے تھے۔ ابو اُسَید مالک بن رَبیعۃ السّاعدی، بعض کہتے ہیں: انھوں نے سنہ ٦٠ھ میں المدینہ انتقال کیا۔ عبد اللہ بن ابی مالک، ان کا نام الحُباب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ کے نام پر ان کا نام رکھا، ان کا باپ منافق تھا اور وہی تھا جس کو ابن اُبَیّ بن سَلول کہتے تھے (سَلُول، اُبَیّ کی ماں تھی جو قبیلۂ خُزاعہ میں سے تھی اور اُبَیّ اسی کی طرف منسوب تھا۔ اس کا باپ مالک بن الحارث تھا، اور وہ قبیلۂ الخزرج میں سے تھا بعض کہتے ہیں: یہ جُواثا کے دن البحرین میں شہید ہوئے تھے) عُقبہ بن عامر بن نابی، یکے از بنی سَلَمہ، یہ الخزرج میں سے

الحارث بن کعب بن عمرو یکے از بنی النجار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب بن زید بن عاصم یکے از بنی مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار، اور عبداللہ بن وہب الاسلمی کو مسیلمہ کے پاس روانہ فرمایا، اس نے عبداللہ سے تو کچھ تعرض نہیں کیا، مگر حبیب کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے، ان کی ماں نسیبہ بنت کعب تھیں۔ الواقدی کہتا ہے: یہ دونوں عمان سے عمرو بن العاص کے ساتھ گئے تھے، عمرو اور ان کے ساتھی تو بچ گئے مگر یہ دونوں پکڑے گئے۔ الیمامہ کی جنگ میں نسیبہ بھی شریک ہوئی تھیں، اور کئی زخم کھاکر واپس آگئی تھیں، یہ حبیب اور عبداللہ، زید کے بیٹوں کی ماں تھیں، یوم احد میں بھی شریک ہوئی تھیں، اور ان دو عورتوں میں سے ایک تھیں، جنھوں نے العقبہ کے (۹۴) دن بیعت کی تھی۔ الیمامہ کے دن یہ لوگ شہید ہوئے تھے: عائذ بن ماعص الزرقی الخزرجی، اور یزید بن ثابت الخزرجی جو زید بن ثابت صاحب فرائض[ع] کے بھائی تھے۔

لوگوں نے شہدائے الیمامہ کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، کم سے کم تعداد جو بیان کی گئی ہے سات سو ہے اور زیادہ سے زیادہ ستره سو، اور بعض بارہ سو کہتے ہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سلام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی الحارث بن مرۃ الحنفی نے، اور ان سے ہشام بن اسمٰعیل نے کہ:۔ مجاعۃ الیمامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو تین زمینیں جاگیر میں عطا فرمائیں اور ان کے لئے اس کو یہ وثیقہ مرحمت فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر محمد الرسول اللہ نے مجاعہ بن مرارہ بن سلمی کو دی ہے۔ میں نے تجھے الغورہ غرابہ اور الحبل جاگیر میں دئیے ہیں، جو تجھ سے حجت کرے مجھ سے کہیو

ع یعنے وہ شخص جو علم فرائض کا ماہر ہو۔

الغورہ، غزابات کا ایک قصبہ ہے، اور قارات کے قریب واقع ہے۔ راوی نے کہا: مُجَّاعَہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد (حضرت) ابو بکرؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے اس کو الخضرمہ جاگیر میں دیا۔ پھر (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے اس کو الرَّیَّا دیا۔ پھر (حضرت) عثمانؓ کے پاس آیا، اور انھوں نے بھی اس کو ایک جاگیر دی جس کا نام، الحارث کہتے ہیں، مجھے یاد نہیں رہا۔

ہم سے حدیث بیان کی القاسم بن سَلّام نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو ایُّوب الدِّمشقی نے، ان سے سَعْدان بن یحییٰ نے، ان سے صَدَقہ بن ابی عمران نے، ان سے ابو اسحاق الہمدانی نے، اور ان سے عَدِی بن حاتم نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فُرات ابن حَیَّان العجلی کو الیَمامہ میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی ہے۔

مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن ثُمَال الیَمامی نے، اور ان سے ان کی قوم کے بعض بزرگوں نے، کہ:- الحَدِیقَہ کا نام حَدِیقَۃُ الموت وہاں مقتولین کی کثرت کے باعث پڑا۔ پھر کہا: اسحٰق بن ابی خَمِیصَہ نے، جو قیس کے آزاد کردہ غلام تھے، یہاں المامون کے عہد میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ الحدیقہ کا نام پہلے اُباض تھا۔

محمد بن ثُمَال کہتے ہیں: قصر الوَرْدُ، الوَرْد بن السَّمِین بن عُبَید الحَنَفی کی طرف منسوب ہے۔ ایک اور شخص نے کہا: اس کا نام حِصْن مُعَنَّق اس کے استحکام کے باعث رکھا گیا تھا، اور اس سے یہ مراد لی جاتی تھی کہ جس نے اس میں پناہ لی وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہا۔ وہ کہتا ہے: الرَّیَّا ایک چشمہ ہے جس سے الصَّفْقَہ والے پانی پیتے ہیں، یہ ایک جاگیر ہے، اور صَفْقُق نامی ایک افسر کی طرف منسوب ہے، جو اس پر مقرر تھا، اور اس سے الخَیْشِیَہ اور الخِضْرِمہ والے بھی پانی پیتے ہیں۔ (۹۴)

عربوں کا ارتداد

(حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں

کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابو بکر رحمہ اللہ کی خلافت میں عربوں کے بعض قبیلے مرتد ہو گئے، اور انھوں نے صدقہ دینا بند کر دیا، اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا: "ہم نماز پڑھیں گے مگر زکاۃ نہیں دیں گے۔" اس پر (حضرۃ) ابو بکر رحمہ اللہ نے کہا: "اگر ان لوگوں نے مجھ پر ایک سال کا صدقہ بھی روکا، تو میں ان سے لڑوں گا۔" اور بعض راوی کہتے ہیں یہ کہا: "اگر دو سال کا صدقہ روکا۔"

مجھ سے حدیث بیان کی عبد اللہ بن صالح العجلی نے، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے عوانہ بن الحکم نے، ان سے جریر بن یزید نے، اور ان سے الشعبی نے، کہ :۔ (حضرۃ) عبد اللہ بن مسعود نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے تھے جہاں اگر اللہ ابو بکرؓ کی ذات میں ہم پر احسان نہ کرتا، تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ ہم اس پر متفق ہو گئے تھے، کہ بنت مخاضؑ اور ابن لبون

؎ بنت مخاض:۔ وہ اونٹنی جو برس دن کی ہو کر دوسرے برس میں لگی ہو۔ ابن لبون وہ اونٹ بچہ جو

پر نہ لڑیں، اور قُرَیٰ عَرَبِیَّۃ کی آمدنی پر گزارہ کریں، اور خدا کی عبادت کریں، حتیٰ کہ ہمیں یقین حاصل ہو۔ مگر اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنے کی ہمت عطا فرمائی اور خدا کی قسم، وہ ان سے رسوا کرنے والے طریقہ یا جلاوطن کرنے والی جنگ کے سوا کسی طرح کی صلح پر راضی نہ ہوئے۔ رسوا کرنے والا طریقہ یہ ہے، کہ وہ یہ مان لیں کہ ان میں سے جو مارا جائے گا وہ جہنم میں جائے گا، اور ہمارے اموال جو انھوں نے لیئے ہیں ہمیں واپس کر دیں گے۔ اور جلاوطن کرنے والی جنگ یہ ہے کہ انھیں ان کے گھروں سے نکال دیا جائے گا۔"

ہم سے ابراہیم بن محمدؒ نے حدیث بیان کی، ان سے عَزْوَۃ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن مَہدی نے، ان سے سُفیان الثوری نے ان سے قیس بن مُسلم نے، اور ان سے طارق بن شہاب نے، کہ:-

وَفدِ بُزاخہ (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس آیا، اور اس کو انھوں نے جلاوطن (۹۵) کرنے والی جنگ، یا رسوا کرنے والی صلح میں سے کوئی ایک بات، قبول کرنے کا اختیار دے دیا۔ وفد نے کہا: "ہم جلاوطن کرنے والی جنگ کا مطلب تو سمجھ گئے، مگر یہ رسوا کرنے والی صلح کیا ہے؟" کہا: "وہ یہ ہے کہ ہم تم سے زرہیں اور گھوڑے چھین لیں، اور تمھارے اموال میں سے جو کچھ ہمارے ہاتھ آئے وہ ہم غنیمت کے طور پر رکھ لیں، اور جو کچھ ہمارے پاس سے تمھارے پاس جائے وہ تم واپس کر دو، اور ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو، اور یہ مانو کہ تمھارے مقتول آگ میں جائیں گے۔

ہم سے حدیث بیان کی شُجاع بن مُخَلَّد الفَلّاس نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی بِشر بن المُفَضَّل غلام آزاد کردۂ بنی رقاش نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سَلَمۃَ الماجِشُون نے، ان سے عبدالواحد نے، ان سے القاسم بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) دو برس بھر کے تیسرے برس میں لگا ہو۔

عٖ یعنی خالصہ دیہات۔ (یحییٰ بن آدم؛ ص ۱۲۲۔)

محمد بن ابی بکر نے، اور ان سے ان کی پھپھی ام المومنین (حضرۃ) عائشہ رضی اللہ عنہا نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد میرے والد پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جو اگر جبال الرّاسیات پر بھی نازل ہوتی، تو اُسے پاش پاش کر دیتی؛ ایک طرف المدینہ میں نفاق نے سر اٹھایا، اور دوسری طرف عرب مرتد ہو گئے؛ پس خدا کی قسم، ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس میں مرتدوں نے اختلاف کیا ہو، اور میرے والد نے اس میں اسلام کے فوائد و مصالح پوری طرح محفوظ نہ رکھے ہوں۔ع

کہتے ہیں:- (حضرۃ) ابوبکرؓ اہلِ ردّت پر فوجیں بھیجنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ القَصّہ کی جانب، جو ارض محارب میں ہے، تشریف لے گئے، اور خارجہ بن حِصن بن حُذَیفہ بن بدرُ الفزاری اور مَنظُور بن زبّان بن سَیّار الفزاری، یکے از بنی العشراء الغطفانیہ، کو انکی طرف بھیجا، وہ ان سے لڑے، سخت جنگ ہوئی، اور آخر مشرکوں نے شکست کھائی؛ طلحہ بن عبد اللہ التیمی نے ان کا تعاقب کیا، اور ثنایا عَوسَجہ کے زیرین حصے پر انھیں جا لیا، مگر ان میں سے صرف ایک ہی آدمی کو قتل کر سکے، باقی ان کے ہاتھ سے نکل گئے، اور ایسے بھاگے کہ پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس پر خارجہ بن حِصن نے کہا: "ابن ابی قُحافہ سے عرب کو بڑی شرمندگی ہے"۔

(طُلَیحہ بن خُوَیلِدُ الاَسَدی کا دعوے نبوت

اور

بَنی اَسَد و بنی فَزارہ کا ارتداد)

اس کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ نے، جو ابھی القَصّہ ہی میں تھے، خالد بن الولید بن المُغیرۃُ المَخزُومی کو لوگوں پر امیر کیا، اور ان کی ماتحتی میں

ع یعنی مرتدوں نے جن جن باتوں میں اختلاف کیا انھوں نے ان سب میں اسلام کا فائدہ پوری طرح محفوظ رکھا اور ایک بات میں بھی انھیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

ثابت بن قیس بن شماس الانصاری، یکے از شرکا، یوم الیمامہ، کو انصار کی سرلشکری پر مامور کر کے طُلَیحہ بن خُوَیلِد الاَسدی مدعی نبوت کی طرف جانے کا حکم دیا، طلیحہ اس وقت بُزاخہ میں تھا جو بنی اسد بن خُزَیمہ کا پانی ہے؛ خالد اس کی طرف روانہ ہوئے، اور عُکّاشہ بن مِحصَن الاَسدی حلیفِ بنی عبد شمس (۹۶) اور ثابت بن اَقرَم البلوی حلیفِ انصار کو آگے بھیجدیا، رستے میں ان دونوں کو حِبال بن خُوَیلِد ملا، اس کو ان دونوں نے مار ڈالا، طُلَیحہ اور اس کے بھائی سَلَمہ کو جب اس کی خبر ہوئی، تو ان دونوں نے عُکّاشہ اور ثابت کو قتل کر دیا۔ طُلَیحہ کہتا ہے :۔

ذَکَرتُ اَخِی لَمّا عَرَفتُ وُجُوھَھُم   وَاَیقَنتُ اَنِّی ثَائِرٌ بِحِبَالِ

عَشِیّۃَ غَادَرتُ ابنَ اَقرَمَ ثَاوِیًا   وَعُکَّاشَۃَ الغَنمِیَّ عِندَ مَجَالِ

(مجھے ان کی صورتیں دیکھتے ہی اپنا بھائی یاد آیا اور یقین ہو گیا، کہ میں آج ضرور ان سے اپنے بھائی حِبال کے خون کا بدلہ لینے والا ہوں۔ میں نے ثابت بن اقرم کو اسی شام قبر میں دفن کر دیا، اور عُکاشۃ الغنمی کو جولاں گاہ کے پاس خاک و خون میں لتھڑا چھوڑ دیا)

پھر مسلمان اور ان کے دشمن باہم دست و گریباں ہوئے، طرفین نے سخت جنگ کی عُیَینَہ بن حِصن بن حُذیفہ بن بَدر بنی فَزارہ کے سات سو آدمیوں کی معیت میں طُلَیحہ کے ساتھ تھا، اس نے یہ دیکھکر کہ مسلمانوں نے مشرکوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا ہے طُلَیحہ سے آکے کہا: "تو نے دیکھا ابی الفُصَیل کا لشکر کیا کر رہا ہے؟ پھر کیا جبرئیل تیرے پاس کوئی (وحی یا حکم) لایا ہے؟" اس نے کہا: "ہاں آیا تھا اور یہ کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے اس کی چکی جیسی ایک چکی ہے اور ایک ناقابل فراموش دن ہے۔" عُیَینَہ نے کہا: "میں دیکھتا ہوں واللہ تیرے لئے ایک ناقابل فراموش دن ہے! اے بنی فَزارہ یہ جھوٹا ہے!" عُیَینَہ یہ کہہ کے اس کے لشکر سے

چلا گیا، مشرکوں کو ہزیمت ہوئی، مسلمان غالب ہوئے، عُیَینہ بن حِصن گرفتار ہوا اور المدینہ لایا گیا، (حضرت) ابوبکرؓ نے اس کا خون معاف کر دیا اور اس کو رہا کر دیا۔ طُلَیحہ بن خُوَیلد بھاگ کر اپنے خیمے میں گیا، غسل کیا، اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عُمرہ کی غرض سے مکہ گیا اور پھر مسلمان ہو کر المدینہ آیا۔ بعض کہتے ہیں: نہیں، بلکہ وہ (بھاگ کر) الشام گیا تھا جہاں مجاہدین نے اس کو گرفتار کر لیا اور (حضرت) ابوبکر کے پاس المدینہ بھیج دیا، یہاں وہ مسلمان ہو گیا اور العراق و نہاوند کی جنگوں میں شریک ہوا اور خوب داد شجاعت دی۔ ایک دفعہ (حضرت) عمرؓ نے اس سے کہا "کیا اللہ کے نیک بندے عُکّاشہ بن محصن کو تو نے ہی قتل کیا تھا؟" اس نے کہا "ہاں! عُکّاشہ کو مجھ سے سعادت ملی، اور مجھے ان سے شقاوت نصیب ہوئی۔ میں اللہ سے اپنی مغفرت چاہتا ہوں۔"

مجھے داؤد بن حبال الاسدی نے اپنی قوم کے بڑے بوڑھوں سے خبر دی کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) نے طُلَیحہ سے کہا "تو نے یہ دعویٰ کر کے اللہ پر افترا باندھا تھا کہ اس نے تجھ پر یہ وحی نازل کی ہے کہ "اللہ کو تمہارے چہروں کا خاک آلود ہونا اور تمہارے پچھایوں کی بدنمائی پسند نہیں، تم اللہ کو پرہیزگاری کے ساتھ کھڑے ہو کر یاد کیا کرو کیوں کہ جھاگ خالص (دودھ) ہی پر آتے ہیں۔" اس نے کہا "اے امیرالمؤمنین! یہ کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا، اب مجھ پر اس کے بعض مظاہر کی وجہ سے کوئی ملامت نہیں ہے۔" (اس پر حضرت) عمرؓ چپ ہو گئے۔

کہتے ہیں:۔ خالد بن الولید رُمّان اور آبانَین آئے جہاں بُزاخہ کی باقی ماندہ جمعیت موجود تھی، اور اس نے بغیر جنگ (حضرت) ابوبکرؓ کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر خالد نے ہشام بن العاصی بن وائل السہمی برادر عمرو بن العاصی کو (جو قدیم الاسلام تھے اور مہاجرین حبشہ میں سے تھے) بنی عامر بن صعصعہ کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے [illegible]

جنگ، اسلام کا اظہار کیا اور اذان دینے لگے۔ ہشام واپس آگئے۔

قُرَّۃ بن ہُبَیرۃ القُشَیری نے صدقہ دینا بند کر دیا تھا، اور طُلَیحہ کی مدد کی تھی، ہشام بن العاصی اس کو گرفتار کر کے خالد کے پاس لائے اور انھوں نے اس کو (حضرۃ) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا۔ اس نے ان سے کہا: "خدا کی قسم جب سے ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا، جب عَمرو بن العاصی، عُمَّان سے واپسی میں میرے پاس ہو کر گزرے تھے، تو میں نے ان کی مہمانداری اور فرماں برداری کی تھی"۔ اس کے متعلق (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے (حضرۃ) عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انھوں نے تصدیق کی، اور (حضرت) ابوبکرؓ نے اس کا خون معاف کر دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:- خالد، بنی عامر کے علاقے کی طرف گئے تھے، اور یہیں سے انھوں نے قُرَّۃ کو پکڑ کر (حضرت) ابوبکر کی خدمت میں بھیجا تھا۔

راوی کہتا ہے:- پھر خالد الغَمْر کی طرف گئے، یہاں بنی اسد غَطَفان وغیرہ میں سے ایک جماعت تھی، اور اس کا سردار خارجہ بن حِصْن بن حُذَیفہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ وہ اپنے سردار بدلتے رہتے تھے، اور ہر قوم کا سردار اسی قوم میں سے ایک شخص ہوتا تھا۔ اس جماعت نے خالد اور مسلمانوں سے جنگ کی، مسلمانوں نے اس کے ایک گروہ کو قتل کیا، اور باقی ماندہ بھاگ نکلے۔ اس کے متعلق حُطَیئۃ العَبْسی کہتا ہے:

أَلَا كُلُّ أَرْمَاحٍ قِصَارٍ أَذِلَّةٍ ... فِدَاءٌ لِأَرْمَاحِ الفَوَارِسِ بِالغَمْرِ

(الغَمْر کے شہ سواروں کے نیزوں پر تمام چھوٹے اور ادنیٰ قسم کے نیزے قربان کر دیئے جائیں۔)

پھر خالد، جَوِّ قُراقِر آئے، اور بعض کہتے ہیں: النُّقْرَہ آئے، یہاں بنی سُلَیم کا ایک گروہ تھا جس کا سردار ابو شَجَرَہ عَمرو بن عبدالعُزّیٰ (۹۸) السُّلَمی تھا، اور اس کی ماں خَنساء تھی، اس نے خالد سے جنگ کی، اس میں ایک مسلمان شہید ہوا، پھر اللہ نے مشرکوں کی جماعت پراگندہ کر دی

کہتے ہیں :۔ خالد نے اس معرکے میں مرتدوں کو جلایا۔ (حضرت) ابوبکرؓ سے جب یہ بات کہی گئی تو انھوں نے کہا: "میں اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جو اللہ نے کافروں پر بے نیام کی ہے۔" ابو شجرہ مسلمان ہو گیا اور (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا، وہ اس وقت مسکینوں کو عطیہ دے رہے تھے، اس نے بھی کچھ مانگا، انھوں نے کہا: کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا ہے :۔

وَرَوَّيتُ رُمحِي مِن كَتِيبَةِ خَالِدٍ وَإِنِّي لَأَرجُو بَعدَهَا أَن أُعَمَّرَا

(میں نے خالد کے لشکر سے اپنے نیزہ کی پیاس بجھائی اب میں اُمید کرتا ہوں کہ میری عمر دراز ہو جائے گی۔)

اور یہ شعر پڑھ کے اس کے دِرّہ مارا۔ اس نے کہا: "اے امیرالمومنین! ہم کو تو اسلام نے محو کر دیا۔"

کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس الفُجاءۃ آیا، اور اس نے کہا: "مجھے سواری اور ہتیار دیجئے میں لڑوں گا۔" انھوں نے اس کو گھوڑا دیا اور ہتیار دیئے، وہ یہ چیزیں لے کے نکلا اور لوگوں کو ستانے اور بلا اتمیاز مسلم و مرتد قتل کرنے لگا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک جماعت اکٹھی کر لی تھی۔ (حضرت) ابوبکرؓ نے طُرَیفہ بن حاجزہ برادر مَعْن بن حاجزہ کو اس سے جنگ کرنے کو لکھا، انھوں نے اس سے جنگ کی، اور اس کو گرفتار کر کے (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا، اور (حضرت) ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ اس کو ناحیۃ المُصلّٰی میں جلا دیا جائے۔

بعض کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابوبکرؓ نے یہ حکم دراصل مَعْن کو بھیجا تھا، انھوں نے اپنے بھائی طُرَیفہ کو روانہ کیا اور انہی نے اس کو گرفتار کیا۔

الفجاءۃ کا نام بُجَیر بن ایاس بن عبد اللہ السُّلمی تھا۔

اس کے بعد خالد بنی تمیم کے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوئے جو البطاح اور البُزاخہ میں تھے، انھوں نے جنگ کی، اور خالد نے ان کو

تِتّر بِتّر کر دیا۔ انہی میں مُتَمَّمْ بن نُوَیرہ کا بھائی مالک بن نُوَیرہ بھی تھا، جو بنی حَنظلہ کے صدقات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کے بعد وہ سارے اموال ہضم کر لئے جو اموال فرائضؐ میں سے اس کے پاس جمع تھے، اور بنی حَنظَلہ سے کہا: "آئندہ تم جانو اور تمہارا مال"۔ خالد نے اس کو قتل کر دیا۔

بعض راوی کہتے ہیں:۔ البُطاح البعُوضہ میں خالد کا کسی سے مقابلہ نہیں ہوا، لیکن انھوں نے بنی تمیم میں جو سرایا پھیلا دیئے تھے ان میں سے ایک سریہ سے، جس کے سردار ضِرار بن الازوَر الاسدی تھے مالک کا مقابلہ ہوا، اس سے جنگ کی، اور اس کو معہ اُس کے ساتھیوں کے گرفتار کر لیا، ضِرار سب کو لے کر خالد کے پاس آئے، خالد نے سب کی گردنیں مارنے کا حکم دیا، اور مالک کی گردن مارنے کا کام ضرار نے اپنے ذمہ لیا۔

بعض کہتے ہیں:۔ مالک نے خالد سے کہا: "خُدا کی قسم میں ہرگز مرتد نہیں ہوا" اور اس کی تائید میں ابوقَتَادَہ الانصاری نے یہ شہادت دی کہ "بنی حَنظَلہ نے ہتیار ڈال دیئے تھے، اور وہ اذان دینے لگے تھے"۔ (۹۹)

(حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "آپ نے ایسے آدمی کو بھیجا ہے جو مسلمانوں کو قتل کرتا ہے اور آگ کا عذاب دیتا ہے"۔

کہتے ہیں متمّم بن نُوَیرہ (حضرت) عمر کے پاس آیا، انھوں نے پوچھا: "تجھے اپنے بھائی مالک کا کتنا رنج ہوا"! اس نے کہا: "میں ایسے سال بھر روتا رہا، یہاں تک کہ میری گئی ہوئی آنکھ نے میری صحیح آنکھ کی مدد کی۔ کبھی نہیں ہوا کہ میں نے آگ جلتی دیکھی ہو اور میری جان پرنہ بن گئی ہو، وہ اپنے ہاں ہمیشہ صبح تک آگ جلی رکھتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی مہمان آئے

عہ یعنی صدقات مفروضہ کے اموال۔ عربی لغت میں اموال کے وہی معنی ہیں جو موجودہ زمانہ کی معاشیاتی اصلاح میں "دولت" کے ہیں۔

اور اس کا گھر نہ پہچان سکے۔" (حضرت) عمرؓ نے کہا: "میرے سامنے اسکی کچھ صفات بیان کر۔" اس نے کہا: "وہ ایسے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا جو منہ زور ہوتا تھا، اور ایسا اونٹ ہانکتا تھا جو اڑیل اور مٹھا ہوتا تھا اس کے دونوں طرف پانی کی مشکیں ہوتی تھیں، جسم پر چست لباس ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک لمبا سا نیزہ۔ اسی حال میں وہ رات رات بھر چلتا اور صبح کر دیتا تھا۔ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔" (حضرت عمرؓ نے) کہا: تو نے اس کے متعلق کچھ کہا ہو تو مجھے سنا۔" اس پر اس نے انھیں ایک مرثیہ سنایا جس میں وہ کہتا ہے:۔

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً ۔۔۔ مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

(ہم ایک زمانہ تک جذیمہ کے دو ندیموں کی طرح ہم پیالہ رہے حتیٰ کہ لوگ کہنے لگے یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔")

(حضرت) عمرؓ نے کہا: "اگر میں شاعر ہوتا تو میں بھی اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔" اس نے کہا: "امیر المومنین! یہ برابر کا معاملہ نہیں ہے اگر میرا بھائی بھی اسی طرح مارا جاتا جس طرح آپ کے بھائی مارے گئے، تو میں اس کے لئے ہرگز نہ روتا۔" (حضرت) عمرؓ نے کہا: "مجھے جیسی تعزیت تو نے دی ہے کسی نے نہیں دی۔"

(اُمّ سادِر سجاح مدعیۂ نبوت)

کہتے ہیں:۔ نبوت کا دعویٰ اُمّ سادِر سَجاح بنت اوس بن حق بن اُسامہ بن الغنیز[1] بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم نے بھی کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں: یہ سجاح بنت الحارث بن عقفان بن سوید[2] بن خالد بن اُسامہ تھی۔ اور اس نے غیب گوئی کا دعویٰ کیا تھا۔ بنی تمیم اور بنی تغلب میں سے ایک ایک جماعت نے اس کی پیروی کی، اور یہ اس کی ننھیال

[1] مسعودی میں الغنیز کی بجائے حارثہ ہے۔ اس نے جو نسب نامہ دیا ہے اس کی رو سے سوید یا حارثہ کا باپ اور عقفان دادا ہوتا ہے (التنبیہ والاشراف)

[2] طبری نے سوید بن عقفان لکھا ہے (ص ۱۲۸)

تھی۔ ایک دن اس نے یہ مُسجّع کلام بنایا: اِنَّ رَبَّ السَّحابِ، یَامُرُکُمْ
اَنْ تَغْزُوا الرَّبابَ (بادلوں کا رب تمھیں رباب پر حملہ کا حکم دیتا ہے)
چنانچہ انھوں نے رباب پر حملہ کر دیا مگر شکست کھائی اور پھر کسی سے جنگ نہیں
کی۔ اس کے بعد وہ مُسَیلِمَہ الکذّاب کے پاس آئی، جو اس وقت الحَجر میں تھا،
اور اس سے شادی کر کے اپنا اور اس کا دین ایک کر لیا۔ لیکن اس کے (۱۰۰)
قتل ہونے کے بعد اپنے بھائیوں کے پاس آ گئی اور انہی کے پاس
مری۔

ابن الکلبی کہتا ہے:۔ سَجَاح مسلمان ہو گئی تھی اور اس نے
البصرہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اس کا اسلام اچھا تھا۔

عبد الاعلیٰ بن حماد النرسی کہتا ہے میں نے البصرہ کے مشائخ کی
ایک جماعت کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ سَمُرہ بن جُندُبُ الفزاری نے اس کے
جنازہ کی نماز پڑھائی، وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے البصرہ کے
والی تھے یہ عُبَید اللہ بن زیاد کے خُراسان سے آنے، اور البصرہ کا والی ہونے
سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ابن الکلبی کہتا ہے:۔ سَجَاح کا موذن الجُنَبہ بن طارق بن
عَمرو بن حوط الرِّیاحی تھا، اور ایک جماعت کہتی ہے اس کے لئے شَبَث
بن رِبعی الرِّیاحی اذان دیتا تھا۔

کہتے ہیں:۔ الیمن میں اہلِ خَوْلَان مرتد ہو گئے، (حضرت) ابوبکرؓ
نے ان کی طرف یَعلی بن مُنیہ کو بھیجا (مُنیہ ان کی والدہ تھیں اور بنی
مازن بن منصور بن عِکرِمہ بن حَصَفَہ بن قیس بن عَیلان بن مُضَر سے
تھیں۔ اور ان کے والد اُمَیَّہ بن ابی عُبَیدہ، مالک بن حَنظَلہ بن مالک
حلیفِ بنی نَوفَل بن عبد مَناف کی اولاد میں تھے۔) انھوں نے ان پر
فتح پائی، اور غنیمت اور قیدی لیکر واپس ہوئے۔ بعض کہتے ہیں: انھیں
کسی جنگ سے دوچار نہیں ہونا پڑا، اور وہ خود ہی اسلام کی طرف
رجوع ہو گئے۔

بنی ولیعہ اور الاشعث بن قیس بن معدی کرب ابن معاویۃ الکندی کا ارتداد

کہتے ہیں: — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے زیاد بن لبید البیاضی کو حضرموت کا حاکم مقرر فرمایا اور پھر کندہ بھی انہی کی حکومت میں شامل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: کندہ ان کی حکومت میں (حضرت) ابوبکر نے ضم کیا تھا۔ زیاد ارادہ کے پکے اور سخت آدمی تھے، انھوں نے کندیوں میں سے ایک سے صدقہ میں جوان اونٹنی لی، اس نے کہا: "یہ واپس دیکر اس کی بجائے دوسری لے لو"۔ لیکن زیاد اس پر صدقہ کی نشانی لگا چکے تھے، اس لئے انھوں نے اس کے واپس کرنے سے انکار کیا، الاشعث بن قیس نے ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی، مگر وہ راضی نہیں ہوئے، اور اس سے کہا: "میں ایسی چیز ہرگز واپس نہیں کر سکتا جس پر نشانی لگائی جا چکی ہو"۔ اس پر قبیلۂ السکون کے سوا، جو آخر وقت تک ان کے ساتھ رہا، باقی سارے کندی بگڑ گئے۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے: —

(۱۰۲)

وَنَحْنُ نَصَرْنَا الدِّيْنَ إِذْ ضَلَّ قَوْمُنَا ۔۔۔ شَقَاءً وَشَايَعْنَا ابْنَ أُمِّ زِيَادِ

وَلَمْ نَبْغِ عَنْ حَقِّ الْبَيَاضِيِّ مَزْحَلًا ۔۔۔ وَكَانَ تُقَى الرَّحْمٰنِ أَفْضَلَ زَادِ

(ہم نے ایسے وقت دین کی حمایت کی جب ہماری قوم بری طرح گمراہ ہو گئی تھی۔ ہم نے ابن اُمِّ زیاد کا ساتھ دیا اور البیاضی کے حق سے بچنے کی مطلق خواہش نہیں کی؛ اس لئے کہ اللہ کا خوف بہترین توشہ ہے۔)

بنی عمرو بن معاویہ بن الحارث الکندی، لبید سے مقابلے کو

ـه زکوٰۃ کے جانوروں پر ایک خاص نشانی بنا دی جاتی تھی تاکہ وہ اپنی جنس کے دوسرے جانوروں سے الگ پہچانے جائیں۔ (البخاری، ج اول، ص ۱۹)

جمع ہوئے، لَبِید نے مسلمانوں کی معیت میں ان پر شبخون مارا اور ان میں سے بہتوں کو قتل کیا۔ انہی میں مِخْوَس اور مِشْرَح اور جَمْد اور اَبْضَعَہ تھے جو مَعْدِی کرب بن وَلِیعَہ بن شُرَحْبِیل بن معاویہ بن حُجْر القِرد (قِرد ان کی زبان میں گھوڑے کو کہتے ہیں۔) بن الحارث الوَلَّادَہ بن عَمْرو بن معاویہ بن الحارث کے بیٹے تھے، یہ بہت سی وادیوں کے مالک تھے، اور اس لئے "الملُوک الاَرْبَعہ" کہلاتے تھے؛ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر مرتد ہو گئے۔ اس جنگ میں ان کی بہن العَمَرَّدَہ بھی ماری گئی؛ اس کا قاتل اس کو مرد سمجھ رہا تھا۔ زیاد واپسی میں الاَشعَث بن قیس اور اس کی قوم پر سے گزرے، ان کے ساتھ لونڈی غلام اور غنیمت کے اموال تھے، (یہاں پہنچکر) عورتیں اور بچے رونے پیٹنے لگے، اَلاَشعَث کو غیرت آئی، وہ اپنی قوم میں سے ایک جماعت کیساتھ نکلا، زیاد کا اور ان کے ساتھیوں کا جم کے مقابلہ کیا؛ مسلمانوں میں سے کچھ کام آئے، اور کِندیوں نے انھیں شکست دیدی، یہ دیکھ کر کِندہ کے اکابر اَلاَشعَث کے ساتھ ہو گئے، زیاد نے (حضرۃ) ابوبکرؓ کو مدد کے لئے لکھا، اُنھوں نے مُہاجِر بن اُمَیَّہ کو کمک پر جانے کا حکم بھیجا، دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر اَلاَشعَث کے مقابلہ پر آئے اور اس پر ٹوٹ پڑے، اس کی جماعت منتشر کردی اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ کِندیوں نے النُّجَیْر میں پناہ لی، یہ ان کی ایک گڑھی تھی، مسلمانوں نے بشدت اس کا محاصرہ کیا، اَلاَشعَث نے ان میں سے ایک تعداد کے لئے امان چاہی اور اپنے تئیں اس تعداد سے الگ کر لیا۔ (اس کی وجہ یہ تھی کہ) الجَفْشِیش الکِندی نے، جس کا نام مَعْدان بن الاَسوَد بن مَعدی کرب تھا، اس کی کمر پکڑ لی اور کہا: "مجھے اس تعداد میں داخل کر دو"۔ اس نے اس تعداد میں اس کو داخل کر دیا اور اپنے تئیں الگ کر لیا؛ پھر وہ زیاد بن لَبِید اور المُہاجِر کے پاس آیا اور انھوں نے اس کو (حضرت) ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیا؛ (حضرت ابوبکرؓ نے)

اس پر مہربانی فرمائی، اور اپنی بہن اُمّ فَرْوہ بنت ابی قُحافہ کی اس سے شادی کردی، جن سے اس کے ہاں محمدؐ و اسحٰق دو لڑکے اور قُریبہ وحُبابہ وجَعدہ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں: (حضرت ابوبکر (۱۰۲) نے) اس سے اپنی بہن قُرَیبہ کی شادی کی تھی۔ جب شادی ہوچکی تو وہ بازار آیا اور ذبح کا جو اونٹ دیکھا اس کی ایڑیوں کے پٹھے کھول دیئے اس کی قیمت دی اور لوگوں کی ضیافت کی۔ اس کے بعد وہ (کچھ دنوں) المدینہ رہا، پھر الشام والعراق گیا، جہادوں میں داد شجاعت دی، اور الکوفہ میں وفات پائی اور (حضرت امام) حسن بن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) نے، جب معاویہ سے ان کی صلح ہوچکی تھی، اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کی کنیت ابومحمدؐ اور لقب عُرف النار تھا۔

بعض راوی کہتے ہیں:۔ بنی وَلیعَہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی مرتد ہوگئے تھے اور زیاد کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کو روانہ فرمایا تھا۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے لوگوں کو (حضرت) ابوبکر کی بیعت کے لئے بلایا، سب نے بیعت کی مگر بنی ولیعہ نے نہیں کی، زیاد نے ان پر شبخون مارا اور تہ تیغ کیا، الاَشعَث مرتد ہوکر النُّجَیر میں قلعہ گیر ہوگیا، زیاد المُہاجر نے اس کا محاصرہ کرلیا، جب عِکرِمہ بن ابی جَہل عُمان سے واپس آئے تو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدد کے لئے بھیجا؛ لیکن النُّجَیر ان کے پہنچنے سے پہلے فتح ہوچکا تھا۔ (حضرت) ابوبکرؓ نے مسلمانوں سے کہا: "ان کو غنیمت میں شریک کرلو" اور انھوں نے ان کو شریک کرلیا۔

کہتے ہیں:۔ النُّجَیر میں چند عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خوشیاں منائی تھیں، (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پاؤں قطع کرنے کا حکم دیا۔ ان میں الثَّبجاء، الخَضرمیہ اور ہند بنت یامِینُ الیہودیۃ تھیں۔

مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی عبدالرزاق بن ہمام الیمانی نے، اور ان سے الیمن کے بعض مشائخ نے، کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید بن العاصی کو صنعاء پر مقرر فرمایا — عنسی الکذاب نے ان کو یہاں سے نکال دیا — اور المہاجر بن اُمیّہ کو کندہ پر، اور زیاد بن لبید البیاضی کو حضرموت و الصدف پر۔

الصَّدِف کے باشندے مالک بن مُرتع بن معاویہ بن کندہ کی اولاد میں سے تھے۔ الصَّدِف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں مُرتع نے ایک حضرمیہ سے اس شرط پر شادی کی تھی کہ جب تک اس کے ہاں کوئی بال بچہ پیدا ہو وہ اس کے ساتھ رہے گی اور اس کے بعد وہ اسکو میکے جانے سے نہیں روکے گا۔ جب اس کے ہاں مالک پیدا ہوا تو حاکم نے (اس شرط کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس کو میکے بھیجدے؛ جب وہ جانے لگی اور مالک بھی باپ سے جدا ہو کر ماں کے ساتھ جانے لگا تو اس نے کہا: صَدَفَ عَنِّی مالِكٌ (مالک مجھ سے بچھڑ گیا) اس وجہ سے اس جگہ کا نام الصَّدف پڑ گیا۔

(۱۰۳) عبدالرزاق کہتا ہے: مجھے الیمن کے مشائخ نے خبر دی ہے کہ:- (حضرت) ابوبکر نے زیاد بن لبید اور المُہاجر بن اُمیّۃ المخزومی کو، جو اس وقت کندہ پر (والی) تھے، لکھا کہ: "تم دونوں ایک جگہ اس طرح جمع ہو جاؤ کہ دونوں کے ہاتھ مثل دست واحد اور دونوں کے حکم مثل حکم واحد ہو جائیں؛ اور پھر میرے لئے بیعت لو، جو صدقہ نہ دیں ان سے جنگ کرو؛ اور مومنوں سے کافروں کے خلاف، اور فرماں برداروں سے نافرمانوں اور مخالفوں کے خلاف مدد حاصل کرو؛ انھوں نے کندیوں میں سے ایک سے صدقہ میں ایک بن بیاہی اونٹنی لی، اس نے دینے کے بعد کہا: "یہ دے کر دوسری لے لو۔" المہاجر نے کہا: اچھا؛ مگر زیاد نے انکار کیا اور وہی اونٹنی رکھی، اور کہا: "صدقہ کی

نشانی لگنے کے بعد میں ہر گز واپس نہیں کر سکتا۔" اس پر بنی عمرو بن معاویہ نے ایک جماعت طیار کی، زیاد نے المہاجر سے کہا: "اس جتھے کو دیکھتے ہو؟ میری رائے میں یہ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم سب ایک جگہ سے حملہ کریں، میں ایک جماعت کے ساتھ لشکر سے خفیہ طور پر الگ ہو جاتا ہوں اور ان کا فروں پر شبخون مارتا ہوں۔" زیاد مستقیم الارادہ اور سخت آدمی تھے؛ یہ تہیّہ کر کے بنی عمرو کی جانب روانہ ہوئے؛ رات کو ان کے قریب پہنچکر شبخون مارا، بہتوں کو قتل کیا (اور ان کو اتنا بدحواس کر دیا کہ) وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ پھر زیاد و المہاجر جمع ہوئے، ان کے ساتھ لونڈی غلام اور اسیران جنگ تھے؛ الاشعث بن قیس اور کندہ کے سرداروں نے ان کا مقابلہ کیا اور جہاں تک ہو سکا جان توڑ کر لڑے، پھر النجیر میں پناہ گیر ہو گئے، زیاد و المہاجر نے ان کا محاصرہ کر لیا، حتیٰ کہ محاصرہ نے انھیں تنگ کر دیا اور بہت نقصان پہنچایا، آخر الاشعث اطاعت پر اُتر آیا۔

کہتے ہیں:۔ حضرموتی کندیوں کی مدد کو آئے تھے۔ زیاد اور المہاجر ان پر جا پڑے اور کامیاب ہوئے۔

خولانیوں کے ارتداد پر (حضرت) ابوبکرؓ نے یعلیٰ بن مُنیہ کو بھیجا، انھوں نے جنگ کی، اور ان کو مطیع کر لیا، اور وہ صدقہ دینے پر راضی ہو گئے۔

پھر المُہاجر کے پاس (حضرت) ابوبکر کا پروانہ آیا، اس میں صنعا اور اس کی مخالیف کی ولایت کا حکم تھا۔ اس کی رو سے ان کی عملداری کی حدیں زیاد کی عملداری سے مل گئیں۔ اس طرح الیمن تین آدمیوں: زیادؔ المہاجر اور یعلیٰ میں تقسیم ہو گیا۔ ابوسفیان بن حرب کو الحجاز و نجران کی آخری حدوں کے درمیانی علاقہ کا والی کیا۔

مجھ سے حدیث بیان کی ابو نصر التمّار نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی شریک نے؛ انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابراہیم بن المہاجر نے اور انھیں ابراہیم النخعی نے، کہ:۔ الاشعث بن قیس الکندی (۱۰۴)

کندہ کے بہت سے آدمیوں کو لیکر مرتد ہو گیا، مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا، اس نے اہل شہر میں سے ستر آدمیوں کے لئے امان مانگی مگر خود اپنے لئے نہیں پھر اس کو (حضرت) ابوبکر کے پاس لائے، انھوں نے کہا: "ہم تجھے قتل کریں گے، کیونکہ جب تو اس تعداد میں نہیں ہے جس کے لئے تو نے امان مانگی تھی تو تیرے لئے کوئی امان نہیں ہے۔" اس نے کہا: "نہیں، بلکہ اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ مجھ پر مہربانی کریں گے اور میری شادی کر دینگے" انھوں نے یہی کیا اور اپنی بہن سے اس کی شادی کر دی۔

مجھ سے حدیث بیان کی القاسم بن سلّام ابوعُبَید نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن صالح نے جو لَیث بن سَعد کے کاتب تھے، ان سے علوان بن صالح نے، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے حُمَید بن عبدالرحمن نے، ان سے عبدالرحمن بن عوف نے، اور ان سے (حضرت) ابوبکرؓ صدیق نے کہ:- میں اپنے تین ارادوں سے باز رہا حال آں کہ میں ان میں سے ایک سے باز رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ جب الأشعث بن قیس میرے پاس لایا گیا تو میں نے چاہا کہ اُسے قتل کرا دوں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ جب کبھی کوئی برائی کرے گا تو اس میں پوری کوشش کرے گا۔ دوسرے یہ کہ جب الفجاءَۃ میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں اسے جلوانا نہیں چاہتا تھا بلکہ قتل کرانا چاہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ جب میں نے خالد کو الشام کی طرف بھیجا تو عمر بن الخطاب کو العراق کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا، تاکہ میرے دونوں ہاتھ اللہ کی راہ میں پھیل جاتے۔"

مجھے خبر دی عبداللہ بن صالح العجلی نے، انھیں یحیٰی بن آدم نے، انھیں الحسن بن صالح نے، انھیں فِراس یا بُنان نے، اور انھیں الشّعبی نے، کہ:- (حضرت) ابوبکرؓ نے النُّجَیر کے اسیران جنگ کو فی کس چار سو درہم فدیہ پر واپس کر دیا۔ الاَشعث بن قیس نے المدینۃ کے تاجروں سے مطلوبہ رقم قرض لے کر فدیہ میں دی اور پھر وہ رقم انھیں ادا کر دی۔

راوی کہتا ہے: الاَشعث نے بشیر بن الاُوَح اور یزید بن اُنَاناۃ اور ان

لوگوں کا جو النجیر کے دن قتل ہوئے، یہ مرثیہ کہا۔بشیر ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر مرتد ہوگئے تھے:۔

لَعَمْرِی وَمَا عَمْرِی عَلَیَّ بِهَیِّنٍ — لَقَدْ کُنْتُ بِالْقَتْلَی أَحَقَّ ضَنِینِ

فَلَا عَزْوَ إِلَّا یَوْمَ یُقْسَمُ سَبْیُهُمْ — وَمَا الدَّهْرُ عِنْدِی بَعْدَهُمْ بِأَمِینِ

وَکُنْتُ کَذَاتِ الْبَوِّ رِیعَتْ فَأَقْبَلَتْ — عَلَی بَوِّهَا إِذْ طُرِّبَتْ بِحَنِینِ

عَنِ ابْنِ أَمَانَاةَ الْکَرِیمِ وَبَعْدَهُ — بَشِیرِ النَّدَی فَلْیَجْرِ دَمْعُ عُیُونِ

اپنی جان کی قسم، اور وہ مجھے اجیرن نہیں ہے، کہ میں مقتولوں کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اس دن کے بعد سے، جب کہ اسیران جنگ تقسیم کئے جا رہے تھے، زمانہ میرے نزدیک امانت دار نہیں رہا۔ میری مثال بالکل اس اونٹنی کی سی ہے جس کا بچہ مرچکا ہو اور وہ اس کے لئے چیختی ہو اور جب اسے بھس بھرا بچہ دکھایا جائے تو وہ اس کی طرف دوڑے اور دودھ اس کے تھنوں سے جاری ہوجائے۔ میری آنکھوں کے آنسو معزز ابن اماناۃ اور اس کے بعد فیاض بن بشیر کے لئے بہنے چاہئیں۔"



ع عربوں میں دستور تھا کہ جب کسی کی اونٹنی کا بچہ مرجاتا اور دودھ اس کے تھنوں سے نہیں اترتا تھا تو وہ اونٹ کے بچے کی کھال میں بھس بھر کے اس کے قریب لیجاتے، وہ اس کو دیکھکر محبت سے بیتاب ہوجاتی تھی اور چیختی تھی اور دودھ اس کے تھنوں سے جاری ہوجاتا تھا۔

الاسود العنسی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ الیمن میں مرتد ہوئے (۱۰۵)

کہتے ہیں :۔ الاسود بن کعب بن عوف العنسی کہانت کا روپ بھر کر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور عنس اس کے پیرو ہو گئے عنس کا نام زید بن مالک بن اُدد بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا تھا۔ اور عنس، مراد بن مالک اور خالد بن مالک اور سعد العشیرہ بن مالک کا بھائی تھا۔ عنسیوں کی طرح ایک اور قوم نے بھی اس کا اتباع کیا اس نے اپنا نام "رحمن الیمن" رکھا، جس طرح مسیلمہ نے اپنا نام "رحمن الیمامہ" رکھا تھا؛ اس کے پاس ایک سدھا ہوا گدھا تھا، جب یہ اس سے کہتا کہ "اپنے رب کو سجدہ کر" تو سجدہ کرتا، اور جب کہتا کہ "گھٹنے ٹیک" تو وہ گھٹنے ٹیکتا اس وجہ سے اس کا نام "ذوالحمار" (گدھے والا) پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں: اس کو "ذوالخمار" (نقاب پوش) کہتے تھے، اس لئے کہ وہ ہمیشہ نقاب ڈالے اور عمامہ باندھے رہتا تھا۔

مجھ سے بعض اہل الیمن نے کہا کہ :۔ الاسود سیہ رو تھا، اس لئے اس کو الاسود کہنے لگے؛ ورنہ اس کا اصلی نام عَیْہَلہ تھا۔

کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ البجلی کو اسی سال جس سال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی الاسود کے

پاس روانہ فرمایا کہ اسے اسلام کی طرف دعوت دیں، لیکن اس نے انکار کیا؛ جَرِیر اسی سال اسلام لائے تھے۔

بعض راوی اس سے منکر ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر کو الیمن بھیجا۔ کہتے ہیں:۔ اَلاَسْوَد صَنْعَاء آیا اور اس پر غالب ہو گیا اور اس نے خالد بن سعید بن العاصی کو صَنْعَاء سے نکال دیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اَلاَسْوَد نے (خالد کو نہیں) المُہَاجِر بن ابی اُمَیَّۃ کو نکالا تھا، اور انھوں نے زیاد بن لَبِید البیاضی کے علاقہ میں پناہ لی تھی، اور (حضرت) ابوبکر کا حکم آنے تک یہیں رہے تھے۔ (حضرت) ابوبکر نے زیاد کو المُہاجر کی مدد کرنے کا حکم دیا، انھوں نے ان کی مدد کی، اور مہم سر کر لی؛ (حضرت) ابوبکر نے المُہاجر کو صَنْعَاء اور اس کے اعمال کا والی کر دیا۔

اَلاَسْوَد نہایت مغرور و متکبر تھا۔ اس نے الاَبْنَاء[1] کو جو ان ایرانیوں کی اولاد تھے جنھیں کسریٰ نے وَہْرِز[2] کی سرلشکری میں ابن ذِی یَزَن کے ساتھ الیمن بھیجا تھا، ذلیل کیا اور اپنا خدمتگار بنایا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف کام کریں، اور المَرْزُبَانَۃ سے شادی کر لی، وہ ان کے سردار باذام کی بیوی تھی جو کسریٰ اَبَرْوِیز کی طرف سے ان پر حاکم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن ہُبَیْرَۃ المَکْشُوح المُرَادی کو الاسود سے جنگ کرنے روانہ فرمایا۔ ان کا نام المکشوح اس لئے رکھا گیا کہ یہ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کے پہلو میں داغ دیئے گئے تھے۔ اور الاَبْنَاء کی استمالت کا حکم فرمایا، اور فَرْوَہ بن مُسَیک المُرادی کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔

---

[1] ابناء کے لغوی معنی ہیں بیٹے۔ لیکن یہاں قدیم ایرانیوں کی وہ جماعت مراد ہے جو ایران سے نکل کر بلاد الیمن میں آکر آباد ہو گئی تھی۔ یہ لوگ خُرزاد بن نرسی بن جاماسپ برادر قُباذ بن فیروز کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ عرب ان کو الاَبْنَاء الفُرس کہتے تھے۔

[2] یہ اس منصب یا عہدہ کا نام ہے جس پر اَنُوشِرْوَان نے خُرزاد کو مقرر کیا تھا۔ اور یہ اس وقت کیا تھا جب خُرزاد کو اہل حَبَش کے مقابلہ میں، جو الیمن پر چھا گئے تھے، سیف ابن ذی یزن الحِمیَری کی مدد کرنے کو لکھا تھا۔

ان کے الیمن پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کی خبر آئی
قیس نے الاسود کو حکم دیا کہ میں تمھارا ہم خیال ہو گیا ہوں، اس نے صنعاء میں انکو
داخل ہونے کی اجازت دیدی اور یہ مذحج و ہمدان وغیرہ کے لوگوں کے ساتھ
شہر میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے انھوں نے الابناء میں سے فیروز بن
الدیلمی کو رام کر کے مسلمان کیا، پھر یہ دونوں الابناء کے سردار باذام کے پاس
گئے؛ بعض کہتے ہیں: باذام اس زمانہ میں مرچکا تھا اور الابناء کا سردار اس کا
جانشیں داذویہ تھا (اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ مز) اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد
وہ ثابت بن ذی الحرۃ الحمیری سے ملے اور اس کو بھی رام کر لیا۔ داذویہ نے اپنے
داعی الابناء میں پھیلا دیئے، وہ اسلام لائے اور اس پر متفق ہو گئے کہ الاسود
کو اچانک جا دبوچیں اور قتل کر دیں۔ اس کے لئے اس کی بیوی المرزبانہ سے جسکو
الاسود سے سخت نفرت تھی، سازش کی گئی، اس نے ان کو اندر آنے کے لئے
ایک موری کا پتہ بتایا اور اس رستہ سے یہ لوگ صبح سویرے گھر میں داخل ہو گئے
بعض کہتے ہیں: ان لوگوں نے صبح سویرے اس کے گھر کی دیوار میں ایک جگہ
جہاں سے وہ شق ہو رہی تھی، نقب لگائی اور اس کے سر پر جا پہنچے، وہ مدہوش
پڑا سو رہا تھا، قیس نے اس کو ذبح کر دیا، وہ بیل کی طرح ڈکرانے لگا، اس کے
پہرہ داروں نے جو یہ آوازیں سنیں تو گھبرائے اور پوچھا: رحمٰن الیمن کو یہ کیا ہو گیا
اس کی بیوی نے فوراً کہا: "اس پر وحی آ رہی ہے"۔ وہ مطمئن ہو گئے اور چپ
ہو گئے، قیس نے اس کا سر کاٹا اور جب صبح ہوئی تو فصیل پر چڑھے اور (بلند
آواز سے) کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
الاسود جھوٹا ہے اور اللہ کا دشمن ہے"۔ (یہ سنتے ہی) الاسود کے پیرو جمع ہوئے
قیس نے اس کا سر ان کے سامنے پھینک دیا، اس کو دیکھ کر چند کے سوا باقی
سب منتشر ہو گئے۔ قیس کے ساتھی دروازہ کھولنے کے لئے نکلے اور انہوں نے اسکے
پیروؤں میں سے ان کے سوا جو اسلام لا چکے تھے باقیوں کو تہ تیغ کر دیا۔
بعض راوی کہتے ہیں: الاسود العنسی کو فیروز بن الدیلمی نے قتل کیا۔

مز فیروز بن الدیلمی ان دہ اسواروں میں سے ایک تھا جن کو باذام نے ابرویز کے حکم سے

قیس نے صرف حملہ کی اجازت دی اور اس کا سر کاٹا۔

بعض اہل العلم کہتے ہیں:۔ الاسود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے سے پانچ دن پہلے قتل ہو گیا تھا اور آپ نے حالت مرض میں فرمایا تھا: "اللہ نے مرد صالح فیروز بن الدیلمی کے ہاتھ سے الاسود العنسی کو قتل کردیا۔"

(۱۰۷) حضرت ابوبکر کو فتح کی خبر اس وقت ہوئی جب انھیں خلیفہ ہوئے دس راتیں گذر چکی تھیں۔

مجھے خبر دی بکر بن الہیثم نے، انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان انس الیمانی اور النعمان بن برزج یکے از الابناء نے، کہ:۔ الاسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عامل کو صنعاء سے نکالا تھا وہ ابان بن سعید بن العاصی تھے؛ اور جس نے الاسود کو قتل کیا وہ فیروز بن الدیلمی تھے۔ قیس اور فیروز جب المدینہ میں تھے تو دونوں نے یہ دعویٰ کیا کہ الاسود کو ہم نے قتل کیا ہے؛ (حضرت) عمر نے کہا: "اس کو اس شیر یعنی فیروز نے قتل کیا ہے۔"

کہتے ہیں: قیس پر داذویہ کے قتل کی تہمت لگائی گئی، جب (حضرت) ابوبکر کو یہ خبر ہوئی کہ قیس الابناء کو صنعاء سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں تو بہت برہم ہوئے اور المہاجر بن امیۃ کو، جو یہاں آپکے عامل تھے، لکھا کہ صنعاء جاکر قیس کو میرے پاس لاؤ، وہ گئے اور ان کو لیکر آئے، اور ان سے (حضرت ابوبکر نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس اس بات کی پچاس قسمیں لیں کہ انھوں نے داذویہ کو قتل نہیں کیا؛ اور جب وہ قسمیں کھا چکے تو انھیں رہا کیا اور ان مسلمانوں کے ساتھ الشام بھیجدیا جنھوں نے رومیوں پر جہاد کی دعوت قبول کی تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لانے کے لئے بھیجا تھا۔ جب یہ دونوں مدینہ سبارکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج رات کو شیرویہ بن ابرویز نے خسرو ابرویز کو قتل کردیا۔" یہ سنکر دونوں باذام کے پاس واپس آئے اور جب یہ سنا کہ یہ سچ ہے تو خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لائے باذام بھی اسلام لایا اور اسکی وجہ سے ابناء صنعاء بھی اسلام لائے۔

استدراک

سہو نظر سے بعض حواشی اپنے اپنے مقام پر درج
ہونے سے رہ گئے وہ یہاں بقید صفحات وسطور
متن درج کیے جاتے ہیں۔

ص ۴، س ۲: مسجد ضرار منافقین اسلام نے تفریق کلمۂ مسلمین کے لیے، مشہور منافق و مرتد ابو عامر کے اشارہ سے، جو اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا، مسجد قبا، کے توڑ پر، اس کے اور مسجد نبوی کے درمیان، بنی سالم بن عوف کے محلہ میں بنائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی زمانہ میں مہم تبوک پیش آئی، آپ ہنضت فرما ہوئے، رستہ میں یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ "ہم نے ضعیفوں اور بیماروں کے لیے، جن میں مسجد نبوی تک جانے کی سکت ہو، ایک مسجد بنائی ہے، حضور ایک دفعہ اس میں نماز ادا فرمائیں تو وہ مقبول ہو جائے گی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور تبوک سے مراجعت پر، اس میں نماز ادا فرمانے کا ارادہ فرمایا، اس پر یہ وحی نازل ہوئی: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

مِن قَبل۔ (وہ لوگ جنھوں نے کفر و شرارت اور تفریق بین المومنین کے لئے ایک مسجد بنائی ہے، اور جنھیں اُس کا انتظار مقصود ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی جنگ کر چکا ہے۔) اور اس نے یہ حکم سنایا:
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ (اے محمدؐ! ہرگز ہرگز تم اس میں نماز نہ پڑھنا۔ اس کے مقابلہ میں وہ مسجد اس کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ تم اس میں نماز پڑھو جس کی بنیاد اول یوم سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے، وہاں ایسے لوگ ہیں جو طاہر رہتے ہیں اور اللہ طاہر رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمانے کا ارادہ فسخ فرمادیا اور حکم دیا کہ اس مسجد کو ڈھادیا جائے اور جلا دیا جائے۔

ص ۸، س ۲ نَقِیبُ النُّقَبَاء۔ نقیب وہ شخص جو ایک قوم یا ایک گروہ کے افعال و احوال کا نگراں، اور ان کا مہتمم اور ان کا ضامن اور جواب دہ ہوتا ہے۔ نقیب النقبا، جو نقیبوں کا نقیب۔ یعنی سرداروں کا سردار ہو، نقیب کو رئیس بھی کہتے ہیں۔ (ابن حجر، ج ۱، ص ۱۶، ابن منظور، ج ۸)

ص ۱۰، س ۹۔ "آتش زدہ سنگستان"۔ اصل لفظ حرۃ ہے، حرۃ آتش زدہ سنگستان کو کہتے ہیں۔ عرب میں اس قسم کے سنگستان بہت ہیں اور ہر سنگستان اپنے موضع کی طرف منسوب ہے۔ یہاں جن سنگستانوں کا ذکر ہے وہ مدینۂ منورہ کے شرق و غرب میں ہیں اور یہی حرم المدینہ کی شرقی و غربی حدیں ہیں۔

ص ۱۰، س ۱۹۔ "آتش زدہ پہاڑیاں" اصل لفظ لابۃ ہے۔ لابۃ ایسی پہاڑی

کو کہتے ہیں جس کے پتھر شدت حرارت سے سیاہ ہو گئے ہوں ۔ اس قسم کی پہاڑیاں مدینۂ منورہ کے دوں جانب (یعنی شمال اور جنوب میں) ہیں اور وہ برکانی مادوں کی کھولن سے سیاہ ہو گئی ہیں ۔ یہ پہاڑیاں جبل عَیْر و جبل ثور ہیں ۔

ص ۲۰، س ۱۹ ۔ ایام حَرَّہ سے مراد وہ جنگ ہے جو آخر ذی الحجہ ۶۳ھ میں بمقام حَرَّہ اہل المدینہ اور یزید کے درمیان ہوئی تھی ۔ اہل المدینہ عبداللہ بن الزُّبَیر کے طرفدار تھے ، انھوں نے یزید کی بیعت فسخ کردی تھی اور اس کے عامل کو مدینۂ منورہ سے نکال کر عبداللہ بن حَنْظَلَہ کو اپنا سردار بنا لیا تھا ۔ یزید نے ان کے لئے مسلم بن عُقْبہ کو چار ہزار فوج دے کر بھیجا ، اس نے حرم میں دل کھول کر خونریزی کی اور لوگوں سے بجبر یزید کی بیعت لی ۔ اس موقع پر ایک مدنی شاعر یزید کو مخاطب کرکے کہتا ہے :-

لَسْتَ مِنَّا وَلَیْسَ خَالُکَ مِنَّا ۔۔۔ یَا مُضِیْعَ الصَّلٰوۃِ لِلشَّھَوَاتِ

فَاِذَا مَا قَتَلْتَنَا فَتَنَصَّرْ ۔۔۔ وَاشْرَبِ الْخَمْرَ وَاتْرُکِ الْجُمُعَاتِ

نہ تو ہم میں سے ہے اور نہ تیرا ماموں ہم میں سے ہے ۔
اے شہوات نفس کے لئے نماز کو ضائع کرنے والے !
جب تو ہمیں قتل کرلے تو نصرانی ہوجائیو ، اور مے نوشی کیجو
اور جمعہ ترک کردیجو ۔ (التنبیہ والاشراف ، ص ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، طبع دارالترجمہ)

ص ۲۱، س ۱۹ ۔ مُزَیْقِیَا الیمن کی قحطانی سلطنت کا آخری اور بڑی سطوت کا بادشاہ تھا ، اور جذع اس کا سپہ سالار تھا ۔ (ابو الفدا ، ج ۱ ، ص ۶۷ ۔)

ص ۲۳، س ۹ ۔ وقائع و ایام عربی ادب میں عہد جاہلیت کی جنگوں کیلئے

بولا جاتا ہے۔ اَوس و الخَزرَج کے وقائع و ایام بہت ہیں۔ ان کا سلسلہ حَرب سُمَیر سے شروع ہو کر ایک سو بیس برس تک جاری رہا۔ ان کے مشہور وقائع حسب ذیل ہیں :۔

حرب سُمَیر۔ حرب کَعب۔ یوم السَّرار۔ حرب حُصَین
حرب ربیع۔ حرب حاطِب۔ یوم الرَّبیع۔ یوم مُعَبّس
یوم الفِجار۔ یوم بُعاث۔

آخری جنگ ہجرت سے پانچ برس قبل ہوئی تھی اور اس نے دونوں قبیلوں کو ادھ موا کر دیا تھا۔ اگر اسلام ان دونوں قوموں کو اپنے دامن میں نہ لیتا تو آج صفحۂ ہستی پر ان کا ایک فرد بھی باقی نہ ہوتا۔ (ابن الاثیر، ج ۲، ص ۱۸۱، س ۲۳)

قَینُقاع۔ یثرب میں یہود کے تین قبیلہ آباد تھے۔ قینقاع، بنی النضیر، بنی قُرَیظہ۔ ان میں قینقاع سب سے زیادہ بہادر، شجاع اور جنگ آزما قبیلہ تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا تھا، لیکن غزوۂ بدر کے موقع پر اس نے بغاوت کی اور عہد و معاہدہ کے خلاف دشمن کا ساتھ دیا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے: "یہود میں نقض عہد کی ابتدا قینقاع نے کی، اور بدر و احد کے درمیانی زمانہ میں مسلمانوں سے برسر پیکار ہو گئے"۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال جبکہ ماہ شوال کے نصف دن گزر چکے تھے، قینقاع پر غزا فرمایا اور اس کا محاصرہ فرما لیا جو ہلال شہر ذی القعدہ تک رہا، پھر اس نے بلا شرط ہتھیار ڈال دئے۔ یہ چار سو جنگ آزما تھے۔ راس المنافقین عبد اللہ بن اُبیّ بن سلُول نے، جس کا قبیلہ ان کا حلیف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور ان کو اَذرِعات کی طرف جلاوطن فرما دیا۔ ان کے اموال غنیمت میں داخل ہوئے اور ان میں سے خمس نکالا گیا اور یہ پہلا خمس تھا جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نکالا۔

لیکن بعض کہتے ہیں: یہ پہلا نہیں دوسرا خُمس تھا، پہلا خُمس بدر کی غنیمت میں سے نکالا گیا تھا۔ (ابن سعد غزوۂ بنی قینقاع؛ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ؛ التنبیہ والاشراف ص ۲۳۱)۔

ص ۲۴، س ۱۔ بنی النضیر۔ عرب کے قبیلۂ جُذام سے تھے۔ عمالقہ کے مذہب ...... سے بیزار ہوکر شریعت موسوی اختیار کی، اور الشام سے نقل مکان کرکے الحجاز میں آکر آباد ہوگئے۔ ان کی منازل ناحیۃ الغرس اور مقبرۂ بنی حَنظَلہ میں تھیں۔ (التنبیہ ص ۴۹؛ معجم البلدان، ج ۶، ص ۲۳۷، طبع مصر)۔

ص ۲۴، س ۷۔ اجلاء بنی النضیر کی صرف یہی ایک وجہ نہیں تھی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چکی کا پاٹ پھینکنے کا ارادہ کیا اور عمرو کے قبیلہ سے خوں بہا نہیں دلوایا؛ بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے قریش سے مدینۂ مبارکہ پر حملہ کی سازش کی تھی (الزرقانی، ج ۲)، مسلمانوں کے ساتھ مکر و دغا کرنے لگے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہبی گفتگو کے لئے دعوت دے کر آپ پر قاتلانہ حملہ کا انتظام کیا تھا (العسقلانی، ج ۷)

ص ۲۷، س ۱۵۔ لِینَۃ۔ مصنف کی یہ توضیح کہ لینۃ سے مراد نخلستان ہے زمخشری نے الفائق میں لکھا ہے۔ "لینۃ" ایک خاص قسم کی کھجور ہوتی ہے جو عرب میں عام طور پر نہیں کھائی

جاتی ہے۔ السُہَیلی نے الروض الانفسہ میں صراحت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "لینیۃ" کے درخت اس وجہ سے جلوائے اور کٹوائے کہ بنی النضیر ان سے کمین گاہ کا کام لیتے تھے۔ ان کے قلعہ کے گرد ان درختوں کے جھُنڈ تھے۔

ص ۳۲، س ۱۱ حُکم نے وہی حکم کیا جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم تھا۔" یہ توراۃ کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے، کہ

جب تو کسی شہر پر حملہ کرے اور اس کے باشندہ صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر۔ جب تیرا خدا تجھے ان پر فتح یاب کرے تو ان میں سے مردوں کو قتل کر، اور عورتیں بچے جانور اور وہ تمام چیزیں جو شہر میں موجود ہوں تیرے لئے غنیمت ہوں گی۔ (کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰)

ص ۳۳، س ۱۸۔ حُیی اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ اس نے خلاف عہد دشمنوں کا ساتھ دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دے؛ اسی نے قریش سے سازش کی، اسی نے جنگ کی آگ لگانے کے لئے قبائل میں دورہ کیا، اسی کی کوششوں سے غزوۂ احزاب برپا ہوا، اور اسی نے بنی قریظہ کو نقض عہد پر آمادہ کیا۔ پھر کیا ان جرائم کے بعد اس کا قتل ضروری نہیں تھا؟ (زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۶۷)۔

(انتباہ بنی قریظہ اور خیبر کے ابواب میں حُیی کا نام کئی جگہ آیا ہے۔ متن میں اس کی کتابت بجائے حُیی کے حی ہوئی ہے، اور یہ غلط ہے، م)

ص۳۴۲، س۱ - "اتنے اتنے آدمی قتل کئے گئے"۔ یہ عرب کا خاص انداز بیان ہے۔ جب انھیں تعداد یاد نہیں ہوتی یا اس کا کوئی شمار و اندازہ نہیں ہوتا تو کذا و کذا (اتنے اتنے) کہہ دیتے ہیں۔ لیکن بخاری اور طبری اور ابن ہشام اور ابن قیم اور مسعودی کی روایتوں میں تعداد کی صراحت ہے ــ کم سے کم تعداد چارسو (زاد المعاد) اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے سات سو (التنبیہ) بیان ہوئی ہے۔

یہاں یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ بنی قریظہ کا یہ عبرتناک انجام خود انہی کے اعمال کا نتیجہ تھا اور یہ نتیجہ ان کا منہ مانگا تھا۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں خلاف عہد قریش کو اسلحہ وغیرہ سے مدد دی، پھر غزوۂ احزاب میں کھلم کھلا دشمنوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اس قلعہ پر حملہ کی کوشش کی جس میں ازواج مطہرات اور انصار و مہاجرین کے اہل و عیال تھے؛ پھر جب اللہ نے کافروں کے اس لشکر گراں کا خائب و خاسر کیا تو یہ حُیّی کو اپنے ساتھ لیتے گئے، جو اس جنگ کا بانی مبانی تھا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اب بھی لطف و کرم کا برتاؤ کرنا چاہا اور نقض عہد کی وجہ دریافت کرنے کے لئے ان کو طلب فرمایا، مگر یہ تو وہ تھے کہ شکست کے بعد حُیّی کو اپنے ساتھ لائے تھے، اور اس کے بھڑوں میں ہوائے گھوڑوں پر سوار تھے؛ انھوں نے جانے سے انکار کر دیا اور قلعہ بند ہوکر جنگ کی طیاریاں شروع کر دیں۔ ایسی صورت میں اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ روز روز کے دغدغوں سے نجات حاصل کرلی جائے ــ ان کے مساکن مدینۂ مبارکہ سے

کچھ کم ایک دن کی مسافت پر تھے۔ (بخاری، ج ۲، ؛
طبری، ج ۱، ص ۹۹۳؛ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۰۱؛ ابن قیم، ج ۱، ص ۳۶۷؛
مسعودی، ص ۵۹)

ص ۳۵، س ۱۵۔ اجلاء یہود خیبر (و نصارائے نجران) کی اصل علت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری وصیت تھی کہ اخرجوا
الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب (یہود و نصاری کو
جزیرۃ العرب سے نکال دینا)۔ اور ایک دوسری روایت
میں جو امام احمد، ابو عبیدہ بن الجراح سے لائے ہیں الفاظ یہ
حکم ہے: اخرجوا یھود اھل الحجاز واھل نجران من
جزیرۃ العرب۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس
کی علت واضح فرمادی ہے کہ لا یترک بجزیرۃ العرب
دینان ــــ عمر بن عبدالعزیز کے مراسیل میں ہے: لا یبقین
دینان بارض العرب اور ابن شہاب کے مراسیل میں
ہے: لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب ــــ مقصد یہ
تھا کہ اسلام کا مرکز ارضی دو دینوں اور عبادت کے
دو مرکزوں کے فتنوں سے محفوظ رہے۔ اور یہ اسی
صورت میں ہو سکتا تھا کہ مولد و منشاء اسلام یعنی الحجاز،
اور اس کا گرد و پیش یعنی جزیرۃ العرب، غیر اسلامی عناصر
سے پاک ہو کر دائمی طور پر اسلام کے لئے مخصوص ہو جائے
اس مطلب کو بخاری و مسلم کی یہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ
سے مروی ہے، واضح کرتی ہے:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
یہود بنی حارثہ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: یا
معشر الیھود: اسلموا تسلموا۔ اعلموا ان الارض للہ و
لرسولہ، وانی ارید ان اجلیکم من ھذہ الارض
فمن وجد منکم بمالہ شیئاً فلیبعہ والا فاعلموا ان الارض

للہ و رسولہ (اے معشر یہود ! اسلام لا اور نجات پا۔ جان لے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے ، اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے اس ملک سے خارج کردوں۔ تم میں سے جو کوئی اس کے مال میں سے کچھ پاسے وہ اس کو فروخت دے کہ ملک صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے)۔ اس موقع پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس وصیت کی تنفیذ حضرت ابوبکر نے کیوں نہیں کی ؟ اور پھر حضرت عمر نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے بیٹے کا واقعہ پیش آنے تک اس کی تنفیذ میں کیوں تامل کیا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو تو اہل ردت کے معاملہ اور دوسری مہمات نے اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور حضرت عمر کو خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی الشام و العراق اور ایران کے معاملات نے اپنی طرف مشغول کرلیا۔ جب اِدھر سے ذرا اطمینان ہوا تو ان کی طرف توجہ کی اور خود یہود خیبر نے بھی اپنی حرکتوں سے مجبور کرنا شروع کیا کہ ان کی طرف توجہ کی جائے، اور اس طرح حضرت رسالت کی وصیت کی تنفیذ کا معاملہ انجام پا گیا۔ پس عبداللہ بن عمر کا واقعہ ان کے اخراج و اجلاء کی اصلی علت نہیں بلکہ محرک علت تھا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ یہود خیبر کا تقرر عارضی اور مشروط تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما دیا تھا کہ "میں تمھیں برقرار رکھتا ہوں جب تک اللہ تمھیں برقرار رکھے" اسی لئے امام بخاری اجلاء یہود خیبر کا واقعہ کتاب الشروط میں لائے ہیں اور باب باندھا ہے : اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت

اخرجتک

ص ۳۶، س ۲۲۔ "انھوں نے کھال غائب کردی" ابن سعد کی روایت ذرا اس سے مختلف ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل....... یعنی جب وہ مال مل گیا جو انھوں نے اونٹ کی کھال میں چھپایا تھا..... زمخشری نے لکھا ہے: ابوالحقیق کے حال میں ہے کہ اس کے پاس ایک خزانہ تھا جس کو "مسک الجمل" کہتے تھے، اور یہ زیورات تھے جو بکری کے بچے کی کھال میں تھے، اس پر بیل کی کھال تھی، اور اس پر اونٹ کی؛ مکہ میں جب کوئی شادی ہوتی تو ابوالحقیق سے زیور مستعار مانگے جاتے تھے۔ ان زیورات کی قیمت دس ہزار دینار جانچی گئی تھی۔ (ابن سعد، ج ۱، ص ۸۰؛ الفائق ج ۲ ص ۲۹)

ص ۳۶، س ۲۴۔ سعیۃ بن عمرو۔ یہ حیی بن اخطب کا چچا تھا، (ابوداؤد)

ص ۳۷، س ۶۔ یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کے قتل کا حکم فرمایا، بوجوہ ذیل غلط ہے:

(۱) ابوالحقیق کا ایک بیٹا کنانہ، محمود بن مسلمۃ الانصاری کے قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس کو محمود کے بھائی محمد بن مسلمہ کے حوالہ کردیا گیا تھا۔ خزانہ چھپانے کے جرم سے اس کے قتل کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) اس کا دوسرا بیٹا حضرت عمر کے زمانہ تک زندہ تھا، جب انھوں نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا تو اس نے کہا: "اے امیرالمومنین! آپ ہمیں نکالتے ہیں حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا۔ (بخاری ج ۱، باب اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتک، طبری ج ۱، ص ۱۵۸۲)

ص ۴۱، س ۱۷۔ اس روایت میں جس خاندان کی طرف اشارہ ہے، وہ ابو الحقیق کا خاندان تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندان کے تمام افراد کو قتل کرا دیا۔ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ ان میں سے صرف ایک شخص قتل کیا گیا اور وہ بھی قصاص میں۔ اور ابن سعد نے لکھا ہے: ان کی عورتیں لونڈیاں بنالی گئیں (ج ۲، ص ۸۱)

ص ۵۵، س ۷۔ عربوں کا دستور تھا کہ جب کوچ کرتے ہوئے منزل پر پہنچتے تو دور سے اپنے اپنے کوڑے پھینک دیتے اور جہاں جس کا کوڑا گرتا وہیں وہ پڑاؤ کرتا۔ اسی سے یہ محاورہ نکلا ہے۔ لیکن جب اس کو حدیث سے تطبیق دی جاتی ہے تو رقبہ کا تعین مشکل ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:
لموضع سوط احدکم فی الجنۃ اولیٰ لکم من جمیع الکائنات ومافیھا یعنے تمھیں جنت میں اتنی جگہ مل جاتی جو کوڑا پھینک کر گھیری جاتی ہے، ساری کائنات، اور اس کی موجودات سے بہتر ہے۔ روایت میں جس موقع پر یہ محاورہ آیا ہے میں سمجھتا ہوں وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزا کو کوڑا پھینکنے کی جگہ سے کوڑا گرنے کی جگہ تک کی زمین جاگیر میں عطا فرمائی۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزبیر (رضی اللہ عنہ) کو گھوڑا دوڑانے اور کوڑا پھینکنے کا حکم دیا، انھوں نے گھوڑا دوڑایا اور کوڑا پھینکا، اور جہاں کوڑا گرا وہی ان کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔

ص ۶۳، س ۱۶۔ اس حکم کی نسبت کہ "خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے

چھپتا ہوا ہو" ابوداؤد نے لکھا ہے : اس کی سند جیسی چاہیئے نہیں ملی" (باب قتل الاسیر)۔ بخاری میں صرف ابن خطل کے کے قتل کا ذکر ہے، اور اس کی وجہ یہ مذکور ہے کہ وہ مسلمان ہوکر مرتد ہوگیا تھا، اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو محض اس بنا پر کہ اس نے کھانا وقت پر طیار نہیں کیا، قتل کردیا تھا۔

ص ۶۵، س ۲۔ **ابن الزِبعری** کا نام عبداللہ تھا، یہ عرب کا مشہور شاعر تھا اور اس کا کام صرف یہ تھا کہ قرآن پر نکتہ چینی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے۔

ص ۸۵، س ۱۴۔ **انصابِ حرم** ۔ چونکہ حدودِ حرم سے بہت سے شرعی احکام متعلق ہیں اس لئے ہر طرف پتھر کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ اصطلاحِ شرع میں انہی پتھروں کو "انصابِ حرم" کہتے ہیں۔ ان کی تجدید ایک دفعہ حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ پھر معاویہ کے زمانہ میں ہوئی (اسد الغابہ، تذکرہ حویطِب بن عبدالعُزّیٰ)۔

ص ۸۶، س ۱۲۔ **منجنیق** ایک قاذف آلہ تھا جو بروایت عام اہل فنیقیہ نے ایجاد کیا تھا۔ ان سے یونانیوں نے اور اسرائیلیوں نے لیا، اور ان سے اہل فارس نے، اور ان سے عربوں نے، اور عربوں نے اس کا استعمال پہلی دفعہ محاصرۂ الطائف میں کیا۔ زیدان، الواقدی کے حوالہ سے لکھتا ہے: سلمان فارسی نے مسلمانوں کو مثل دیگر فنون حرب کے اس کی صناعت بھی سکھائی تھی، طبری نے لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آلات کی صناعت سیکھنے کے لئے عُروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ کو جُرش روانہ فرمایا...... اور پھر محاصرۂ الطائف میں ان کا استعمال کیا (واقعات سنہ ۸)۔ قسطلانی نے اس سلسلہ میں طفیل بن عمرو الدّوسی کا اور زرقانی نے

یزید بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے۔ لیکن ابو ہلال العسکری کا دعوی ہے کہ منجنیق خاص عربوں کی ایجاد ہے اور الحیرہ کے بادشاہ (جذیمۃ الابرش) کے لئے بنائی گئی تھی۔ (قسطلانی، ج ۵، ص ۹۵، زرقانی، ج ۳، ص ۳۲، زیدان، ج ۱، ص ۱۴۱)۔

ص ۸۶، س ۱۳۔ دبابہ لکڑیوں کا پہیےدار برج ہوتا تھا اور اس میں اوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے جن میں سنگ اندازوں اور نقب زنوں اور تیر افگنوں کو بٹھایا جاتا تھا، اور وہ اس میں بیٹھکر قلعوں اور فصیلوں پر دھاوے کرتے اور ان میں نقب لگاتے تھے۔ زیدان لکھتا ہے: اس کے موجد مصری ہیں اور اس کی صناعت منجنیق سے زیادہ قدیم ہے۔ مصریوں سے اشوریوں نے سیکھا، ان سے یونانیوں نے، ان سے رومانیوں نے، ان سے فارسیوں نے، اور ان سے مسلمانوں نے۔ لیکن سیرۃ حلبیہ میں ہے "عرب پرانے وقتوں سے اس کی صناعت جانتے تھے، اور الیمن کے اکثر قبیلے خاص کر اہل جرش، اس قسم کے آلات کی صناعت میں کمال رکھتے تھے"۔ طبری نے لکھا ہے: ثقیف نے اہل جرش ہی سے اس کی صناعت سیکھی تھی۔ (تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۱، ص ۱۵۳)۔

ص ۱۰۵، س ۲۳۔ اجلاء اہل نجران کی صرف یہی وجوہ نہیں تھیں، بلکہ بڑی اور اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے چپکے چپکے جنگی طیاریاں کی تھیں، اس لئے بروئے معاہدہ ان کے لئے نہ امان باقی تھی اور نہ ذمہ۔ انھیں جو پروانہ دیا گیا اس میں علاوہ ان باتوں کے جو بلاذری کی روایت میں ہیں، وہ باتیں اور بھی تھیں:-

ایک یہ کہ یہ لوگ جس مسلمان کے پاس فریاد لیجائیں

وہ ان کی فریاد رسی کرے۔
دوسرے یہ کہ ان سے دو برس تک جزیہ نہ لیا جائے
(طبری، ج ۱، ص ۲۱۶۲؛ قاضی ابو یوسف؛ کتاب الخراج
ص ۴۱)

ص ۱۰۴ س ۱۱۔ خُروج ابن الاشعث۔ خروج کہتے ہیں حکم و اطاعت سے نکلنے اور ہیجان برپا کرنے اور بغاوت کا علم لے کر اٹھنے کو۔ الحجاج کے زمانہ میں جو فتنے ظاہر ہوئے ان میں یہ سب میں بڑا فتنہ تھا۔ اس کا علمبردار عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث بن قیس بن معدی کرب الکندی تھا۔ الحجاج نے اس کو ایک لشکر جرار کا والی کر کے زابلستان کے بادشاہ رُتبیل سے جنگ کرنے سیستان بھیجا تھا جہاں اس نے اس کے بہت سے شہر اور قلعہ فتح کئے، اور الحجاج کو اس کی اطلاع دی۔ الحجاج نے اسبات پر اس کو ڈانٹا اور بُرا بھلا لکھا کہ اس نے دشمن کو پوری طرح روندے بغیر کیوں دم لیا، اور عزل کی دھمکی دی۔ اس پر اس نے اپنے ساتھیوں کو الحجاج کے عزل کی دعوت دی، اور سیستان سے اس قصد سے روانہ ہوا کہ عبدالملک سے الحجاج کے عزل اور اس کی جگہ کسی اور کو والی مقرر کرنے کی درخواست کریگا۔ العراق پہنچتے پہنچتے اس کے ساتھیوں کی جمعیت ۸۰ ہزار تک پہنچ گئی جن میں "موالی" کی اکثریت تھی۔ یہ العراق کے نو مسلم تھے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے کہ بنی اُمیہ اور خاص کر الحجاج کے مظالم سے تنگ آ گئے تھے۔ یہ جم غفیر جب ارض فارس میں داخل ہوا تو اس کے درمیان یہ صدا گشت کرنے لگی کہ "جب ہم نے الحجاج پر خروج کیا ہے تو گویا عبدالملک پر بھی خروج کیا ہے"

ابن الاشعث نے ان سے جہاد و اتباع سنت پر بیعت لی اور عبدالملک کے خلع کا اعلان کردیا اور کہا: وہ قحطانی میں ہی ہوں جس کا اہل الیمن انتظار کر رہے ہیں۔" الحجاج نے مقابلہ کے لئے کوچ کیا، الاہواز میں تُستَر کے قریب مقابلہ ہوا، الحجاج کو شکست ہوئی، اُس کے آٹھ ہزار آدمی مارے گئے اور ابن الاشعث الکوفہ پر قابض ہو گیا۔ الحجاج نے عبدالملک سے مدد مانگی، اس نے اپنے بھائی محمد بن مروان اور اپنے بیٹے عبداللہ کی سرکردگی میں فوج بھیجی، دُیرجماجم میں پھر مقابلہ ہوا اور ایک برس چار مہینے جنگ کا سلسلہ جاری رہا؛ ابن الاشعث کو شکست ہوئی اور اہل العراق بھاگ نکلے۔ پھر ایک مقابلہ مَسکِن میں ہوا، اس میں بھی عراقیوں کو شکست ہوئی اور وہ بے دریغ قتل ہوئے؛ ابن الاشعث اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیستان کی طرف بھاگا، الحجاج نے تعاقب میں ایک زبردست فوج بھیجی اور رُتبیل کو لکھا کہ "ابن الاشعث اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے حوالے کردے؛ اس کے خراج اور جزیہ کی مقدار میں کمی کردی جائے گی۔ اور اگر اس نے یہ نہ کیا تو میں خود فوج لیکر آتا ہوں۔" رُتبیل نے ابن الاشعث کو الحجاج کے قاصد کے حوالہ کردیا، وہ اُس کو اپنے ساتھ لیکر چلا، ابن الاشعث نے مدینۃ الرُّخَّج میں ایک بالاخانہ سے اپنے تئیں نیچے گرادیا۔ قاصد نے اس کا سر کاٹ کر الحجاج کے پاس بھیج دیا اور اس شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ (طبری ج ۲ ص التنبیہ، ص ۱۸۳)

ص ۱۱۲، س ۸۔ **مخالیف** مِخلاف کی جمع ہے؛ مِخلاف اس علاقہ کو کہتے ہیں

جس میں کوئی شخص وارد ہو۔ اسی سے الیمن کے مخالیف نکلے ہیں۔ اہل الیمن کی زبان میں مخلاف، کورہ یا ضلع یا ناحیہ کے معنوں میں بولا جاتا ہے؛ اور ہر مخلاف اپنا ایک امتیازی نام رکھتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ اہل الیمن کے مخالیف وہی نوعیت رکھتے ہیں جو اہل الشام کے اجناد، اہل العراق کے کُور، اہل الجبال کے رساتیق اور اہل الاہواز کے طساسیج (مدالقاموس)۔

ص ۱۱۷، س ۲۲ ۔ **اَوْقاص** وَقص کی جمع ہے؛ وَقص اصطلاح فقہ میں مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو نصاب کی مقررہ تعداد سے کم اور اس کے دو فریضوں کے درمیان ہو۔ مثلاً اگر دس مواشی پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کے بعد بیس پر، تو ان دونوں فریضوں کے درمیان گیارہ سے انیس تک کی جو تعداد ہے اسے وَقص کہتے ہیں۔ وَقص کی اصطلاح مواشی کیلئے ہے اور شنق کی اصطلاح اونٹوں کیلئے۔

ص ۱۵۷، س ۷ ۔ **سرایا** سَرِیّۃ کی جمع ہے؛ سریہ علماء حدیث وسیرۃ کی اصطلاح میں اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں۔ بخلاف غزوہ کے کہ غزوہ وہ فوجی مہم ہے جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت نہ فرمائی ہو۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف بھی ہے مگر زیادہ مقبول رائے یہی ہے۔ لیکن عہد نبوت کے بعد یہ فرق قایم نہیں رہا؛ ہر مہم، ہر حملہ، ہر چڑھائی کو غزوہ، اور تعداد مقررہ کے ہر فوجی دستہ کو سَرِیّۃ کہنے لگے۔ مسعودی نے سَرِیّۃ کی یہ تعریف کی ہے کہ "وہ ایسا دستۂ فوج ہے جس کے افراد کی تعداد تین سو سے پانسو کے درمیان ہو۔ سَرِیّۃ رات کو نکلنے والی مہم ہے اور سَوَارِب دن کو نکلنے والی۔ (التنبیہ والاشراف، ص ۱۱۶)

ف

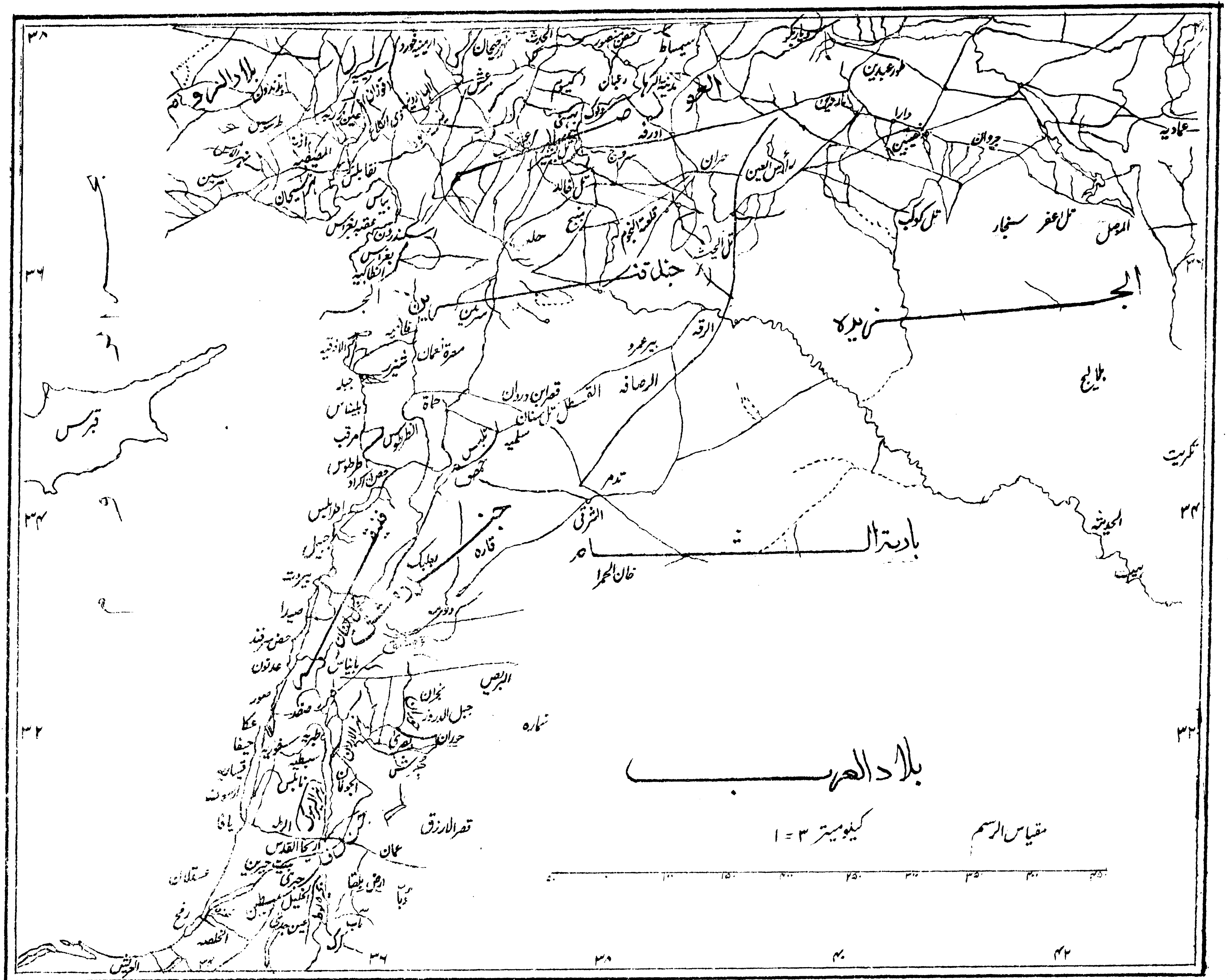
ص ۱۵۸، س ۹ ۔ جذیمۃ الابرش ۔ اس کا نام مالک بن فہم، اور لقب الابرش تھا بعض کہتے ہیں: ابرش دراصل ابرص ہے کیونکہ یہ مبروص تھا ۔ اور بعض کہتے ہیں اس نے یہ لقب بخیال نخوت و ادب اختیار کیا تھا ۔ یہ الحیرہ کے بادشاہوں میں سے تھا اور نہایت مغرور و متکبر تھا ۔ قضاعہ پر الحیرہ میں سب سے اول یہی حاکم ہوا ۔ اس نے کسی کو اپنا ندیم نہیں بنایا تھا ۔ کہتا تھا: "میرا کوئی ندیم ہو سکتا ہے تو وہ دو ستارے ہو سکتے ہیں جو قطب میں ہیں"۔ اسی بنا پر یہ مثل چلی کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَۃَ یعنی مثل جذیمہ کے دو مصاحبوں کے"۔ ایک دفعہ یہ ہوا کہ اسکا بھانجا عمرو بن عدی مفقود الخبر ہو گیا، اس نے اس کی تلاش کا اعلان دیا، مالک وعقیل اس کو ڈھونڈ کر اس کے پاس لے کر آئے، اس نے دونوں سے کہا: "جو چاہو مانگو"۔ دونوں نے کہا: ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب تک ہم زندہ رہیں آپ ہمیں اپنی منادمت میں رکھیں"۔ جذیمہ نے ان کی درخواست قبول کر لی، وہ چالیس برس تک اس کے ساتھ رہے حتی کہ موت نے ان دونوں کو جدا کر دیا، اور یہ مثل زبان زدِ خاص و عام ہو گئی ۔

ابو ہلال العسکری نے دعوی کیا ہے کہ سب سے اول اسی کے لئے منجنیق ایجاد کی گئی، اور شمع بنائی گئی ۔

ص ۱۵۹، س ۲ ۔ رِباب ۔ یہ پانچ قبیلوں تمیم عدی، عکل، ثور و ضبّۃ کا مجموعی نام ہے ۔ انھوں نے باہم حلیفانہ معاہدہ کیا تھا ۔

حصّہ دوم

فتوحِ الشّام


بلاد الروم
الجزیرہ
بادیۃ الشام
بلاد العرب
مقیاس الرسم
کیلومیٹر ۳ = ۱
قبرس
حلب
منبج
الرقہ
الرصافہ
تدمر
حماۃ
حمص
سلمیہ
طرطوس
طرابلس
بعلبک
بیروت
صیدا
صور
عکا
حیفا
نابلس
یافا
عسقلان
رفح
عمان
قصر الارزق
تل اعفر
سنجار
الموصل
تکریت
الحدیثہ
حران
رأس العین
نصیبین
دارا
عمادیہ
سمیساط
مرعش
طرسوس
انطاکیہ
اللاذقیہ
جبلہ
مرقب
سماوہ
البرص
جبل الدروز
الخلیل
الخلصہ
العریش
بلاد الشام

فتوح الشام

کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل ردّت کے معاملے سے فارغ ہوکر الشام کی طرف فوجیں بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اہل مکّہ و اہل الطائف و اہل الیمن، اور نجد و الحجاز کے تمام عربوں کے نام فرامین بھیجے جن میں انھیں جہاد کی ترغیب دی، اور روم کی غنیمتوں پر راغب کیا، محتسب وطامع[ع] ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر ان کے پاس المدینہ آئے، انھوں نے تین علم تین آدمیوں کو دیئے: ایک خالد بن سعید بن العاصی بن امیہ کو، دوسرا شرحبیل بن حسنہ حلیف بنی جمح کو (ان کی نسبت الواقدی کہتا ہے: یہ عبداللہ بن المطاع الکندی کے بیٹے تھے، اور حسنہ ان کی ماں تھیں، جو معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ اور الکلبی کہتا ہے: یہ شرحبیل بن ربیعہ بن المطاع تھے، اور صوفہ کی اولاد میں سے تھے، جو الغوث بن مرّ بن اُدّ بن طابخہ کہلاتے ہیں۔ ع)

(۱۰۸) اور تیسرا عمرو بن العاصی بن وائل السہمی کو۔ علم بندی جمعرات کے دن صفر ۱۳ھ کی پہلی کو ہوئی، جبکہ فوجوں کو الجرف میں پڑاؤ کئے محرم کا پورا مہینہ گزر چکا تھا۔ ابو عبیدہ بن الجرّاح ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

ع محتسب = طالب اجر۔ طامع = طالب غنیمت۔ زمخشری نے لکھا ہے: عمل سے خدا کی خوشنودی کے سوا کسی اور چیز کی نیت نہ رکھنے کو احتساب عمل کہتے ہیں۔ (الفائق، ج ۱، ص ۲۳۲)

کہتے ہیں :۔ (حضرت) ابوبکر نے ارادہ کیا کہ ایک علم ابوعبیدہ کو دیں، مگر انھوں نے اس سے معذرت چاہی۔ ایک جماعت کہتی ہے : (حضرت) ابوبکر نے انھیں علم دے دیا تھا، مگر یہ ثابت نہیں ہے۔ (حضرت) عمرؓ نے ان کو اپنی خلافت میں الشّام کا والی کیا۔

ابومخنف کہتا ہے :۔ (حضرت) ابوبکر نے امراء سے کہا : جب تم جنگ کے لئے جمع ہو تو تمہارے امیر ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجرّاح الفہری ہوں، اور بصورت دیگر یزید بن ابی سفیان۔ بیان کیا گیا ہے کہ عمرو بن العاصی محض مسلمانوں کی کمک کے لئے تھے ؛ اور ان افواج کے امیر تھے، جو اس غرض کے لئے ان کے ماتحت کردی گئی تھیں۔

راوی کہتا ہے :۔ جب (حضرت) ابوبکر نے خالد بن سعید کو علم دیا تو (حضرت) عمر نے اس سے کراہت کی، اور (حضرت) ابوبکر سے ان کے عزل کے لئے گفتگو کی، اور کہا : "وہ فخور آدمی ہے اور اس کے کام تعصب و مغالبہ پر مبنی ہوتے ہیں"۔ اس پر (حضرت) ابوبکر نے انھیں معزول کردیا، اور ابو اَروی الدّوسی کو ان سے علم لینے بھیجا۔ وہ ذی المروہ میں ان سے ملے، اور علم لے کر (حضرت) ابوبکر کے پاس واپس آئے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ علم یزید بن ابی سفیان کو دیا، وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے، ان کے بھائی معاویہ ان کے ساتھ تھے اور وہ علم ان کے آگے آگے اٹھائے لئے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں علم انھیں ذی المروہ ہی میں دیدیا گیا تھا۔ یزید، خالد کی فوج پر؛ اور خالد بن سعید شُرَحْبِیل کی فوج میں، محتسب کی حیثیت سے، روانہ ہوئے۔

(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاصی کو اَیلَہ کے رستہ سے فلَسْطِین جانے کا حکم دیا، اور یزید و شُرَحْبِیل کو تبوک کے رستہ جانے کو لکھا علم بندی کے وقت ہر امیر کے ساتھ تین تین ہزار آدمی تھے۔ (حضرت) ابوبکر نے امدادی فوجیں بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا، حتیٰ کہ ہر امیر کے ساتھ ساڑھے سات سات ہزار سپاہ ہوگئی، اور پھر ان کی

مجموعی تعداد ۲۴ ہزار تک پہنچ گئی۔

الواقدی سے روایت ہے کہ:— (حضرت) ابوبکر نے عَمرو کو فلسطین کا، شُرَحبیل کو الاُرُدُن کا، اور یزید کو دِمشق کا والی کیا، اور ان سے کہا: "جب تم لوگ کہیں جنگ کرو تو تمھارا امیر وہ ہوگا جس کی وہ عملداری ہو"۔

الواقدی کہتا ہے: (حضرت) ابوبکر نے عَمرو کو زبانی یہ حکم دیا کہ "جب سب جمع ہوں تو نماز تم پڑھانا، اور جب جدا ہوں تو ہر امیر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائے"۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ ہر قبیلہ کے لئے علم بناؤ جس کے نیچے (اس قبیلہ کے لوگ) جمع ہوں۔ (۱۰۹)

کہتے ہیں:— عَمرو بن العاص نے فلسطین کی عملداری میں پہنچکر (حضرت) ابوبکر کو دشمنوں کی کثرت تعداد، ان کے ساز و سامان کی بہتات، ان کی زمین کی وسعت، اور ان کے جنگ آزماؤں کی شجاعت و بسالت کا حال لکھا۔ (حضرت) ابوبکر نے ان کی کمک پر خالد بن الولید بن المُغیرۃ المخزومی کو، جو اُس وقت العراق میں تھے، الشام کی طرف کوچ کرنے کا حکم لکھا۔ بعض کہتے ہیں: نہیں، بلکہ انھیں جنگ میں امیر الامراء مقرر کیا۔ لیکن ایک جماعت کہتی ہے: وہ صرف اپنے ساتھیوں کے امیر تھے، اور یہ مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب جنگ کے لئے جمع ہوتے تو وہ ان کو انکی بہادری، اور ان کے مشوروں کی برکت، اور ان کی عقل و رائے کے نفاذ کی خوبی، اور اُس مہارت کی وجہ سے جو انھیں جنگی چالوں میں حاصل تھی، اپنا امیر بنا لیتے تھے۔

کہتے ہیں:— مسلمانوں کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان پہلا معرکہ داثن[1] میں ہوا، جو غَزّہ کے قریوں میں سے ایک قریہ تھا؛ اور یہ معرکہ ان کے اور بطریق[2] غَزّہ کے درمیان ہوا تھا۔ طرفین میں سخت

---

[1] طبری نے الداثنہ لکھا ہے۔ ج ۱، ص ۲۱۰۸۔

[2] رومی زبان میں بطریق کے وہی معنے ہیں جو عربی زبان میں قاید کے ہیں۔ قاید فوج کے اُس سردار کو کہتے ہیں جس کی زیر کمان دس ہزار سپاہ ہوں۔ قدامہ بن جعفر، ص ۱۰۵

جنگ ہوئی، پھر اللہ نے اپنے دوستوں کو مظفر و منصور کیا، دشمنوں کو شکست دی، اور ان کی جمعیت منتشر کر دی۔ یہ معرکہ خالد بن الولید کے الشّام آنے سے قبل ہوا تھا۔ یزید بن ابی سفیان بطریق مذکور کے تعاقب میں روانہ ہوئے، (رستہ میں) انھیں خبر ملی کہ العَرَبَہ میں، جو ارضِ فلسطین میں ہے، رومی جمع ہوئے ہیں، (خالد نے) ان کی جانب ابو اُمَامَۃ الصُّدَیّ بن عَجلان الباہلی کو روانہ کیا، وہ اچانک ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے سردار کو قتل کر کے واپس آ گئے۔

ابو مخنف یوم العَرَبَہ کی نسبت کہتا ہے، کہ:۔ روم کے قائدوں میں سے ۶ قائد تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ العَرَبہ میں اُترے، ابو اُمَامَہ مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت کے ساتھ ان کی طرف بڑھے، ان کو شکست دی، ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کر دیا، پھر ان کا تعاقب کیا، حتّٰی کہ الدَّبِّیَہ (اور اسی کو الدّابیَہ کہتے ہیں) جا پہنچے، اور ان کے پرخچے اُڑا دیئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ اچھی غنیمت آئی۔

مجھ سے ابو حفص الشّامی نے، اہل الشّام کے بعض مشائخ کے حوالہ سے، کہا:۔ مسلمانوں کے وقائع میں پہلا واقعہ العَرَبہ کا ہے۔ الحجاز سے کوچ کے بعد یہ پہلی جنگ تھی۔ الحجاز و العَربہ کے درمیان مسلمان جن جن مقامات سے گزرے ان پر بے لڑے غالب ہوئے، اور قابض ہو گئے۔

خالد بن الولید کا الشام کی طرف کوچ

(۱۱۰)

اور
وہ مقامات جو رستے میں انھوں نے فتح کیے

کہتے ہیں :- خالد بن الولید، الحیرہ میں تھے جب انھیں (حضرت) ابوبکرؓ کا حکم ملا، انھوں نے المثنیٰ میں حارثۃ الشیبانی کو ناحیۂ الکوفہ پر اپنا جانشیں کیا، اور خود ربیع الآخر ۱۳ھ میں آٹھ سو، اور بقول بعض چھ سو اور بقول بعض پانسو کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہو گئے، عین التمر پہنچے، اور اسے بزور فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں: (حضرت) ابوبکرؓ کا خط ان کے پاس عین التمر ہی میں آیا تھا، اور اس وقت وہ اسے فتح کر چکے تھے۔ خالد عین التمر سے چلکر صَنْدَوداءؔ آئے، یہاں قبائل کِنْدَہ و ایاد اور عجمی آباد تھے۔ ان سے جنگ کی، ان پر غالب ہوئے، اور سعد بن عمرو بن حرام الانصاری کو یہاں اپنا قائم مقام کیا، سعد کی اولاد یہاں اب تک آباد ہے۔ خالد کو اطلاع ملی کہ بنی تغلب بن وائل کی ایک مرتد جماعت، جس کا سردار ربیعہ بن بُجَیر ہے، المُضَیَّح والحُصَید میں ہے، وہ اس کی طرف آئے، اس سے جنگ کی، اس کو شکست دی، اسیر کیا، غنیمت حاصل کی، اور اسیران جنگ کو (حضرت) ابوبکر کے پاس بھیجدیا۔ اُمّ حبیب الصہباء بنت حبیب بن بجیر

عہ طبری نے صَنْدَوا لکھا ہے۔ ج ۲، ص ۱۱۳۔

انہی اسیران جنگ سے تھیں، اور یہ عمر بن علی بن ابی طالب کی والدہ تھیں
خالد نے اس کے بعد قُراقِر پر، جو قبیلۂ کلب کا آب گیر تھا، تاخت کی، اور پھر
سُوی عہ کی طرف گئے، یہ بھی بنی کلب ہی کا ایک آب گیر تھا اور اس پر
بَہراء کی ایک قوم ان کے ساتھ رہتی تھی؛ یہاں خالد نے حُرقُوص بن
النُّعمان البَہرانی کو، جو قضاعہ میں سے تھا، قتل کیا، اور اس کے اموال
لوٹ لئے۔ خالد جب کسی بے آب و گیاہ جنگل کو عبور کرنے کا قصد کرتے
تو اپنے اونٹوں کو پہلے خوب پانی پلاتے، اور پھر ان کے ہونٹ چیر
کر ان میں نیزہ چبھو دیتے، کہ وہ جگالی کرکے پیاسے نہ ہو جائیں؛
اور پھر زیادہ سے زیادہ جتنا پانی بھر کر اپنے ساتھ رکھ سکتے رکھ لیتے؛
جب یہ پانی رستہ میں خرچ ہو جاتا، تو وہ اور ان کے ساتھی اونٹوں کو
ایک ایک کرکے ذبح کرتے، اور ان کی کرشوں (= پوٹوں) میں سے پانی
نکال نکال کر پیتے۔ رافع بن عُمَیر الطّائی ان کا بدرقہ تھا، شاعر اس کی
نسبت کہتا ہے:

(۱۱۱)

لِلّٰهِ دَرُّ رافعٍ اَنّیٰ اهتَدیٰ ۔۔۔ فَوَّزَ مِن قُراقِرٍ اِلیٰ سُویٰ
ماءٌ اِذا ما رامَهُ الجَیشُ اَنثَنیٰ ۔۔۔ ما جازَها قَبلَكَ مِن اِنسٍ یُریٰ

(رافع کو شاباش، اس نے کیوں کر راہ پائی کہ قُراقِر سے
سُویٰ تک پہنچا؟ یہ ایسا پیاؤ ہے کہ جب کبھی کسی لشکر نے
اس کا قصد کیا تو وہ ناکام ہی پھرا تجھ سے پہلے کوئی دوسرا
اس تک نہیں پہنچا)

مسلمان جب سُوی پہنچے، تو حُرقُوص اور اس کے ساتھ ایک
جماعت کو شراب پیتے اور گاتے پایا۔ حُرقُوص یہ بیت گا رہا تھا:

اَلا عَلِّلانی قَبلَ جَیشِ اَبی بَکرٍ ۔۔۔ لَعَلَّ مَنایانا قَریبٌ وَلا نَدری

(لوگو! ابو بکر کی فوج کے آتے آتے مجھے کچھ اور پلاؤ، شاید کہ
موت ہم سے قریب ہو اور ہمیں خبر نہ ہو۔)

عہ بخاری نے سُوا لکھا ہے ص ۶۲۔

مسلمانوں نے اس کو قتل کردیا، اور اس کا خون اسی لگن میں بہنے لگا جس میں اس کی شراب تھی۔ بعض کہتے ہیں: اس کا سر اسی لگن میں جا پڑا۔ لیکن بعض کہتے ہیں: اس بیت کا گانے والا کوئی بنی تغلب میں سے تھا، جس پر خالد نے ربیعہ بن بجیر کے ساتھ چھاپہ مارا تھا۔

الواقدی کہتا ہے:۔ خالد سُوَیٰ سے الکواثل کی طرف گئے، پھر قرقیسیا آئے، یہاں کا سردار ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف نکلا، انھوں نے اس کو چھوڑ کر جنگل کا رستہ لیا، اور جدھر ان کا منھ تھا اسی طرف بڑھتے چلے گئے، حتیٰ کہ اَرَکَتہ (اور یہی اَرَک ہے۔ م) پہنچے، اس کے باشندوں پر تاخت کی، ان کا محاصرہ کیا، اور ان سے مسلمانوں کیلئے کچھ لیکر ان کو صلحاً فتح کر لیا۔ پھر دُومَۃُ الجَندَل آئے، اور اس کو فتح کیا۔ پھر قُصَم آئے، یہاں بنو مشجعہ بن التیم بن النَّمِر بن وَبَرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ نے ان سے صلح کر لی، اور خالد نے ان کے لئے امان لکھ دی۔ اس کے بعد وہ تدمر آئے، یہاں کے باشندوں نے ان کی مزاحمت کی، اور قلعہ گیر ہو گئے، پھر امان خواہ ہوئے، اور (خالد) نے انھیں اس شرط پر امان دی کہ وہ ذمّی ہوں گے، مسلمانوں کی مہمانداری کریں گے، اور ان کے فرمانبردار رہیں گے۔ اس کے بعد وہ القریتین (۱۱۲) آئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی، مگر انھوں نے ان کو مغلوب کیا، اور ان سے غنیمت لی۔ پھر (علاقہ) سَنیر میں حُوّارین آئے اور اس کے باشندوں کے مواشی پر چھاپہ مارا، اس پر ان لوگوں نے ان سے جنگ کی، اور اس جنگ میں بعلبک و بُصریٰ (یہ حوران کا صدر مقام ہے۔ م) کے باشندوں نے ان کی مدد کی، مگر (خالد) نے ان سب پر فتح پائی، اور بہتوں کو قتل و اسیر کیا۔ اس کے بعد وہ مرج راہط آئے، اور غسّان پر، جو نصاریٰ تھے، عین ان کے یوم فصحؑ کو چھاپہ مارا، اور

ع یہ ایک عید ہے جو نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے موت سے اٹھنے کی یاد میں مناتے ہیں، اور یہ ان کی عید کبیر ہے۔ فصح عبرانی لفظ فسح کا معرب ہے جس کے معنی ہیں: گزر، عبور، نجات۔

ان میں سے بہتوں کو قتل و اسیر کیا۔

خالد نے بُسر بن ابی اَرطاۃ العامری (یہ قُریش میں سے تھے۔ بنؤ) اور حبیب بن مَسلَمَۃ الفِہری کو غوطہ دِمشق کی طرف بھیجا، اور ان دونوں نے اس کے قریوں میں سے بہت سے قریوں پر تاخت کی۔ خود خالد الثَّنِیَّہ پہنچے، جو ثَنِیَّۃُ العُقاب کے نام سے مشہور ہے، اور یہاں گھڑی بھر ٹھہر کر اپنا پرچم اڑایا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم تھا، اور اس کا رنگ سیاہ تھا۔ اُس دن سے اس کا نام ثَنِیَّۃُ العُقاب پڑ گیا۔ عرب پرچم کو عُقاب کہتے ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے: اس کا نام عُقاب، پرند کے نام پر رکھا گیا تھا، جو اُن دنوں یہاں اترتا تھا۔ لیکن خبر اول زیادہ صحیح ہے۔ میں نے کسی کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ یہاں عقاب کا ایک سنگین بت تھا، مگر یہ محض بے اصل ہے۔

کہتے ہیں:- خالد، دِمشق کے باب الشَّرقی پر اترے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ باب الجَابِیَہ پر اُترے۔ دِمشق کے اُسقف نے ان کے پاس ضیافت کا سامان بھیجا، اور فرمانبرداری کے پیام کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ "میرے ساتھ اس عہد کی پابندی کرنا"عہ، اور انھوں نے اس کا وعدہ کیا۔ پھر خالد روانہ ہوئے، اور مسلمانوں کے لشکر سے جا ملے، جو قناۃ بصری میں تھا۔ بعض کہتے ہیں: وہ الجَابِیَہ پر آئے جہاں ابو عبیدہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور پھر دونوں ملکر بُصری پہنچے۔

عہ روایت میں صراحت نہیں ہے کہ وہ عہد کیا تھا۔

فتح بُصریٰ

کہتے ہیں :- جب خالد بن الولید مسلمانوں کے ساتھ بُصریٰ پہنچے، تو تمام لشکر یہاں جمع ہو گئے، اور سب نے یہاں کی جنگ میں انھیں اپنا امیر بنا لیا۔ انھوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اور اس کے بطریق سے جنگ کی، حتیٰ کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو شہر میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ (۱۱۴)

بعض کہتے ہیں :- اس جنگ کے قاید یزید بن ابی سفیان تھے، کیونکہ یہ دمشق کی عملداری میں تھا، جس کے وہ والی اور قاید تھے۔

یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں سے اس پر صلح کی کہ وہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے، اور مسلمان ان کی جانوں اور ان کے اموال اور ان کی اولاد کو امان دینگے۔

بعض رُواۃ کہتے ہیں :- اہل بُصریٰ نے اس پر صلح کی کہ وہ ہر بالغ پر ایک دینار اور ایک جریب[1] گیہوں دیں گے۔

مسلمانوں نے کُورۂ حُوران کا پورا علاقہ فتح کیا اور اس پر غالب ہو گئے۔ ابوعبیدہ بن الجراح مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت کیساتھ، جو ان امراء کے ساتھیوں پر مشتمل تھی جو ان سے آملے تھے، ارض بلقاء میں آپ پہنچے، جہاں دشمن نے اپنی قوت اکھٹی کی تھی، اور اس کو بصری جیسی صلح پر صلحاً فتح کر لیا۔

بعض کہتے ہیں :- آب فتح بُصریٰ سے قبل فتح ہوا تھا، اور بعض کہتے ہیں : ابوعبیدہ نے آب اسوقت فتح کیا جب وہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں الشام کے امیر تھے۔

---

[1] ایک جریب ۱۰ سے ۱۰۰ ذراع (۳۶۰۰ گز) مربع، یا پونے دو بیگہ پختہ کا ہوتا ہے یہ مسافت کا پیمانہ ہے۔ اسی نام کا ایک پیمانہ تولنے کا بھی ہے جس سے گیہوں تولے جاتے ہیں اور یہ مختلف مقامات پر مختلف ہے (ماوردی، ص ۲۶۵، نسخۂ یورپ)

یوم اَجنادِین

(اور بعض اَجنادَین کہتے ہیں)

پھر اَجنادِین کا واقعہ ہوا، اس میں تقریباً ایک لاکھ رومی تھے جن کا بڑا حصہ ہرَقل نے فوج در فوج کر کے بھیجا تھا، اور باقی گرد و نواح سے جمع ہو گئے تھے۔ ہرَقل اُن دنوں حِمص میں تھا۔ مسلمانوں نے ان سے سخت جنگ کی، خالد بن الولید نے اس دن اپنی شجاعت و بسالت کے خوب جوہر دکھائے۔ اللہ نے اپنے دشمنوں کو ہزیمت دی، ان کی جمعیت بری طرح منتشر کی، اور ان میں سے خلقِ کثیر کو قتل کیا۔ اس دن یہ لوگ شہید ہوئے: عبداللہ بن الزُّبَیر بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ عَمرو بن سعید بن العاصی بن اُمَیّہ، اور ان کے بھائی ابان بن سعید (اور یہی صحیح ہے، لیکن بعض کہتے ہیں: ابان نے ۲۹ھ میں انتقال کیا) طُلَیب بن عُمَیر بن وَہب بن عبداللہ بن قصیّ (انھیں ایک گبر نے للکارا، اور ان پر ایسا وار کیا کہ ان کا سیدھا ہاتھ کٹ گیا اور ان کی تلوار ہتیلی سمیت گر پڑی؛ پھر رومی ان پر چھا گئے؛ اور انھوں نے ان کو قتل کر دیا؛ ان کی والدہ اَرْوَی بنت عبدالمطلب رسول اللہ (۱۱۴) صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپی تھیں؛ یہ ابو عدی کنیت کرتے تھے) سَلَمہ بن ہشام بن المغیرہ (بعض کہتے ہیں: یہ مرج الصُّفّر میں قتل ہوئے) عِکرِمہ بن

ابی جہل بن ہشام المخزومی ۔ ہبّار بن سفیان بن عبد الاسد المخزومی (بعض کہتے ہیں یہ مُوتہ کے دن قتل ہوئے) نُعَیم بن عبداللہ النّحّام العَدَوِی (بعض کہتے ہیں : یہ الیرمُوک کے دن قتل ہوئے)۔ہشام بن العاصی بن وائل السّہمی (کہتے ہیں : یہ الیرمُوک کے دن قتل ہوئے)۔عمرو بن الطُّفَیل بن عمرو الدَّوسی (بعض کہتے ہیں : یہ الیرمُوک کے دن قتل ہوئے)۔جُندب بن عمرو الدَّوسی۔سعید بن الحارث ۔ الحارث بن الحارث ۔ الحجاج بن الحارث بن قیس بن عدی السّہمی ۔

ہشام بن محمد الکلبی کہتا ہے :۔النّحّام، مُوتہ کے دن قتل ہوئے ؛ سعید بن الحارث بن قیس، الیرمُوک کے دن ۔ تمیم بن الحارث، اَجنادین کے دن ؛ اور ان کے بھائی عبداللہ بن عبد الاَسد، الیرمُوک کے دن۔ اور الحارث بن ہشام بن المُغیرہ، اَجنادِین کے دن ۔

کہتے ہیں :۔اس واقعہ کی خبر سن کر ہرَقل کا دل بیٹھ گیا، اور وہ حیران و خوف زدہ ہوکر حمص سے انطاکیہ بھاگ گیا۔بعض کہتے ہیں : وہ حمص سے انطاکیہ اس وقت بھاگا جب مسلمان الشّام پہنچے ۔ واقعۂ اَجنادِین دوشنبہ کے دن ۱۳ھ کو ہوا، اس وقت جمادی الاول کی بارہ راتیں باقی تھیں، اور بعض کہتے ہیں، جمادی الآخر کی دو راتیں باقی تھیں ۔

کہتے ہیں :۔ پھر رومیوں نے الیاقُوصہ عـه میں فوج اکٹھی کی، الیاقوصہ ایک وادی ہے جس کے دہانہ پر الفوّارہ ہے ؛ مسلمانوں نے ان کو وہیں جا لیا شکست دی، منتشر کر دیا، اور بھگا دیا، ان میں سے بہتوں کو قتل کیا، اور جو باقی تھے وہ بھاگ کر مُدن الشّام میں چلے گئے۔(حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمادی الآخر ۱۳ھ میں انتقال کیا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر الیاقُوصہ میں ہوئی ۔

عـه یاقوت نے الواقوصہ لکھا ہے ۔ج ۸، ص ۳۸۹ ۔

یوم فحل

(الأُرْدُن میں)

کہتے ہیں:۔ واقعۂ فِحْل[عه]، الأُردن میں ہوا۔ اس وقت ذی القعدہ کی دو راتیں باقی تھیں، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پانچ مہینے گزر رہے تھے۔ ابو عبیدہ بن الجراح فوج کے امیر تھے۔ (حضرت) عمر نے ان کے پاس الشام کی ولایت و امیر الامرائی کا پروانہ عامر بن ابی وقاص، برادر سَعْد بن ابی وقاص کے ہاتھ بھیجا تھا۔ ایک جماعت کہتی ہے: ابو عبیدہ کو الشام کی ولایت کا پروانہ اس وقت ملا جب لوگ دِمَشْق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ انھوں نے خالد سے اس کو چند روز چھپایا، کیونکہ خالد جنگ میں فوج کے امیر تھے۔ خالد نے ان سے کہا: "جو کچھ تم نے کیا اس پر تمھیں کس چیز نے دعوت دی؟ اللہ تم پر رحم کرے"۔ ابو عبیدہ نے کہا "میں نے اس کو برا سمجھا کہ تمھاری دلشکنی کروں اور تمھارا اقتدار باطل کروں جبکہ تم دشمن کے مقابلہ پر تھے"۔

عه مراصد میں فَحْل (بفتح الفا) ہے۔

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ ہرقل نے انطاکیہ پہنچ کر روم و اہل الجزیرہ کو نفیر دی، اور ان کی کمان پر اپنے خاص اور معتمد لوگوں میں سے ایک کو بھیجا، الاُرْدُن میں فِحْل پر مسلمانوں کی ان سے مڈ بھیڑ ہوئی، وہ بڑی بے جگری سے لڑے، مگر اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غالب کیا، ان کا بَطریق دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مارا گیا، بقیۃ السیف مُدُن الشام میں منتشر ہو گئے، اور بعض ہرقل کے پاس چلے گئے۔ اہل فِحْل قلعہ گیر ہو گئے، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، حتیٰ کہ وہ اس بات کے امان خواہ ہوئے کہ اپنے افراد پر جزیہ اور اپنی زمین پر خراج دیں گے۔ مسلمانوں نے انھیں ان کی جان، اور ان کے اموال پر امان دی، اور یہ وعدہ کیا کہ ان کی دیواریں مسمار نہیں کی جائیں گی۔ اس معاہدہ کے والی ابو عبیدہ بن الجرّاح تھے۔ بعض کہتے ہیں، شُرَحْبیل بن حَسَنہ تھے۔

الأُرْدُنّ کا حال

(۱۱٦) مجھ سے حفص بن عُمَر العُمَری نے کہا، اور ان سے الہَیثَم بن عَدِی نے، کہ: شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ نے الأُرْدُن بزور فتح کیا؛ لیکن طَبَرِیَّۃ اس سے الگ تھا، کیونکہ اس کے باشندوں نے اپنی منازل اور اپنے کنیسوں کی نصف تقسیم پر ان سے صُلح کی تھی۔

مجھ سے ابو حفص الدِمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز التَّنُوخی نے، اور ان سے متعدد لوگوں نے جن میں سے ایک مسجد دِمشق کا موذن ابوبِشر ہے، کہ: جب مسلمانوں نے الشام میں پیش قدمی کی، تو ان میں سے ہر امیر نے ایک ایک ناحیہ کا قصد کیا تاکہ اس پر حملہ کرے، اور اپنی چھاپہ مارنے والی فوجیں اس میں پھیلا دے۔ عمرو بن العاصی نے فلسطین پر حملہ کیا، شُرَحْبِیل نے الأُرْدُن پر، اور یزید بن ابی سفیان نے ارض دِمشق پر۔ مسلمان یہ کرتے تھے کہ جب دشمن ان کے مقابلہ پر جمع ہوتا تو سب یک جا ہو جاتے، اور اگر ان میں سے ایک دوسرے کی دستگیری کا محتاج ہوتا تو سب بعجلت اس کی دستگیری کرتے۔ جنگ میں اجتماع کے موقع پر ان کے امیر (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں عَمرو بن العاصی ہوتے تھے؛ لیکن جب خالد بن الولید الشام پہنچے تو

تمام جنگوں میں وہی مسلمانوں کے امیر ہوئے۔ اس کے بعد ابو عُبَیدہ بن الجَرّاح امور الشام کے والی ہوئے، اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی جانب سے صلح و جنگ میں امیرالامراد کیا؛ یہ اس وقت ہوا جب وہ خلیفہ ہوئے اور خالد کو ان کے عزل کا اور ابو عبیدہ کو ان کی ولایت کا پروانہ لکھا۔

شُرَحبِیل بن حَسَنہ نے طَبَرِیَّہ چند روز کے حصار کے بعد صلحاً اس پر فتح کیا کہ اس کے باشندوں کی جان، ان کے اموال، ان کی اولاد، ان کے کنیسوں اور ان کی مَنازِل کو ـــ ان کنیسوں اور مَنازِل کے سوا جنھیں وہ خالی کر دیں ـــ امان دی؛ اور مسلمانوں کی مسجد کے لئے ایک جگہ مستثنیٰ کرلی۔ پھر انھوں نے (حضرت) عمر کی خلافت میں نقض عہد کیا، رومیوں وغیرہ میں سے ایک جماعت ان سے آملی، ابو عبیدہ نے عمرو بن العاصی کو ان پر حملہ کا حکم دیا، وہ چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کی طرف بڑھے اور ویسی ہی صلح پر ان کو فتح کر لیا جیسی صلح پر شُرَحبِیل نے فتح کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں: دوسری دفعہ بھی شُرَحبِیل ہی نے فتح کیا؛ اور انہی نے الاُرْدُنّ کے تمام شہر اور قلعہ ایسی ہی صلح پر آسانی سے بغیر قتال فتح کئے، بَیسان فتح کیا، سُوسِیَہ فتح کیا، اُفِیق فتح کیا، جُرَش و بیت راس و قَدَس و الجَولان فتح کیا؛ اور سواد الاُرْدُن اور اس کی ساری زمین پر غالب ہو گئے۔

مجھ سے ابو حَفص نے کہا، ان سے ابو محمد سعید بن عبدالعزیز نے؛ اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ ان سے الوَضِین بن عَطاء نے کہا کہ:- شُرَحبِیل نے عَکّا و صُور و صَفّوریہ فتح کئے۔

(۱۱۷) ابو بِشر المُؤَذِّن کہتا ہے:- ابو عبیدہ نے عمرو بن العاصی کو سواحل الاُرْدُنّ کی طرف بھیجا؛ رومیوں کے دل بادل ان کے مقابلہ کو جمع ہوئے، انھیں ہِرَقل کے علاقہ سے کمک پہنچی، وہ اس وقت قُسطَنطِینیہ میں تھا، مدد ملی تھی۔ انھوں نے ابو عبیدہ کو کمک کے لئے لکھا، ابو عبیدہ نے

یزید بن ابی سفیان کو بھیجا، یزید روانہ ہوئے، ان کے ہراول پران کے بھائی معاویہ تھے؛ یزید و عمرو نے مل کر سواحل الاُرْدُن فتح کیے اور ابو عبیدہ نے یہ فتح انہی دونوں کے نام لکھ دی۔ معاویہ نے اس جنگ میں بڑی مردانگی دکھائی اور اچھا اثر پیدا کیا۔

مجھ سے ابو الیَسَعُ الانطاکی نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے مشائخ اہل انطاکیہ و الاُرْدُن نے، کہ :- معاویہ نے ۴۲ھ میں بَعْلَبَکّ و حِمْص و انطاکیہ کے فارسیوں میں سے ایک قوم سواحل الاُرْدُن و صُور و عَکّا وغیرہ کی طرف منتقل کی۔ انھوں نے اسی سال، یا اس سے ایک سال قبل، یا ایک سال بعد، البصرہ و الکوفہ کے اَساوِرَۃ[۱] اور بعلبک و حِمْص کے فارسیوں میں سے (ایک جماعت) انطاکیہ کی طرف منتقل کی۔ فارسیوں کے قائدوں میں (ایک شخص) مسلم بن عبد اللہ تھا، اور وہ عبد اللہ بن حبیب بن النّعمان بن مسلم الانطاکی کا دادا تھا۔

مجھ سے محمد بن سَعْد نے کہا، اور ان سے الواقدی نے؛ اور یہی خبر مجھے ہِشام بن اللَیْث الصُّوری سے اور انھیں اہل الشام کے بڑے بوڑھوں سے پہنچی ہے، کہ :- معاویہ نے قُبْرُس جاتے وقت عَکّا کی مرمت کرائی اور صور کی مرمت کرائی۔ پھر عبد الملک بن مروان نے یہ دونوں (سواحل) از سر نو تعمیر کرائے، کیونکہ یہ ویران ہو گئے تھے۔

مجھ سے ہِشام بن اللَیْث نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے ہمارے بڑے بوڑھوں نے کہا، کہ :- ہم صُور و السّواحل میں اترے، یہاں عربوں کی چھاؤنی تھی، اور رومیوں میں سے بھی ایک خلقت موجود تھی۔ بعد میں مختلف شہروں کے باشندے ہم سے آملے اور ہمارے ساتھ مقیم ہو گئے۔ یہی حال تمام سواحل الشام کا ہے۔

---

[۱] یہ فارسی لفظ اسوار کی جمع ہے۔ اَسْوَار یا اِسْوَار رسالہ کے افسر کو کہتے ہیں۔ آساوِرہ قدیم عجمیوں کی ایک خاص جماعت تھی جو بعہد اسلام البصرہ میں آکر آباد ہو گئی تھی اور رفتہ رفتہ مستقل قوم بن گئی تھی۔
الکوفہ میں اساوارہ نہیں احامرہ (= سُرخ پوش) آباد ہوئے تھے۔

مجھ سے محمد بن سہم الانطاکی نے اُن بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے جن کا زمانہ اس نے پایا تھا، بیان کیا کہ : ۔ ۴۹ھ میں رومیوں نے سواحل کی طرف خروج کیا، صناعت[1] صرف مصر میں تھی، معاویہ بن ابی سفیان نے صناعوں اور نجاروں کو جمع کرنے کا حکم دیا ؛ وہ جمع کئے گئے، اور ان کو سواحل میں آباد کر دیا گیا۔ الارُدن میں صناعت عکّا میں تھی۔

راوی کہتا ہے ابوالخطاب الاَزدی نے ذکر کیا کہ : ۔ ابو مُعَیط کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس عکّا میں چکیاں اور مُستغلاّت[2] تھے ہشام بن عبدالملک نے چاہا کہ وہ یہ چیزیں اس کے ہاتھ فروخت کر دے اس نے انکار کیا، اس پر ہشام نے صناعت صُور کی طرف منتقل کر دی، یہاں اس نے ایک سرائے بنوائی اور ایک کھلیان خریدا۔ (۱۱۸)

الواقدی کہتا ہے : ۔ مراکب (= جہاز) عکّا میں رہتے تھے، جب بنی مروان والی ہوئے، تو انھوں نے ان کو صور کی طرف منتقل کیا، چنانچہ اب تک صُور ہی ان کا مرکز ہے۔

امیرالمومنین المتوکل علی اللہ نے ۲۴۷ھ میں حکم دیا کہ عکّا اور تمام سواحل میں مراکب ترتیب دئے جائیں، اور ان میں جنگ آزما متعین کئے جائیں۔

---

[1] صناعت کے معنی جہاز سازی کے ہیں (حسن المحاضرہ) یعقوبی نے اس موقع پر دارالصّاعہ لکھا ہے (ص ۳۲۷) انگریزی لفظ [illegible] اسی دارالصناعہ سے نکلا ہے، جو اب یورپ سے مصر و ترکی جاکر ترسانہ بن گیا ہے۔

[2] مستغلات : کھلیان یا کارخانہ، یا ایسی چیزیں جن سے آمدنی ہوتی ہو مُستَغَلّ زمین کی پیداوار یا اس کے محاصل کو کہتے ہیں۔

یوم مرج الصفر

کہتے ہیں: - پھر رومیوں نے ایک لشکرِ عظیم جمع کیا، جس کو ہرقل نے مدد دی؛ مرج الصفر میں مسلمانوں سے اسکی مٹھ بھیڑ ہوئی؛ مسلمان اسوقت دمشق کی طرف جا رہے تھے۔ یہ ہلال محرم ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔ معرکہ کا رن پڑا، حتیٰ کہ خون پانی میں بہنے لگا، اور اس سے پن چکیاں چلنے لگیں: مسلمانوں کے تقریباً چار ہزار آدمی زخمی ہوئے، کافر شکست کھا کر ایسے بھاگے، کہ دمشق و بیت المقدس تک رستے میں کوئی چیز انھیں نہ روک سکی۔ خالد بن سعید بن العاصی بن اُمیّۃ اسی معرکہ میں شہید ہوئے وہ، ابوسعید کنیت کرتے تھے، انھوں نے اسی شب (جس کی صبح یہ واقعہ ہوا۔ ؟) عکرمہ بن ابی جہل کی بیوہ اُمّ حکیم بنت الحارث بن ہشام المخزومی سے شادی کی تھی، ان کی بیوی کو جب ان کی موت کی خبر ہوئی تو وہ خیمہ کا بَلّم کھینچ کر اس سے دشمنوں کو مارنے لگیں۔ کہتے ہیں: انھوں نے اسی بَلّم سے اس دن سات آدمی ہلاک کئے؛ اس وقت ان کے چہرہ پر خلوق[ع] ملا ہوا تھا۔

ع ایک قسم کا اُبٹنا، جس میں زعفران کا جز زیادہ ہوتا ہے؛ یہ عورتوں میں تخت کی رات کو دلھنوں کے چہرہ پر ملا جاتا ہے۔

ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ المرج کا واقعہ اجنادین کے بیس دن بعد ہوا۔ اس کے بعد شہر دمشق فتح ہوا، اور شہر دمشق کی فتح کے بعد فحل کا معرکہ ہوا۔ لیکن الواقدی کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

یوم المرج کی نسبت خالد بن سعید بن العاصی کہتے ہیں: ؎

مَنْ فَارِسٌ كَرِهَ الطِّعَانَ يُعِيرُنِي ‏ رُمْحًا إِذَا نَزَلُوا بِمَرْجِ الصُّفَّرِ

(ہے کوئی شہسوار! جو نیزہ بازی نہ کرنی چاہتا ہو؛ وہ اپنا نیزہ مجھے مستعار دے، جب کہ فوجیں مرج الصفر میں اتریں)

اور عبد اللہ بن کامل بن حبیب بن عمیرہ بن خفاف بن امرء القیس ابن بہثہ بن سلیم کہتا ہے: ؎

شَهِدَتْ قَبَائِلُ مَالِكٍ وَتَغَيَّبَتْ ‏ عَنِّي عُمَيْرَةُ يَوْمَ مَرْجِ الصُّفَّرِ

(مرج الصفر کے دن مالک (بن خفاف) کے قبائل نو دکھائی دیئے، مگر عمیرہ غائب ہو گئے۔)

(۱۱۹) ہشام بن محمد الکلبی کہتا ہے:۔ خالد بن سعید المرج کے دن شہید ہوئے، (اس وقت) ان کے گلے میں ان کی تلوار الصمصامہ حمائل تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں الیمن کی طرف عامل مقرر فرما کر روانہ فرمایا تو مذحج میں عمرو بن معدی کرب الزبیدی کے قبیلہ پر سے ان کا گزر ہوا، انھوں نے اس پر چھاپہ مارا، اور عمرو کی بیوی کو اس کی قوم کے چند افراد کے ساتھ گرفتار کر لیا؛ عمرو نے درخواست کی کہ ان پر احسان کیا جائے، وہ اسلام لائیں گے؛ انھوں نے ان پر احسان کیا، وہ اسلام لائے؛ (عمرو نے) اپنی تلوار الصمصامہ ان کو ہبہ کی، اور کہا: ؎

خَلِيلٌ لَمْ أَهَبْهُ مِنْ قِلَاهُ ‏ وَلَكِنَّ الْمَوَاهِبَ لِلْكِرَامِ

خَلِيلٌ لَمْ أَخُنْهُ وَلَمْ يَخُنِّي ‏ كَذَلِكَ مَا خَلَا لِي أَوْ نِدَامِي

حَبَوْتُ بِهِ كَرِيمًا مِنْ قُرَيْشٍ ‏ فَسُرَّ بِهِ وَصِينَ عَنِ اللِّئَامِ

(وہ ایسا دوست ہے کہ میں نے اسے بغض کی وجہ سے ہبہ نہیں کیا ہے، بلکہ اس لئے ہبہ کیا ہے کہ مواہب شرفاء

ہی کیلئے ہوتے ہیں۔ وہ ایسا دوست ہے کہ نہ کبھی میں نے
اس سے خیانت کی، اور نہ کبھی اس نے مجھ سے خیانت کی،
یہ میرے دوستوں اور ندیموں نے بھی نہیں کیا۔ میں نے
(اپنا ایسا دوست) قریش کے ایک شریف آدمی کو بخش دیا،
وہ اس سے مسرور ہوا، اور بدوں سے محفوظ ہو گیا۔)

راوی کہتا ہے:۔ المرّج کے دن خالد جب شہید ہوئے تو
معاویہ نے یہ تلوار ان کی گردن سے نکال لی؛ سعید بن العاصی بن سعید
بن العاصی بن اُمیّہ نے اس کے لئے ان سے نزاع کی، (حضرت) عثمان
کے پاس مقدمہ پیش ہوا، انھوں نے (سعید کے) حق میں فیصلہ کیا، تلوار
انھیں مل گئی، اور ایک زمانہ تک انہی کے پاس رہی۔ جب یوم الدّار میں
مروان کی گدّی پر ضرب آئی، اور سعید نے چوٹ کھائی، اور بیہوش ہو کر
گرے، تو جُہینَہ میں سے ایک نے الصَّمصَامہ لے لی، اور ایک زمانہ تک
یہ اس کے پاس رہی؛ لیکن جب وہ اس کو صیقل کرانے کے لئے صیقل گر
کے پاس لے گیا تو صیقل گر کو اس جُہنی کے پاس ایسی تلوار کے ہونیکا
یقین نہ آیا، وہ اس کو لیکر مروان بن الحکم کے پاس آیا، جو المدینہ کا
والی تھا، مروان نے جُہنی سے دریافت کیا، اس نے اس کا سارا قصہ
سنایا، (مروان نے) کہا: ارے خدا کی قسم! یوم الدّار کو میری تلوار بھی
چوری گئی تھی اور سعید بن العاصی کی بھی! سعید آئے، انھوں نے اپنی
تلوار پہچانی اور لیکر اس پر مہر لگائی اور عمرو بن سعید الاشدق کے پاس
بھیج دی، جو مکہ کا والی تھا۔ سعید کے مرنے کے بعد یہ تلوار عمرو کے پاس
رہی حتیٰ کہ وہ دمشق میں مارا گیا اور اس کا مال لوٹ لیا گیا۔ اس کے
(۱۲۹) بعد یہ تلوار اس کے سوتیلے بھائی محمد بن سعید کے ہاتھ آئی، پھر یحییٰ بن
سعید کے پاس گئی، پھر عَنبَسَہ بن سعید بن العاصی کو ملی، پھر سعید بن
عمرو بن العاصی کو، پھر محمد بن عبد اللہ بن سعید کو جس کی اولاد بارق
میں رہتی ہے، اور پھر ابان بن یحییٰ بن سعید کو؛ اس نے اس پر

سونے کا کام کرایا، اور یہ اس کی اُمّ وَلَد[عہ] کے پاس رہتی تھی پھر ایوب بن ابی ایوب بن سعید بن عمرو بن سعید نے امیر المومنین المہدی کے ہاتھ ۸۰ ہزار درہم سے زیادہ میں اس کو بیچ دیا۔ المہدی نے اس پر از سرِ نو سونے کا کام کرایا۔ پھر یہ امیر المومنین موسیٰ الہادی کے پاس آئی، انھوں نے اس کو پسند کیا، اور ایک شاعر کو جس کا نام ابو الہول تھا، اس کی صفت میں کچھ کہنے کا حکم دیا، اس نے کہا:

حَازَ صَمْصَامَةَ الزُّبَیْدِیِّ عَمْرٍو ۔۔۔ خَیْرُ هٰذَا الْاَنَامِ مُوْسَی الْاَمِیْنُ

سَیْفُ عَمْرٍو وَکَانَ فِیْمَا عَلِمْنَا ۔۔۔ خَیْرَ مَا اُطْبِقَتْ عَلَیْهِ الْجُفُوْنُ

اَخْضَرُ اللَّوْنِ بَیْنَ حَدَّیْهِ بُرْدٌ ۔۔۔ مِنْ ذُعَافٍ تَمِیْسُ فِیْهِ الْمَنُوْنُ

فَاِذَا مَا سَلَلْتَهٗ بَهَرَ الشَّمْسَ ضِیَاءً فَلَمْ تَکَدْ تَسْتَبِیْنُ

مَا یُبَالِیْ اِذَا الضَّرِیْبَةُ جَانَتْ ۔۔۔ اَشِمَالٌ سَطَتْ بِهٖ اَمْ یَمِیْنُ

نِعْمَ مِخْرَاقُ ذِی الْحَفِیْظَةِ فِی الْهَیْجَا یُعَصَّا بِهٖ وَنِعْمَ الْقَرِیْنُ

(عمرو الزبیدی کی الصمصامہ بہترین انسان موسیٰ الامین کے پاس آگئی۔ یہ عمرو کی تلوار ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ ان میں سب سے بہتر ہے جن پر نیام چڑھائے گئے ہیں۔ اس کا رنگ سبز ہے اور اس کے کناروں کے بیچ میں مہلک زہر کی تہ چڑھی ہوئی ہے جس میں موت کھیل رہی ہے۔ جب اسے نیام سے نکالوگے تو اس کی چمک سورج کو ماند کردے گی، اور وہ اس کے سامنے ظاہر نہیں ہوسکیگا۔ جس کو قتل کرنا منظور ہو جب وہ پاس آجائے تو پھر چاہے سیدھا ہاتھ اس کو چلائے یا الٹا، (یہ اپنا کام کرے گی) یہ اس شخص کیلئے جو جنگ میں اپنی عزت کی حفاظت کرنی چاہتا ہو کیسی اچھی تلوار ہے! اس سے دشمن کو ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ یہ بہترین ساتھی ہے۔)

پھر امیر المومنین الواثق باللہ نے اس کیلئے صیقل گر کو بلایا، اور اس کو اسپر سخت چمڑا چڑھانیکا حکم دیا، لیکن جب اس نے اسپر چمڑا چڑھایا تو اس میں تغیر ہوگیا۔

عہ وہ لونڈی جو آقا کی حرم ہو اور اس سے کوئی اولاد ہوئی ہو۔

مدینۂ دِمشق اور اس کی تزیین کی فتح

کہتے ہیں: مسلمانوں نے اُن (دشمنوں) کے قتال سے فارغ ہوکر، جو المرج میں جمع ہوئے تھے، پندرہ راتیں بسر کیں اور پھر مدینۂ دِمشق کی طرف رخ کیا، اس وقت محرم ۱۴ھ کے ختم ہونے میں چودہ راتیں باقی تھیں۔ مسلمان الغوطہ اور اس کے کنیسوں پر بزور قابض ہوگئے اہلِ شہر نے قلعہ گیر ہوکر دروازہ بند کرلیا، خالد بن الولید باب الشرقی پر اترے، ان کے ساتھ پانچ ہزار سے زیادہ جمعیت تھی، جو ابو عبیدہ نے ان کے ساتھ کی تھی۔ (۱۲۱)

لیکن ایک جماعت کہتی ہے: اس وقت تک خالد ہی امیر تھے، اور ان کے عزل کا حکم اس وقت آیا تھا جب مسلمان دِمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

اس جگہ کا نام جس کے پاس خالد اترے دَیرؑ خالد ہے۔ عمرو بن العاص باب تُوما پر اترے، شرحبیل باب الفرادیس پر۔ ابو عبیدہ باب الجابیہ پر اور یزید بن ابی سفیان باب الصغیر پر، ان کے لشکر کا سلسلہ اس دروازہ تک پھیلا ہوا تھا جو کیسان کے نام سے مشہور ہے۔

عہ دَیر = خانقاہ

اور ابو الدَّرداء عُوَیمر بن عامر الخزرجی کو بَرزہ کی سرحدی چوکی پر مقرر کیا۔

وہ اُسقُف جس نے محاصرہ کی ابتدا میں خالد کے لئے سامانِ رسد مہیا کیا تھا کبھی کبھی فصیل پر کھڑا ہوتا تھا: خالد نے اس کو بلوایا، وہ آیا اور اس نے انہیں تسلیم کی اور اُن سے باتیں کیں؛ ایک دن اس نے کہا، "اے ابو سلیمان! تمھارا کام با اقبال ہوتا معلوم ہوتا ہے، تمھارے ذمہ میرا ایک وعدہ ہے؛ تم اس شہر کے لئے مجھ سے صلح کر لو" خالد نے دوات اور کاغذ منگایا اور اس کو یہ تحریر دی:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ وہ تحریر ہے جو خالد بن الولید نے اہل دِمشق کو اس وقت عطا کی جب وہ (شہر میں) داخل ہوا۔ اس نے ان کی جانوں کو، ان کے اموال کو، ان کے کنیسوں کو، اور ان کے شہر کی فصیل کو امان دی ہے۔ ان کے مساکن میں سے کوئی مسکن سکونت کے لئے نہیں لیا جائے گا؛ اس کے لئے ان سے اللہ کا عہد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور خلفاء و مومنین کا ذمہ ہے۔ اگر وہ جزیہ دیں گے تو ان کے ساتھ بھلائی کی جائے گی"

پھر اُسقُف کے دوستوں میں سے ایک شخص راتوں میں سے کسی رات کو خالد کے پاس آیا، اور اس نے انھیں خبر دی کہ آج اہل شہر کے ہاں شب عید ہے، اور وہ سب اس میں مشغول ہیں، اور انھوں نے پتھروں سے باب الشرقی کی پشتہ بندی کر دی ہے، اور اس کو یونہی چھوڑ دیا ہے اور اس نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کہیں سے سیڑھی لائیں۔ اُسی دیر کے ساکنوں میں سے، جس کے پاس ان کا لشکر خیمہ زن ہوا تھا، ایک جماعت نے انھیں دو سیڑھیاں لا کر دیں، مسلمانوں میں سے ایک جماعت ان پر چڑھ کر فصیل پر پہنچی، اور دروازہ کی طرف اتری؛ اس وقت دروازہ پر صرف ایک یا دو آدمی تھے، مسلمانوں نے ان کو دبالیا

اور مل جل کر طلوع آفتاب کے قریب دروازہ کھول لیا۔ اُدھر ابو عبیدہ بن الجراح نے باب الجابیہ کے کھولنے کا اہتمام کیا، اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت کو اس پر چڑھا دیا، رومی جنگ آزما ان لوگوں پر پل پڑے، مسلمانوں نے ان سے سخت جنگ کی، رومی پیٹھ دکھا کے بھاگے، ابوعبیدہ اور ان کے ساتھ مسلمان باب الجابیہ بزور فتح کر کے شہر میں داخل ہو گئے، ابو عبیدہ اور خالد بن الولید کا المقسلاط پر میل ہوا، یہ دمشق میں کبیروں کا بازار ہے، اور یہیں البریص ہے جس کا ذکر حسان بن ثابت نے اپنے ایک شعر میں کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

(۱۲۲)

یَسْقُونَ مَنْ وَرَدَ الْبَرِیصَ عَلَیْهِمُ ۔۔۔ بَرَدَیٰ یُصَفَّقُ بِالرَّحِیقِ السَّلْسَلِ

(جو کوئی ان کے پاس البریص جاتا ہے وہ اسے بردی (کا پانی) لطیف شراب کے ساتھ ملا کے پلاتے ہیں۔)

اور ایک روایت یہ ہے کہ رومیوں نے اپنی ایک میت باب الجابیہ سے رات کے وقت نکالی، اس کے گرد ان کے بہادروں اور تیغ آزماؤں کی ایک جماعت تھی، اہل شہر دروازہ پر کھڑے ہو گئے تاکہ میت کو دفن کر کے اپنے بہادروں کے واپس آنے تک مسلمانوں کو دروازہ کھولنے اور شہر میں داخل ہونے سے روکے رہیں، انھوں نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہا تھا، مگر مسلمان ان کی یہ چال سمجھ گئے اور انھوں نے ان لوگوں سے جو دروازہ پر جمع تھے، سخت جنگ کی اور طلوع آفتاب کے قریب دروازہ کھول لیا۔ اُسقف نے جب یہ دیکھا کہ ابو عبیدہ کوئی دم میں شہر میں داخل ہوا چاہتے ہیں تو وہ بھاگا ہوا خالد کے پاس گیا اور اس نے ان سے صلح کر کے ان کے لئے باب الشرقی کھول دیا، وہ شہر میں داخل ہوئے، اُسقف ان کے ساتھ تھا، اور وہ اس تحریر کی تشہیر کرتا جاتا تھا جو (خالد نے)

عہ صَفَّق کے معنے ہیں: شراب کو ایک برتن سے دوسرے برتن میں اُلٹنا تاکہ وہ صاف ہو جائے۔ بَرَدیٰ، دمشق کی ایک نہر ہے۔

اس کو دی تھی۔ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا: "خدا کی قسم! خالد امیر ہی نہیں ہیں پھر ان کی صلح کیسے جائز ہوسکتی ہے؟" ابوعبیدہ نے کہا: "مسلمانوں کے لئے ان میں سے ادنیٰ (بھی عہد و شرط) کر سکتا ہے" اور اس صلح کی اجازت دے دی" اور اس پر دستخط کر دیئے اور جو کچھ بزور فتح کیا تھا اس کی طرف التفات نہ کی؛ اس وجہ سے کل دمشق صلحاً (فتح کیا ہوا) سمجھا گیا۔ ابوعبیدہ نے اس کے متعلق (حضرت) عمر کو لکھا، اور صلح نامہ ان کے پاس بھیجدیا، شہر کے دروازے کھول دیئے گئے، اور قوم یک جا ہو گئی۔

ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ:- خالد دمشق میں بقتال اور ابوعبیدہ بصلح داخل ہوئے، اور دونوں کا میل تیلیوں کے بازار (الزَّیَّاتین) پر ہوا۔ لیکن پہلی خبر ثابت ہے[ع] (۱۲۳)

الہیثم مدعی ہے کہ:- اہل دمشق سے ان کی منازل اور ان کے کنیسوں کی آدھی تقسیم پر صلح کی گئی۔

محمدؐ بن سعد، ابوعبداللہ الواقدی کے حوالہ سے کہتا ہے:-

خالد بن الولید نے اہل دمشق کو جو تحریر دی تھی وہ میں نے پڑھی ہے، میں نے اس میں منازل اور کنیسوں کی نصف تقسیم نہیں دیکھی۔ یہ روایت بیان تو ضرور کی گئی ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ جس نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے پاس یہ کہاں سے پہنچی۔ البتہ یہ واقعہ ہے، کہ جب دمشق فتح کیا گیا تو اس کے باشندوں میں سے بہت سے ہرقل کے پاس چلے گئے (اور وہ اس وقت انطاکیہ میں تھا)۔ اس وجہ سے خالی مکانوں کی کثرت ہو گئی اور مسلمان ان میں رہنے لگے۔

ایک جماعت کہتی ہے:- ابوعبیدہ باب الشرقی پر تھے اور خالد

ع- محمدؐ بن عساکر کہتا ہے: یہ روایت ضعیف ہے۔ اخبار و آثار سے صحیح و ثابت یہی ہے کہ خالد دمشق میں باب الشرقی سے بزور؛ اور ابوعبیدہ باب الجابیہ سے بصلح داخل ہوئے (حاشیۂ کتاب الفتوح، نسخۂ لیدن)

باب الجابیہ پر۔ مگر یہ غلط ہے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ مدینۂ دِمَشق رجب ۱۴ھ میں فتح ہوا، لیکن خالد کی تحریر میں صلح کی تاریخ ربیع الآخر ۱۵ھ لکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالد نے یہ تحریر تاریخ ثبت کئے بغیر لکھی تھی۔ جب مسلمان ان (فوجوں) کی جانب کوچ کرنے جمع ہوئے، جو ان کے لئے الیرمُوک میں جمع ہو رہی تھیں، تو (دِمَشق کا) اُسقُف خالد کے پاس آیا اور اس نے ان سے درخواست کی کہ اس تحریر کی تجدید کر کے ابو عبیدہ اور مسلمانوں سے اس پر شہادتیں کرا دو؛ انھوں نے اس کی تجدید کر دی اور اس پر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و شرَحبیل بن حَسَنہ وغیرہ کی شہادتیں کرا دیں، اور اس پر وہی تاریخ لکھ دی جس تاریخ کو اس کی تجدید کی۔

(۱۲۴) مجھ سے القاسم بن سَلّام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو مُسہِر نے کہا، اور ان سے سَعید بن عبدالعزیز التّنُوخی نے، کہ :۔ یزید دِمَشق میں باب الشّرقی سے صلحاً داخل ہوئے، المقلاط پر دونوں کا میل ہوا اور سارا شہر صلحاً فتح کیا ہوا شمار کیا گیا۔

مجھ سے القاسم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو مُسہِر نے کہا، ان سے یحیٰی بن حَمزہ نے کہا، ان سے ابو مُہلَب الصّنعانی نے اور ان سے ابو الأشعث الصّنعانی یا ابو عثمان الصّنعانی نے، کہ :۔ ابو عبیدہ باب الجابیہ کا چار مہینے محاصرہ کئے رہے۔[1]

مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے نُعَیم بن حمّاد نے کہا، ان سے ضَمرَہ بن رَبِیعہ نے، اور ان سے رَجاء بن ابی سَلَمہ نے، کہ :۔ حسّان بن مالک نے عجم اہل دمشق کے خلاف ایک کنیسہ کے معاملہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس مقدمہ پیش کیا، یہ کنیسہ امراء میں سے کسی نے انھیں جاگیر میں دیا تھا، عمر نے کہا : اگر یہ کنیسہ

---

[1] مورخ یعقوبی نے لکھا ہے : "ایک سال محاصرہ کئے رہے۔" (کتاب البلدان ص ۳۲۵-)

اُن پندرہ کنیسوں میں سے ہے جو ان کے معاہدہ میں ہیں، تو اس پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔"

ضَمْرَہ، علی بن ابی حَمَلَہ کے حوالہ سے کہتا ہے :۔ ہم اپنا ایک جھگڑا جو عجم اہلِ دِمَشق سے ایک کنیسہ کے معاملہ میں تھا، اور جو دِمشق میں بنی نصر کو فلاں شخص نے بطور جاگیر دیا تھا، عمر بن عبد العزیز کے پاس لے گئے، عمر نے ہمیں اس سے بے دخل کر دیا، اور وہ کنیسہ نصاری کو واپس لوادیا۔ لیکن جب یزید بن عبد الملک والی (ء فرماں روا) ہوا تو اس نے وہ کنیسہ بنی نصر کو واپس دلوادیا۔

مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ہِشام بن عَمّار نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے، اور ان سے الأَوزاعی نے کہ :۔ الشام میں جِزْیَہ ابتداءً ایک جریب اور ایک دینار فی کس مقرر کیا گیا تھا۔ پھر (حضرت) عمر بن الخطاب نے اہل زر پر چار دینار، اور اہل سیم پر چالیس درہم فی کس مقرر کیا؛ اور دولتمند کی دولت، مفلس کے افلاس، اور متوسط کے توسط کے مطابق ان کے طبقات مقرر کئے۔

ہِشام کہتا ہے میں نے اپنے بڑے بوڑھوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ :۔ یہود ذمیوں کی حیثیت سے نصاری کے ساتھ رہتے تھے اور ان کو خراج دیتے تھے، اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ صلح میں داخل ہو گئے۔

بعض راوی کہتے ہیں :۔ خالد بن الولید نے اہلِ دِمَشق سے جن باتوں پر صلح کی تھی ان میں سے ایک یہ تھی کہ ان میں سے ہر شخص جِزْیہ میں ایک دینار، ایک جریب گیہوں، سرکہ اور روغن زیت (مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے۔) دیا کرے گا۔

ہم سے عَمْرو النّاقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن وَہْب المصری نے کہا، ان سے عمر بن محمّد نے، ان سے نافع نے، اور ان سے (حضرت) عمر بن الخطاب کے آزاد کردہ غلام أَسلم نے، کہ :۔ (۱۲۵)

(حضرت) عمر نے چھاؤنیوں کے افسروں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان سب پر جزیہ لگائیں جن کے استرا چل چکا ہو (یعنے جو بالغ ہو چکے ہوں) ؛ اہلِ سیم پر چالیس درہم، اور اہلِ زر پر چار دینار ؛ اس کے علاوہ ان سے مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے گیہوں اور تیل لینے کا حکم دیا، جکی تعداد الشام و الجزیرہ میں ہر مسلمان کے لئے دو مدیٰ[1] گیہوں، اور تین قسط تیل ماہوار تھی۔ انھوں نے چربی اور شہد کی مقداریں بھی ان پر مقرر کیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ان کی کیا مقداریں تھیں۔ اسی طرح مصر میں ہر مسلمان کے لئے ایک اِرْدَبّ[2] (گیہوں)، لباس، اور تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

ہم سے حدیث بیان کی عَمْرو بن حمّاد بن اَبِی حَنِیفَہ نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی مالک بن اَنَس نے، ان سے نافع نے، اور ان سے اَسلم نے، کہ وہ (حضرت) عمر نے اہلِ زر پر چار دینار اور اہلِ سیم پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا ؛ اور اس کے ساتھ ان پر مسلمانوں کی خوراکیں، اور ان کی تین دن کی ضیافت لازم کی۔

مجھ سے مُصْعَب نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے مالک نے ان سے نافع نے، اور ان سے اَسْلم نے ؛ ایسی ہی روایت بیان کی۔

کہتے ہیں :۔ جب معاویہ بن ابی سفیان والی (= بادشاہ) ہوئے تو انھوں نے ارادہ کیا کہ کنیسۂ یوحنّا مسجدِ دمشق میں شامل کریں مگر نصاریٰ نے اس کے دینے سے انکار کیا، اور وہ اس سے باز رہے پھر عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانہ میں مسجد میں اضافہ کرنے کے لئے ان سے کنیسہ مانگا، اور اس کے معاوضہ میں انھیں مال دینا چاہا، لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا، اور اس کے دینے سے انکار کر دیا۔ پھر الولید بن عبدالملک نے

---

[1] مُدی ایک پیمانہ ہے، جو الشام و مصر میں مستعمل ہے، اور یہ مُد سے الگ چیز ہے۔ ایک مدی ۱۹ صاع کا اور ایک قِسْط نصف صاع کا، اور ایک صاع ہوتا ہے۔

[2] ایک اِرْدِب ۲۴ صاع (۱۲۸ پونڈ) کا ہوتا ہے۔ یہ اہلِ مصر کا پیمانہ ہے۔

اپنے زمانہ میں انھیں جمع کیا، اور ان کے سامنے بہت کثیر دولت اس غرض سے پیش کی کہ وہ کنیسہ اس کے حوالہ کر دیں، مگر وہ راضی نہیں ہوئے اور انھوں نے اس کے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس نے کہا: "اگر تم نہیں دو گے تو میں اس کو مسمار کر دوں گا"۔ اس پر ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المومنین! کنیسہ منہدم کرنے والا پاگل ہو جائے گا اور اس پر آفت آئیگی" اس بات نے اس کے آگ لگادی، اس نے کدال منگا لی، اور اپنے ہاتھوں سے اس کی دیواروں کا کچھ حصہ منہدم کر دیا؛ اس وقت اس کے جسم پر زرد ریشم کی قبا تھی۔ اس کے بعد اس نے مزدور اور معمار جمع کئے اور انھوں نے اس کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو نصاریٰ نے ان سے اس سلوک کی شکایت کی جو الولید نے ان کے کنیسہ کے ساتھ کیا تھا، اس پر انھوں نے اپنے عامل کو یہ حکم لکھا کہ "مسجد میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ نصاریٰ کو واپس دے دیا جائے"۔ اہلِ دمشق نے اس کو برا سمجھا، اور کہا: کیا ہم اپنی مسجد ڈھائیں؟ حالانکہ ہم اس میں اذان دے چکے ہیں اور نماز پڑھ چکے ہیں! اور کیا بیعہ واپس کیا جائے گا؟" ان دنوں مسلمانوں میں فقہاء میں سے سلیمان بن حبیب المحاربی وغیرہ موجود تھے، وہ نصاریٰ کے پاس گئے، اور ان سے کہا: تمھیں وہ تمام کنیسہ واپس دیدیئے جائیں گے جو الغوطہ کے عنوۃً فتح کئے ہوئے علاقہ میں ہیں اور اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، بشرطیکہ تم کنیسۂ یوحنا سے دست بردار ہو جاؤ، اور اس کا مطالبہ نہ کرو"۔ نصاریٰ نے اس کو پسند کیا، اور وہ سب اس پر راضی ہو گئے۔ پھر عمر بن عبدالعزیز کو اس کے متعلق لکھا گیا، انھیں اس سے بہت مسرت ہوئی اور انھوں نے اس کے نفاذ کا حکم دے دیا۔ (۱۲۶)

مسجدِ دمشق کی اس رواق میں، جو قبلہ کی جانب ہے اور مأذنہ (= اذان کے منارہ) سے متصل ہے، چھت کے قریب سنگ رخام (= مرمر) کا

ع کنیسہ، عبادت گاہ، راہب خانہ۔

ایک کتابہ ہے، اس کی تعمیر کا حکم امیر المومنین الولید نے ۸۶ھ میں دیا تھا۔

میں نے ہشام بن عمار کو یہ کہتے سنا ہے کہ: شہر دمشق کی فصیل مروان و بنی امیہ کے انقراض تک قائم رہی، اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن العباس نے اس کو منہدم کر دیا۔

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز نے، اور ان سے مسجد دمشق کے موذن وغیرہ نے، کہ: مسلمان خالد کی آمد کے موقع پر بصری پر جمع ہوئے، اور اس کو صلحاً فتح کر لیا۔ پھر کل ارض حوران میں پھیل گئے، اور اس پر غالب ہو گئے۔ اسی دوران میں صاحب اذرعات ان کے پاس آیا، اور اس نے ان سے درخواست کی کہ اس سے ویسی ہی صلح کر لی جائے جیسی صلح اہل بصری سے کی گئی ہے اور البثنیۃ کی تمام زمینیں ارض خراج قرار دی جائیں، اور یہ بات قبول کر لی گئی یزید بن ابی سفیان وہاں گئے، اور انھوں نے وہاں کے باشندوں سے معاہدہ کیا، اور اس طرح مسلمان کور حوران و البثنیۃ پر متصرف ہو گئے۔ پھر وہ فلسطین و الاردن کی طرف گئے، اور اس حصہ پر حملہ آور ہوئے جو اب تک فتح نہیں ہوا تھا۔ یزید نے عمان کی طرف کوچ کیا، اور اس کو بصری جیسی صلح پر باسانی فتح کر لیا، اور ارض البلقاء پر غالب ہو گئے۔ جب ابو عبیدہ والی ہوئے، تو یہ پورا علاقہ فتح ہو چکا تھا؛ فوج کے امیر فتح دمشق کے دوران میں وہی تھے، لیکن صلح خالد نے کی تھی، اور ابو عبیدہ نے اس کی اجازت دی تھی۔

یزید بن ابی سفیان، ابو عبیدہ کی ولایت میں عرندل[عہ] گئے، اور اس کو صلحاً فتح کر کے ارض الشراۃ اور اس کے پہاڑوں پر غالب ہو گئے۔

راوی کہتا ہے سعید بن عبدالعزیز نے الوضین کے حوالہ سے بیان کیا کہ: یزید مدینۂ دمشق کی فتح کے بعد صیداء، وعرقۃ وجبیل و بیروت آئے، یہ سب سواحل ہیں؛ اُن کے مقدمہ پر ان کے بھائی

عہ مراصد میں عرندل لکھا ہے۔

معاویہ تھے ، انھوں نے آسانی سے یہ مقامات فتح کر لیئے ، اور ان کے باشندوں میں سے بہتوں کو جلا وطن کر دیا۔ عرقہ کی فتح کا کام معاویہ نے یزید کی ولایت میں خود اپنے ذمہ لیا۔ پھر رومی ان میں سے بعض سواحل پر (حضرت) عمر بن الخطاب کی آخر خلافت یا (حضرت) عثمان بن عفان کی ابتداء خلافت میں غالب ہو گئے ، معاویہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کو فتح کر لیا ، ان کے قلعوں کی مرمت کی ، ان میں محافظ فوجیں رکھیں اور فوجیوں کو جاگیریں دیں۔

کہتے ہیں :— جب (حضرت) عثمان خلیفہ ہوئے اور معاویہ الشام کے والی ہوئے تو معاویہ نے سفیان بن مجیب الازدی کو اطرابلس کی طرف بھیجا ، یہ تین شہروں کا مجموعہ تھا ، سفیان نے اس سے چند میل کے فاصلہ پر ایک چراگاہ میں ایک قلعہ بنایا اور حصن سفیان اس کا نام رکھا ؛ اور اہل شہر پر سمندر وغیرہ کی طرف سے رسد بند کر کے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب حصار سے ان پر سختی گزرنے لگی تو وہ تینوں قلعوں میں سے ایک قلعہ میں جمع ہو گئے اور ملک الروم سے مدد کے خواستگار ہوئے ، اور اس کو لکھا کہ یا ہماری مدد کرو نہیں تو ہمیں جہاز بھیجو کہ ہم تمہارے پاس ان میں بھاگ آئیں ۔ اس نے ان کے پاس بہت سے جہاز بھیج دیئے جن میں وہ راتوں رات سوار ہو کر بھاگ گئے۔ جب دن نکلا تو سفیان نے — اور وہ یہ کرتا تھا کہ راتیں اپنے قلعہ میں گزارتا اور مسلمانوں کو بھی اس میں محفوظ کر دیتا اور پھر دن نکلے (قلعہ سے نکلکر) دشمن پر حملہ کرتا تھا — دیکھا کہ وہ لوگ جس قلعہ میں جمع تھے وہ خالی ہے ، وہ اس میں داخل ہو گیا اور معاویہ کو اس کی فتح کی اطلاع لکھدی ، اور معاویہ نے یہود میں سے ایک بڑی جماعت یہاں آباد کر دی۔ یہ وہی قلعہ ہے جس میں آج کل بندرگاہ ہے۔ بعد میں عبد الملک نے اس کو بنوایا اور مستحکم کرایا۔

کہتے ہیں :— معاویہ ہر سال اطرابلس کی طرف فوج کی ایک مضبوط جماعت اس کی حفاظت کے لئے بھیجتے تھے اور اس پر ایک

عامل مقرر کرتے تھے۔ لیکن جب سمندر کا رستہ بند ہو جاتا تو فوج واپس ہو جاتی اور عامل ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ یہاں رہ جاتا تھا۔ ایک زمانہ تک یہاں کا انتظام اسی طریق پر جاری رہا حتےٰ کہ عبدالملک والی ہوا، اس کے زمانہ میں بطریقوں میں سے ایک بطریق جمعیۃ کثیر کے ساتھ یہاں آیا اور اس نے درخواست کی کہ مجھے یہاں رہنے کے لئے امان دیجائے میں خراج دوں گا" عبدالملک نے اس کی درخواست منظور کرلی، وہ دو برس یا دو برس سے زیادہ یہاں رہا اور جب فوج شہر سے واپس چلی گئی تو اس نے شہر پناہ کے دروازہ بند کر کے عامل کو قتل کر دیا اور فوج میں سے جو اس کے ساتھ تھے ان کو اور چند یہودیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ ارض الروم لے گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اس پر سمندر میں قابو پالیا (اس وقت وہ بہت سے جہازوں کے ساتھ انہی کے ایک ساحل کی طرف جا رہا تھا) اور اس کو قتل کر دیا؛ بعض کہتے ہیں: نہیں بلکہ گرفتار کر کے عبدالملک کے پاس بھیج دیا جہاں اس کو قتل کیا گیا اور سولی دی گئی۔

(۱۲۸) میں نے کسی کو یہ کہتے سنا ہے کہ:— عبدالملک نے کسی کو اس کی جانب بھیجا جس نے اَطْرَابُلُس میں اسے گھیر لیا، پھر جان کی امان دے کر اس کو گرفتار کیا اور عبدالملک کے پاس بھیجدیا، وہاں اسے قتل کیا گیا اور سولی دی گئی۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت بھاگ کر بلادالروم چلی گئی۔

علی بن محمدؒ المدائنی کہتا ہے: مجھ سے عَتَّاب بن ابراہیم نے کہا:— اَطْرَابُلُس سُفیان بن مُجَیب نے فتح کیا، پھر عبدالملک کے زمانہ میں اس کے باشندوں نے نقض کیا اور الولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو دوبارہ فتح کیا۔

مجھ سے ابو حفص الشامی نے کہا، ان سے سعید نے، اور ان سے اَلْوَضِین نے، کہ:— یزید بن ابی سفیان نے معاویہ کو سواحل دِمَشق کی طرف بھیجا، لیکن ان سواحل میں اَطْرَابُلُس شامل نہیں تھا کیونکہ انھیں

اس کی طمع نہیں تھی۔ (معاویہ) ہر قلعہ پر دو دن یا چند دن ٹھیرتے، کہیں معمولی جنگ ہوتی اور کہیں تیر باری ہوتی اور اس کو فتح کر لیا جاتا۔

راوی کہتا ہے:۔ مسلمان جب کبھی کوئی میدانی یا ساحلی شہر فتح کرتے تو جتنی فوج اس میں مرتب کرنے کی ضرورت ہوتی اپنی فوج مرتب کر دیتے؛ اور اگر کہیں دشمن کی طرف سے کوئی حادثہ پیش آتا تو اس کی جانب کمک بھیجتے تھے۔ جب (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے معاویہ کو سواحل کی تحصین و تشحین کا حکم دیا اور لکھا: جنھیں وہاں آباد کرو انھیں جاگیریں دو۔ اور انھوں نے یہی کیا۔

مجھ سے ابوحفص نے کہا اور ان سے سعید بن عبدالعزیز نے، کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ:۔ معاویہ نے (حضرت) عمر بن الخطاب کو اپنے بھائی یزید کے مرنے کے بعد سواحل کے حالات لکھے، انھوں نے اس کے جواب میں (یزید کو) لکھا کہ "قلعوں کی مرمت کراؤ، ان میں فوجیں مرتب کرو، ان کے مناظر[۱] پر نگہبان مقرر کرو اور ان پر آگ روشن رکھنے کا انتظام کرو۔" لیکن بحری جنگ کی اجازت نہیں دی۔ پھر معاویہ (حضرت) عثمان سے برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے بحری جنگ کی اجازت دے دی اور یہ حکم دیا کہ خواہ تم خود حملہ کر دیا فوجوں کو حملہ کرنے بھیجو، لیکن بہرصورت سواحل میں ان فوجوں کے علاوہ جو وہاں مامور ہیں کچھ اور فوجیں طیار رکھو۔ اور مرتبین کو جاگیریں زمینیں دو اور باشندوں کے جلاء وطن ہو جانے کے باعث جو منازل خالی ہوں وہ انھی کو عطا کر دو۔ (تمام سواحل میں) مسجدیں بنواؤ اور جو مسجدیں میری خلافت سے قبل بن چکی ہیں ان کو وسیع کرو۔" (۱۲۹)

الوضین کہتا ہے: بعد میں لوگ ہر طرف سے سواحل کیطرف منتقل ہو گئے

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے کہا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جعفر بن کلاب الکلابی نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب

---

[۱] وہ منارہ جو ساحلوں پر یا ساحلی قلعوں میں دیدبانی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ نے عَلْقَمہ بن عُلَاثہ بن عَوف بن الاَحوص بن جعفر بن کلاب کو حَوران کا والی کیا اور ان کی ولایت معاویہ کی جانب سے قرار دی۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ الحُطَیئۃُ العَبسی ان کی نسبت کہتا ہے — وہ ان کے پاس جانے کو نکلا، لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ان کا انتقال ہوگیا، مگر انھیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ ان (سے ملنے) کے ارادہ سے رستہ میں ہے، چنانچہ انھوں نے اس کے حق میں، اپنی اولاد کے حصّوں کے برابر حصہ کے لئے وصیت کی:—

فَمَا کَانَ بَیْنِی لَوْلَقِیْتُکَ سَالِماً ‏ وَبَیْنَ الغِنٰی اِلَّا لَیَالٍ قَلَائِلُ

(کاش، میں تم سے تمہاری زندگی ہی میں مل لیتا! مجھ میں اور دولت مندی میں صرف چند راتوں کا فصل رہ گیا تھا۔)

مجھ سے متعدد اہل العلم نے، جن میں ایک ہشام بن عمّار کا پڑوسی بھی ہے، بیان کیا، کہ:— ابوسفیان بن حرب کے پاس جاہلیت میں، جبکہ وہ الشام سے تجارت کرتے تھے، البَلْقَا میں قُبَّش نام کی ایک جائداد تھی جو بعد میں معاویہ اور ان کی اولاد کے حصہ میں آئی؛ پھر یہ جائداد ابتداء دولت (عباسیہ) میں ضبط کرلی گئی اور امیرالمؤمنین المَہدی رضی اللہ عنہٗ کے ایک فرزند کو ملی اور پھر اہل الکوفہ میں سے تیلیوں کی ایک قوم کے پاس گئی جو بنی نُعَیم کے نام سے معروف تھی۔

ہم سے حدیث بیان کی عبّاس بن ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:— تَمیم بن اَوس، یکے از بنی الدّاریین ہانی بن حبیب، جو (قبیلہ) لَخم سے تھا اور ابورُقَیّہ کنیت کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ اس کا بھائی نُعَیم بن اَوس بھی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو حَبْرَی اور بیت عَینُون و مسجد ابراہیم علیہ السلام جاگیر میں عطا فرمائے اور اس کا وثیقہ بھی انھیں لکھوادیا۔ جب الشام فتح کیا گیا تو یہ (مقامات) ان دونوں کو دیدیے

گئے؛ سلیمان بن عبدالملک جب ان جاگیروں سے گزرتا تو ان کی طرف رُخ بھی نہیں کرتا تھا؛ وہ کہتا تھا: "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا نہ لگ جائے"۔

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا کہ میں نے بڑے بوڑھوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ: — (حضرت) عمر بن الخطاب ارضِ دمشق میں الجابیہ جاتے وقت نصاریٰ کی ایک جماعت پر سے گزرے جو جُذام میں مبتلا تھی اور اس کو دیکھ کر یہ حکم دیا کہ "ان لوگوں کو صَدَقات میں سے کچھ دیا جائے اور ان کے لئے مدد معاشیں جاری کی جائیں"۔

ہشام کہتا ہے میں نے الولید بن مسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ: — خالد بن الولید نے اُس دَیر کے ساکنوں سے، جو دیر خالد کے نام سے مشہور ہے، یہ شرط کی تھی کہ ان کے خراج میں تخفیف کر دی جائے گی، کیوں کہ انھوں نے ان کو وہ سیڑھی لاکر دی تھی جس پر وہ چڑھے تھے؛ اور ابوعبیدہ نے یہ شرط ان کے لئے نافذ کر دی۔

جب ابوعبیدہ مدینۂ دمشق کے معاملہ سے فارغ ہو کر حِمص کی طرف جاتے ہوئے بعلبک پر سے گزرے تو یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح و امان کی درخواست کی اور انھوں نے ان سے ان کی جان اور ان کے اموال اور ان کے کنیسوں کو امان دے کر صلح کر لی۔ اور ان کے لئے یہ لکھا: —

> بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ امان نامہ فلاں بن فلاں کے لئے اور اہلِ بعلبک — اس کے رومیوں اور اس کے فارسیوں اور اس کے عربوں — کے لئے ہے۔ ان کے نفوس، ان کے اموال، ان کے کنیسے اور ان کی محلسرایں — خواہ وہ داخل مدینہ میں ہوں یا اس کے باہر — اور ان کی چکیاں امان میں ہیں۔ رومیوں کو اجازت ہے کہ وہ پندرہ میل کے اندر اپنے مواشی چرائیں اور

کسی قریۂ عامرہ (آباد گاؤں) میں ماہ ربیع و جمادی الاولیٰ گزرنے تک نہ اتریں؛ اس کے بعد جہاں چاہیں اتر سکتے ہیں۔ ان میں سے جو اسلام لائے گا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور اس پر وہی فرائض ہونگے جو ہم پر ہیں۔ ان کے تاجروں کو ان شہروں میں سفر کرنے کی اجازت ہے جن سے ہماری صلح ہو چکی ہے۔ ان میں سے جو اپنے مذہب پر قائم رہے گا اس پر جزیہ و خراج ہے۔ اس پر اللہ شاہد ہے اور اس کی شہادت کفایت کرتی ہے۔"

حِمْص کا معاملہ

مجھ سے عَبّاس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ابو مِخْنَف نے، کہ :— جب ابوعبیدہ بن الجَرّاح دِمَشْق کی مہم سے فارغ ہوئے تو انھوں نے خالد بن الولید اور مِلْحَان بن زَیّار الطّائی کو اپنے ہراول کے طور پر آگے بھیجدیا اور پھر خود روانہ ہوئے جب یہ لوگ حِمْص پہنچے تو اس کے باشندوں نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، پھر صلح و امان کی درخواست کی ان سے ایک لاکھ ستر ہزار دینار پر صلح کر لی گئی۔

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں :— اس اثناء میں کہ مسلمان مدینۂ دِمَشْق کے دروازوں پر محاصرہ کئے ہوئے تھے، دشمن کے رسالہ کا ایک دستہ دفعۃً ان کے مقابلہ پر نمودار ہوا، مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس کے مقابلہ کو نکلی، بیت لِہْیا و الثَّنِیَّۃ کے درمیان اس سے مٹھ بھیڑ ہوئی، وہ شکست کھا کر قارا کے رستے حِمْص کی طرف بھاگا، مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا حتیٰ کہ حِمْص جا پہنچے، مگر جب یہاں پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ

عہ مراصد، ص ۳۷۷ : قارۃ۔

وہ لوگ رستہ کاٹ کر کسی اور طرف کو نکل گئے ہیں۔ اہل حمص سراسیمہ و خوف زدہ تھے کیونکہ ہرقل بھاگ گیا تھا، اور انھیں مسلمانوں کی قوتِ جنگ اور ان کی شجاعت و فتحمندی کی خبریں پہنچ چکی تھیں۔ انھوں نے اپنے تئیں ان کے ہاتھوں میں ڈال دیا اور طلب امان میں جلدی کی (۱۳۱) مسلمانوں نے ان کو امان دی اور ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے! وہ (ان کے جانوروں کے لئے) چارہ اور (ان کے لئے) کھانا لائے۔ مسلمانوں نے الأُرُنُط (الأُرُنْد۔؟) پر قیام کیا، یہ ایک دریا ہے جو بہتا ہوا أنطاکیہ آتا ہے اور اس کے ساحل سے سمندر میں جا ملتا ہے۔ (اس مہم میں) مسلمانوں کے سردار السِّمْط بن الأسْوَدُ الکِندی تھے۔

ابو عبیدہ نے معاملۂ دمشق سے فارغ ہو کر یزید بن ابی سفیان کو اپنا جانشین کیا اور بَعلبک کے رستے حمص کی جانب روانہ ہو گئے، یہاں باب الرَّسْتَن پر قیام کیا اور اہل حمص سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ انھیں ان کی جانوں اور ان کے اموال اور ان کی شہر پناہ اور ان کی چکیوں اور ان کے کنیسوں پر امان دیں گے۔ انھوں نے کنیسۂ یُوحَنَّا کا چوتھا حصہ مسجد کے لئے مستثنیٰ کرالیا، اور ان میں سے جو (اپنے مذہب پر) قائم رہیں، ان پر خراج لازم کر دیا۔

بعض راوی کہتے ہیں:— اہل حمص سے صلح کرنے والے السِّمْط بن الأسْوَد الکِندی تھے اور ابو عبیدہ نے وہاں جانے کے بعد ان کی کتابِ صلح پر، جو انھوں نے لکھی تھی، صرف دستخط کئے تھے۔ السِّمْط نے حمص کو خطا کھینچ کھینچ کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا حتیٰ کہ وہ ان (قطعات) میں اتر گئے، اور تمام خالی جگہوں میں جن کے مالک جلاوطن ہو گئے تھے یا متروک میدانوں میں، ان کو آباد کیا۔

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، اور ان سے سعید بن عبدالعزیز نے، کہ:— ابو عبیدہ بن الجَرّاح فتح دمشق کے بعد— یزید بن ابوسفیان کو دمشق پر اور عمرو بن العاصی کو فلسطین پر اور شرحبیل کو الأُردُن پر

اپنا قائم مقام کرکے حِمْص آئے، اور یہاں کے باشندوں نے ان سے ویسی ہی صلح کرلی جیسی (اہلِ) بَعْلَبَکّ نے کی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے عُبادہ بن الصّامِت الانصاری کو حِمْص پر اپنا قائم مقام کیا اور خود حَماۃ کی طرف بڑھے، یہاں کے باشندہ اطاعت گزاروں کی طرح ان سے ملے، اس لئے ان سے ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمین پر خراج مقرر کرکے صلح کرلی۔ اس کے بعد وہ شَیْزَر پہنچے، یہاں کے باشندہ نیازمندانہ ان کے استقبال کو نکلے، مُقَلِّسِین[1] ان کے ساتھ تھے، اور اُسی پر راضی ہوگئے جس پر اہلِ حَماۃ راضی ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان کا رسالہ الزَّرّاعہ والقَسْطل تک جا پہنچا، اور خود وہ مَعَرَّۃ حمص سے گزرے جو نعمان بن بشیر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہاں کے باشندہ بھی دف ہاتھوں میں لئے ہوئے نکلے۔ پھر وہ فامِیَہ آئے، یہاں کے باشندوں نے بھی یہی کیا اور جزیہ و خراج پر اطاعت کرلی۔ اس طرح حِمْص کی مہم ختم ہوگئی اور حِمْص و قِنَّسْرِین ایک ہوگئے۔

(۱۳۲) اَجناد کی وجہ تسمیہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں: مسلمانوں نے فِلَسْطِین کا نام جُنْد[2] اس لئے رکھا کہ یہ کُوَر کا مجموعہ تھا، اسی طرح دِمَشْق اسی طرح الاُرْدُن اور اسی طرح حِمْص مع قِنَّسْرِین۔ اور بعض کہتے ہیں: ہر ایسا ناحیہ جس میں ایک جُنْد ہو اور اس جُنْد کی اطماع (= خوراکیں اور تنخواہیں) اسی کی آمدنی سے دی جائیں جُنْد کہلاتا ہے۔

---

[1] مُقَلِّس = گانے اور دف بجانے والا۔ مطلب یہ ہے کہ قوم نے دف، اور غنا، اور مختلف اقسام لہو سے، اپنے حاکموں کا خیر مقدم کیا۔

[2] جُنْد = فوج، لشکر، فوجی قوت، رسالہ، وہ جماعت جو جنگ کے لئے طیار کی جائے؛ فوجی مرکز، چھاؤنی۔ ج = اجناد۔

جس طرح آج کل ملک کو مختلف فوجی اضلاع میں تقسیم کرکے ہر ضلع کو ایک چھاؤنی کے تحت کر دیا جاتا ہے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے ملکی و حربی ضروریات سے ملک کو مختلف

کہا گیا ہے کہ الجزیرہ قِنَّسرین سے متعلق تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اس کو الجزیرہ سے الگ کر کے مستقل جُند بنا دیا اور اس کی اطماع اسی کے خراج سے جاری کر دیں۔ اس کو مستقل جُند بنانے کی درخواست عبدالملک سے محمد بن مروان نے کی تھی جو اس نے منظور کر لی۔

قِنَّسرین اور اس کے کُوَر حِمص میں اس وقت تک شامل رہے کہ یزید بن معاویہ کا زمانہ آیا اور اس نے قِنَّسرین و انطاکیہ ومَنبج کو مع اس کی ذوات کے جُند بنا دیا۔ پھر جب امیرالمومنین الرشید ہارون بن المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے قِنَّسرین کو اس کے کُوَر (اضلاع) سمیت ایک الگ جُند بنایا، اور مَنبج و دَلوک و رَعبان و قُورُس و انطاکیہ وتیزین کا ایک الگ جُند بنایا اور اس کا نام العواصم رکھا کیونکہ مسلمان حملوں سے واپس آنے اور سرحد سے نکلنے کے بعد ان میں پناہ لیتے ہیں اور یہ ان کو پناہ دیتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

العواصم کا صدر مقام مَنبج تھا۔ یہاں عبدالملک بن صالح بن علی نے ۱۷۳ھ میں سکونت اختیار کی اور عمارتیں بنوائیں۔

مجھ سے ابوحفص الدمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبدالعزیز نے اور یہی روایت مجھ سے موسیٰ بن ابراہیم التنوخی نے بیان کی، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے مشائخ اہل حمص نے، کہ:— ابو عبیدہ نے عُبادہ بن الصّامت الانصاری کو حِمص پر اپنا قائم مقام کیا اور خود اللاذقیہ آئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی۔ یہاں ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو بغیر اس کے نہیں کھلتا تھا کہ اسے لوگوں کی ایک جماعت کھولے، وہ یہ دیکھ کر کہ یہاں کامیابی مشکل ہے، لشکر کو شہر سے دور لے گئے اور اسے ایسے گڑھے کھودنے کا حکم دیا جن میں ایک آدمی اور

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) فوجی اضلاع میں تقسیم کیا تھا۔ یہ اضلاع جُند اس لئے کہلائے کہ ان میں فوجی قوتیں جمع کی گئی تھیں۔ یہ لفظ ان معنوں میں اولاً الشام والعراق میں، اور اسکے بعد الاندلس میں استعمال کیا گیا۔

اس کا گھوڑا اچھی طرح چھپ جائے۔ مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں بڑی کوشش کی، اور جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو روز روشن میں حمص کی جانب اپنا واپس جانا ظاہر کیا اور جب رات ان پر چھاگئی تو اپنی چھاؤنی اور اپنی خندقوں کی طرف واپس آگئے اور اہل اللاذقیۃ دھوکہ میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں؛ جب دن نکلا تو انھوں نے اپنا دروازہ کھولا، اور اپنے مواشی لے کر نکلے؛ مسلمان دفعتۃً نمودار ہوئے، وہ ان کو دیکھکر دہل گئے، مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے، اور دروازہ سے شہر میں داخل ہوگئے اور اس کو بزور فتح کرلیا۔

عُبادہ قلعہ میں داخل ہوئے، اس کی دیوار پر چڑھے، اور اسی پر سے تکبیر کہی؛ نصاری اللاذقیۃ میں سے ایک قوم الیُسَید کی طرف بھاگ گئی، پھر ان لوگوں نے اس پر امان چاہی کہ انھیں ان کی زمین کی طرف واپس آنے دیا جائے؛ پس زمین اداے خراج پر قلت وکثرت سے قطع نظر کرکے ان کے حوالہ کردی گئی، اور ان کا کنیسہ ان کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ مسلمانوں نے اللاذقیۃ میں عُبادہ کے حکم سے ایک مسجد جامع بنائی جو بعد میں وسیع کی گئی۔

رومیوں نے سمندر میں ساحل اللاذقیۃ پر تاخت کی اور اس کا مدینہ منہدم کردیا اور اس کے باشندوں کو لونڈی غلام بنالیا؛ یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں سنہ ۱۰۰ھ میں ہوا۔ عمر نے اس کی تعمیر وتحصین کا حکم دیا، اور طاغیۃ[ع] کے پاس ان مسلمانوں کا فدیہ بھیجا جن کو اس نے گرفتار کیا تھا؛ لیکن یہ کام انجام نہیں پایا تھا کہ وہ سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پاگئے۔ ان کے بعد یزید بن عبدالملک نے شہر کی تعمیر مکمل کرائی اور اس میں محافظ فوج متعین کی۔

[ع] سرکش — یعنی قیصر۔ عرب مورخ یہ لفظ عموماً قیصر روم کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی صرف طاغیہ کہتے ہیں اور کبھی طاغیۃ الروم؛ یعنی رومی سرکش۔

مجھ سے اہل اللاذقیۃ میں سے ایک نے کہا کہ :۔ عمر بن عبد العزیز وفات پانے سے قبل شہر اللاذقیۃ کی تعمیر و تحصین کا کام ختم کرا چکے تھے ؛ یزید بن عبد الملک نے صرف اس کی مرمت کرائی تھی اور اس کی محافظ فوج میں اضافہ کیا تھا۔

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا ، اور انھوں نے کہا مجھ سے سعید بن عبد العزیز و سعید بن سلیمان الحمصی نے ، کہ :۔ عبادہ اور مسلمان سواحل پہنچے اور بلدہ نام کا ایک مدینہ بزور فتح کیا ، یہ جبلہ سے دو فرسخ پر تھا ، پھر اس کو ویران کر دیا گیا ، اور اس کے باشندہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ پھر معاویہ بن ابی سفیان نے جبلہ آباد کیا اور اس میں محافظ فوج رکھی ؛ یہ رومیوں کا قلعہ تھا جو انھوں نے اس وقت خالی کر دیا تھا جب مسلمانوں نے حمص فتح کیا ۔

مجھ سے سفیان بن محمد البہرانی نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے بیان کیا ، کہ :۔ معاویہ نے جبلہ میں قدیم رومی قلعہ کے باہر ایک قلعہ بنوایا ؛ رومی قلعہ میں راہب رہتے تھے ، یہ ایک قوم تھی جس نے اپنے تئیں اپنے دین کے لیئے وقف کر دیا تھا ۔

مجھ سے سفیان بن محمد نے کہا ، انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد اور میرے بزرگوں نے کہا :۔ عبادہ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے أنطرطوس فتح کیا ، یہ ایک قلعہ تھا ؛ جب اس کے باشندہ اس کو خالی کر کے چلے گئے تو معاویہ نے أنطرطوس تعمیر کرا کے آباد کیا ، اور جو یہاں آباد ہوئے انھیں جاگیریں دیں ؛ اور یہی انھوں نے مرقیۃ و بلنیاس میں کیا ۔

(۱۴۲) مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے بیان کیا ، کہ :۔ ابو عبیدہ نے اللاذقیۃ و جبلہ و أنطرطوس ، عبادہ بن الصامت کے ہاتھ پر فتح کئے ۔ وہ یہاں سمندر کا رستہ بند ہونے تک محافظ فوج رکھتے تھے ۔ جب معاویہ نے سواحل پر محافظ فوجیں متعین کیں

اور ان کو قلعہ بند کیا تو ان میں بھی محافظ فوجیں رکھیں اور ان کو قلعہ بند کیا اور ان کے معاملات کا وہی انتظام کیا جو سواحل کا کیا تھا۔

مجھ سے اہل حمص میں سے ایک بڈھے نے کہا، کہ :۔ سَلَمْیَۃ کے قریب ایک مدینہ تھا جس کو المؤتفکۃ کہتے تھے، ایک دفعہ (زلزلہ سے) اس کا تختہ الٹا اور اس کے باشندوں میں سے سو نفوس کے سوا کوئی سلامت نہیں رہا؛ انھوں نے اسکے قریب سو منازل بنائیں اور ان میں آباد ہو گئے، اس وجہ سے اس جگہ کا نام، جہاں انھوں نے اپنی منازل بنائی تھیں، سلم مائۃ (= سو کی سلامتی) پڑ گیا۔ بعد میں لوگوں نے اس نام میں تغیر کیا اور اس کو سَلَمْیَۃ کہنے لگے۔ پھر صالح بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے اس کو لے لیا اور اس نے اور اس کی اولاد نے اس کو بنوایا اور اسکے گرداگرد فصیل بنوائی اور اسکی اولاد میں سے یہاں ایک قوم آباد ہو گئی لیکن ابن سہم الانطاکی کہتا ہے کہ سَلَمْیَۃ قدیم رومی نام ہے۔

مجھ سے محمد بن مصفّی الحمصی نے کہا، کہ :۔ مروان بن محمد نے حمص کی فصیل اس وجہ سے منہدم کرادی کہ جب وہ اہل خراسان سے بھاگ کر یہاں سے گزر رہا تھا تو یہاں کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس کے مال اور اسلحہ کا ایک حصہ لوٹ لیا تھا۔

مدینۂ حمص میں پتھر کا فرش تھا۔ احمد بن محمد بن اسحاق المعتصم باللہ کے زمانہ میں یہاں کے باشندوں نے اپنے عامل الفضل بن قارن الطبری برادر مائزدیار بن قارن کے خلاف شورش برپا کی، اس نے اس فرش کے توڑنے کا حکم دیا اور وہ توڑ دیا گیا؛ انھوں نے سرکشی کی اور فرش دوبارہ بنوالیا، اور اس سے لڑے اور اس پر غالب ہوئے، اس کا مال لوٹ لیا، اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا، اور اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ احمد بن محمد نے ان کی سرکوبی کے لئے موسیٰ بن بغاء الکبیر غلام آزاد کردہ امیر المؤمنین المعتصم باللہ کو بھیجا، ان لوگوں نے اس سے بھی جنگ کی۔ شہر کے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت نے

ان کا ساتھ دیا ؛ موسیٰ نے ان میں سے بہتوں کو قتل کیا، جو باقی بچے بھاگ کر مدینہ میں آئے اور وہ (یعنی موسیٰ مدینہ میں) بزور داخل ہوگیا یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے۔

حمص میں اناج کا ایک انبارخانہ (ہُرِی) تھا جس میں سواحل اور دوسرے مقامات سے گیہوں اور تیل لایا جاتا تھا۔ اہل حمص کے لئے اس میں سے حصہ مقرر تھے اور ان حصوں کے لئے ان کے حق میں نوشتہ تھے اور سجلات (= کتابچوں ، رجسٹروں) میں ان کا اندراج تھا۔

الیرموک کا دن

کہتے ہیں :۔ ہرقل نے ایک جماعت کثیر رومیوں اور اہل الشام و اہل الجزیرہ و ارمینیۃ میں سے فراہم کی جس کی تعداد تقریباً دو لاکھ[1] تھی اور اپنے خاص آدمیوں میں سے ایک کو اس فوج کا والی (= سرلشکر) کیا اور اس کے مقدمہ پر جبلہ بن الایہم الغسانی کو بھیجا، جس کے ساتھ الشام کے متنصرہ میں سے لخم و جذام وغیرہ بھی تھے؛ انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کا عزم کر لیا تھا (اور یہ فیصلہ کر لیا تھا) کہ اگر فتح حاصل ہو گئی تو خیر ورنہ وہ بلاد الروم چلا جائے گا اور قسطنطینیۃ میں رہے گا۔ مسلمان بھی ان کے مقابلہ کو جمع ہوئے رومی ان کی طرف پلٹے، الیرموک میں، جو ایک ندی ہے، نہایت شدید و خونریز جنگ ہوئی؛ مسلمانوں کی تعداد کل چوبیس[2] ہزار تھی۔ رومیوں اور انکے ساتھیوں نے اس دن اپنے تئیں زنجیروں سے باندھ لیا تھا تاکہ ان کے دل بھاگنے پر نہ للچائیں؛ مگر اللہ نے ان میں سے تقریباً ستر[3] ہزار کو تہ تیغ کیا، بقیۃ السیف

---

[1] ابن الاثیر کی روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

[2] ابن الاثیر نے ۵۰ ہزار، اور الازدی نے ۳۰ ہزار تعداد لکھی ہے۔

[3] ابن جریر الطبری کی روایت میں ہے کہ رومی مقتولین جنگ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

بھاگ نکلے، اور فلسطین و انطاکیہ و حلب و الجزیرہ و ارمینیۃ چلے گئے۔

الیرموک کے دن بعض مسلمان عورتوں نے خوب جنگ کی، ہند بنت عتبہ ام معاویہ بن ابی سفیان پکارتی تھی: عضدوا الغلفان بسیوفکم (غیر مختونوں کو اپنی تلواروں سے کاٹ پھینکو) اس کا شوہر ابو سفیان بحیثیت مطوع[*] الشام آیا تھا اور اس نے چاہا تھا کہ لگے ہاتوں اپنی اولاد کو بھی دیکھ لے۔ وہ اپنے ساتھ اپنی بیوی ہند کو بھی لایا تھا۔ اس کے بعد وہ المدینہ آیا اور ۳۱ھ میں یہیں فوت ہوا، اس وقت اس کی عمر ۸۸ برس کی تھی۔ بعض کہتے ہیں وہ الشام ہی میں مرا۔ جب اس کی بیٹی ام حبیبہ کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے تیسرے دن زرد رنگ منگا کر اپنی باہوں اور اپنی عارض پر ملا اور کہا: میں اس سے بے نیاز تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، کہ کوئی عورت، اپنے شوہر کے سوا، کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے۔" بعض کہتے ہیں: یہ اس نے اپنے بھائی یزید کے مرنے کی خبر سننے کے بعد کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابو سفیان بن حرب کانا تھا، الطائف کی جنگ میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔

کہتے ہیں:۔ الیرموک کے دن الاشعث بن قیس کی آنکھ، اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری (جو المرقال کہلاتے ہیں۔ *) کی آنکھ، اور قیس بن مکشوح کی آنکھ ضائع ہوئی تھی۔

عامر بن ابی وقاص الزہری (اسی جنگ میں) شہید ہوئے۔ یہ (حضرت) عمر بن الخطاب کی طرف سے ابو عبیدہ کے پاس الشام کی ولایت کا

---

[*] مطوع۔ رضا کار، وہ لوگ جو اعداء اسلام کے خلاف جہاد میں اپنے فرائض سے بڑھکر حصہ لیتے تھے، یعنی وہ کام کرتے تھے جو ان پر لازم نہیں تھا؛ خواہ وہ طامع ہوں یا محتسب۔

اسلامی فوج کی دو قسمیں تھیں: ایک اہل الدیوان، دوسرے مطوعہ۔ اہل الدیوان حکومت کے باقاعدہ ملازم ہوتے تھے اور مطوعہ ملازم نہیں ہوتے تھے لیکن جب ضرورت ہوتی جہاد کی نفیر ہوتے ہی برضا و رغبت لام پر جانے کے لیے حاضر ہو جاتے اور جب تک لام پر رہتے تنخواہ پاتے تھے۔ انکو مثل اہل الدیوان کے اسلحہ اور سواری سرکار سے ملتی تھی۔

پروانہ لے کر آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: انھوں نے طاعون میں وفات پائی؛ اور بعض کہتے ہیں: یہ اِجنادِین کے دن شہید ہوئے؛ لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے :- ابو عبیدہ نے حبیب بن مَسلَمَۃ الفِہرِی کو تعاقب کرنے والے رسالہ پر مقرر کیا، اور انھوں نے جوان کے ہاتھ لگا اس کو تہِ تیغ کیا۔ جَبَلَۃ بن الاَیہَم انصار کے پاس آیا، اور اس نے ان سے کہا: "تم ہمارے بھائی اور ہمارے باپ کے بیٹے ہو" اور ان پر اپنا اسلام ظاہر کیا۔ جب (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۱۷ھ میں الشام آئے، تو جَبَلَہ نے مُزَینَہ کے ایک شخص سے جھگڑا کیا اور اسکی آنکھ پھوڑ دی؛ (حضرت) عمر نے قصاص کا حکم دیا، جَبَلَہ نے کہا: کیا میری آنکھ اور اس کی آنکھ برابر ہے؟ خدا کی قسم، میں ایسے شہر میں ہرگز نہیں رہوں گا جس میں مجھ پر کوئی بالادست قوت ہو" اور مرتد ہو کر بلاد الروم چلا گیا۔ جَبَلَہ الحارث بن ابی شِمر کے بعد غسّان کا بادشاہ ہوا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جَبَلَہ (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس بحالت نصرانیت آیا تھا، (حضرت) عمر نے اس کو اسلام اور ادائے صَدَقہ کی دعوت دی، اس نے انکار کیا، اور کہا: "میں اپنے دین پر قائم رہونگا اور صَدَقہ دوں گا" (حضرت) عمر نے کہا: "اگر تو اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو جِزیہ دے" اس پر اس نے ناک چڑھائی۔ (حضرت) عمر نے کہا: "ہمارے پاس تیرے لئے ان (باتوں) میں سے ایک کے سوا کچھ نہیں ہے اسلام یا جِزیہ، اور یا یہ کہ جہاں تیرا جی چاہے تو چلا جا" چنانچہ وہ تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ بلاد الروم چلا گیا، (حضرت) عمر کو جب یہ خبر ہوئی تو نادم ہوئے، عُبادہ بن الصّامت نے انھیں ملامت کی، اور کہا: اگر آپ اس سے صَدَقہ لینا قبول کر لیتے، اور پھر اس کی تالیف (قلب) کرتے تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتا۔"

پھر جب سنہ ۲۱ھ میں (حضرت) عمر نے عُمَیر بن سَعد الانصاری کو بلاد الروم کی طرف جیشِ عظیم کے ساتھ بھیجا اور انھیں الصَّائفہ کا والی کیا، اور یہ اولین الصَّائفہ[1] تھی، تو انھیں حکم دیا کہ جَبَلَہ بن الاَیہم سے بہ تلطف پیش آنا، اور اسے باہمی قرابت کا پاس دلاکر بلادِ اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا، اور کہنا کہ "جو صَدَقہ تم نے دینے کو کہا تھا وہی دو اور اپنے دین پر قائم رہو"۔ عُمَیر روانہ ہوکر بلاد الروم میں داخل ہوئے، اور (حضرت) عمر نے جَبَلَہ سے جو کچھ کہنے کا حکم دیا تھا اس سے کہا؛ اس نے ان کی بات رد کردی، اور اسی پر قائم رہا کہ بلاد الروم ہی میں رہیگا اس کے بعد عُمَیر ایک مقام پر پہنچے جسے 'الحمار' کہتے تھے، یہ ایک وادی (۱۳۷) تھی؛ وہ اس کے باشندوں پر ٹوٹ پڑے، اور اس کو اتنا خراب و برباد کیا کہ یہ کہاوت چل پڑی: اَخرَبُ مِن جَوفِ حِمارٍ (یعنے جوفِ حمار سے بھی زیادہ ویران)۔

کہتے ہیں:- جب ہِرَقل کو اہل الیرموک کی خبر ہوئی، اور اس کی فوج پر مسلمانوں کے ہاتھوں جو کچھ گزری تھی اس کا احوال اس نے سنا تو انطاکیہ سے قُسطنطینیۃ بھاگ گیا، اور الدَّرب[2] سے گزرتے ہوئے اس نے (ارضِ الشام سے) خطاب کیا: اے سُوریہ تجھ پر سلام۔ دشمن کے لئے یہ کیسا اچھا ملک ہے"! اس سے اس کی مراد مرغزاروں کی کثرت کی وجہ سے ارضِ الشام سے تھی۔

واقعۂ الیرموک رجب ۱۵ھ میں ہوا۔

ہِشام بن الکلبی کہتا ہے:- الیرموک میں حُباش بن قَیس القُشَیری

---

[1] عربوں کے غزوات فصلوں اور موسموں کے لحاظ سے معین ہوتے تھے۔ سرد ملکوں پر گرمیوں میں، گرم ملکوں پر جاڑوں میں اور معتدل ملکوں پر بہار میں حملہ کیا جاتا تھا۔ گرمائی مہموں کو الصوائف، سرمائی مہموں کو الشواتی، اور بہار کی مہموں کو الربیعی کہتے ہیں۔ متقدمین مغربی مہمات کو بالعموم الصوائف سے تعبیر کرتے ہیں۔ گرمائی مہمیں بھی دو ہوتی تھیں، ایک شروعِ موسم کی مہمیں، ان کو الصائفۃ الیمنی کہتے تھے؛ دوسری آخرِ موسم کی مہمیں، ان کو الصائفۃ الیسری کہتے تھے۔

[2] الدرب سے مراد یہاں وہ رستہ ہے جو کوہ طوروس میں سے روم کی طرف جاتا تھا۔

شریک تھے، انھوں نے عُلُوج (= گبروں) میں سے بہتوں کو قتل کیا، (ان کی سرگرمی کا یہ عالم تھا کہ) ان کی ٹانگ کٹ گئی مگر انھیں خبر نہ ہوئی پھر وہ اپنی ٹانگ ڈھونڈنے لگے؛ سَوّار بن اَوفی کہتا ہے:۔

وَمِنَّا ابْنُ عَتَّابٍ وَنَاشِدُ رِجْلِهٖ   وَمِنَّا الَّذِی أَدَّی إِلَی الْحَیِّ حَاجِبَا

(اور ہمیں میں سے ابن عَتّاب ہے جس نے اپنی ٹانگ ڈھونڈی تھی؛ اور ہمیں میں سے وہ ہے جس نے قبیلہ کی نگہبانی کی تھی)

یعنی ذوالرُّقَیبَہ۔

مجھ سے ابو حَفص الدِّمَشقی نے کہا، اور انھوں نے کہا ہم سے سعید بن عبدالعزیز نے، کہ:۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ (ہِرَقل نے) فوجیں جمع کی ہیں جو الیَرمُوک کی جنگ کے لئے ان کی طرف بڑھ رہی ہیں تو انھوں نے اہلِ حِمص کو وہ سارا خراج واپس کر دیا جو ان سے لیا تھا، اور کہا: "ہم دوسرے مشاغل کے باعث تمہاری نصرت و حفاظت سے معذور ہو گئے ہیں، اب تم جانو اور تمہارا کام"۔ اس پر اہلِ حِمص نے کہا: "ہمیں تمہاری حکومت اور تمہارا عدل اس ظلم و جور سے بہت زیادہ محبوب ہے جس میں ہم تمہارے آنے سے قبل مبتلا تھے؛ ہم ہِرَقل کی فوج کی مدافعت کریں گے، اور تمہارے عامِل کے ساتھ مل کر شہر کی حفاظت کریں گے"۔ اور یہود نے کہا: "توراۃ کی قسم، ہِرَقل کا عامِل حِمص میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ہمیں مغلوب نہ کر لے اور ہماری تمام کوشش ضائع نہ ہو جائیں"۔ پھر انھوں نے شہر کے دروازہ بند کر لئے اور ان کی حفاظت کرنے لگے۔ اور یہی ان شہروں کے یہود و نصاریٰ نے بھی کیا جن سے صلح ہو چکی تھی؛ انھوں نے کہا: "اگر رومی اور ان کے ساتھی مسلمانوں پر غالب ہو گئے تو ہماری جو حالت تھی وہی پھر ہو جائے گی؛ اور اگر ایسا نہ ہوا تو جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے ہم اسی حالت پر رہیں گے"۔ پھر جب اللہ نے کافروں کو ہزیمت دی اور مسلمانوں کو غالب کیا تو انھوں نے اپنے شہروں کے دروازہ کھول دیئے

اور مُقَلّسین (= گانے بجانے والوں) کو ساتھ لے کے نکلے، جشن منایا، اور خراج ادا کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ جُند قِنَّسرین و انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو فتح کیا۔

مجھ سے العبّاس بن ہِشام الکلبی نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا اور انھوں نے اپنے دادا کے حوالہ سے، کہ:۔ السِّمط بن الأسود الکِندی نے الشام (اور حِمص)، اور خاصکر الیَرمُوک میں خوب دادِ شجاعت دی حِمص کی منازل اس کے باشندوں کے درمیان اُنہی نے تقسیم کی تھیں۔ ان کا (۱۴۸) بیٹا شُرَحبیل بن السِّمط الکوفہ میں تھا اور الاَشعث بن قیس الکِندی کے مقابلہ میں سرداری کے لئے جھگڑ رہا تھا: السمط (حضرت) عمر کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ لونڈی غلاموں کو جدا نہیں کرتے مگر آپ نے مجھے اور میرے بیٹے کو جدا کر رکھا ہے، یا اُسے الشام منتقل کیجئے یا مجھے الکوفہ بھیجئے"۔ انھوں نے کہا: "میں اسی کو الشام کی طرف منتقل کئے دیتا ہوں"۔ چنانچہ وہ حِمص میں اپنے باپ کے پاس آ گیا۔

فِلَسْطِین

مجھ سے ابو حفص الدمشقی نے کہا، ان سے سعید بن عبد العزیز نے، ان سے ان کے بڑے بوڑھوں نے، ان سے بَقِیَّہ بن الولید نے، اور ان سے مشائخ اہل الاسلام نے، کہ :۔ رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کے وقائع میں پہلا واقعہ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ارض فلسطین میں ہوا۔ مسلمانوں کے سردار عَمرو بن العاص تھے، عمرو بن العاص نے (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزّہ اور پھر سَبَسْطِیَۃ و نابُلُس (اس قرار داد) پر فتح کئے کہ وہ ان کے باشندوں کی جان، ان کے اموال، اور ان کی منازل کو امان دیں گے؛ اور یہ کہ ان کی گردنوں پر جزیہ، اور ان کی زمین پر خراج ہوگا۔ اس کے بعد شہر لُدّ اور اس کی زمین فتح کی۔ پھر یُبْنیٰ و عَمْواس و بَیت جَبرِین فتح کئے، اور یہاں عَجلان نامی ایک جائداد اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے نام سے حاصل کی۔ پھر انہی نے یافا فتح کیا، مگر بعض کہتے ہیں: اس کو معاویہ نے فتح کیا تھا۔ عمرو نے ایسی ہی شرائط پر (جیسی شرائط پر نابُلُس فتح کیا تھا) رَفَح فتح کیا۔ ابو عُبیدہ قِنَّسرین اور اس کے مضافات

عہ ابوالفداء نے سمریہ لکھا ہے ج ۱، ص ۱۲۰۔

فتح کر کے سنہ ۱۶ھ میں ان سے آملے، یہ اس وقت اِیلیَا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے؛ اِیلیا شہر بیت المقدس کا نام ہے۔ کہتے ہیں؛ (ابو عبیدہ نے عَمرو کو) اِیلیا سے اَنطاکیہ کی طرف بھیجا، جہاں کے باشندوں نے غدر کیا تھا، انھوں نے اس کو فتح کیا اور (ابو عبیدہ کے پاس) واپس آ گئے؛ اس کے دو تین دن بعد اہلِ اِیلیَا نے ابو عبیدہ سے اُنھی شرائط پر امان و صلح کی درخواست کی جن شرائط پر الشام کے دوسرے شہروں کے باشندوں سے صلح کی گئی تھی؛ یعنے ادائے جزیہ و خراج اور ویسا ہی برتاؤ جیسا (۱۳۹) کہ ان کے ہم چشموں کے ساتھ کیا گیا، بشرطیکہ ان سے عہد و پیمان کرنے والے خود عمر بن الخطاب ہوں۔ ابو عبیدہ نے (حضرت) عمر کو اس کی اطلاع دی؛ وہ آئے، اور دمشق میں الجابِیہ پر اترے، پھر اِیلیا پہنچے، اس کے باشندوں کے لئے صلح نافذ کی، اور انھیں اس امر کی تحریر دی۔ اِیلیا سنہ ۱۷ھ میں فتح ہوا۔

فتحِ اِیلیا کے باب میں ایک روایت یہ بھی ہے: مجھ سے القاسم بن سَلّام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن صالح نے کہا، ان سے اللیث بن سَعْد نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ:- (حضرت) عمر بن الخطاب نے خالد بن ثابت الفَہْمی کو فوج کیساتھ بیت المقدس بھیجا، وہ اُن دنوں الجابِیَہ میں تھے، انھوں نے اس کے باشندوں سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ اس پر راضی ہو گئے کہ وہ ان تمام اموال کے عوض جو قلعہ کے اندر ہیں کچھ خراج دیں گے، اور قلعہ کے باہر جو کچھ ہے وہ کلیتہً مسلمانوں کا ہوگا۔ (حضرت) عمر نے اس کی اجازت دیدی اور المدینہ واپس چلے گئے۔

مجھ سے ہِشام بن عَمّار نے کہا، ان سے الولید نے، اور ان سے الأَوْزاعی نے کہ:- ابو عبیدہ نے قِنَّسْرِین، اور اس کے کُور سنہ ۱۶ھ میں فتح کئے۔ پھر فِلَسْطِین آئے، اور اِیلیا پر خیمہ زن ہوئے؛ اس کے باشندوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان سے صلح کرلیں، اور انھوں نے سنہ ۱۷ھ میں ان سے اس پر صلح کرلی، کہ خود عمر رحمہ اللہ آئیں گے،

اور صلح نافذ کریں گے، اور ان کے لئے صلح نامہ لکھیں گے۔

مجھ سے ہِشام بن عَمّار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن مسلم نے کہا، ان سے تمیم بن عطیّہ نے، اور ان سے عبد اللہ بن قیس نے، کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو (حضرت) عمر سے ابو عبیدہ کے ساتھ اس وقت ملے تھے جب وہ الشام آئے تھے، (حضرت) عمر گزر رہے تھے کہ اہلِ اَذرِعات میں سے مُقَلِّسِین ہاتھوں میں تلواریں اور مینڈھی لئے ہوئے ملے؛ (حضرت) عمر نے کہا: انھیں (اس سے) روکو" ابو عبیدہ نے کہا: "اے امیر المومنین! یہ ان کی سنت ہے، (یا ایسا ہی کوئی کلمہ کہا۔ مم) اگر آپ انھیں اس سے منع کریں گے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے آپ کے دل میں اس سے نقض کا ارادہ ہے، کہا: "اچھا نہ روکو"!

راوی کہتا ہے: ۱۸ھ میں طاعونِ عمواس ہوا جس میں بہت سے مسلمانوں نے وفات پائی؛ انھی میں ابو عبیدہ بن الجَرّاح تھے' ان کی عمر الوقت ۵۸ برس کی تھی، یہ مسلمانوں کے امیر تھے۔ اور مَعاذ بن جبل نے وفات پائی، یہ الخزرج کے قبیلۂ بنی سَلَمہ میں سے تھے، ابو عبدالرحمٰن کنیت کرتے تھے، اور اس وقت الأردُن کے ناحیۂ الاُقحوانہ میں تھے، اور ۳۸ برس کے تھے؛ ابو عبیدہ نے اپنی وفات کے وقت انہی کو اپنا قائم مقام کیا اور بعض کہتے ہیں: عیاض بن غَنم الفہری کو قائم مقام کیا، اور بعض کہتے ہیں: عمرو بن العاص کو قائم مقام کیا، اور انھوں نے اپنے بیٹے (عبد اللہ) کو اپنا جانشین کرکے (۱۴۰) مصر کی طرف کوچ کیا۔ (اسی طاعون میں) الفضل بن العباس بن عبد المطلب فوت ہوئے، یہ ابو محمد کنیت کرتے تھے' لیکن ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اَجنادِین کے دن شہید ہوئے، مگر ثابت یہی ہے کہ یہ طاعونِ عمواس میں فوت ہوئے۔ اور شُرَحبیل بن حَسَنَہ فوت ہوئے، یہ ابو عبد اللہ کنیت کرتے تھے؛ ان کی عمر ۶۹ برس کی تھی۔ اور سُہَیل بن عمرو جو بنی عامر بن لُؤیّ سے تھے فوت ہوئے، یہ ابو یزید کنیت کرتے تھے۔ اور الحارث

بن ہشام المخزومی فوت ہوئے؛ کہا جاتا ہے: یہ اجنادین کے دن شہید ہوئے۔

کہتے ہیں: جب (حضرت) عمر بن الخطاب کو ابو عبیدہ کی وفات کی خبر ہوئی تو انھوں نے ان کی جگہ یزید بن ابی سفیان کو الشام کی ولایت کا پروانہ لکھا، اور انھیں قیساریہ پر حملہ کا حکم دیا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ (حضرت) عمر نے یزید کو الاُردن و فلسطین کا والی کیا؛ دمشق کا والی ابو الدرداء کو، اور حمص کا والی عبادہ بن الصامت کو کیا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے الواقدی نے، کہ: ہمارے درمیان قیساریہ کے معاملہ میں اختلاف ہے؛ کہنے والوں میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ اس کو معاویہ نے فتح کیا؛ اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ اس کو ابو عبیدہ کی وفات کے بعد عیاض بن غنم نے فتح کیا، جو اسوقت ان کے قائم مقام تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکو عمرو بن العاصی نے فتح کیا اور بعض کہتے ہیں نہیں؛ عمرو بن العاصی تو اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنا قائم مقام کرکے مصر چلے گئے تھے؛ مگر ثابت یہی ہے، اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے، کہ عمرو بن العاصی پہلے شخص تھے جنھوں نے اس کا محاصرہ کیا، اور جمادی الاولی سنہ ۱۳ھ میں اس پر خیمہ زن ہوئے۔ (ان کے محاصرہ کا ڈھنگ یہ تھا کہ) جب تک ٹھیر سکتے ٹھیرتے، اور جب مسلمانوں کو کہیں دشمن کے مقابلہ میں اجتماع کی ضرورت ہوتی۔ تو فوراً ان سے جا ملتے۔ چنانچہ وہ اسی دوراں میں اجنادین، فحل، دمشق و الیرموک (کی جنگوں) میں شریک ہوئے؛ پھر فلسطین کی طرف واپس ہوئے، اور فتح ایلیا کے بعد قیساریہ کا محاصرہ کیا؛ اور قیساریہ سے مصر گئے۔ ابو عبیدہ کے بعد یزید بن ابی سفیان والی ہوئے، اور اپنے بھائی معاویہ کو اس کے محاصرہ پر مامور کرکے دمشق آئے، یہاں طاعون میں مبتلا ہوئے، اور مرگئے۔

عہ عکا و یافا کے درمیان، ساحل بحر پر ایک شہر ہے۔ فتوح البلدان نسخۂ قاہرہ

الواقدی کے علاوہ دوسرے راوی یہ کہتے ہیں کہ :۔ (حضرت) عمر نے یزید بن ابی سفیان کو الشام کی اجناد کے ساتھ فلسطین کا بھی والی کیا اور قیساریہ پر حملہ کا حکم دیا؛ اس کا محاصرہ ایک دفعہ اس سے قبل بھی کیا جا چکا تھا۔ (یزید نے) ۱۷ ہزار کی جمعیت کے ساتھ کوچ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی، انھوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۸ھ میں بیمار ہوئے، اور قیساریہ پر اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو اپنا قائم مقام کر کے دمشق آ گئے؛ (معاویہ) نے اس کو فتح کیا، اور (یزید) کو اس کی اطلاع دی، اور یزید نے (حضرت) عمر کو اطلاع دی۔ (۱۴۱)

یزید بن ابی سفیان کے مرنے کے بعد (حضرت) عمر نے معاویہ کو اس پورے علاقہ کا والی کیا جس کے والی یزید تھے۔ ابوسفیان نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا: وصلتک یا امیرالمومنین (اے امیرالمومنین! آپ نے صلۂ رحم کا حق ادا کر دیا)۔

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے الولید بن مسلم نے کہا، اور ان سے تمیم بن عطیّہ نے، کہ :۔ (حضرت) عمر نے معاویہ بن ابی سفیان کو یزید کے بعد الشام کا والی کیا، اور ان کے ساتھ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو شخص قضاء و صلاۃ[عه] کے لئے بھیجے۔ ابو الدّرداء کو دمشق و الأردن کی قضاء و صلاۃ کا والی کیا اور عُبادہ کو حمص و قنّسرین کی قضاء و صلاۃ کا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے، الواقدی کے حوالہ سے جو اس کی اسناد میں ہے، کہا:۔ جب (حضرت) عمر بن الخطاب نے معاویہ کو الشام کا والی کیا۔ تو انھوں نے قیساریہ کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا، اس کا محاصرہ تقریباً سات برس سے تھا؛ یہ شوال ۱۹ھ میں فتح ہوا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے محمد بن عمر نے، اور ان سے

عه قضا۔ فصل خصومات۔ صلاۃ، نماز؛ یعنی امامت۔

عبد اللہ بن عامر نے، جو اس کی اسناد میں ہے، کہ :- معاویہ قیساریہ کا محاصرہ کئے رہے، حتیٰ کہ اس کی فتح سے مایوس ہو گئے؛ پھر عمرو بن العاصی اور ان کے بیٹے نے اس کا محاصرہ کیا، لیکن آخر معاویہ نے بمشکل تمام اس کو فتح کر لیا۔ یہاں انھوں نے سات لاکھ تنخواہ دار فوج پائی۔ السامرہ میں سے تیس ہزار اور یہود میں سے دو لاکھ نفوس تھے، اور تین سو بازار تھے جن میں تجارت کی گہما گہمی تھی، اور ہر روز رات کو ایک لاکھ سپاہ اس کی فصیل پر اس کی محافظت کرتی تھی۔ اس فتح کا سبب یہ ہوا کہ ایک یہودی، جس کا نام یوسف تھا، ایک رات مسلمانوں کے پاس آیا، اور اس نے اس شرط پر کہ وہ اس کو اور اس کے اہل و عیال کو امان دیں گے، ایک بدرزرو کی طرف، جس میں کمر کمر پانی تھا، ان کی رہنمائی کی، معاویہ نے اس کی یہ شرط قبول کر لی۔ مسلمان رات گئے اس بدرزرو میں داخل ہوئے، اور وہیں سے انھوں نے تکبیریں کہنی شروع کیں، رومیوں نے اسی بدرزرو کے رستے بھاگنا چاہا۔ مگر جب وہاں پہنچے تو مسلمانوں کو اس پر موجود پایا، مسلمانوں نے دروازہ کھول دیا، اور معاویہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں عربوں میں سے ایک خلقت آباد تھی، جن میں شقراء بھی تھی، حسان بن ثابت نے اس کی نسبت کہا ہے :- [1]

تَقُولُ شَقْرَاءُ لَوْ صَحَوْتَ عَنِ الْخَمْرِ لَأَصْبَحْتَ مُثْرِيَ الْعَدَدِ

(شقراء کہتی ہے اگر تو شراب چھوڑ دے تو کثیر التعداد ہو جائے گا۔)

(۳۴۴) بعض کہتے ہیں : اس کا نام شعثاء تھا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے، جو اس کی اسناد میں ہے، بیان کیا کہ :- قیساریہ کے لونڈی غلام تقریباً چار ہزار تھے، معاویہ نے ان کو (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس بھیجا اور

---

[1] دیوان حماسہ، ص ۶۱۔

انھوں نے ان کو الجُرف میں اتار نے کا حکم دیا ، پھر (ان میں سے بعض کو) انصار کے یتیموں میں تقسیم کیا ، بعض کو کتابت کے کام پر لگا یا ، اور بعض کو مسلمانوں کی خدمت گزاری پر ۔ (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو اُمامہ اَسعَد بن زُرارہ کی بیٹیوں کو عین التمر کے اسیران جنگ میں سے دو غلام دیئے تھے ، (جب وہ غلام مرگئے تو حضرت) عمر نے قیسارِیہ کے اسیران جنگ میں سے دو غلام انھیں عطا کیئے ۔

کہتے ہیں :۔ معاویہ نے جُذام کے دو آدمیوں کے ہاتھ فتح کی اطلاع بھیجی ، اور پھر ان کی سست رفتاری کے اندیشہ سے ایک خثعمی کو روانہ کیا ، وہ اپنی جان ہلکان کر کے دن رات چلتا اور یہ کہتا جاتا تھا ۔

أَرَّقَ عَيْنَيَّ أَخُو جُذَامِ ... أَخِيَّ جُشَمٍ وَأَخُو حَرَامِ
كَيْفَ أَنَامُ وَهُمَا أَمَامِي ... إِذْ يَرْحَلَانِ وَالْهَجِيرُ طَامِ

(جُذام کے بھائیوں نے میری آنکھ سے نیند اڑادی ،
ایک جُشم کا بھائی ہے اور ایک حَرام کا ۔ میں کیسے
سوجاؤں جب کہ وہ دونوں میرے آگے آگے ہیں وہ
سفر کر رہے ہیں ، اور دوپہر کی دھوپ تیز ہو رہی ہے)

یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے آگے نکل گیا ، (حضرت) عمر کے پاس پہنچا ، (انھیں فتح کی خبر سنائی) وہ اللہ اکبر پکار اٹھے ۔

مجھ سے ہشام بن عَمّار نے ، اپنی اسناد سے ، جسے میں یاد نہیں رکھ سکا ، بیان کیا کہ :۔ قیساریہ بزور ۱۹ھ میں فتح ہوا ۔ جب (حضرت) عمر کو اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے بلند آواز سے کہا : قیساریہ بزور فتح ہوگیا ، اللہ اکبر ۔ ان کے ساتھ تمام مسلمان (جو وہاں موجود تھے) اللہ اکبر پکار اٹھے ۔ سات برس اس کا محاصرہ رہا ، اور اس کو معاویہ نے فتح کیا ۔

کہتے ہیں :۔ یزید بن ابی سفیان نے آخر ۱۸ھ میں دمشق میں

ے طبری نے جُشَم لکھا ہے ۔ (ج ۱ ص ۲۳۹۷)

وفات پائی۔

جو راوی کہتے ہیں کہ معاویہ نے قیساریہ اپنے بھائی کی زندگی میں فتح کیا، وہ فتح کا زمانہ سنہ کے آخر میں بیان کرتے ہیں؛ اور جو کہتے ہیں کہ معاویہ نے قیساریہ اس زمانہ میں فتح کیا جب وہ الشام کے والی تھے، وہ سنہ۱۹ میں فتح ہونی بیان کرتے ہیں اور یہی ثابت ہے۔ بعض راوی کہتے ہیں، وہ سنہ کی ابتدا میں فتح ہوا۔

کہتے ہیں:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو یہ حکم لکھا کہ فلسطین میں جو (مقامات فتح ہونے) رہ گئے ہیں وہ بھی فتح کرو۔ چنانچہ انھوں نے عسقلان بعد قتال صلحاً فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں اس کو عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا، بعد میں یہاں کے باشندوں نے نقض کیا اور رومیوں نے ان کی مدد کی، پھر معاویہ نے اس کو دوبارہ فتح کیا، یہاں روابط رکھے اور محافظ متعین کئے۔ (۱۴۳)

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، اور انھوں نے کہا میں نے محمد بن یوسف الفاریابی کو مشائخ اہل عسقلان کے حوالہ سے یہ کہتے سنا، کہ:۔ رومیوں نے ابن الزبیر کے زمانہ میں عسقلان ویران کر دیا اور اس کے باشندوں کو یہاں سے جلا وطن کر دیا، جب عبد الملک بن مروان والی (=بادشاہ) ہوا تو اس نے اس کو بنوایا اور قلعہ بند کیا۔ اسی نے قیساریہ کی بھی مرمت کرائی۔

مجھ سے محمد بن مصفی الحمصی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابو سلیمان الرملی نے کہا، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ رومی ابن الزبیر کے زمانہ میں قیساریہ کی طرف آئے، اس کو تباہ کیا، اور اس کی مسجد منہدم کر دی۔ جب امور سلطنت عبد الملک بن مروان کے حق میں درست ہو گئے تو اس نے قیساریہ کی مرمت کرائی، اس کی مسجد

عہ روابط وہ فوج جو سرحدوں پر حفاظت کے لئے متعین کی جاتی ہے۔ اس میں پیدل و سوار دونوں شامل ہوتے تھے، اور یہ لوگ عموماً اہل الدیوان ہوتے تھے۔

از سرِ نو تعمیر کرائی، اور یہاں محافظ سپاہ متعین کی۔ اس نے صُور و عکّا کے بیرونی حصہ بھی تعمیر کرائے، جن کا حشر قیساریہ ہی کا سا ہوا۔

مجھ سے ایک جماعت نے، جو شام کے معاملات سے باخبر تھی، بیان کیا کہ :— الولید بن عبد الملک نے سلیمان بن عبد الملک کو جُند فلسطین کا والی کیا؛ (سلیمان) لُدّ میں ٹھیرا، پھر اس نے مدینۃ[1] الرّملہ کی داغ بیل ڈالی، اور اس کو آباد کیا۔ پہلی چیز جو اس نے یہاں بنوائی وہ اس کا اپنا قصر، اور وہ دار[2] تھا جو دار الصبّاغین کے نام سے مشہور رہے، اور اس کے وسط میں صہریج بنوایا۔ پھر اس نے مسجد کے لئے زمین پر خط بندی کی، اور اس کو بنوانا شروع کیا۔ اسی اثناء میں وہ خلیفہ ہو گیا، اور اپنی خلافت میں اس کو بنواتا رہا۔ پھر اس کی تعمیر عمر بن عبد العزیز نے تمام کی۔ انھوں نے اس کی حدود میں کچھ کمی کر دی، اور اہل الرّملہ سے کہا: تم اسی پر اکتفا کرو جس پر میں نے اس کو گھٹا دیا ہے۔"

جب سلیمان نے اپنے لئے قصر بنوایا تو اور لوگوں کو بھی مکانات بنانے کا حکم دیا، اور انھوں نے مکانات بنائے۔ اس نے اہل الرّملہ کے لئے ایک نہر کھدوائی، جسے بَرَدَہ کہتے ہیں، اور کنویں کھدوائے۔ اس نے الرّملہ کی عمارتوں اور مسجد جامع کے مصارف کی نگرانی پر اہلِ الرّملہ میں سے ایک نصرانی کاتب مقرر کیا، جس کو البطریق بن النکا کہتے تھے۔ سلیمان سے قبل مدینۃ الرّملہ نہ تھا بلکہ محض رملہ (= ریگزار) تھا۔

کہتے ہیں :— دار الصبّاغین صالح بن علی بن عبد اللہ بن العبّاس کے وَرَثَہ کو ملا، کیونکہ یہ بنی اُمیّہ کے اموال کے ساتھ ضبط ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں :— بنی امیہ سلیمان بن عبد الملک کے بعد الرّملہ کے

---

[1] مدینہ = وہ شہر جس میں قلعہ ہو اور جس کے گرداگرد فصیل ہو اور جو مملکت کا دار الحکومت ہو اور تہذیب و تمدن میں اپنے قرب و جوار کے شہروں سے بڑھا ہوا ہو۔ چونکہ لفظ شہر ان مفاہیم کا حامل نہیں ہے اس لئے ترجمہ میں مدینہ و بلدہ لکھا گیا ہے کہ شہروں کے اوصاف خلط نہ ہوں۔

[2] دار = وہ گھر جس میں بہت سے بیوت (= کمرے) اور منازل ہوں اور صحن غیر مسقف ہو۔ چھوٹے اور اوسط درجے کے گھروں کو بیوت، مساکن اور منازل کہتے ہیں۔ دار ان سے بہت بڑا ہوتا ہے، اس کو محل سرا سمجھنا چاہیئے۔

کنوؤں اور اس کی نہروں کے مصارف برداشت کرتے رہے۔ پھر جب بنی العباس خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی یہ خرچ برداشت کیا، ان کے زمانہ میں سال کے سال ایک خلیفہ کے بعد دوسرا خلیفہ اس کے مصارف کی منظوری دیتا تھا۔ جب امیرالمومنین ابو اسحٰق المعتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے اس کے مصارف کے لئے مستقل فرمان جاری کیا۔ جس سے بار بار اجازت لینے کا سلسلہ بند ہوگیا، اور اس کے لئے اتنی رقم جاری ہوگئی (جتنی رقم کی اس کے لئے ضرورت تھی) عمال کے پاس اس کا حساب رہتا تھا اور ان سے (سال کے سال) حساب لیا جاتا تھا۔ (۱۴۴)

کہتے ہیں:۔ فلسطین میں کچھ جائدادوں کے لئے، جو خراج عامہ سے الگ تھیں، خلفاء کے خاص فرامین تھے، اور ان میں تخفیف و بازدہی کا حساب تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ الرشید کی خلافت میں (بہت سی جائدادیں) ان کے مالکوں نے چھوڑ دی تھیں؛ امیرالمومنین الرشید نے ان کو آباد کرنے کے لئے ہَرثَمہ بن اَعیَن کو بھیجا، اس نے وہاں کے کسانوں اور پٹے داروں کو واپس آنے کی دعوت دی، اور ان سے وعدہ کیا کہ ان کے خراج میں تخفیف کی جائے گی، اور معاملت میں نرمی برتی جائے گی؛ وہ واپس آ گئے، ان کو "اصحاب التخافیف" کہتے ہیں۔ لیکن جو بعد میں واپس آئے، ان کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا گیا، اور ان کو اسی سابقہ خراج پر زمینیں دی گئیں، یہ "اصحاب الرُّدُوْد" ہیں۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا:۔ میں عَسقلان میں ایک عرب سے ملا، اس نے مجھ سے کہا: میرا دادا ان لوگوں میں سے تھا جنھیں عبدالملک نے یہاں آباد کیا تھا، اور اس کو ان مرابطہ[1] کے ساتھ جن کو اس نے جاگیریں دی تھیں ایک جاگیر دی تھی۔ وہ کہتا ہے: اس نے مجھے ایک زمین دکھائی، اور کہا: یہ (حضرت) عثمان بن عفان کی دی ہوئی جاگیر ہے

---

[1] مرابطہ کے معنے ہیں گھوڑا باندھنا۔ اصل اس کی یہ ہے کہ سرحد پر دشمن اپنے اپنے گھوڑے باندھتے ہیں، اس لئے سرحد پر اقامت کرنے والوں کا نام مرابطہ پڑا، اور وہ فوج جو اسطرح سرحد پر رہے رابطہ کہلاتی ہے۔

ہیں سے ہے۔

بکر کہتا ہے : میں نے محمد بن یوسف القاریابیؒ کو یہ کہتے سنا ہے، کہ :۔ عسقلان میں جاگیریں ہیں جو (حضرت) عمر اور (حضرت) عثمان کے حکم سے دی گئی تھیں ؛ ان پر خواہ کوئی دخل یاب ہو میرے نزدیک اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

عہ طبری نے الفریابی لکھا ہے۔ ج ۲، ص ۱۵۵۴۔

جُندِ قِنَّسرِین

اور

اُن شہروں کا حال جنھیں العواصم کہتے ہیں

کہتے ہیں :- ابو عبیدہ بن الجرّاح الیرموک سے فارغ ہو کر حمص کی طرف آئے ، چند روز قیام کیا ، پھر قنّسرین آئے ؛ ان کے مقدمہ پر خالد بن الولید تھے ، شہر قِنَّسرین کے باشندے ان سے لڑے ، پھر قلعہ بند ہو گئے اور صلح خواہ ہوئے ، اور ابو عبیدہ نے ان سے ویسی ہی صلح کر لی جیسی (اہل) حمص سے کی تھی ۔ مسلمان اس کی زمین اور اس کے دیہات پر غالب ہو گئے ۔

حاضر قِنَّسرین پر تنوخ اس وقت سے آباد تھے جب وہ شروع شروع الشام آئے تھے اور کمل کے خیموں میں رہتے تھے ۔ پھر یہاں انھوں نے منازل بنائیں ۔ ابو عبیدہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی (۱۴۵) بعض ان میں سے اسلام لائے ، لیکن بنو سلیح بن حُلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ نصرانیت پر قائم رہے ۔

مجھ سے یزید بن حُنَین الطّائی الانطاکی کی اولاد میں سے بعض نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے کہا :- اس حاضر کے باشندوں میں سے ایک جماعت امیر المومنین المہدی کی خلافت میں اسلام لائی ؛

اور اس کے ہاتھوں پر سبز رنگ سے قِنَّسْرِین گُدوا دیا گیا۔ پھر ابو عبیدہ حَلَب کے قصد سے روانہ ہوئے، (رستے میں انھیں) خبر ملی کہ اہلِ قِنَّسْرِین نے نقض اور غدر کیا ہے؛ انھوں نے السِّمْط بن الاسود الکندی کو ان کی جانب روانہ کیا، (السِّمْط نے) ان کا محاصرہ کیا، اور ان کو فتح کیا۔

مجھ سے ہشام بن عَمّار الدِمشقی نے کہا، ان سے یحییٰ بن حمزہ نے ان سے عبدالعزیز نے، ان سے عُبادہ بن نُسَیّ نے، اور ان سے عبدالرحمٰن بن غنم نے، کہ:— ہم نے مدینۂ قِنَّسْرِین پر السِّمْط کے ساتھ (یا کہا کہ شُرَحبیل بن السِّمْط کے ساتھ۔ عم) ڈیرے ڈالے، جب اس کو فتح کیا تو یہاں گائیں اور بکریاں ہاتھ لگیں، جن کا ایک حصہ انھوں نے ہم میں تقسیم کر دیا اور باقی مَغنَم[1] میں داخل کر دیں۔

حاضر[2] طے ایک قدیم جگہ ہے۔ یہ لوگ حرب فساد کے بعد جو ان کے دو فرقوں کے درمیان ہوئی تھی یہاں آکر مقیم ہوئے تھے؛ اس کے بعد ان میں سے کچھ دو پہاڑوں (اجَیٰ و سلمیٰ) کے درمیان ٹھہر گئے اور باقی ماندہ مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ جب ابو عبیدہ ان کے پاس آئے تو ان میں سے بعض اسلام لائے اور بہتوں نے جزْیہ پر صلح کر لی اور پھر آسانی سے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن جو ان کی جماعت سے الگ ہو گئے تھے وہ الگ رہے۔

مدینۂ حَلَب کے قریب ایک حاضر تھا، اس کو حاضر حَلَب کہتے تھے، اور اس میں عرب کے مختلف قبائل مثلاً تَنُوخ وغیرہ جمع ہوتے تھے۔ ابو عبیدہ نے اس کے باشندوں سے جزْیہ پر صلح کر لی، اس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا، ان کے اخلاف امیرالمومنین الرشید کی وفات کے بہت زمانہ بعد تک یہاں مقیم رہے۔ پھر اس حاضر کے باشندوں نے شہر حَلَب

---

[1] یعنی محکمۂ غنائم۔ مَغنَم کی تشریح کے لئے دیکھو الماوردی، ص ۲۴۰، نسخۂ یورپ۔

[2] جغرافی اصطلاح میں حاضر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ ایک مستقل ذریعۂ حصول آب موجود پا کر سکونت پذیر ہو جاتے ہیں۔

کے باشندوں سے جنگ کی اور انھیں ان کے شہر سے نکال دینے کا ارادہ کیا، یہاں کے باشندوں میں سے ہاشمیوں نے اپنے اطراف کے تمام عرب قبیلوں کو مدد کے لئے لکھا، ان میں سب سے اول جس نے ان کی مدد اور فریاد رسی کی وہ العباس بن زُفَر بن عاصم الہلالی تھا وہ ننھیال کی طرف سے ہلالی تھا، کیونکہ عبداللہ بن العباس کی والدہ لُبَابَہ بنت (۱۴۶) الحارث بن حَزْن بن بُجَیر بن الہُزَم ہلالیہ تھیں۔ اس حاضر کے باشندوں میں (العباس) اور اس کے ساتھیوں سے لڑنے کا دم نہیں تھا، اس نے ان کو ان کے حاضر سے نکال دیا اور اس کو ویران کر دیا۔ یہ محمد بن الرشید کے فتنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ یہ لوگ یہاں سے نکل کر قِنَّسْرِین کی طرف گئے، یہاں کے باشندوں نے کھانے اور لباس سے ان کی تواضع کی، لیکن جب یہ شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے شہر پر تغلب کا ارادہ کیا، اہل شہر نے جوان کا یہ رنگ دیکھا تو ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا، اس کے بعد یہ لوگ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے، ان میں سے ایک جماعت تکریت چلی گئی، میں نے اس کو دیکھا ہے، اور ایک جماعت اَرْمِینِیَۃ اور بہت سے مختلف شہروں میں جا رہی۔

مجھے امیرالمومنین المتوکل رحمہ اللہ نے خبر دی، انھوں نے کہا میں نے مشائخ بنی صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس میں سے ایک بڑے بوڑھے کو امیرالمومنین المعتصم باللہ رحمہ اللہ کے حملۂ عَمُّورِیہ کے سال یہ کہتے سنا، کہ:- جب العباس ابن زُفَر الہلالی ہاشمیوں کی فریاد رسی کو حَلَب آیا تو ان میں سے عورتوں نے اس کو ندا دی: اے ماموں! ہمیں اللہ کا اور پھر تیرا آسرا ہے۔ اس نے کہا: تمہارے لئے کوئی خوف نہیں ہے۔ انشاءاللہ میں تمہارا ساتھ چھوڑوں تو خدا میرا ساتھ چھوڑے۔

راوی کہتا ہے:- حیار بنی القعقاع اسلام سے پہلے ایک مشہور بلدہ[ع]

عہ: وہ شہر جس میں نہ قلعہ ہو اور نہ فصیل ہو اور نہ کرسئ حکومت ہو، خواہ وسعت میں وہ کتنا ہی بڑا ہو۔

تھا، اور یہاں الحیرہ کے بادشاہ المنذر بن ماء السماء اللخمی کے قیلولہ کی جگہ تھی
پھر یہاں بنی القعقاع بن خلید بن جزء بن الحارث بن زہیر بن جذیمہ
بن رواحہ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض
اترے اور انھوں نے اس کو اپنا وطن بنالیا، اس لئے یہ ان کی طرف
منسوب ہوگیا۔

عبدالملک بن مروان نے یہاں ایک جاگیر القعقاع کو دی اور
کچھ جاگیریں اس کے چچا العباس بن جزء بن الحارث کو دیں؛ اس نے
یہ زمینیں خراج سے معاف کردیں، جو اس کے بعد بھی معاف رہا، اور ان
کا بندوبست الیمن سے متعلق کردیا۔ ان میں سے اکثر (زمینیں) بنجر
تھیں۔ ولّادہ بنت العباس بن جزء عبدالملک کے پاس تھی اور اسی سے
اس کے ہاں الولید اور سلیمان پیدا ہوئے تھے۔

کہتے ہیں:— ابوعبیدہ حلب کی طرف روانہ ہوئے، ان کے
مقدمہ پر عیاض بن غنم الفہری تھے۔ ان کے والد کا نام عبدغنم[ع] تھا؛
جب یہ اسلام لائے تو انھوں نے پسند نہیں کیا کہ عبدغنم کہلائیں اور
کہا: "میں عیاض بن غنم ہوں" (جب وہ یہاں پہنچے تو) انھوں نے
دیکھا کہ اہل شہر قلعہ بند ہیں، یہ خیمہ زن ہوگئے، کچھ دن گزرنے پر
اہل شہر نے اپنی جانوں کے لئے اور اپنے اموال کے لئے اور اپنی (۱۴۷)
شہر پناہ کے لئے اور اپنے کنیسوں کے لئے اور اپنی منازل کے لئے
اور اپنے قلعہ کے لئے امان و صلح کی درخواست کی؛ (عیاض نے)
انھیں امان دے دی اور ان سے صلح کرلی اور مسجد کے لئے ان سے
ایک جگہ مستثنٰے کرالی۔ ان امور پر ان سے صلح کرنے والے عیاض
اور اس صلح کو نافذ کرنے والے ابوعبیدہ تھے۔

بعض راویوں کا دعویٰ ہے کہ:— (اہل حلب سے) اس پر صلح

ع غنم جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت کا نام تھا۔

کی گئی تھی کہ ان کی جاں بخشی جائے گی اور ان کی منازل اور ان کے کنیسہ نصف نصف تقسیم کر لئے جائیں گے۔

اور بعض کا دعویٰ ہے کہ ابوعبیدہ نے حَلَب میں ایک مُتنفّس بھی موجود نہیں پایا، اس لئے کہ وہ ان کے آنے کی خبر سنتے ہی انطاکیہ چلے گئے تھے؛ انھوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے شہر کے لئے صلح کی درخواست کی اور نامہ و پیام کے ذریعہ تمام معاملات طے کئے اور جب صلح کی تکمیل ہوگئی تو حَلَب کی طرف واپس آ گئے۔

کہتے ہیں:۔ ابوعبیدہ حَلَب سے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے، یہاں جُندقِنَّسرِین کے باشندوں میں سے ایک گروہ قلعہ بند تھا۔ مَہرُوْیَہ پر، جو انطاکیہ سے تقریباً دو فرسخ؏ پر ہے، دشمن کی ایک جماعت سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی، انھوں نے اس کو منتشر کر دیا، اس نے شہر میں پناہ لی، انھوں نے شہر کے تمام دروازوں سے اس کا محاصرہ کر لیا اور فوج کا ایک بھاری حصہ باب فارس اور اس دروازہ پر، جس کو باب البحر کہتے ہیں، متعین کر دیا۔ آخر انھوں نے جزیہ اور جلاوطنی پر صلح کر لی، ان میں سے بعض جلاوطن ہو گئے اور بعض مقیم رہے؛ (جو مقیم رہے) ان کو امان دی گئی اور ان میں سے ہر بالغ پر ایک دینار اور ایک جریب مقرر کیا گیا۔ پھر انھوں نے نقض کیا، ابوعبیدہ نے ان کی جانب عیاض بن غنم اور حبیب بن مَسلمہ کو بھیجا اور ان دونوں نے پہلی سی صلح پر اس کو فتح کر لیا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ (ابوعبیدہ کے) فِلَسطین کی طرف واپس جانے کے بعد نقض کیا اور انھوں نے ایلیا سے عمرو بن العاصی کو ان کی جانب بھیجا، (عمرو نے) اس کو فتح کیا، پھر واپس ہوئے، اور تھوڑے

؏ ایک فرسخ آج کل کے حساب سے تقریباً پونے چار میل کے برابر ہوتا ہے۔ دیکھو تقویم البلدان تحقیق امر المساحۃ۔

ہی دن ٹھہرے تھے کہ اہل ایلیا نے امان و صلح کی درخواست کی۔ واللہ اعلم۔

مجھ سے محمد بن سہم الانطاکی نے کہا، ان سے ابو صالح الفرّاء نے اور ان سے مخلد بن الحسین نے، کہ میں نے سرحد کے مشائخ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:- (حضرت) عمر اور (حضرت) عثمان کے نزدیک انطاکیہ کی بڑی وقعت تھی اور انھیں اس کا بہت خیال تھا۔ جب یہ فتح ہوا تو (حضرت) عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ "انطاکیہ میں صاحب عزم و تدبیر مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کر کے اس کو مرابطہ کی حیثیت سے وہاں متعین کر دو اور اس کی تنخواہیں کبھی نہ روکو۔" پھر جب معاویہ والی ہوئے تو ان کو بھی یہی لکھا۔ پھر (حضرت) عثمان نے انھیں لکھا اور حکم دیا کہ "وہاں ایک جماعت متعین کرو اور اس کو جاگیریں دو۔" اور انھوں نے امتثال امر کیا۔ (۱۴۸)

ابن سہم کہتا ہے میں انطاکیہ میں اُرنط کے پل پر کھڑا تھا اور اس وقت میں بچہ سا تھا، میں نے اہل انطاکیہ میں سے ایک کبیر السن بڈھے کو یہ کہتے سنا کہ "یہ وہ قطیعہ ہے جو (حضرت) عثمان نے ان لوگوں میں سے ایک جماعت کو جو ابو عبیدہ کے ساتھ آئے تھے بطور جاگیر اس زمانہ میں دیا تھا جب ان کی طرف سے معاویہ الشّام کے والی تھے۔

کہتے ہیں:- معاویہ بن ابی سفیان نے سنہ ۴۲ھ میں انطاکیہ کی طرف اہل فارس و اہل بعلبک اور حمص و مصرین[ع] کے باشندوں کی ایک جماعت منتقل کی۔ انہی میں مسلم بن عبداللہ جد عبداللہ بن حبیب بن النعمان بن مسلم الانطاکی تھا۔ مسلم انطاکیہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر، جس کو آج کل باب مسلم کہتے ہیں، قتل ہوا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ رومیوں نے ساحل سے نکل کر انطاکیہ پر ڈیرے ڈالے، مسلم فصیل پر کھڑا تھا، ایک گبر نے اس کے پتھر کھینچ مارا اور اس کے صدمہ سے وہ مرگیا۔

[ع] البصرہ و الکوفہ۔

مجھ سے اہل انطاکیہ کے مشائخ میں سے ایک جماعت نے جس میں ابن بُرْدُ الفقیہ بھی ہے کہا:— الولید بن عبدالملک نے انطاکیہ میں ساحل کے پاس ارض سُلُوقِیَہ ایک لشکر کو جاگیر میں دی۔ اور ایک فَلْثُر (= جریب) پر ایک دینار اور ایک مدی گیہوں مقرر کئے۔ ان لوگوں نے اس کو آباد کیا اور یہ شرح خراج، ان کے لئے جاری رہی؛ اور قلعۂ سُلُوقِیہ تعمیر کیا۔

کہتے ہیں:— بغراس کی زمین مَسْلَمَہ بن عبدالملک کی تھی جس نے اسے نیک کاموں کے لئے وقف کردیا تھا۔ عین السَّلُّور اور اس کی جھیل بھی اسی کی تھی۔ اور الاسکندرونہ بھی اسی کا تھا، پھر المہدی کے آزادکردہ غلام رَجَاء کو جاگیر میں ملا، پھر منصور و ابراہیم فرزندان المہدی اس کے وارث ہوئے، پھر ابراہیم بن سعید الجوہری کو ملا، پھر احمد بن ابی داؤد الإیادی نے خریدا، پھر امیرالمومنین المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ اس کے مالک ہوگئے۔

مجھ سے ابن بُردالانطاکی وغیرہ نے کہا:— مَسْلَمَہ بن عبدالملک نے رَبِیْعَہ میں سے ایک قوم کو جاگیریں دیں جو ضبط کرلی گئیں، اور پھر المامون کے قبضہ میں آئیں اور اس نے ان کا انتظام صالح الخازن کے سپرد کیا جو انطاکیہ میں صاحب الدّار تھا۔

(۱۴۹) کہتے ہیں:— ابوعبیدہ کو خبر ملی کہ مَعَرَّۃ مِصْرِین اور حَلَب کے درمیان رومی جمع ہوئے ہیں؛ وہ اس سے جا بھڑے، متعدد بطارقہ کو قتل کیا، ان کی فوج منتشر کی، اسیر کیا، غنیمت حاصل کی، اور مَعَرَّۃ مصرین کو حَلَب کی سی صلح پر فتح کرلیا۔ پھر ان کے رسالوں نے ترک تازیاں شروع کیں، حتٰے کہ بُوقا جا پہنچے، اور الجُومَہ وسَرْمِین ومَرْتَحوان و تِیزِین کے دیہات فتح کرلئے۔ اہل دیرطایا (کذا فی الاصل) و دیرالفَسِیْلَہ نے اس شرط پر صلح کی کہ ان کے پاس سے جو مسلمان گزریں گے وہ ان کی ضیافت کیا کریں گے۔ نصارائے خناصِرہ آئے اور ان سے بھی صلح کرلی گئی۔

عہ بطارقہ بطریق کی جمع ہے بطریق کے لئے دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۷۴۔

ابوعبیدہ نے قنسرین کا پورا علاقہ اور انطاکیہ فتح کرلیا۔

مجھ سے العباس بن ہشام نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا:۔ خُناصِرہ، خُناصِر بن عمرو بن الحارث الکلبی ثم الکنانی کی طرف منسوب ہیں جو ان کا سردار تھا۔ بطنان حبیب، حبیب بن مسلمۃ الفہری کی طرف منسوب ہے، اس وجہ سے کہ جب ابوعبیدہ یا عیاض بن غنم نے حبیب کو حلب سے اس جانب روانہ کیا تو انھوں نے یہاں ایک قلعہ فتح کیا، جو انہی کی طرف منسوب ہوگیا۔

کہتے ہیں:۔ ابوعبیدہ نے قُورُس کے قصد سے کوچ کیا اور اپنے آگے آگے عیاض کو روانہ کیا، یہاں کے راہبوں میں سے ایک راہب ان سے ملا اور اس نے اہل قُورُس کی جانب سے صلح کی درخواست کی؛ عیاض نے اس کو ابوعبیدہ کے پاس بھیجا، وہ اس وقت جبرین و تل اَعزاز[1] کے درمیان تھے۔ انھوں نے اس سے صلح کرلی، اور قُورُس آکر اس کے باشندوں سے عہد و پیمان کیا، اور انھیں وہی عطا کیا جو اہل انطاکیہ کو عطا کیا تھا؛ اور راہب کو اس کے گاؤں شرقینا کے لئے ایک وثیقہ لکھ دیا۔ پھر انھوں نے اپنے رسالے پھیلا دیئے جنھوں نے نِقابُلس کی آخری حدوں تک ارض قُورُس فتح کرلی۔

کہتے ہیں:۔ قُورُس انطاکیہ کے لئے سرحدی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں ہر سال جند انطاکیہ سے ایک طالعہ[2] آتی تھی۔ پھر یہ کیا گیا کہ انطاکیہ کی فوج کے چار حصہ کرکے ان میں سے ایک حصہ یہاں متعین کردیا اور طوالع بھیجنے کا طریقہ بند کردیا۔

کہا گیا ہے کہ سلمان بن ربیعۃ الباہلی ابوعبیدہ کی فوج میں

---

[1] ابوالفدا؛ ص ۲۳۲؛ تل عزاز۔

[2] طالعہ، ج = طوالع = گشتی فوج، ڈیڑھ دو ہزار سپاہ کا وہ دستہ جو موسم بہار میں سرحدوں پر بھیجا جاتا اور موسم سرما میں بلا لیا جاتا تھا۔

ابی اُمامۃ الصُّدَیّ بن عجلان کے ساتھ تھے ۔۔۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے سلمان تورس کے ایک قلعہ میں اترے جو ان کی طرف منسوب ہو کر حصن سلمان مشہور ہو گیا۔ پھر الشام سے ان لوگوں کے ساتھ واپس آئے جو سعد بن ابی وقاص کو مدد دینے کے لئے العراق بھیجے گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: سلمان بن ربیعہ نے العراق کی فتح کے بعد اَرمینیۃ پر حملہ کرنے سے قبل روم پر حملہ کیا اور ناحیۂ مرعش سے نکل کر اس قلعہ پر لشکر انداز ہوئے، اور اسی وجہ سے یہ قلعہ ان کی طرف منسوب ہو گیا۔ سلمان وزیاد ان صقالبہ[1] میں سے تھے جنھیں مروان بن محمد نے ثغور میں مقرر کیا تھا۔ میں نے کسی کو کہتے سنا ہے کہ "یہ سلمان صقالبہ میں سے تھے جن کی طرف یہ قلعہ منسوب کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱۵۰)

کہتے ہیں:۔۔۔ ابو عبیدہ حلب السّاجور آئے اور عیاض کو منبج کی طرف آگے بھیجا۔ پھر خود بھی ان سے جا ملے۔ منبج کے باشندے ان کے پہنچنے سے قبل عیاض سے ویسی ہی صلح کر چکے تھے جیسی انطاکیہ سے ہوئی تھی، ابو عبیدہ نے وہ صلح نافذ کر دی، اور عیاض بن غنم کو ناحیۂ دُلُوک و رَعبان کی طرف بھیجا؛ یہاں کے باشندوں نے ان سے منبج کی سی صلح کر لی۔ عیاض نے ان پر یہ شرط لگا دی کہ وہ رومیوں کی خبریں معلوم کر کے مسلمانوں کو لکھتے رہیں گے۔ ابو عبیدہ نے تمام مفتوحہ کُوَر میں ایک ایک عامل مقرر کیا اور مسلمانوں کی ایک ایک جماعت اس کے ساتھ کی؛ مگر جہاں خطرہ دیکھا وہاں محافظ فوج مقرر کی۔

کہتے ہیں:۔۔۔ پھر ابو عبیدہ روانہ ہوئے، حتیٰ کہ عَرَاجِین پہنچے، اور اپنے ہراول کو بالِس کی طرف بھیجا، اور ایک فوج حبیب بن مَسلَمہ (کی سرداری میں) قاصِرِین کی طرف بھیجی۔ بالِس وقاصِرِین رومی اشراف میں

---

[1] سلافی، سلیو۔

دو بھائیوں کے پاس تھے، اور اس کے قریب جو گاؤں تھے وہ ان کو جاگیر میں ملے ہوئے تھے؛ ان دونوں کو روم اور الشام کے ان شہروں کا محافظ بنایا گیا تھا جو ان کے درمیان تھے۔ جب مسلمان یہاں اترے تو ان دونوں نے جزیہ وجلا وطنی پر صلح کرلی، اور (شہر کے باشندوں) میں سے اکثر بلاد الروم وارض الجزیرہ وقریۂ جسر منبج کی طرف جلاوطن ہوگئے۔ اُن دنوں یہاں کوئی جسر[1] نہ تھا، (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صوائف (= گرمائی مہموں) کے لئے بنایا گیا۔ بعض کہتے ہیں: یہ پرانے وقتوں کے آثار میں سے ہے۔

کہتے ہیں: — ابوعبیدہ نے بالس میں جنگ آزماؤں کی ایک جماعت مرتب کی، اور یہاں عربوں میں سے ایک قوم کو، جو الشام میں تھی اور مسلمانوں کے قدوم الشام کے بعد اسلام لائی تھی، آباد کیا۔ قبیلہ قیس میں سے ایک قوم صحراؤں سے نکل کر یہاں آباد ہوگئی۔ یہ لوگ فوجی مہموں میں بھیجے ہوئے نہیں تھے۔ اور ایک قوم قاصرین میں آباد کی لیکن بعد میں خود اس نے یا اس کی اولاد نے یہاں رہنے سے انکار کردیا۔

(۱۵۱) ابوعبیدہ الفرات پہنچے، اور پھر فلسطین کی طرف واپس آگئے۔ بالس اور وہ گاؤں جو اس کی بالائی وسطی اور زیریں حدود میں سے اس کی طرف منسوب تھے، اعلیٰ درجہ کی عُشری زمین تھے۔

جب مَسلمہ بن عبدالملک بن مروان نے روم پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا، اور وہ الجزریّۃ کی سرحدوں سے ملک میں داخل ہوا تو اس نے بالس پر چھاؤنی چھائی؛ یہاں کے باشندہ، اور بُویلس[2] وقاصرین وعابدین وصِفین (یہ سب بالس ہی کے دیہات ہیں۔ م) کے باشندہ، اس کے

---

[1] کشتیوں کا پل۔ پکے پُل کو قُنطَرہ کہتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات قنطرہ کے لئے بھی جسر بولتے ہیں، جیسے جسر الولید۔ جسر الولید کے لئے دیکھو ترجمۂ ہذا کے جغرافی حواشی۔

[2] مصری نسخہ میں بوبلس ہے۔

پاس آئے ؛ ان میں سے بالائی حصہ والوں نے درخواست کی کہ ہمارے لئے الفرات میں سے ایک نہر کھدوا دو تاکہ ہم اس سے اپنی زمینیں سیراب کرسکیں۔ اس کے معاوضہ میں ہم تمھیں شاہی عُشر کے علاوہ، جو تم ہم سے لیتے ہو، اپنی پیداوار کا تہائی حصہ دیا کریں گے۔ اس نے نہر کھدوادی جو نہر مَسْلَمہ کے نام سے مشہور ہے، اور انھوں نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ اس نے شہر پناہ کی مرمت کرائی اور اس کو مستحکم کرایا۔ بعض کہتے ہیں: یہ تجویز خود مَسْلَمہ کی تھی اور اس نے ان کو اس معاملہ کی دعوت دی تھی۔

مَسْلَمہ کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ بالِس اور اس کے دیہات کے مالک ہوئے اور دولت مبارکہ کے زمانہ تک ان پر انہی کا قبضہ رہا جب عبداللہ بن علی نے بنی امیہ کے اموال ضبط کئے تو یہ علاقہ بھی ان میں داخل تھا، امیرالمومنین ابوالعباس نے یہ سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؐ بن سلیمان اس کا مالک ہوا؛ اس کا بھائی جعفر بن سلیمان امیرالمومنین الرشید سے اس کی چغلیاں کھاتا تھا؛ ایک دفعہ اس نے لکھا: (محمدؐ نے) اپنے مال و جائداد سے کئی گنی دولت اُس خواہش¹ کے حصول کی کوشش میں صرف کی ہے جسے اس کے نفس نے پرورش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس نے لونڈی غلاموں وغیرہ پر بھی بہت کچھ خرچ کیا ہے۔ ایسی صورت میں امیرالمومنین کے لئے اس کے اموال مطلقاً حلال ہیں۔" الرشید نے حکم دیا کہ اس کا یہ خط محفوظ رکھا جائے۔ جب محمدؐ بن سلیمان مرا تو جعفر کو یہ خط دکھایا گیا، اور اس پر اس سے احتجاج کیا گیا، محمدؐ کا اس کے سوا کوئی سگا بھائی نہ تھا۔ اس نے (اپنے خط کا) اقرار کیا، اس لئے اس کے اموال الرشید کے ہوگئے، اور الرشید نے بالِس اور اس کے دیہات المامو رحمہ اللہ کو جاگیر میں دے دئے جو ان کے بعد ان کے بیٹے کو ملے۔

---

¹ وہ خواہش حصول خلافت تھی۔ ابن الاثیر، ج ۶، ص ۸۲، طبع یورپ۔

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا، ان سے یحییٰ بن حمزہ نے، ان سے تمیم بن عطیہ نے، اور ان سے عبداللہ بن قیس الہمدانی نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الجابیہ آئے، اور زمین مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ بزور فتح کی گئی تھی؛ معاذ بن جبل نے ان سے کہا: "خدا کی قسم! اگر آپ نے اس کو تقسیم کیا تو اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو ہم پسند نہیں کرتے۔ بہت سا مال قوم کے قبضہ میں چلا جائے گا، پھر یہ لوگ مرجائیں گے اور مال ایک ہی جماعت کی نسل میں محدود رہے گا۔ اس کے بعد ایک دوسری جماعت آئے گی جو اسلام کی مدافعت میں جانیں لڑائے گی، مگر اسے کچھ نہ ملے گا پس ایسا طریقہ اختیار کیجے جو اول و آخر، سب کے مفاد پر حاوی ہو"ع (حضرت) عمر نے معاذ کی رائے پر عمل کیا۔ (۱۵۲)

مجھ سے الحسین بن علی بن الاسود العجلی نے کہا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے مشائخ اہل الجزیرہ نے، ان سے سلیمان بن عطاء نے، ان سے سلمۃ الجہنی نے، اوران سے ان کے چچا نے، کہ:۔ بُصریٰ کے سردار نے مسلمانوں سے کھانے اور تیل اور سرکہ پر صلح کی۔ اور (حضرت) عمرؓ سے درخواست کی کہ اس کے لئے مجھے ایک تحریر دیدو، ابوعبیدہ نے اسے جھٹلا دیا، اور کہا: ہم نے اس سے اس پر صلح کی ہے کہ یہ ہمارے سرمائی مرکز میں رسد بھیجا کرے۔ (حضرت عمر نے) ان کے افراد پر جزیہ اور ان کی زمین پر خراج مقرر کر دیا۔

مجھ سے الحسین نے کہا، ان سے محمد بن عبد الاحدب نے، ان سے عبداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، اور ان سے (حضرت) عمر کے آزاد کردہ غلام اسلم نے، کہ:۔ (حضرت) عمر نے امراء کو لکھا:

ع مطلب یہ ہے کہ اگر آپ یہ زمین ان لوگوں میں تقسیم کر دیں گے جو اس وقت موجود ہیں تو یہ ان کے بعد ان کی اولاد میں منتقل ہوجائے گی اور بعد کے زمانہ میں مجاہدین کے لئے کچھ نہ بچے گا۔

جزیہ صرف ان پر لگاؤ جن پر استرا چل چکا ہو (یعنے جو بالغ ہو چکے ہوں) اور اہل زر پر اس کی مقدار چالیس دینار (فی کس) مقرر کی۔ انھوں نے الشام و الجزیرہ میں مسلمانوں کی خوراکوں کے لئے دو مدی گیہوں اور تین قسط تیل مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ان پر ان مسلمانوں کی جو ان کے ہاں آئیں تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

مجھ سے ابوحفص الشامی نے کہا، ان سے محمد بن راشد نے، اور ان سے مکحول نے، کہ:۔ الشام کی تمام عشری زمینیں ایسی ہیں جن کے مالک جلا وطن ہو گئے تھے، اس لئے وہ مسلمانوں کو جاگیروں میں دے دی گئیں۔ انھوں نے ان کو قابل کاشت بنایا، وہ بنجر تھیں اور ان کا کوئی دعوے دار نہ تھا، (مسلمانوں نے) والیوں کی اجازت سے ان میں کاشت کی۔

قُبرُس کا حال

الواقدی وغیرہ کہتے ہیں :— سمندر میں قُبرُس پر پہلا حملہ معاویہ بن ابی سفیان نے کیا۔ مسلمانوں نے اس سے پہلے بحرالروم میں سفر نہیں کیا تھا۔ معاویہ نے (حضرت) عمر سے بحری جنگ کی اجازت مانگی مگر انھوں نے نہیں دی۔ پھر انھوں نے (حضرت) عثمان بن عفان سے، جب کہ وہ والی ہوئے، قُبرُس پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی، اور انھیں بتایا کہ وہ کسقدر قریب ہے، اور کتنی سہولت سے فتح ہوسکتا ہے؛ (حضرت عثمان نے اس کے جواب میں انھیں) لکھا کہ "میں اس وقت موجود تھا جب تم نے عمر رحمہ اللہ سے بحری (۱۵۳) جنگ کی اجازت مانگی تھی اور انھوں نے تمھیں اس کا جواب دیا تھا"۔ (معاویہ نے) ۲۷ھ کے شروع میں (حضرت عثمان کو اس کے لئے) پھر لکھا، اور انھیں قبرس کے بحری سفر کی آسانیاں بتائیں؛ (حضرت) عثمان نے اس کا انھیں یہ جواب دیا کہ "تمھیں بحری سفر کی اس شرط سے اجازت دی جاتی ہے کہ تمھارے ساتھ تمھاری بیوی بھی ہوں، ورنہ نہیں"۔ (معاویہ نے) عکّا سے سمندر میں سفر شروع کیا، ان کے ساتھ اور بہت سے جہاز تھے؛ اور ان کی بیوی فاختہ بنت قرظہ

بن عمرو بن نوفل بن عبدمناف بن قُصَیّ ان کے ساتھ تھیں۔ عُبادہ بن الصّامت نے بھی اپنی بیوی ام حَرام بنت مِلحان الانصاریہ کو اپنے ساتھ لیا۔ یہ ۲۸ھ میں سردیوں کا زمانہ گزرنے کے بعد کا واقعہ ہے؛ بعض کہتے ہیں: ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ مسلمان قبرس پہنچکر ساحل پر اترے۔ یہ سمندر میں ایک جزیرہ ہے، اور اس کا طول و عرض ۸۰ فرسخ سے ۸۰ فرسخ ہے۔ یہاں کے اُرکُون؎ نے اہل قبرس کی رضا مندی سے ان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا، اور معاویہ نے سات ہزار دوسو دینار سالانہ پر صلح کرلی۔ رومیوں نے بھی ان سے اسیقدر خراج پر صلح کی تھی، اسطرح وہ دو خراج ادا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے انھوں نے یہ شرط کی کہ وہ انھیں رومیوں کو خراج دینے سے نہیں روکیں گے، اور مسلمانوں نے ان سے یہ شرط کی کہ اگر تم پر کوئی حملہ کرے گا تو ہم تمھارے لیے اس سے جنگ نہیں کریں گے؛ اور یہ کہ وہ مسلمانوں کو ان کے دشمنو سے لڑنے کے لئے جانے کو رستہ دیں گے۔ مسلمان جب کبھی بحری جنگ کے لئے جاتے تو اہل قبرس نہ ان سے تعرض کرتے، نہ ان کی مدد کرتے اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کرتے۔ لیکن جب ۳۲ھ میں انھوں نے بحری حملوں کے لئے رومیوں کو جہاز دیئے اور ان کی مدد کی تو معاویہ نے ۳۳ھ میں پانسو مراکب کے بیڑے سے ان پر حملہ کیا، اور قبرس بزور فتح کرکے (اس کے باشندوں کو) قتل و اسیر کیا۔ لیکن اس کے بعد اسی صلح پر انھیں برقرار رکھا۔ اہل الدیوان میں سے بارہ ہزار جنگ آزما یہاں متعین کیئے، اور انھوں نے یہاں مسجدیں بنائیں۔ معاویہ نے اہل بعلبک میں سے ایک جماعت یہاں منتقل کی، اور ایک شہر بنایا اور اس میں جو لوگ آباد ہوے انھیں عطیہ دیئے۔ معاویہ کے مرنے کے بعد جب ان کا بیٹا یزید والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے

؎ اُرکُون = بڑا دہقان۔ زمیندار، تعلقہ دار۔ یہ یونانی لفظ اُرخون کا معرب ہے۔

فوج واپس بلالی، اور حکم دیا کہ شہر منہدم کر دیا جائے۔
بعض راویوں کا دعوٰی ہے کہ معاویہ نے قبرص پر دوسرا حملہ ۳۹ھ میں کیا۔
مجھ سے محمد بن مُصَفّٰی الحِمصی نے کہا، اور ان سے الولید نے، کہ:۔ یزید بن معاویہ کو اس غرض سے کہ وہ قبرص سے فوج واپس بلالے بہت بڑی رقم رشوت میں دی گئی، اور اس نے فوج واپس بلائی، اہل قبرص نے ان کا شہر مسمار کر دیا، اور مسجدیں منہدم کر دیں۔ (۱۵۴)
مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالسلام بن موسیٰ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ قبرص کے پہلے حملہ میں اُمّ حَرام بنت مِلحان اپنے شوہر عُبادہ بن الصّامت کے ساتھ تھیں۔ قبرص پہنچنے کے بعد جب جہاز سے اتریں تو انکی سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا، جونہی یہ اس پر سوار ہوئیں اس نے ٹھوکر لی، یہ گریں اور مرگئیں۔ قبرص میں ان کی قبر صالح عورت کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔
کہتے ہیں:۔ اس حملہ میں معاویہ کے ساتھ یہ لوگ شریک تھے:
ابو ایوب خالد بن زید بن کُلیب الانصاری۔ ابوالدّرداء۔ ابو ذرّ الغفاری عُبادہ بن الصّامت۔ فُضَالَہ بن عبید الانصاری۔ عُمَیر بن سعد بن عبید الانصاری۔ وَاثِلَہ بن الاَسْقَعُ الکِنَانی۔ عبداللہ بن بُشیر المازنی۔ شدّاد بن اَوْس بن ثابت برادر زادۂ حسان بن ثابت۔ المِقْداد۔ کعب الحَبر مانع۔ جُبَیر بن نُفیر الحِضرمی۔
مجھ سے ہشام بن عمّار الدمشقی نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے اور ان سے صَفوان بن عَمرو نے، کہ:۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے قبرص پر خود ہی حملہ کیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔

ھ ابن قتیبہ: مانع۔

اللہ نے بڑی شاندار فتح بخشی اور مسلمانوں کو اچھی غنیمت دی۔ مسلمان اس پر پیہم حملہ کرتے رہے، حتیٰ کہ معاویہ نے اپنے زمانہ میں ان سے اس پر دائمی صلح کر لی کہ وہ سات ہزار دینار (سالانہ) دیا کرینگے اور مسلمانوں کو ان کے دشمن رومیوں کے متعلق صحیح مشورہ اور خبریں دیتے رہیں گے؛ یہ یا اسی قسم کی شرطیں تھیں۔

کہتے ہیں:۔ الولید بن یزید بن عبدالملک نے ان میں سے ایک گروہ کو ایک تہمت کی بنا پر الشام کی طرف جلاوطن کر دیا، لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، پھر یزید بن الولید بن عبدالملک نے انھیں انکے شہر کی طرف واپس کر دیا۔ حُمَید بن مَعْیُوف الہَمدانی نے الرشید کی خلافت میں ان پر حملہ کیا، کیونکہ انھوں نے بغاوت کی تھی، اور ان میں سے ایک گروہ کو قید کر دیا۔ پھر یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ راستی سے پیش آنے لگے، الرشید نے حکم دیا کہ ان میں سے جو گرفتار کیئے گئے ہیں، انھیں واپس بھیجدیا جائے؛ اور وہ واپس بھیج دیئے گئے۔

مجھ سے محمّد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے، جو ان کی اسناد میں ہے، بیان کیا، کہ:۔ اہل قبرس اُسی صلح پر قائم رہے جو صلح معاویہ نے ان سے کی تھی۔ لیکن جب عبدالملک بن مروان والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے (ان کے خراج میں) ایک ہزار دینار کا اضافہ کر دیا جو عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے تک جاری رہا، (۱۵۵) اور انھوں نے اس اضافہ کو ان سے ساقط کر دیا۔ پھر ہشام بن عبدالملک نے اس ساقط شدہ اضافہ کو جاری کیا، (جو اس وقت تک جاری رہا کہ) ابوجعفر المنصور خلیفہ ہوا؛ اس نے کہا: "یہ ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں چاہیئے کہ ان پر ظلم کرکے اپنی دولت بڑھائیں۔" اور اس نے اسی صلح پر جو معاویہ نے ان سے کی تھی، ان کو واپس کر دیا۔

مجھ سے اہل الشام کے بعض اہل العلم اور ابوعبیدالقاسم بن سلّام نے کہا:- ثغور پر عبدالملک بن صالح بن علی ابن عبداللہ بن عباس کے زمانہ ولایت میں اہل قبرص نے بغاوت کی، عبدالملک نے ان سے نقض صلح کا ارادہ کیا، اور فقہاء سے جن کی اس زمانہ میں کثرت تھی مثلاً: اللّیث بن سعد، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، موسیٰ بن اعین، اسمٰعیل بن عیّاش، یحییٰ بن حمزہ، ابو اسحٰق الفزاری، مخلد بن الحسین ــ اس کی نسبت استصواب کیا، اور سب نے اس کو جواب دیئے؛ اللّیث بن سعد کے جواب میں تھا:-

"اہل قبرص ایک ایسی قوم ہیں جس پر ہم اہل اسلام کے ساتھ دغا اور اللہ کے دشمن رومیوں کے ساتھ خیرخواہی کا الزام لگاتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:
وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ (۸:۶۰)
اور جب تمھیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم برابری کا لحاظ رکھ کر ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو۔)
مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ ان کا معاہدہ اس وقت تک ساقط نہ کرو جب تک ان کی خیانت کا پورا یقین نہ ہو جائے۔

میری رائے یہ ہے کہ تم ان کی صلح رد کر دو اور انھیں سال بھر کی مہلت دو تاکہ وہ باہم مشورہ کریں۔ (اس کے بعد) جو لوگ بلاد المسلمین میں آ کر ذمی کی حیثیت سے رہنا اور خراج دینا پسند کریں انھیں قبول کر لو؛ اور جو رومیوں کے ملک میں جانا چاہیں انھیں جانے دو؛ اور جو برسرجنگ ہو کر قبرص میں رہنا چاہیں وہ دشمن ہیں، ان سے جنگ کی جائے اور ان پر حملہ کیا جائے۔ ایک برس کی مہلت میں ان

کے لئے قطع حجت ہے اور ہماری طرف سے ان کے ساتھ وفائے عہد ہے۔

اور مالک بن انس کے جواب میں تھا:-

"اہل قبرص کی امان قدیم تھی جس کا اظہار ان کے وُلاۃ کی طرف سے ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ جو کچھ (ان کی طرف سے) ظاہر ہوا ہے اس بنا پر ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ ان کا اپنے حال پر رہنا ان کے لئے ذلت وصغار ہے اور مسلمانوں کے لئے موجب قوت؛ کیونکہ مسلمان ان سے جزیہ لے کر اس سے اپنے دشمنوں پر حملوں کا سامان کرتے ہیں۔ میرے علم میں اب تک کسی والی نے ان سے صلح فسخ نہیں کی اور نہ انھیں ان کے بلدہ سے نکالا۔

میری رائے یہ ہے کہ ان سے نقض عہد میں جلدی نہ کی جائے اور اتمام حجت تک ان کی صلح رد نہ کی جائے؛ اس وجہ سے کہ خدا کہتا ہے: فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (۹:۴ تم مدت معاہدہ ختم ہونے تک ان کے ساتھ اتمام عہد کرو) اگر وہ اس کے بعد راہ راست پر نہ آئیں، اور اپنی بد عہدی نہ چھوڑیں، اور غدر ان پر ثابت ہو، تو پھر تم ان پر حملہ کردو، کیوں کہ یہ عذر پورا ہونے کے بعد ہوگا، اس میں کامیابی ہوگی، اور انھیں ذلت ورسوائی نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ" (۱۵۶)

اور سفیان بن عُیَیْنَہ نے لکھا:-

"ہم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے عہد فرمایا ہو اور پھر اس کے نقض عہد پر اس کا قتل حلال نہ فرمادیا ہو، سوا اہلِ مکہ کے کہ جن پر آپ نے

مہربانی فرمائی : ان کی عہد شکنی یہ تھی کہ انھوں نے خُزاعہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلفاء کے خلاف اپنے حُلفاء کی مدد کی تھی۔

اہل نجران سے جو معاہدہ کیا گیا تھا اس میں یہ (شرط) تھی کہ وہ سود نہیں کھائیں گے، مگر جب انھوں نے سود کھایا تو (حضرت) عمر رحمہ اللہ نے انھیں جلاوطن کردیا۔ قوم کا اس پر اجماع ہے کہ جو نقض عہد کرے اس کے لئے کوئی ذِمّہ نہیں ہے۔"

اور موسیٰ بن اَعیَن نے لکھا:—

"ایسے واقعات اس سے قبل بھی پیش آئے ہیں اور والیوں نے انتظار کی مہلت دی ہے، مگر میں نے ان میں سے ایک کے معاملہ میں بھی نہیں دیکھا کہ اس نے (ایسی صورت میں) اہل قبرص کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نقض کیا ہو۔ ممکن ہے اس حرکت میں جو ان کے خواص سے سرزد ہوئی ہے ان کے عوام اور ان کی جماعت ان کے ساتھ نہ ہو لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے عہد اور شرائط معاہدہ پر قائم رہنا چاہیئے۔

میں نے الاَوزاعی کو ایک قوم کی نسبت، جس نے مسلمانوں سے صلح کرنے کے بعد ان کے اسرار سے مشرکوں کو آگاہ کردیا تھا اور ان کی رہنمائی کی تھی یہ کہتے سنا ہے، کہ "اگر وہ ذِمّی تھے تو انھوں نے نقض عہد کیا اور وہ ہمارے ذمّہ سے خارج ہوگئے اگر والی چاہے تو انھیں قتل کرسکتا ہے۔ اور سولی دے سکتا ہے۔ لیکن اگر ان سے صلح ہوئی تھی، اور

وہ مسلمانوں کے ذمہ میں داخل نہیں ہوئے تھے، تو والی ان کا معاہدہ برابری کے ساتھ ان کی طرف پھینکدے، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ (قرآن ۵۲:۱۲ = اللہ خائنوں کا مکر پسند نہیں کرتا)۔

اور اسمٰعیل بن عیّاش نے لکھا:—

"اہل قبرس ذلیل ومقہور ہیں، ان پر اور ان کی عورتوں پر رومیوں نے قابو پالیا ہے، اس لئے ہم پر حق ہے کہ ہم ان کی حمایت وحفاظت کریں حبیب بن مَسلمہ نے اہل تفلیس کے معاہدہ میں یہ لکھا تھا: اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے مسلمانوں کی توجہ تمھاری طرف سے ہٹ جائے اور تمھارا دشمن تمھیں مغلوب کرلے، تو یہ بات تمھارے لئے اس صورت میں ناقض عہد نہیں ہوگی جب کہ تم دشمن کے غلبہ سے قبل مسلمانوں کے وفادار رہے ہو۔ لہٰذا میری یہ رائے ہے کہ ہم (اہل قبرس کو) ان کے عہد اور ذمہ پر بدستور برقرار رکھیں۔ جب الولید بن یزید نے انھیں الشام کی طرف جلاوطن کیا تھا تو مسلمانو نے اس سے اس حکم کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور فقہاء نے اس کے اس فعل کو بڑی زیادتی سمجھا تھا۔ جب یزید بن الولید بن عبد الملک والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے اپنے زمانہ میں ان کو قبرس کی طرف واپس کردیا، مسلمانوں نے اس کی یہ بات پسند کی اور اس کو منصفانہ قرار دیا۔"

اور یحییٰ بن حمزہ نے لکھا:—

(۱۵۷) "قبرس کا معاملہ عربسوس کا سا ہے۔ اس میں

ایک اچھی مثال اور قابل اتباع سنت ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ عُمیرؓ بن سَعد (حضرت) عمر بن الخطاب کے پاس آئے اور ان سے کہا: "ہمارے اور رومیوں کے درمیان ایک مدینہ ہے جس کو عَرَبَسُوس کہتے ہیں۔ اس کے باشندہ ہمارے دشمن کو ہمارے راز بتاتے ہیں مگر ہمیں اس کے راز نہیں بتاتے ۔" (حضرت) عمر نے ان سے کہا: "تم وہاں جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم تمھیں ایک بکری کی جگہ دو بکریاں ، اور ایک گائے کی جگہ دو گائیں اور ایک چیز کی جگہ دو چیزیں دیتے ہیں ! اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انھیں ان کی چیزوں سے اَلمُضَاعف چیزیں دے کر جلا وطن کر دو، اور شہر ویران کر دو ۔ اور اگر انکار کریں تو ان سے جو صلح کی تھی وہ توڑ دو ، ان کو ایک سال کی مہلت دو ، اور پھر اس علاقہ کو تباہ کر دو ۔" عُمیرؓ نے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی ، انھوں نے انکار کیا ، عُمیرؓ نے مدت پوری کی اور پھر ان کا شہر تباہ کر دیا ۔ ان کا معاہدہ بھی ویسا ہی تھا جیسا اہل قُبرُس کا معاہدہ تھا ۔ اسلئے اہل قُبرُس کو ان کی صلح پر چھوڑ دینا چاہیئے ، اور جو کچھ وہ (خراج میں) دیتے ہیں اس کو مسلمانوں کے معاملات میں خرچ کرنا افضل ہے ۔ تمام اہل عہد، جن کے لئے مسلمان جنگ نہیں کرتے اور جن کے گھروں میں خود انہی کے احکام جاری ہوتے ہیں ، اہل ذمّہ نہیں بلکہ اہل فدیہؔ ہیں ۔ جب تک وہ ایفائے عہد

عہ اہل فدیہ وہ لوگ ہیں جو ایک خاص رقم کے عوض اپنے اندرونی معاملات میں اپنے

کریں گے ان کے ساتھ وفا کی جائے گی، اور جب تک وہ خراج دیتے رہیں گے انھیں معاف رکھا جائے گا۔

مُعاذ بن جبل کی نسبت روایت ہے کہ وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی دشمن سے شئے معلوم پر صلح کی جائے، بجز ایسی صورت کے کہ مسلمان ان سے صلح کرنے پر مجبور ہوں، کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلح مسلمانوں کے لئے باعث عزت و نفع ہوگی۔"

اور ابو اسحٰق الفزاری و مخلّد بن الحسین نے کہا:—

"ہم نے کوئی معاملہ اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنا مشابہ قُبرُس کا معاملہ عَربُسُوس کے معاملہ سے ہے، اور وہ حکم جو (حضرت) عمر بن الخطاب نے اس باب میں دیا تھا، یعنے یہ کہ ان کے سامنے دو باتیں پیش کی جائیں:-

یہ کہ وہ اپنے مال کا المضاعف لے کر شہر سے نکل جائیں، یا یہ کہ انھیں ایک سال کی مہلت دی جائے اور پھر ان کا معاہدہ توڑ دیا جائے۔

انھوں نے پہلی بات سے انکار کیا، انھیں مہلت دی گئی، اور پھر (ان کا شہر) برباد کر دیا گیا۔

الأوزاعی کہتے ہیں: قُبرُس فتح کر کے (اہل قُبرُس کو) ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا، اور ان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قوانین پر عمل کرنے کی آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ دیکھو کشاف الاصطلاحات ج ۲، ص ۱۱۵۷۔

چودہ ہزار دینار پر صلح کرلی گئی : سات ہزار مسلمانوں کے لئے ، اور سات ہزار رومیوں کے لئے ۔ (اوران سے یہ شرط کی گئی کہ) وہ رومیوں سے مسلمانوں کے حالات مخفی رکھیں گے ۔ وہ کہتے تھے : اہل قبرص نے ہم سے وفاء عہد نہیں کی لیکن ہم انھیں اہل عہد سمجھتے ہیں ۔ ان سے جو صلح ہوئی تھی اس میں ایک شرط ان پر تھی اور ایک شرط ہم پر تھی اس لئے (بجز ایسی صورت کے کہ) ان کا غدر اور ان کی بدعہدی صاف ظاہر ہو نقض (صلح) درست نہیں ہے۔" (۱۵۸)

السّامِرہ کا حال

مجھ سے ہشام بن عمّار نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے، اور ان سے صَفوان بن عَمرو نے، کہ:— ابوعبیدہ بن الجرّاح نے الاُردُن و فِلسطین میں السّامرہ سے، جو مسلمانوں کے جاسوس و بَدرَقہ تھے، نفری جزیہ اور ان کی زمینوں پر خوراکیں مقرر کرکے صلح کرلی۔ جب یزید بن معاویہ (فرماں روا) ہوا تو اس نے ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا۔

مجھے ایک جماعت نے، جو الاُردن و فلسطین کے معاملات سے باخبر تھی، خبر دی کہ یزید بن معاویہ نے الاُردن میں السامرہ کی زمینوں پر خراج اور ان کے افراد پر دو دینار فی کس (جزیہ) مقرر کیا۔ اسی طرح فلسطین میں بھی ان کی زمینوں پر خراج اور ان کے افراد پر پانچ دینار فی کس (جزیہ) مقرر کیا۔ السامرہ یہود ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں: ایک کو الدُّستان کہتے ہیں اور دوسری کو الکوشانؔ۔

عہ دیکھو المقریزی الخطط و الآثار، ج ۴، ص ۳۷۱، طبع یورپ۔

کہتے ہیں :— امیرالمومنین الرشید رحمۃ اللہ کی ابتدائے خلافت میں فلسطین میں طاعون پھیلا جس میں گھر کے گھر مبتلا ہوگئے اور اکثر زمینیں ویران و بے کار ہوگئیں ؛ سلطان نے (ان زمینوں کو آباد کرنے کے لئے) یہاں ایک والی بھیجا اس نے تمام زمینیں آباد کیں، اور کسانوں اور زمینداروں کی تالیفِ (قلوب) کی ؛ اس وجہ سے یہ زمینیں خلافت کی (جاگیروں میں) داخل ہوگئیں (ان زمینوں کے پٹے دار) السامرہ تھے۔

۲۴۶ھ میں ان جاگیروں میں سے ایک گاؤں (جس کو بیت ماما کہتے تھے، اور جو ضلع نابلس میں تھا[۴]) کے باشندوں نے، اور وہ السامرہ تھے، اپنی غربت کی شکایت کی اور کہا : "ہم پانچ دینار خراج دینے سے عاجز ہیں" اس پر المتوکل علی اللہ نے حکم دیا کہ ان سے تین تین دینار لئے جائیں۔

مجھ سے ہشام بن عمار نے کہا، ان سے الولید بن مسلم نے، اور ان سے صفوان بن عمرو اور سعید بن عبدالعزیز نے، کہ رومیوں نے معاویہ سے اس (شرط) پر صلح کی کہ وہ انھیں (کچھ) مال دیں گے۔ معاویہ نے ان میں سے بطور یرغمال (کچھ آدمی) روک لئے اور ان کو بعلبک میں رکھا۔ پھر رومیوں نے غداری کی، مگر معاویہ اور مسلمانوں نے ان کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھا حال آں کہ وہ ان کے قبضہ میں تھے ؛ بلکہ انھیں چھوڑ دیا اور کہا : "غدر کے جواب میں وفا، غدر کے جواب میں غدر سے بہتر ہے" ہشام کہتا ہے : یہ قول علماء کا ہے، (مثلاً) الاوزاعی وغیرہ۔ (۱۵۹)

الجراجمہ کا حال[ع]

مجھ سے اہل انطاکیہ میں سے بڑے بوڑھوں نے بیان کیا کہ :— الجراجمہ ایک مدینہ کے (باشندہ) ہیں، اور وہ جبل اللکام پر پھٹکری کی کان کے قریب بیاس و بوقا کے درمیان واقع ہے اور الجرجومہ کہلاتا ہے۔ ان کے معاملات، الشام و انطاکیہ پر رومیوں کے استیلا کے زمانہ میں، انطاکیہ کے بطریق اور اس کے والی (سے متعلق) تھے۔ جب ابو عبیدہ نے انطاکیہ پر پیش قدمی کی اور اس کو فتح کرلیا۔ تو یہ لوگ اپنے شہر میں بیٹھ رہے، اور یہ قصد کیا کہ جب انھیں اپنی جانوں کا خوف ہوگا تو رومیوں سے جاملیں گے، مگر مسلمانوں نے ان کی طرف توجہ نہیں، اور نہ انھیں

[ع] یہ لوگ نصرانی تھے اور مدینۃ الجرجومہ اور اس کے مضافات میں رہتے تھے۔ عبدالملک بن مروان جب مصعب بن الزبیر سے جنگ کے لئے بڑھا تو ان میں سے ایک قوم ملک الروم کے ساتھ نکلی اور نواحی الشام میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے بنی امیہ و بنی العباس کے زمانہ میں بہت سے مقامات پر الجراجمہ سے مدد لی اور ان کیلئے جرایات (وظائف) جاری کئے۔ یاقوت ج ۳ ص ۸۰ طبع مصر

ان کی طرف کسی نے توجہ دلائی لیکن جب اہل انطاکیہ نے نقض و غدر کیا تو ابو عبیدہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا جس نے اُن کو دوبارہ فتح کیا، اور اس کے بعد انھوں نے حبیب بن مسلمۃ الفہری کو یہاں کا والی کیا۔ (حبیب نے) الجُرجُومہ پر حملہ کیا مگر اس کے باشندوں نے ان سے جنگ نہیں کی بلکہ فوراً صلح و امان کے خواستگار ہوگئے اور ان سے اس پر صلح کرلی گئی کہ "وہ مسلمانوں کے مددگار و جاسوس اور جبل اللکام میں سرحدی چوکیوں کے محافظ بن کر رہینگے ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، اور جب وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے مغازی میں شریک ہوں گے تو ان کے دشمنوں میں سے جن کو وہ قتل کریں گے ان کے اموال انھی کو ملیں گے۔ اس صلح میں وہ لوگ بھی داخل تھے جو تاجر و اجیر (= مزدور) اور تابع کی حیثیت سے الانباط وغیرہ اور اہل القریٰ میں سے ان کے شہر میں رہتے تھے؛ ان کا نام "روادیف" رکھا گیا، اس لئے کہ یہ ان میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ شامل ہوگئے تھے۔ بعض کہتے ہیں: یہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر میں اس طرح آئے تھے کہ اُن کے پیچھے گھوڑوں پر سوار تھے، اس لئے ان کا نام 'رُوادیف' رکھا گیا۔

الجُراجمہ والیوں سے کبھی سیدھی طرح پیش آتے اور کبھی کج روی اختیار کرتے اور رومیوں سے خط کتابت کرتے اور ان کی خیرسگالی کرتے۔ جب ابن الزُبَیر کا زمانہ آیا اور مروان بن الحکم مرگیا اور عبدالملک نے خلافت کی خواہش کی، جسے (مروان نے) اپنا ولی عہد کردیا تھا، اور اس نے المُصعب بن الزبیر سے محاربہ کے لئے العراق کی طرف لشکرکشی کی طیاری کی؛ تو رومیوں کا ایک رسالہ جبل اللکام کی طرف نکلا۔ اس کا قائد ان کے قائدوں میں سے ایک تھا اور اس نے لبنان کا رخ کیا، یہاں ایک (۱۶۰)

جماعت کثیر اس سے آملی جس میں الجراجمہ اور انباط اور مسلمانوں کے غلاموں میں سے مفرور غلام تھے۔ عبدالملک نے مجبوراً ایک ہزار دینار فی جمعہ پر (رومی قائد سے) صلح کرلی؛ اور پھر طاغینۃ الروم سے اس پر صلح کی کہ وہ اسے کچھ مال ادا کرے گا، کیونکہ وہ (ابن الزبیر کی طرف) متوجہ ہونے کے باعث (اس سے) جنگ نہیں کرسکتا تھا؛ اور یہ خوف تھا کہ کہیں وہ الشام پر حملہ کرکے اس کو مغلوب نہ کرلے۔ اس صلح میں اس نے معاویہ کا اقتدیٰ کیا۔ جب وہ اہل العراق سے جنگ میں مشغول تھے تو انھوں نے (رومیوں کو) کچھ مال دے کر ان سے صلح کرلی تھی اور بطور یرغمال ان سے کچھ آدمی لئے تھے اور انھیں بعلبک میں رکھا تھا۔

اسی زمانہ میں عمرو بن سعید بن العاصی نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا اور عبدالملک کے نکلتے ہی دِمشق کے دروازہ بند کرلئے، ان وجوہ سے اس کی مشغولیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ سنہ کا واقعہ ہے۔

پھر عبدالملک نے الرومی (یعنے قیصر) کے پاس سُحَیم بن المہاجر کو بھیجا، وہ بھیس بدل کر بڑی ترکیبوں سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ بڑی خیر خواہی کا اظہار کرنے لگا؛ اس نے عبدالملک کی برائیاں کرکے اور اس کو گالیاں دے کر اور اسکی تحقیر کرکے اس کے ہاں تقرب حاصل کیا، حتیٰ کہ وہ اس پر اعتبار کرنے لگا اور اس کے فریب کا شکار ہوگیا۔ ایک دن اس نے موقع پاکر عبدالملک کے موالی کی ایک جماعت اور اُس فوج کے ساتھ جسے اس نے ایک مقام معلوم پر متعین کردیا تھا، اس پر حملہ کیا اور اس کو اس کے ساتھیوں سمیت قتل کردیا، اور جو اس سے مل گئے تھے ان کے لئے امان کا اعلان کیا۔ الجُراجِمہ حمص و دمشق

کے قریوں میں منتشر ہو گئے اور ان میں سے اکثر جبل اللکام میں اپنے شہر کی طرف واپس آ گئے، الانباط اپنے قریوں میں آئے اور غلام اپنے آقاؤں کے پاس۔ میمون الجُرجُمانی بنی ام الحکم ہمشیرۂ معاویہ بن ابی سفیان کا رومی غلام تھا اور وہ (یعنی بنی اُمّ الحکم) ثقفی تھے۔ (میمون) الجُراجمہ کی طرف اس وجہ سے منسوب تھا کہ ان سے اختلاط رکھتا تھا اور ان کے ساتھ مل کر جبل لُبنان (۱۶۱) کی طرف نکلا تھا۔ عبدالملک نے اس کی قوت وشجاعت کی خبر سن کر اس کے آقاؤں سے درخواست کی کہ وہ اس کو آزاد کردیں، انھوں نے اس کو آزاد کر دیا، (عبدالملک نے) اس کو ایک جماعت کا قائد بنا کر انطاکیہ بھیجا، جہاں اس نے مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ الطّوانہ پر حملہ کیا؛ وہ خوب داد شجاعت دینے اور موقف مشہود حاصل کرنے کے بعد شہید ہوا عبدالملک کو اسکی مصیبت کا ملال ہوا، اور اسنے اسکے خون کا بدلہ لینے کیلئے جیش عظیم سے روم پر حملہ کیا۔

کہتے ہیں:— ۸۹ھ میں الجُراجمہ اپنے شہر میں جمع ہوئے الاسکندرُونہ و روسس سے رومیوں کی ایک قوم ان کے پاس آئی، الولید بن عبدالملک نے مَسلَمَہ بن عبدالملک کو ان کی جانب روانہ کیا، وہ مسلمانوں میں سے ایک جم غفیر کے ساتھ ان پر خیمہ زن ہوا، اور ان کو اس (شرط) پر اس نے فتح کرلیا کہ وہ الشام میں جہاں چاہیں جاکر آباد ہوجائیں، ان میں سے ہر ایک کے لئے ۸ دینار جاری کئے جائیں گے، ان کے اہل وعیال کی خوراکوں کے لئے دو مدی گیہوں اور دو قسط تیل مقرر کیا جائیگا، وہ (کسی بات پر) مجبور نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان کی اولاد اور ان کی عورتوں میں سے کسی کو ترک نصرانیت پر (مجبور کیا جائے گا)، اور نہ اس پر کہ وہ مسلمانوں کا سا لباس پہنیں؛ اور یہ کہ ان سے اور ان کے بچوں سے اور ان کی عورتوں سے

جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گے تو جسے وہ قتل کریں گے اس کا مال انہی کو ملے گا۔ ان کے تاجروں کے اموال اور دولتمندوں کی دولت میں سے اتنا ہی (ٹیکس) لیا جائے گا جتنا مسلمانوں کے اموال میں سے لیا جاتا ہے۔ پھر ان کا شہر ویران کردیا، اور انھیں جبل الحوّار وسنح اللولون(۹) وعمق تیزین میں آباد کردیا۔ ان میں سے بعض حمص کی طرف چلے گئے، بطریق الجُرجومہ ایک جماعت کے ساتھ انطاکیہ میں ٹھہرا رہا، اور پھر بلادالروم کی طرف بھاگ گیا۔

کسی عامل نے انطاکیہ میں الجُراجمہ پر نفری جزیہ مقرر کیا، انھوں نے الواثق باللہ رحمہ اللہ کے پاس مرافعہ کیا، وہ خلیفہ تھا، اس نے حکم دیا کہ یہ جزیہ ان سے ساقط کر دیا جائے۔

مجھ سے ایک کاتب نے، جس پر میں اعتماد کرتا ہوں، بیان کیا کہ:— المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ نے الجراجمہ پر جزیہ مقرر کرنے اور ان کے لئے باقاعدہ خوراکیں جاری کرنے کا حکم دیا؛ کیوں کہ یہ وہ لوگ تھے جن سے سرحدی چوکیوں پر مدد وغیرہ کے کام لئے جاتے تھے۔

ابوالخطّاب الازدی مدعی ہے کہ:— اہل الجُرجومہ عبدالملک (۱۶۲) کے زمانہ میں انطاکیہ کے دیہات اور ترائی پر چھاپے مارتے تھے۔ گرمائی مہموں میں جو لوگ پیچھے رہ جاتے یا بعد میں آتے یا لشکر کے ساقہ میں سے جن پر قابو پاتے ان کو قتل کردیتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں انتہا کردی تھی۔ اس غرض سے عبدالملک نے اہل انطاکیہ اور وہاں کے انباط میں سے ایک قوم سرحدی چوکیوں پر مامور کی، اور عساکر الصّوائف کے ساقہ پر بھی ان کو مقرر کیا تاکہ الجُراجمہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس وجہ سے انباط کی اس قوم کا نام الروادیف (= پشتیبان) رکھا گیا۔

اور ان میں سے ہر شخص کے لئے ۸ دینار جاری کئے گئے۔ لیکن پہلی خبر زیادہ معتبر ہے۔

مجھ سے ابو حفص الشامی نے کہا، ان سے محمدؐ بن راشد نے، اور ان سے مکحول نے، کہ:— معاویہ نے ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں سواحل کی طرف البصرہ کے زُط (= جاٹوں) اور السیابجہ[عہ] کی ایک قوم منتقل کی، اور ان میں سے بعض کو انطاکیہ میں بسایا۔ ابو حفص کہتا ہے: انطاکیہ میں ایک محلہ ہے جس کا نام زُط ہے۔ اور ان کی اولاد میں سے ایک قوم بوقا میں ہے، جو انطاکیہ کی عملداری میں ہے، اور وہ زُط کہلاتی ہے۔ الولید بن عبدالملک نے انطاکیہ میں السند (سندھ) کے جاٹوں (زُط) کی ایک قوم منتقل کی تھی جس کو محمدؐ بن القاسم الحجاج کے پاس لے گیا تھا اور الحجاج نے اس کو الشام بھیج دیا تھا۔

مجھ سے محمدؐ بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے کہا:— جبل لُبنان میں ایک قوم نے، جس کو بعلبک کے عامل خراج سے شکایت تھی، خروج کیا؛ صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کسی کو بھیجا، جس نے اس کے قابلِ جنگ مردوں کو قتل کیا، اور ان میں سے جو باقی بچے ان کو ان کے دین پر برقرار رکھا اور ان کے گاؤں کی طرف واپس کر دیا، اور اہل لبنان میں سے ایک قوم کو جلا وطن کیا۔

مجھ سے القاسم بن سلّام نے کہا، اور ان سے محمدؐ ابن کثیر نے، کہ:— الاَوزاعی نے صالح کو ایک طویل خط لکھا، اس میں سے اتنا محفوظ رہ گیا ہے کہ: "جبل لبُنان کے جو اہل الذمہ جلا وطن کئے

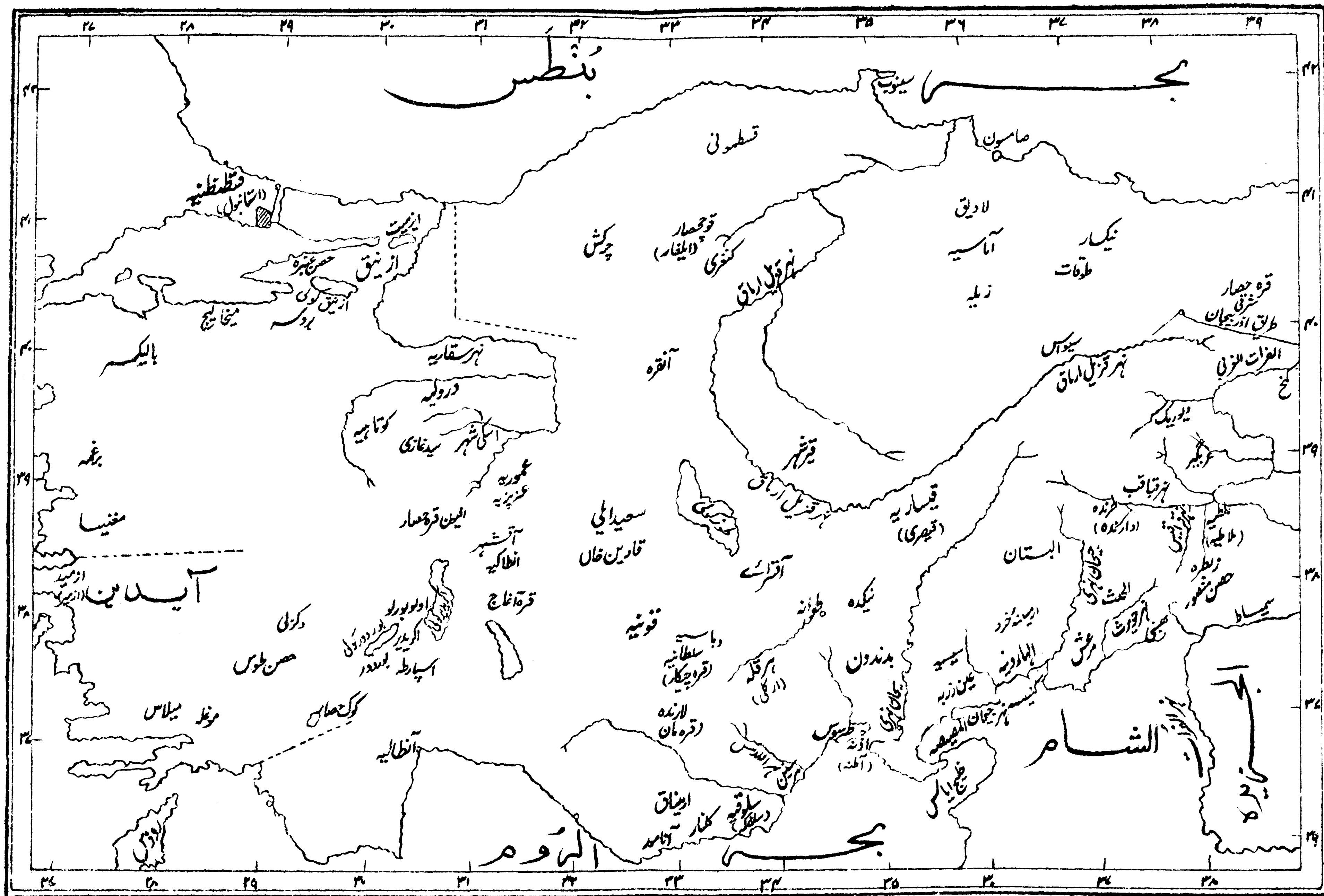
عہ یہ ایک سندھی قوم تھی جو البصرہ میں رہتی تھی اور قید خانوں کی محافظت کرتی تھی۔ الکامل، ص ۴۱ء

گئے ہیں ان میں بعض وہ بھی تھے جنھوں نے خروج کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا تھا، تو نے ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو ان کی بستیوں کی طرف واپس کر دیا۔ ان کی جلا وطنی کے جو کچھ واقعات ہیں وہ تجھے معلوم ہیں؛ پھر یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ عام لوگ خاص لوگوں کے گناہوں میں پکڑے جائیں، حتےٰ کہ انھیں ان کے گھروں سے نکالا اور ان کے اموال سے بے دخل کیا جائے؟ حال آں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (۶: ۱۶۴ یعنے کوئی گنہ گار کسی دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا) اور یہی حکم اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا اقتدیٰ کیا جائے۔ اور وصیتوں میں سب سے زیادہ ملحوظ و مرعی رکھنے کے قابل وصیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے: مَنْ ظَلَمَ معاهداً أو كلّفه فوق طاقته فانا حجيجه (جس نے معاہد پر ظلم کیا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالا (قیامت کے دن) اس کے خلاف میں خود مدعی بنوں گا) اس کے بعد اور اقوال نقل کئے؎

(۱۶۳) مجھ سے محمد بن سہم الانطاکی نے کہا، ان سے معاویہ بن عمرو نے، اور ان سے ابو اسحٰق الفزاری نے، کہ:— بنی امیہ اہل الشام و (اہل) الجزیرہ سے صوائف و شواتی میں بلاد الروم کے ان علاقوں پر، جو ثغور الشام و الجزیرہ سے متصل تھے، حملہ کراتے اور حملوں کے لئے جہاز کھڑے رکھتے، اور سواحل میں محافظ فوجیں مقرر کرتے تھے۔ (لیکن با ایں ہمہ) وہ احتیاط و بیداری میں غفلت اور کمی کرتے تھے۔ جب ابو جعفر المنصور والی ہوا تو اس نے سواحل کے قلعوں اور شہروں کا معائنہ کر کے ان کو آباد و مستحکم

؎ تفصیل کے لئے دیکھو کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۰۔

کیا اور ان میں سے جو مرمت کے محتاج تھے ان کی مرمت کرائی اور یہی اس نے تمام سرحدی شہروں میں کیا۔ پھر جب المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے ان شہروں اور قلعوں میں، جو باقی رہ گئے تھے، اس کام کی تکمیل کی اور ان کی محافظ فوجوں میں اضافہ کیا۔ معاویہ بن عمرو کہتا ہے: ہم نے غزا میں امیرالمومنین ہارون کے اجتہاد، اور جہاد میں ان کی نفاذ بصیرت کے بڑے بڑے مظاہر دیکھے ہیں؛ انھوں نے اس صناعت میں ایسی مہارت دکھائی جو ان سے قبل کسی نے نہیں دکھائی تھی۔ انھوں نے ثغور و سواحل میں اموال تقسیم کیے، اور رومیوں کو نہایت ذلیل و پراگندہ کیا۔ المتوکل علی اللہ نے تمام سواحل میں مراکب (= جہاز) مرتب کرنے اور محافظ فوجیں مقرر کرنے کا حکم دیا۔ یہ ۲۴۷ھ کا واقعہ ہے۔



بلاد الروم

مقیاس الرسم بحساب انگریزی میل

کے لئے رومی جنگ آزما بھیجے جاتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہرقل ان شہروں کے باشندوں کو انطاکیہ سے جاتے وقت اپنے ساتھ لیتا گیا تھا تاکہ مسلمان انطاکیہ و بلادالروم کے درمیان کسی آباد و معمور (شہر) سے نہ گزریں۔ واللہ اعلم۔

مجھ سے ابن طسون[1] البغراسی نے اپنے بزرگوں کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے:۔ ہمارے نزدیک امر متعالم[2] یہ ہے کہ ہرقل ان قلعوں کے باشندوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور ان کو (چو (۱۶۴) طرف) پھیلا دیا۔ مسلمانوں نے جب یہاں حملہ کئے تو ایک متنفس بھی موجود نہ تھا۔ لیکن بسا اوقات یہ ہوتا تھا کہ رومیوں کے جتھے ان مقامات میں کہیں چھپ بیٹھتے اور ان لوگوں پر حملہ کیا کرتے جو لشکر سے الگ ہو جاتے یا پیچھے رہ جاتے تھے۔ شواتی اور صوائف (سرمائی اور گرمائی مہموں) کے والیوں نے (اس کا یہ انتظام کیا کہ) جب بلادالروم میں داخل ہوتے تو ان قلعوں میں گھنے لشکر متعین کر دیتے جو ان (قلعوں) میں ان کے واپس آنے تک رہتے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے اول الدّرب یعنی درب بغراس کس نے عبور کیا؟ بعض کہتے ہیں: میسرہ بن مسروق العبسی نے عبور کیا جن کو ابوعبیدہ بن الجراح نے بھیجا تھا، رومیوں کی ایک جماعت سے، جو ہرقل کے پاس جا رہی تھی اور جس کے ساتھ مستعربہ میں سے غسان و تنوخ و ایاد تھے، اُن کی مٹھ بھیڑ ہوئی، یہ اس پر ٹوٹ پڑے، اس کو قتل کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ پھر مالک الاشتر النخعی، جو انطاکیہ میں تھے اور جنھیں ابوعبیدہ نے ان کی کمک پر بھیجا تھا، ان سے آملے۔ اور بعض کہتے ہیں: اس کو عمیر بن سعد الانصاری

---

[1] کذا فی الاصل۔ غالباً ابن طیثون ہوگا۔

[2] وہ بات جو عام طور پر معلوم ہو۔

نے جَبَلہ بن الاَیہم کی طرف جاتے ہوئے عبور کیا تھا۔

ابوالخطاب الازدی کہتا ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ:— خود ابوعبیدہ ایصائفہ (= گرمائی مہم) پر جاتے ہوئے المَصِّیصَہ وطرسوس سے گزرے تھے، ان مقامات کے باشندہ، اور آس پاس کے قلعوں میں رہنے والے جلاوطن ہو گئے تھے (ابوعبیدہ ملک میں) گھس آئے، اور حملہ کرتے ہوئے زَنْدہ تک پہنچ گئے۔

دوسرے راوی کہتے ہیں کہ (ابوعبیدہ نے) مَیسَرہ بن مسروق کو بھیجا اور زَنْدہ تک پہنچ گئے۔

مجھ سے ابو صالح الفرّاء نے کہا، ان سے اہل دمشق میں سے ایک شخص عبداللہ بن الولید نے، اس سے ہشام بن الغازہ نے، اس سے عبادہ بن نسّی نے (جیسا کہ ابو صالح کا گمان ہے[۴]) کہ:— جب معاویہ نے عَمُّوریَّہ پر ۲۵ھ میں حملہ کیا تو انطاکیہ وطرسوس کے درمیان تمام قلعہ خالی پائے اور تمام قلعوں میں حملوں سے واپس آنے تک کے لئے اہل الشام والجزیرہ وقِنَّسرین کی ایک ایک جماعت متعین کر دی۔ پھر ایک برس بعد یا دو برس بعد یزید بن حُرّ العَبسی کو الصائفہ پر بھیجا، اور یہ حکم دیا کہ جب وہ آگے بڑھیں تو خالی شہروں اور قلعوں میں فوجیں چھوڑتے جائیں دوسرے والی بھی یہی کرتے تھے۔

یہی شخص کہتا ہے:— میں نے کتاب مغازی معاویہ میں دیکھا ہے کہ انھوں نے ۳۱ھ میں ناحیۃ المصِّیصَہ سے حملہ شروع کیا اور دَرَوْلیہ تک جا پہنچے، پھر جب واپس ہوئے تو اس کے اور انطاکیہ کے درمیان کوئی قلعہ ہَدم کئے بغیر نہ چھوڑا۔ (۱۶۵)

مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے بیان کیا، کہ ۸۴ھ میں عبداللہ بن عبدالملک بن مروان الصَّائفہ پر جاتے ہوئے دَرْبِ انطاکیہ سے بلاد الروم میں داخل ہو کر المصِّیصَہ آیا،

اور اِس کا قلعہ اُس نے قدیم بنیادوں پر تعمیر کرایا، اور اس میں تین سو منتخب جنگ آزما متعین کئے جو ساری فوج میں اپنی بہادری اور مضبوطی کے لحاظ سے معروف تھے۔ مسلمان اس سے قبل یہاں سکونت گزیں نہیں ہوئے تھے۔ اس نے یہاں قلعہ کی پہاڑی پر ایک مسجد بنوائی پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا حتیٰ کہ حِصْن سنان پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا؛ یزید بن حُنین الطائی الانطاکی کو (آگے) بھیجا، اس نے چھاپے مارے اور پھر اس کے پاس واپس آگیا۔

ابو الخطاب الاَزْدی کہتا ہے:— عبدالملک بن مروان پہلا شخص تھا جس نے قلعۂ المَصِّیصَہ (عہد) اسلام میں اپنے بیٹے عبداللہ کے ہاتھوں ۸۴ھ میں قدیم بنیاد پر تعمیر کرایا اور اس میں ۸۵ھ میں محافظ فوج متعین کی۔ قلعہ میں ایک کنیسہ تھا جسے اس نے اناج گودام بنادیا۔ گشتی فوج (طوالع) کے دستہ انطاکیہ سے ہر سال جاڑوں جاڑوں یہاں رہتے اور پھر واپس ہوجاتے تھے، ان دستوں میں ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار تک سپاہ ہوتی تھی۔

راوی کہتا ہے:— عمر بن عبدالعزیز المَصِّیصَہ آکر اس کے اناج گودام میں ٹھیرے، اور ارادہ کیا کہ اس کا قلعہ معہ اُن تمام قلعوں کے جو اس کے اور انطاکیہ کے درمیان ہیں، ہدم کرادیں؛ انھوں نے کہا: "میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ رومی اس کے باشندوں کا محاصرہ کریں۔" لیکن جب لوگوں نے انھیں بتایا کہ یہ اس لئے آباد کیا گیا تھا کہ جو لوگ اس میں رہیں وہ رومیوں سے انطاکیہ کی مدافعت کریں، اور یہ کہ اگر آپ اس کو برباد کردیں گے تو دشمن کو انطاکیہ تک کوئی چیز روکنے والی نہیں ہوگی، تو وہ اس ارادہ سے باز آگئے؛ پھر انھوں نے اس کے باشندوں کے لئے ایک مسجد جامع ناحیۂ کفر بَیَّا[ع] میں بنوادی اور اس میں ایک حوض

ع کفر: گاؤں۔

بنوا دیا جس پر ان کا نام مکتوب تھا۔ یہ مسجد المعتصم باللہ کی خلافت میں ویران ہوگئی۔ اس کو مسجد المحصن کہتے تھے۔

راوی کہتا ہے :— پھر ہشام بن عبدالملک نے الربض[1] تعمیر کرایا اور اس کے بعد مروان بن محمد نے (نہر) جیحان کے مشرق میں الخصوص[2] تعمیر کرائے، فصیل بنوائی، اور اس میں لکڑی کا دروازہ لگوایا اور گرداگرد خندق کھدوائی۔ جب ابوالعباس خلیفہ ہوا تو اس نے المصیصہ کی محافظ فوج میں چار سو سپاہ کا اضافہ کیا اور ان کو جاگیریں دیں۔ پھر المنصور نے اپنی خلافت میں المصیصہ میں چار سو آدمیوں (۱۶۶) کی تنخواہیں مقرر کیں، اور ۱۳۹ھ میں مدینۃ المصیصہ کے آباد کرنے کا حکم دیا۔ اس کی فصیل زلزلوں کی وجہ سے کھیل کھیل ہو رہی تھی، اور اس کے باشندہ اندرون شہر کم رہ گئے تھے۔ اس نے شہر پناہ بنانے کا حکم دیا اور جب وہ بن گئی تو ۱۴۱ھ میں اس کے باشندوں کو اس میں لاکر آباد کیا اور اس کا نام المعمورہ رکھا، اور اس جگہ جہاں ہیکل تھا ایک مسجد جامع بنائی جو مسجد عمر سے کئی گنی بڑی تھی۔ پھر المامون کے زمانہ میں عبداللہ بن طاہر بن الحسین نے، جو المغرب کا والی تھا، اس (مسجد) میں اضافہ کیا۔ المنصور نے یہاں ایک ہزار آدمیوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور اہل الخصوص کو، جو ایرانیوں اور صقالبہ اور الانباط و نصاریٰ پر مشتمل تھے اور جنھیں وہاں مروان نے آباد کیا تھا، یہاں منتقل کیا اور انھیں ان کی منازل کے عوض گزوں کے حساب سے شہر میں زمینیں دیں۔ سابقہ منازل مسمار کر دیں، اور نئی منازل کی تعمیر میں ان کو مدد دی، اور تنخواہ دار سپاہیوں کو جاگیریں اور مساکن دیے۔

---

[1] الربض = وہ آبادی یا وہ حصۂ شہر یا وہ عمارتیں جو خارج شہر میں (یعنی شہر پناہ کے باہر) ہوں۔
[2] یہ لکڑی کے مکانات کے تھے اور المصیصہ میں شہر کے باہر بنائے گئے تھے۔

پھر جب المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے بھی المصیصہ میں دو ہزار آدمیوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مگر جاگیریں نہیں دیں، کیونکہ حفاظت کے لئے فوج اور مطوعہ موجود تھے، اور طوالع بھی انطاکیہ سے ہر سال آتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ یہاں کا والی سالم البرلسی ہوا اور اس نے یہاں پانسو جنگ آزما دس دس دینار کی امتیازی تنخواہ پر متعین کر دیئے جس سے شہر کی محافظ فوج کی تعداد و قوت زیادہ ہوگئی؛ یہ المہدی کی خلافت کا واقعہ ہے۔

مجھ سے محمد بن سہم نے مشائخ سرحد کے حوالہ سے بیان کیا کہ:۔ دولتہ مبارکہ کی ابتدا میں رومیوں نے اہل المصیصہ پر اتنا دباؤ ڈالا کہ وہ جلاوطن ہو گئے، صالح بن علی نے جبریل بن یحیی البجلی کو اس کی جانب روانہ کیا اس نے ۱۴۰ھ میں اس کو تعمیر کیا اور لوگوں کو اس میں آباد کیا۔

الرشید نے کفر بیا بنوایا۔ بعض کہتے ہیں: اس کی ابتدا المہدی کی خلافت میں ہوئی تھی؛ الرشید نے اس کو کچھ تغیر کر کے بنوایا اور خندق کھدوا کے محفوظ کیا۔ پھر المامون کے زمانہ میں (یہاں کے باشندوں نے) اس غلہ کی شکایت کی جو اُن کی منازل پر مقرر تھا؛ اور وہ اس نے ساقط کر دیا۔ یہاں کی منازل خانات (سراؤں) جیسی تھیں۔ اور حکم دیا کہ اس کے لئے شہر پناہ بنائی جائے، لیکن اس کے اتمام سے قبل اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر المعتصم باللہ نے اس کے اتمام کا اور اس کو پوری بلندی تک پہنچانے کا حکم دیا۔

کہتے ہیں:۔ المثقب ہشام بن عبدالملک نے حسان بن ماہویہ الانطاکی کے ہاتھ پر قلعہ بند کرا دیا، اس کی خندق کی کھدائی میں اسے

---

[1] وہ خاص محصول ہے جو ان عمارتوں پر لیا جاتا تھا جو سرکاری زمین پر تعمیر کی جاتی تھیں۔

(۱۶۷) پنڈلی کی ایک بہت لمبی ہڈی ملی جو اس نے ہشام کے پاس بھیجدی۔
ہشام نے حِصنِ قَطَرغاش[1] عبدالعزیز بن حَیّان الانطاکی کے ہاتھ پر بنوایا، اور اُسی نے حِصنِ مورّہ[2] اہلِ انطاکیہ میں سے ایک کے ہاتھ پر بنوایا، اور یہ اس لئے بنوایا کہ رومیوں نے اس کے قاصد سے درب اللُّکّام میں عقبۃ البَیضا[3] کے قریب تعرض کیا تھا؛ اس نے یہاں چالیس آدمی متعین کئے، اور الجُراجمہ میں سے بھی ایک جماعت متعین کی، اور بغراس کی چوکی میں پچاس آدمی متعین کئے، اور یہاں ایک گڑھی بنوائی۔ اور اسی نے انطاکیہ کی عملداری میں حِصنِ بوقا تعمیر کرایا جس کی حال میں تجدید و اصلاح کی گئی ہے۔
اور محمدؒ بن یوسف المَرْوَزِی المعروف با بوسعید نے ایک قلعہ رومیوں کے ساحل پر غارت گری کرنے کے بعد المعتصم باللہ رحمہ اللہ کی خلافت میں ساحلِ انطاکیہ پر بنوایا۔
مجھ سے داؤد بن عبدالحمید قاضی الرَّقہ نے اپنے والد کے حوالہ سے اور انھوں نے اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کیا، کہ:۔
عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ المَصِیصَہ کو ڈھادیں اور اس کے باشندوں کو یہاں سے منتقل کر دیں۔ کیوں کہ انھیں رومیوں کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھانی پڑتی تھیں؛ لیکن اس کام کے پورا کرنے سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔
مجھ سے بعض اہلِ انطاکیہ و بَغراس نے کہا:۔ مَسلَمہ بن عبدالملک نے جب عمُّوریہ پر حملہ کیا تو وہ اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی لے گیا اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے وہ بھی اپنی عورتوں کو

---

[1] مراصد: قطرغاشق۔
[2] مراصد: حصن موزار۔
[3] عَقَبَہ: تنگ رستہ، پہاڑ یا پہاڑی کی دشوار گزار چڑھائی۔

اپنے ساتھ لے گئے۔ بنی امیہ یہ اس خیال سے کرتے تھے کہ (قوم) حرم کی غیرت سے جنگ میں زیادہ سخت کوشی کرے۔ عقبۂ بغراس میں اسے ایک بٹیا[1] پر سے گزرنا پڑا جو وادی سے چڑھائی پر جاتی تھی؛ اس راہ روی میں ایک محمل، جس میں ایک عورت تھی، کھڈ میں گر پڑا؛ اس پر مسلمہ نے تمام عورتوں کو پیدل چلنے کا حکم دیا اور وہ پیدل چلیں، اس وجہ سے اس عقبہ کا نام عقبۃ النساء رکھ دیا گیا۔ المعتصم باللہ رحمہ اللہ نے اس کے کنارے پتھر کی چھوٹی سی دیوار بنوادی!

ابوالنعمان الانطاکی کہتا ہے:— اُس رستے میں جو انطاکیہ و المِصِّیصَہ کے درمیان ہے، مَسْبَعَہ[2] تھا، جس میں شیر لوگوں پر حملہ کرتا تھا، جب الولید بن عبدالملک سے اس کی شکایت کی گئی تو اس نے یہاں چار ہزار بھینسیں اور بھینسے بھیجدیئے، جن سے اللہ نے نفع بخشا۔

محمد بن القاسم الثقفی نے، جو الحجاج کی طرف سے سِندھ پر عامل تھا، اپنے علاقہ سے اس کے پاس کئی ہزار بھینسیں بھیجیں، جن میں سے الحجاج نے چار ہزار بھینسیں الولید کے پاس بھیجدیں، اور باقی کَسْکَر کے جنگلوں میں چھوڑوادیں۔ جب یزید بن المہلب خلع کرکے (۱٦۸) قتل کیا گیا اور یزید بن عبدالملک نے بنی المہلب کے اموال ضبط کرلیے تو وہ چار ہزار بھینسیں جو کورِ دِجلہ و کَسْکَر میں تھیں، اس کے ہاتھ آئیں اور اس نے ان کو وہاں کے جاٹوں سمیت المِصِّیصَہ بھجوادیا۔ المِصِّیصَہ میں جو آٹھ ہزار بھینسیں ہیں ان کی اصلیت یہ ہے۔ اہل انطاکیہ و قِنَّسْرِین نے ان میں سے بہت سی بھینسوں پر مروان

---

[1] طریق المُستدقہ، پگ ڈنڈی۔

[2] شیربن۔

بن محمد بن مروان کے فتنہ میں قبضہ کر لیا، لیکن جب المنصور خلیفہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ وہ تمام بھینسیں المَصِّیصَہ کی طرف واپس کر دی جائیں۔ رہیں انطاکیہ کی بھینسیں، تو وہ درحقیقت ان جاٹوں کی تھیں جو ان کے ساتھ آئے تھے۔ اور یہی اصلیت بوقا کی بھینسوں کی ہے۔

ابوالخطاب الازدی کہتا ہے:۔ وہ پل جو اَذَنَہ کے راستے میں المَصِّیصَہ سے ۹ میل[1] پر ہے ۱۲۵ھ میں تعمیر کیا گیا تھا، اس کو جسر الولید کہتے ہیں، یہ وہی الولید بن یزید بن عبدالملک ہے جسے قتل کیا گیا تھا۔

ابو النعمان الانطاکی وغیرہ کہتے ہیں:۔ اَذَنَہ ۱۴۱ھ یا ۱۴۲ھ میں تعمیر کیا گیا۔ یہاں اہل خراسان کی فوج مسلمہ بن یحییٰ البجلی کے ساتھ اور اہل الشام کی فوج مالک بن اَدْہَم الباہلی کے ساتھ خیمہ زن تھی۔

کہتے ہیں:۔ ۱۶۵ھ میں المہدی نے اپنے بیٹے ہارون الرشید کو بلاد الروم پر حملہ کرنے بھیجا، وہ خلیج پر اترا، پھر آگے بڑھا، یہاں اس نے المَصِّیصَہ اور اس کی مسجد کی مرمت کرائی، اس کی محافظ فوج میں اضافہ کیا اور اس کے باشندوں کو قوی کیا اور جسر اَذَنَہ کے قریب سَیْحان پر ایک قصر بنوایا۔ المنصور نے صالح بن علی کو بلاد الروم پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس نے ہلال بن ضَیْغم کو اہل دمشق و الاُردن وغیرہ کی جماعت کے ساتھ بھیجا اور اس نے یہاں یہ قصر بنوایا؛ لیکن اس کی بنا محکم نہیں تھی، اس لئے الرشید نے اس کو منہدم کرا کے (از سرِ نو) تعمیر کرایا۔ پھر ۱۹۴ھ[2] میں ابوسلیم بن فرج الخادم

---

[1] عربی میل ایک ہزار باع کا ہوتا تھا؛ اس حساب سے وہ انگریزی میل سے کوئی چار سو گز زیادہ ہوگا۔ تقویم البلدان، تحقیق امر المساحۃ۔

[2] یاقوت نے ۱۹۳ھ لکھا ہے۔ ج ۱، ص ۱۷۹۔

اَذَنَہ بنوایا، اس کی بنا محکم کی، اس کو قلعہ بند کیا اور اہل خراسان وغیرہ میں سے لوگوں کو زیادہ تنخواہوں پر بلاکر یہاں متعین کیا۔اور یہ (سب کچھ) محمدؐ بن الرشید کے حکم سے کیا گیا۔ پھر اس نے قصر سَیحَان کی مرمت کرائی۔ الرشید نے ۱۹۳ھ میں وفات پائی، اعتشار الثغور[1] پر اس کا عامل ابوسُلیم تھا؛ محمدؐ نے اس کو برقرار رکھا۔ یہی ابوسُلیم انطاکیہ میں صاحب الدّار تھا۔ (۱۶۹)

مجھ سے محمدؐ بن سعد نے کہا، اور اس سے الواقدی نے، کہ:— الحسن بن قحطبۃ الطّائی ۱۶۲ھ میں اہل خراسان واہل المَوصِل و(اہل) الشام اور الیمن کی کمک اور العراق و الحجاز کے مُطوِعَہ کے ساتھ بلادالروم پر حملہ آور ہوا، اور اس نے طرسوس سے گزرتے ہوئے المہدی کو اس کے بنانے اور قلعہ بند کرنے اور اس میں محافظ فوج متعین کرنے کے لئے لکھا، اور اُسے بتایا کہ (اگر ایسا کیا گیا تو) اس سے اسلام بہت بے فکر ہو جائے گا اور دشمن اپنے حیلوں اور اپنی سازشوں میں ذلیل و ناکام ہوگا۔ الحسن نے اس حملہ میں خوب دادِ شجاعت دی اور روم کی زمین پامال کر ڈالی، حتیٰ کہ رومیوں نے اس کا نام الشَّیْتَن (شیطان) رکھ دیا۔ اس کے ساتھ اس حملہ میں مندل العَنَزِی محدث الکوفی اور مَعْمَر بن سلیمان البصری بھی تھے۔

مجھ سے محمدؐ بن سعد نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے سعد بن الحسن نے کہا، کہ:— الحسن بلادالروم سے واپسی میں مرج طرسوس پر اترا اور اس کی طرف آیا، یہ ویران ہو رہا تھا، اس میں چوطرف پھرا اور اس کو اس نظر سے دیکھا کہ اس میں کتنے آدمی آباد ہو سکتے ہیں؛ اور اس کو ایک لاکھ آدمیوں کے آباد ہونے کے قابل پایا۔ پھر جب وہ المہدی کے پاس آیا تو

---

[1] سرحدوں کے مداخل و مخارج۔

اس سے اس کا وصف بیان کیا اور کہا : اس کی تعمیر و تحصین میں دشمن کے لئے بڑی ذلت و نامرادی اور اسلام کے لئے بڑی عزت و سربلندی ہے ؛ اور یہی بات اس نے الحدث کی نسبت بھی کہی اور اس کے مدینہ کی تعمیر پر اس کو راغب کیا۔ (المہدی نے) اس کو طرسوس کی تعمیر کا حکم دیا اور یہ کہ (تعمیر کی) ابتدا الحدث سے کی جائے ، چنانچہ وہ بنایا گیا اور المہدی نے (اس کو) طرسوس کی تعمیر کی وصیت کی ۔

پھر جب ۱۷۱ھ کی ابتدا میں الرشید کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے باہم مشورہ کرکے یہ طے کیا ہے کہ طرسوس پر خروج کریں اور اس کو قلعہ بند کرکے اس میں جنگ آزما ترتیب دیں ، تو اس کی روک تھام کے لئے اس نے ۱۷۱ھ میں الصّائفہ پر ہَرثمہ بن اعین کو بھیجا اور اس کو طرسوس کے بنانے اور اس کے آباد کرنے اور اس کو مرکزی شہر بنانے کا حکم دیا ، اس نے امتثال امر کیا اور الرشید کے حکم سے اِس کے معاملات کا اجرا فَرَج بن سُلَیم الخادم کے ہاتھ پر ہوا ؛ وہ اس کے بنوانے پر کسی اور کو مامور کرکے مدینۃ السلام آیا ، اور یہاں سے اس نے (طرسوس کی جانب) پہلی کھیپ میں اہل خراسان میں سے تین ہزار اور دوسری کھیپ میں دو ہزار آدمی بھیجے ، جن میں ایک ہزار المِصّیصَہ کے تھے اور ایک ہزار انطاکیہ کے ؛ اور (ان کی تنخواہوں میں) فی کس دس دس دینار کا اضافہ کیا ۔ پہلی کھیپ المیدان میں باب الجہاد پر یکم (۱۷۰) محرم ۱۷۲ھ کو خیمہ زن ہوئی اور اس کی تعمیر و تحصین اور اس کی مسجد کے بن چکنے تک خیمہ زن رہی ۔ فَرَج نے ایک نہر سے دوسری نہر کے درمیان کی زمین کی پیمائش کی ، جس میں بیس بیس گز مربع کے چار ہزار قطعہ نکلے اور وہ اس نے اہل طرسوس کو جاگیر میں دے دیئے ۔ دونوں کھیپیں ربیع الآخر ۱۷۲ھ میں

شہر میں جا بسیں۔

کہتے ہیں:۔ عبدالملک بن صالح نے یزید بن مخلّد الفزاری کو طرسوس کا عامل کیا، لیکن ان خراسانیوں نے جو یہاں آباد تھے، اس کو نکال دیا؛ وہ اس سے اس وجہ سے گھبراتے تھے کہ وہ ہُبَیری تھا۔ اس پر (یزید نے) ابو الفوارس کو اپنا جانشین کیا، اور عبدالملک بن صالح نے اس کو برقرار رکھا۔ یہ ۱۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

محمد بن سعد نے کہا مجھ سے الواقدی نے بیان کیا ہے کہ:۔ اہل سِیسِیَۃ جلاوطنی اختیار کرکے ۱۹۳ھ یا ۱۹۴ھ میں روم کے بالائی علاقہ میں چلے گئے؛ سِیسِیَۃ تل عین زربہ کا شہر تھا اور المتوکل علی اللہ کی خلافت میں علی بن یحییٰ الارمنی کے ہاتھ پر آباد کیا گیا تھا، پھر رومیوں نے اس کو برباد کر دیا۔

کہتے ہیں:۔ جس نے بلاد الروم میں سے آتش زدہ انطاکیہ[عـــہ] کو آگ لگائی وہ عباس بن الولید بن عبدالملک تھا۔

کہتے ہیں:۔ تل جُبَیر انطاکیہ کے فارسیوں میں سے کسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس نے اس کے قریب ایک جنگ کی تھی، یہ طرسوس سے دس میل سے کم فاصلہ پر ہے۔

کہتے ہیں:۔ وہ قلعہ جو ذی الکلاع کے نام سے معروف ہے دراصل ذوی القلاع ہے، اس وجہ سے کہ وہ تین قلعوں پر مشتمل ہے۔ بعد میں اس کے نام میں تحریف کی گئی، رومی زبان میں اس نام کے معنی ہیں: "قلعہ جو کواکب کے ساتھ ہے"۔

کہتے ہیں:۔ کنیسۃ الصُّلح کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب رومی الرشید کے پاس صلح کی غرض سے آئے تھے تو انھوں نے

عـــہ ہمدانی نے لکھا ہے: چار شہر جنتی ہیں: مکہ، المدینہ، ایلیا، اور دمشق؛ اور چار شہر ناری ہیں: انطاکیہ، طُوانہ، قسطنطینیہ اور صنعاء۔ ص ۳۷۔

یہیں قیام کیا تھا۔

مَرَجِ حسین، حسین بن مسلم الانطاکی کی طرف منسوب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اس نے ایک جنگ کی تھی اور دُشمن کا بھُرکس نکال دیا تھا۔

کہتے ہیں:۔ المہدی نے اپنے بیٹے ہارون الرشید کو ۱۶۳ھ میں حملہ کرنے بھیجا، اس نے اہل صَمَالُو[1] کا محاصرہ کیا، یہ وہی جگہ ہے جس کو عوام سَمَالُو کہتے ہیں؛ انھوں نے اپنے دس گھرانوں کے لئے امان مانگی جن میں القومس[2] بھی تھے، اور انھیں امان دی گئی؛ ان سے یہ شرط کی گئی تھی کہ انھیں جدا نہیں کیا جائے گا اس لئے انھیں بغداد میں باب الشماسیۃ پر اتارا گیا، یہاں انھوں نے اپنے محلہ کا نام سَمَالُو رکھا، جو معروف ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں المہدی کے حکم سے اترے تھے، اسی نے ان کی (۱۷۱) جاں بخشی کی تھی اور انھیں اس جگہ جمع کیا تھا، اور ان کو اس کا نام سَمَالُو رکھنے کی اجازت دی تھی۔ پھر الرشید کے حکم سے اُن لوگوں پر بولی بولی گئی جو قلعہ میں باقی رہ گئے تھے اور انھیں فروخت کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک حُبشی گرفتار کیا گیا جو الرشید کو اور مسلمانوں کو گالیاں دیتا تھا اور اسے شہر کے برجوں میں سے ایک برج پر سولی دی گئی۔

مجھ سے احمد بن الحارث الواسطی نے کہا، ان سے محمد بن سَعد نے، اور ان سے الواقدی نے، کہ:۔ ۱۸۰ھ کی ابتدا میں الرشید نے عَیْنِ زَرْبَہ کی تعمیر و تحصین کا حکم دیا، اور یہاں اہل خراسان وغیرہ کو بھیجا، اور انھیں رہنے کو منازل

---

[1] مراصد: صمالوا۔

[2] قومس: وہ شخص جو دو سو آدمیوں کا سردار ہو۔ قدامہ، ص ۲۵۵۔

عطا کیں۔ پھر ۱۸۳ھ کے شروع میں الہارونیہ کے بنانے کا حکم دیا اور جب وہ بن چکا تو اس میں محافظ فوج متعین کی، جس میں مُطوِّعہ بھی تھے؛ اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس کی تعمیر اس نے المہدی کی خلافت میں شروع کرادی تھی لیکن تکمیل خود اس کی خلافت میں ہوئی۔

کہتے ہیں:۔ کَنِیسَۃُ السَّوداء سنگِ سیاہ کا تھا، یہ رومیوں نے بہت قدیم زمانہ میں بنایا تھا۔ اس کی ایک گڑھی تھی جو عام بربادی کے زمانہ میں خراب ہو گئی۔ الرشید نے کَنِیسَۃُ السَّوداء کی تعمیر و تحصین کا حکم دیا اور زیادہ تنخواہوں پر یہاں جنگ آزما بھیجے۔

مجھے اہل الثغر میں سے عزّون بن سَعد نے خبر دی کہ:۔ رومیوں نے اس پر غارت گری کی، القاسم بن الرشید اسوقت دابق میں تھا، رومی اس کے باشندوں میں سے چند آدمی اور چند مواشی پکڑ کر لے گئے، المصّیصہ کے باشندوں اور مُطوِّعہ نے ان کا تعاقب کیا اور جو کچھ وہ لے جا رہے تھے ان سے چھین لیا اور ان میں سے بہتوں کو قتل کیا؛ باقی ماندہ منکوب ہوکر فرار ہوگئے۔ اس کے بعد الرشید نے مدینہ (= شہر) کو قلعہ بند کرنے اور اس کی مرمت کرنے کے لئے کسی کو بھیجا، اور یہاں کی محافظ فوج میں اضافہ کیا۔ المعتصم باللہ نے عَین زَربہ اور اس کے مضافات میں ان جاٹوں کو آباد کیا جو واسط و البصرہ کے درمیان البطائح پر چھا گئے تھے، اور ان سے یہاں کے باشندوں نے فائدہ اٹھایا۔

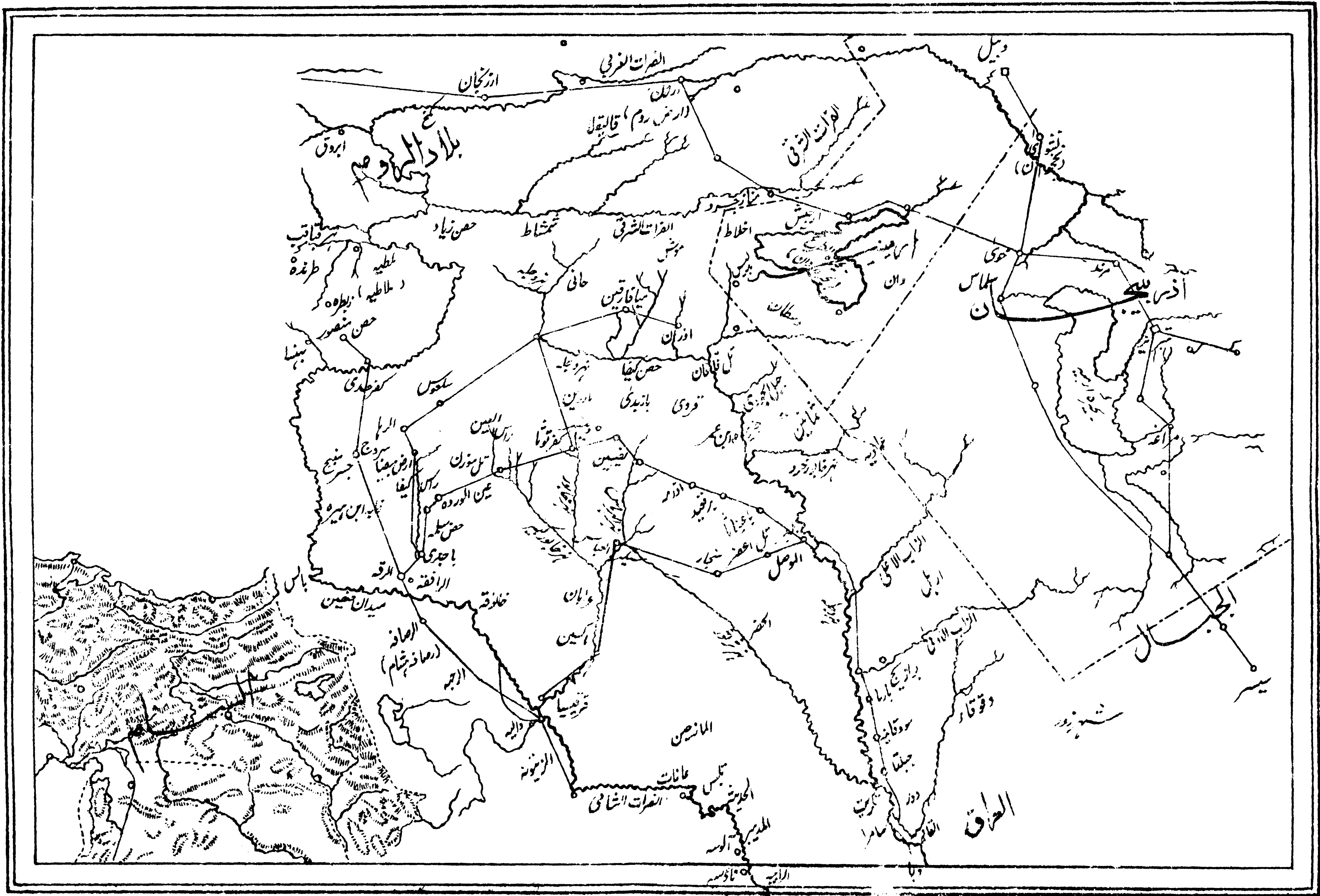
مجھ سے ابوصالح الانطاکی نے کہا:۔ ابواسحٰق الفزاری سرحد کی زمینیں خریدنے سے کراہت کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ابتدا میں اس پر ایک قوم نے قبضہ کیا اور رومیوں کو یہاں سے نکال دیا؛ مگر یہ زمینیں ان کے درمیان تقسیم نہیں ہوئیں

اور دوسروں کی طرف منتقل ہوگئیں۔ اس معاملہ میں یہ ایسا شبہ ہے کہ عاقل کے لئے اس کا ترک ہی بہتر ہے۔

ثغور میں معافی کی بہت سی زمینیں تھیں جن کی وجہ سے یہاں کی عشری آمدنی اتنی کم ہوگئی تھی کہ اس کے مصارف کے لئے ناکافی ہوتی تھی؛ اس لئے المتوکل نے ۲۴۳ھ میں حکم دیا کہ تمام معافیاں باطل کردی جائیں اور وہ باطل کردی گئیں۔

حصّہ سوم

فتوح الجزیرہ — ارمینیہ



بلاد الروم
ارزنجان
الفرات الغربي
قاليقلا
ابروق
الفرات الشرقي
حصن زياد
شمشاط
ملطية
زبطرة
حصن منصور
ارمينية
اخلاط
وان
خوى
سلماس
مرند
آذربيجان
دبيل
ميافارقين
حصن كيفا
سميساط
الرها
حران
سروج
جسر منبج
منبج
رأس العين
عين الوردة
نصيبين
الموصل
سنجار
الرقة
الرافقة
بالس
صفين
الرصافة
قرقيسيا
الرحبة
عانات
الفرات الشامي
الحديثة
هيت
تكريت
سامرا
دقوقا
اربل
الزاب الاعلى
الزاب الاسفل
العراق
الجبال
الجزيرة
مقياس الرسم

فتوح الجزیرہ

(۱۷۲)

مجھ سے داؤد بن عبدالحمید قاضی الرّقہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے، اور ان سے میمون ابن مہران نے، کہ:— پورا الجزیرہ عیاض بن غنم نے ابوعبیدہ کی وفات کے بعد فتح کیا اور (حضرت) عمر بن الخطاب نے ان کو یہاں کا والی کردیا۔ ابوعبیدہ نے ان کو الشّام پر اپنا قائم مقام کیا تھا۔ (حضرت) عمر بن الخطاب نے یزید بن ابی سفیان کو اور ان کے بعد معاویہ کو الشام کا والی کیا، اور عیاض کو الجزیرہ پر حملہ کا حکم دیا۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے متعدد اہل الجزیرہ نے، اور ان سے سلیمان بن عطاء القرشی نے، کہ:— ابوعبیدہ نے عیاض بن غنم کو الجزیرہ بھیجا، وہ ابوعبیدہ کی وفات کے وقت یہیں تھے، پھر (حضرت) عمر نے ان کو یہاں کا والی کردیا۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، ان سے عبداللہ بن محمد النفیلی نے، اور ان سے سلیمان ابن عطاء نے، کہ:— عیاض بن غنم نے

الرُّہا فتح کیا، ان کو اس مہم پر ابوعبیدہ نے بھیجا تھا، یہ اس کے دروازہ پر آکر ٹھہرے ــــ اس وقت یہ اپنے کمیت گھوڑے پر سوار تھے ــــ اور یہاں کے باشندوں نے ان سے اس پر صلح کرلی کہ ان کا ہیکل اور جو کچھ اس کے اردگرد ہے انہی کے پاس رہے، وہ اُن کنیسوں کے علاوہ جو موجود ہیں کوئی نیا کنیسہ نہیں بنائیں گے، اور دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ لیکن اگر انھوں نے ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی ترک کی تو ان کے لئے کوئی ذِمّہ باقی نہیں رہے گا۔ پھر اہل الجزیرہ نے بھی (ویسی ہی شرائط) قبول کرلیں جیسی (شرائط) اہل الرُّہا نے قبول کی تھیں۔

محمد بن سعد کہتا ہے، الواقدی نے کہا کہ ہم نے عِیاض کے متعلق جو کچھ سنا ہے وہ یہ ہے، کہ:ــــ ۱۸ھ کے طاعون عمواس میں ابوعبیدہ نے انتقال کیا اور عیاض کو اپنا قائمقام کیا؛ پھر ان کے پاس (حضرت) عمر کے پاس سے حِمص و قِنَّسرین و الجزیرہ کی ولایت کا حکم آیا اور وہ نصف ماہ شعبان ۱۸ھ کو جمعرات کے دن پانچہزار فوج کے ساتھ الجزیرہ کی طرف روانہ ہوگئے، ان کے مقدمہ پر مَیسَرہ بن مَسرُوق العَبسی اور میمنہ پر سعید بن عامر بن حِذیَم الجُمَحی اور مَیسَرہ پر صَفوان بن مُعطّل السُّلَمی تھے، اور اسی میں خالد بن الولید تھے۔ لیکن بعض کہتے ہیں: خالد

(۱۷۳) ابوعبیدہ کی وفات کے بعد کسی کے علم کے نیچے نہیں گئے، اور حِمص میں مقیم ہوگئے، اور یہیں ۲۱ھ میں انھوں نے وفات پائی، اور (حضرت) عمر کو اپنی وصیت لکھ بھیجی۔ بعض کہتے ہیں: (خالد نے) المدینہ میں وفات پائی؛ لیکن یہ خبر زیادہ معتبر ہے کہ انھوں نے حِمص میں وفات پائی۔

کہتے ہیں:ــــ عِیاض کی طلیعہ[ع] نے الرَّقہ پہنچکر ایک آبگیر کی

ع طلیعہ (ج: طلائع۔ یہ طالعہ سے، جس کی جمع طوالع آتی ہے، الگ ہے)۔ تین چار

آبادی پر، جو عربوں اور کسانوں کی ایک قوم پر مشتمل تھی، چھاپہ مارا اور اس میں بہت سی غنیمت اس کے ہاتھ آئی۔ آبگیر کے باشندوں میں سے جو بچ نکلے وہ بھاگ کر شہر میں چلے گئے۔ عیاض آگے بڑھکر باب الرُّہا پر خیمہ زن ہوئے، یہ اس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ تھا۔ اہل شہر نے مسلمانوں پر گھنٹہ بھر تیر باری کی جس سے بعض مسلمان زخمی ہوئے؛ عیاض پیچھے ہٹے کہ دشمن کے تیر اور پتھر ان تک نہ پہنچ سکیں، اور انھوں نے گھوڑے پر سوار ہوکر شہر کے گرد چکر لگایا، اور اس کے دروازوں پر فوج کی ٹکڑیاں متعین کیں؛ پھر اپنے لشکر میں آئے اور (شہر کے چاروں طرف) سرایا پھیلا دیئے، جنھوں نے دیہات سے قیدی پکڑے اور کثیر سامان خوراک حاصل کیا — یہ فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا — جب اس حالت کو پانچ چھ مہینے گزر گئے تو شہر کے قائد (= بطریق) نے عیاض کے پاس طلب امان کا پیغام بھیجا، عیاض نے اس کو امان دی اور شہر کے تمام باشندوں کی جانوں اور ان کے مالوں اور ان کی اولاد اور ان کے شہر کو امان دے کر اس سے صلح کرلی، اور کہا: "مگر زمین ہماری ہے، کیونکہ ہم نے اس کو مغلوب کیا ہے اور اس کی حفاظت کی ہے۔" پھر ساری زمین خراج پر انھی کے پاس رہنے دی، اور جن زمینوں کے لینے سے انھوں نے انکار کیا وہ عشر پر مسلمانوں کو دے دیں۔ عیاض نے تمام اہل الرّقہ پر عورتوں اور بچوں کے سوا فی کس ایک دینار سالانہ جزیہ لگایا اور چند قفیز[ع] گیہوں مقرر کئے اور کچھ مقداریں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آدمیوں کی ٹکڑی جو بطور مقدمہ یا دشمن کے راز اور اس کے ملک کی اطلاعات حاصل کرنے کے لئے بھیجی جائے۔ اس کا اطلاق ایک آدمی پر بھی ہوسکتا ہے۔

ع قفیز: ایک پیمانہ ہے جس میں دس مکّوک اناج سماتا ہے — الاحکام السلطانیہ۔

تیل اور سرکہ اور شہد کی۔ جب معاویہ والی (= فرماں روا) ہوئے تو انھوں نے یہ چیزیں جزیہ کی حیثیت سے ان پر لازم کر دیں۔ اہل شہر نے شہر کے دروازہ کھول دیئے، اور باب الرّہا پر مسلمانوں کے لئے ایک بازار لگایا۔ عیاض نے انھیں یہ تحریر دی:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ وہ تحریر ہے جو عیاض بن غنم نے الرَّقَّہ میں داخل ہونے کے دن اہل الرقہ کو دی۔ اس نے ان کی جانوں اور ان کے اموال کو امان دی ہے۔ نہ ان کے کنیسہ خراب کئے جائیں گے اور نہ ان میں سکونت کی جائے گی (حتی کہ) وہ مقررہ جزیہ ادا کرتے رہیں، کوئی خفیہ سازش نہ کریں، کوئی کنیسہ اور بیعہ نہ بنائیں، علی الاعلان ناقوس نہ بجائیں، باعوث[۱] نہ منائیں، اور صلیب نہ نکالیں۔ اس پر خدا گواہ ہے اور اسی کی گواہی کافی ہے۔" اس کے خاتمہ پر عیاض نے اپنی مہر ثبت کی۔

کہا جاتا ہے کہ :- عیاض نے اہل الرَّقَّہ کے ہر بالغ پر چار دینار جزیہ لگایا مگر یہ ثابت نہیں ہے، بلکہ امر ثابت یہ ہے کہ ان کے بعد (حضرت) عمر نے جب عُمَیر بن سعد کو والی کیا تو انھیں حکم دیا کہ اس کے باشندوں پر فی کس چار دینار مقرر کرو جس طرح کہ اہل زر پر مقرر کیا گیا ہے۔ (۱۷۴)

کہتے ہیں:- پھر عیاض نے حرّان کی طرف کوچ کیا اور باجُدّئی پر ٹھیر کر اپنے ہراول کو آگے بھیجدیا؛ اہل حرّان نے نے (اس کے پہنچتے ہی) دروازہ بند کر لئے، لیکن جب (عیاض)

---

[۱] ایسٹر کی عید جو نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی خوشی میں ہر سال اتوار کے دن مناتے ہیں۔

یہاں پہنچے تو اہل شہر میں سے الحرٗنانیہؔ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اہل شہر میں سے ایک جماعت ہمارے ہاتھ میں ہے، تم الرُّہا کی طرف جاؤ، وہاں کے باشندہ جن امور پر صلح کرلیں گے ہم بھی انہی امور پر راضی ہوجائیں گے اور تمہارے اور نصارائے حرّان کے درمیان رستہ صاف کردیں گے تاکہ تم ان سے بات چیت کرسکو۔" نصارائے (حرّان) کو جب یہ خبر ہوئی کہ الحرٗنانیہؔ نے (عیاض کو) یہ پیغام بھیجا ہے تو انھوں نے بھی اسی پر اپنی رضامندی ظاہر کی جس پر الحرٗنانیہ نے اپنی رضامندی ظاہر کی تھی؛ وہ الرُّہا آئے، یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں پر گھنٹہ بھر تیر برسائے، پھر ان کے جنگ آزما میدان میں نکلے، مسلمانوں نے انھیں ہزیمت دی حتےٰ کہ ان کو مدینہ (= شہر) میں پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد وہ صلح و امان کے طالب ہوئے، عیاض نے (ان کی درخواست) قبول کرلی اور انھیں ایک تحریر دی جو یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عیاض بن غَنم کی طرف سے الرُّہا کے اُسقُف کے لئے ہے۔ اگر وہ میرے لئے اس شرط پر شہر کا دروازہ کھولے گا کہ ہر شخص کی طرف سے ایک دینار اور دو مُدّی گیہوں دے گا تو اس کی جان اور اس کے اموال کے لئے، اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے ساتھی اور پیرو ہوں، امان ہے۔ اُس پر گم کردہ راہوں کی رہنمائی، پُلوں اور سڑکوں کی درستی، اور مسلمانوں کی خیرخواہی لازم ہے۔ اس پر خدا گواہ ہے اور اسی کی گواہی کافی ہے۔"

داؤد بن عبدالحمید نے اپنے والد کے حوالہ سے، اور

انھوں نے اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کیا، کہ :— عیاض نے اہل الرُّہا کو یہ تحریر دی :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عیاض بن غنم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کی جانب سے اہل الرُّہا کے لئے ہے۔ میں تمھارے اموال اور تمھاری اولاد اور تمھاری عورتوں اور تمھاری چکیوں اور تمہارے شہر کو اس وقت تک کے لئے امان دیتا ہوں کہ تم وہ حق ادا کرتے رہو جو تم پر عاید کیا گیا ہے ہماری طرف سے تم پر لازم ہے کہ تم ہمارے پل درست رکھو اور ہمارے گم کردہ راہوں کی رہنمائی کرو۔ اس پر اللہ اور اس کے ملائکہ اور مسلمان گواہ ہیں۔"

راوی کہتا ہے :— پھر عیاض حرّان آئے اور صَفوان بن المُعَطّل اور حبیب بن مَسلمۃ الفہری کو سُمَیساط کی طرف بھیجا! عیاض سے اہل حرّان نے انہی شرائط پر صلح کرلی جن پر اہل الرُّہا نے صلح کی تھی، اور ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ انھوں نے ایک شخص کو یہاں کا والی کیا اور خود سُمَیساط کی طرف روانہ ہوگئے، جہاں صَفوان بن المُعَطّل و حبیب بن مَسلمہ خیمہ زن تھے اور اس کے دیہات میں سے دیہات پر اور اس کی گڑھیوں میں سے (۱۷۵) گڑھیوں پر غالب ہوچکے تھے۔ یہاں کے باشندوں نے (عیاض سے) ویسی ہی صلح کرلی جیسی اہل الرُّہا نے کی تھی۔ عیاض یہ کرتے تھے کہ الرُّہا سے نکل کر حملہ کرتے اور پھر اسی کی جانب واپس آجاتے۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے مَعمَر نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ :— الجزیرہ میں

قدم بھر جگہ بھی ایسی نہیں رہی تھی جو (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عیاض بن غنم کے ہاتھ پر فتح نہو گئی ہو۔ حرّان، الرُّہا، الرَّقہ، قرقیسیا، نصیبین اور سنجا (انہی نے) فتح کئے۔

مجھ سے محمد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن مسلمہ نے، ان سے فرات بن سلمان نے، اور ان سے ثابت بن الحجاج نے، کہ:— عیاض نے الرّقہ، حرّان الرُّہا، نصیبین، میّافارقین، قرقیسیا، اور الفرات کے تمام دیہات اور اس کے مدائن صلحاً اور اس کی زمین عنوۃً فتح کی۔

مجھ سے محمد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے ثور بن یزید نے، اور ان سے راشد بن سعد نے، کہ:— عیاض نے الجزیرہ اور اس کے مدائن (یعنی شہر) صلحاً اور اس کی زمین عنوۃً فتح کی۔

یہ بھی روایت ہے کہ:— جب عیاض الرّقہ سے حرّان آئے تو اس کو خالی پایا، کیوں کہ اس کے باشندہ الرُّہا چلے گئے تھے۔ پھر اس کے فتح ہو جانے کے بعد انھوں نے اپنے مدینہ (شہر) کے لئے وہیں بیٹھے بیٹھے الرُّہا جیسی صلح کر لی۔

مجھ سے ابو ایوب الرَّقی المؤدب نے کہا، ان سے الحجاج بن ابی منیع الرّصافی نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:— عیاض نے ایک ہی سی صلح پر الرّقہ فتح کیا، پھر الرّہا، پھر حرّان، اور پھر سُمَیساط۔ اس کے بعد سَروج و راسکیفا و ارض البیضا آئے اور ان کی زمینوں پر غالب ہو گئے اور ان کے باشندوں سے الرُّہا جیسی صلح کر لی۔ پھر اہل سُمَیساط نے بغاوت کی، یہ اس کی خبر سنتے ہی ان کی طرف روانہ ہو گئے، ان کا محاصرہ کیا اور ان کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد انھیں خبر ملی کہ

اہل الرُّہا نے عہد شکنی کی ہے، لیکن جُونہی یہ وہاں پہنچے انھوں نے ان کے لئے اپنے مدینہ (=شہر) کے دروازہ کھول دیئے، یہ شہر میں داخل ہوئے اور ان پر ایک جماعت کے ساتھ اپنا عامل مقرر کردیا۔ پھر قُرَیات الفُرات — اور یہی جسر منبج ہے — اور اس کی ذوات کی طرف روانہ ہوئے اور ان سب کو ایسی ہی صلح پر فتح کرلیا۔ پھر عین الوَرْدہ یعنے رأس العین آئے، یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا، یہ ان کو چھوڑکر تلِّ مَوْزِن کی طرف بڑھے اور اسکو الرُّہا جیسی صلح پر فتح کرلیا۔ یہ ۱۹ھ کے واقعات ہیں۔ (۱۷۶)

عِیاض نے قَرقیسیا کی جانب حبیب بن مَسلمۃ الفہری کو بھیجا اور انھوں نے الرَّقّہ جیسی صلح پر اس کو فتح کرلیا۔

عِیاض نے آمد بغیر قتال الرُّہا جیسی صلح پر فتح کیا، اور ایسی ہی صلح پر مَیّافارقِین وقلعۂ کفر تُوثا فتح کئے۔ نَصِیبین بعدِ قتال الرُّہا جیسی صلح پر فتح کیا، اور طور عَبْدِین وقلعۂ مارِدین و دارا (آمد جیسی صلح پر)، اور قَرْدیٰ و بازَبْدیٰ، نَصِیبین جیسی صلح پر۔ الزَّوزان کا بطریق ان کے پاس آیا اور اس نے اپنی زمین کے لئے خراج پر ان سے صلح کرلی، یہ ۱۹ھ اور محرم ۲۰ھ کے واقعات ہیں۔ اس کے بعد وہ اُوزَن کی طرف گئے اور نصیبین جیسی صلح پر اس کو فتح کیا۔ الدَّرْب میں داخل ہوئے اور بَدلیس پہنچے اور اس کو عبور کرکے خلاط گئے، اور اس کے بطریق سے صلح کرلی۔ پھر اَرْمِینیَہ میں عَیْن الحامِضہ پر جاکر رُکے، اِس سے آگے نہیں بڑھے، اور واپس ہوگئے۔ انھوں نے بَدلِیس کے حاکم کو خِلاط کا جزیہ وخراج وصول کرنے کا ذمہ دار کیا اور اُس رقم کے وصول کرنے کا کام بھی اُس کے سپرد کیا جو اس کے بطریق پرواجب تھی۔ اس کے بعد وہ الرَّقّہ ہوتے ہوئے حِمص آئے، کیوں کہ (حضرت) عمر نے ان کو یہاں کا والی کیا تھا۔ ۲۰ھ میں ان کا

انتقال ہوا۔ (حضرت) عمر نے ان کے بعد سعید بن عامر بن حذیم کو والی کیا، لیکن تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر (حضرت) عمر نے (ان کی جگہ) عُمیر بن سَعْد الانصاری کو والی کیا اور انھوں نے سخت جنگ کے بعد عین الوردہ فتح کر لیا۔

الواقدی کہتا ہے مجھ سے ایک ایسے شخص نے جس نے اسحاق بن ابی فَرْوَہ کو ابو وَہب الجَیْشانی دَیْلَم بن المُوَسِّع کے حوالہ سے بیان کرتے سنا تھا، بیان کیا کہ:— (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عیاض کو لکھا کہ عُمَیْر بن سَعْد کو عَیْنُ الوَرْدَہ بھیجو، انھوں نے بھیج دیا، اور ان کے آگے آگے طلائع بھیجے جنھوں نے کسانوں کی ایک جماعت پر چھاپہ مارا جس میں دشمن کے مواشی غنیمت میں ان کے ہاتھ لگے۔ اہل المدینہ نے دروازہ بند کر لئے اور ان پر عَرّادہ[ع] نصب کئے اور اس سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے، جن کے صدمات سے بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ دیکھکر ان کے بطریقوں میں سے ایک بطریق سامنے آیا اور اس نے مسلمانوں کو گالی دے کر کہا: "تمھیں اب تک جن سے سابقہ پڑا ہے ہم ان جیسے نہیں ہیں" لیکن آخر اسکو بھی صلح پر فتح کر لیا گیا۔

مجھ سے عمرو بن محمد نے الحجّاج بن ابی مَنِیع کے حوالہ سے کہا، انھوں نے اپنے والد کے حوالہ سے، اور انھوں نے اپنے دادا کے حوالہ سے کہ:— اہل رأس العین نے عیاض بن غنم کا مضبوطی سے مقابلہ کیا، مگر عُمَیْر بن سَعْد نے، جو (حضرت) عمر کی جانب سے الجزیرہ کے والی تھے، شدید قتال کے بعد (۱۷۷)

ع عَرّادہ، منجنیق سے چھوٹا ہوتا ہے، اس سے سنگ باری کیجاتی ہے۔

ان کو فتح کرلیا، پھر مسلمان (شہر میں) بزور داخل ہوئے، اور (اہلِ شہر سے) اس پر صلح کرلی کہ زمین انہی کو دے دی جائے گی، ان پر چار دینار فی کس جزیہ لگایا جائے گا، اور ان کی عورتیں اور بچے لونڈی غلام نہیں بنائے جائیں گے۔

الحجاج نے کہا میں نے اہل راس العین کے مشائخ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:— جب عمیرؓ شہر میں داخل ہوئے تو اہل شہر سے کہا: "ڈرو نہیں، ڈرو نہیں، میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ" اور یہی ان کے لئے امان تھی۔

الہیثم بن عدی کا دعویٰ ہے کہ:— (حضرت) عمر بن الخطاب نے ابو موسیٰ الاشعری کو عین الوردہ بھیجا اور انھوں نے عیاض کی وفات کے بعد الجزیرہ کی فوج لے کر اس پر حملہ کیا۔ لیکن ثابت یہی ہے کہ اس کو عمیرؓ نے بزور فتح کیا، ان میں سے کسی کو غلام نہیں بنایا، اور ان پر خراج و جزیہ مقرر کیا۔ یہ بات (کہ عین الوردہ ابو موسیٰ الاشعری نے فتح کیا) الہیثم کے سوا کسی نے نہیں کہی۔

الحجاج بن ابی منیع کہتا ہے:— اہل راس العین میں سے ایک جماعت جلا وطن ہوگئی، مسلمان ان کی زمینیں اپنے کام میں لائے اور ان کو جاگیروں میں تقسیم کرلیا۔

مجھ سے محمد بن المفضل الموصلی نے کہا، اور ان سے مشائخ اہل سنجار نے، کہ:— سنجار رومیوں کے قبضہ میں تھا، ایک دفعہ کسریٰ المعروف بابرویز نے سَو ایرانیوں کو خلاف و معصیت کے جرم میں قتل کرنے کا ارادہ کیا، کسی نے ان کی سفارش کی، اس نے حکم دیا کہ ان کو سنجار کی مہم پر بھیجدیا جائے جس کو وہ اُن دنوں فتح کرنا چاہتا تھا۔ ان میں سے دو مرگئے اور ۹۸ باقی رہے، وہ وہاں پہنچے، اور ان جنگ آزماؤں سے جا ملے جو اسکے

سامنے خیمہ زن تھے، اور انھوں نے اس کو بغیر ان کی شرکت کے فتح کرلیا؛ پھر وہ یہیں رہ پڑے، اور یہیں ان کی نسلیں چلیں۔
جب عیاض خلاط سے واپسی میں الجزیرہ کی طرف آئے تو انھوں نے سِنجار کی طرف فوج بھیجی جس نے اس کو بصلح فتح کیا اور عربوں میں سے ایک قوم یہاں آباد کردی۔

بعض رواۃ کہتے ہیں:— عیاض نے الموصل کا بھی ایک قلعہ فتح کیا مگر یہ ثابت نہیں ہے۔

ابن الکلبی کہتا ہے:— یہ عُمَیر بن سَعد وہی عُمَیر بن سَعد بن شُہید بن عمرو یکے از اَوس ہیں جو (حضرت) عمر کے عامل تھے۔

الواقدی کہتا ہے:— یہ عُمَیر بن سَعد بن عُبَید تھے، ان کے والد القادِسیَّہ کے دن شہید ہوئے تھے، اور انہی کے متعلق کوفیوں کی روایت ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جمع قرآن کی خدمت انجام دی تھی۔

الواقدی کہتا ہے ایک جماعت راوی ہے کہ:— خالد بن الولید (حضرت) عمر کی طرف سے الجزیرہ کے ایک حصہ کے والی تھے، آمد کے حمام میں یا کسی اور جگہ کے حمام میں انھوں نے اپنے جسم پر کوئی ایسی چیز ملی جس میں شراب تھی، اس پر (حضرت) عمر نے انھیں معزول کردیا، مگر یہ ثابت نہیں ہے۔ (۱۷۸)

مجھ سے عمرو النّاقِد نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے الحَجّاج بن ابی منیع نے کہا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے اور ان سے مَیمُون بن مِہران نے کہ:— الجزیرہ میں مسلمانوں کے لئے مدت تک تیل اور سرکہ اور طعام (پیٹیہ) لیا گیا۔ پھر اس کو تخفیف کردیا گیا اور (حضرت) عمر کی رعایت کی بنا پر ان سے صرف ۴۸ اور ۲۴ اور ۱۲ درہم لینے پر اکتفا کی گئی۔

پہلے جزیہ کے ساتھ ان میں سے ہر شخص سے دو مُد گیہوں، دو قسط تیل اور دو قسط سرکہ لیا جاتا تھا۔

مجھ سے متعدد اہل الرَّقَّہ نے کہا کہ:۔ عیاض کی وفات کے بعد الجزیرہ کے والی سعید بن عامر بن حِذیم ہوئے اور انھوں نے مسجد الرَّقَّہ و مسجد الرُّہا تعمیر کی؛ پھر ان کی وفات کے بعد دیارِ مُضَر و دیارِ رَبیعہ میں عُمَیر بن سَعْد نے مسجدیں تعمیر کیں۔ جب معاویہ (حضرت) عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی طرف سے الشام و الجزیرہ کے والی ہوئے تو انھوں نے عربوں کو شہروں اور قریوں سے دور آباد ہونے کا حکم دیا، اور انھیں ایسی زمینیں کام میں لانے کی اجازت دی جن میں کسی کا کوئی حق نہو۔ انھوں نے بنی تمیم کو الرَّابیہ اور قیس و اَسد وغیرہ مخلوط قبائل کو المازِحِین و المُدَیبِر میں آباد کیا، اور یہی عمل دیار مُضَر کی تمام نواحی میں کیا۔ اور اسیطرح رَبیعہ کو ان کے دیار میں مرتب کیا۔ شہروں (مدن) اور قریوں اور سرحدی چوکیوں (مسالح) میں حفاظت و مدافعت کے لئے تنخواہ دار فوج متقرر کی اور اسکو اپنے عمال کے ساتھ ردیف کر دیا۔

مجھ سے ابوحفص الشّامی نے حمّاد بن عمرو النَّصِیبی کے حوالہ سے بیان کیا کہ:۔ نصیبین کے عامل نے معاویہ کو، جو (حضرت) عثمان کی طرف سے الشّام و الجزیرہ کے والی تھے، لکھا کہ "میرے ساتھی مسلمانوں کی ایک جماعت کو بچھوؤں سے اذیت پہنچی ہے" معاویہ نے اس کے جواب میں اُسے یہ لکھا کہ "شہر کے تمام محلے والوں پر بچھوؤں کی تعدادیں مقرر کردو کہ وہ روز اتنے بچھو لایا کریں" اس نے یہی کیا، وہ (لوگ بچھو) لے لے کر آتے اور وہ ان کو مار ڈالنے کا حکم دیتا۔

مجھ سے ابو ایوب المؤدِّب الرَّقی نے ابو عبداللہ القرقسانی

کے حوالہ سے کہا، اور انھوں نے اپنے مشائخ کے حوالہ سے، کہ:۔ عُمیر بن سَعد نے جب راس العین فتح کر لیا تو وہ خابور اور اس کے متصل علاقہ سے گزرتے ہوئے قرقیسیا آئے جہاں کے باشندوں نے نقض کیا تھا، اور ان سے ویسی ہی صلح کر لی جیسی صلح پہلے کی تھی۔ پھر وہ حُصونِ الفُرات کی طرف آئے اور (۱۷۹) ایک ایک کر کے تمام حصن (یہ قلعہ) انہی شرائط پر فتح کر لیے جن شرائط پر قرقیسیا فتح کیا تھا۔ انھیں کہیں بھی زیادہ جنگ نہیں کرنی پڑی، البتہ بعض جگہ کے باشندوں نے بسا اوقات سنگ باری کی۔ تلبس و عانات سے فارغ ہونے کے بعد وہ ناوسہ اور آلوسہ اور ہیت آئے، یہاں دیکھا کہ عمّار بن یاسرؓ نے، جو اُن دنوں (حضرت) عمر بن الخطاب کی طرف سے الکوفہ کے عامل تھے، سَعد بن عمرو بن حرام الانصاری کی سرکردگی میں الانبار کے بالائی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج بھیج رکھی ہے، (لیکن جونہی یہ پہنچے) قلعہ کے باشندہ ان کے پاس آئے اور امان کی درخواست کی انھوں نے ان کو امان دی اور اہل ہیت سے ان کے کنیسہ کا آدھا حصہ مستثنیٰ کرالیا۔ اس کے بعد عُمیر الرّقہ واپس چلے گئے۔

مجھ سے بعض اہل العلم نے بیان کیا، کہ:۔ جس نے (سب سے اول) الکوفہ سے ہیت اور اس کے آگے کے قلعوں تک ترک تازی کی وہ مُدلاج بن عمرو السُّلمی حلیف بنی عبد شمس تھے، اور وہ شرفِ صحابیت سے مشرف تھے، انھوں نے یہ مقامات فتح کر کے الفُرات پر الحدیثہ آباد کیا اور ان کی اولاد نے ہیت میں بود و باش اختیار کی جہاں ان میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابو ہارون ہے اب تک موجود ہے جس سے ان کا ذکر باقی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مُدلاج، سَعد بن عمرو بن حَرام کی جانب سے

تھے۔

بعض کہتے ہیں :— نہر سعید بن عبدالملک بن مروان، یہ وہی تھے جو سعید الخیر کہلاتے تھے اور بڑے زاہد و متقشف تھے ایسی زمین میں واقع تھی جو پانی اور درختوں سے پٹی پڑی تھی اور اس میں درندہ رہتے تھے؛ الولید نے یہ زمین انھیں جاگیر میں دی تھی، انھوں نے یہاں نہر کھدوائی اور وہ عمارتیں بنوائیں جو اب تک موجود ہیں۔ بعض کہتے ہیں: یہ جاگیر انھیں عمر بن عبدالعزیز نے دی تھی۔

کہتے ہیں :— الرّافقہ پرانے دنوں کی یادگار نہیں ہے، اس کو امیرالمنین المنصور رحمہ اللہ نے ۱۵۵ھ میں اپنے شہر بغداد کے نقشہ پر بنایا اور خراسانیوں میں سے ایک لشکر یہاں متعین کیا اور اس کی سرلشکری اپنے ولی عہد المہدی کے سپرد کی۔ پھر الرّشید نے یہاں اپنے لئے محلات بنوائے۔

الرّقہ والرّافقہ کے درمیان ایک کشت زار تھا، جب علی بن سلیمان بن علی، الجزیرہ کا والی ہوا تو اس نے الرّقہ کے بازار اسی علاقہ میں منتقل کردئے۔ کسی زمانہ میں الرّقہ میں ایک بڑا بازار تھا جو سُوق ہشام العَتیق کہلاتا تھا، جب الرشید الرّقہ گیا تو اس نے ان بازاروں میں اضافہ کیا جن کی آمدنی صوافی (خالصہ جائدادوں) کے ساتھ اب تک جمع کی جاتی ہے۔ (۱۸۰)

رُصافہ ہشام بن عبدالملک نے بنوایا تھا، اس کی تعمیر سے قبل وہ الزّیتونہ میں ٹھیرتا تھا۔ اسی نے الہَنیّ اور المرِیّ (دو نہریں) کھدوائیں اور ان سے ان جاگیروں کو قابل زراعت بنایا جو الہَنیّ اور المرِیّ کہلاتی ہیں، اور ان میں واسط الرّقہ تعمیر کیا۔ یہ جاگیریں ابتدار دولتِ (عباسیہ) میں ضبط کر لی گئیں اور پھر اُمّ جعفر زُبیدہ بنت جعفر بن المنصور کو دی گئیں، اس نے ان میں ایک

قطیعہ[ع] بنایا جو اس کے نام سے مشہور ہے، اور یہاں کی آبادی میں اضافہ کیا۔

رَحْبَہ کی قدامت کی بھی کوئی علامت نہیں ہے؛ یہ قبر قبیسا کے زیریں حصہ میں ہے، اس کو مالک بن طوق بن عتاب التغلبی نے المامون کی خلافت میں تعمیر و آباد کیا تھا۔

دیار ربیعہ میں اُذرَمہ ایک قدیم قریہ تھا جو الحسن بن عمرو بن الخطّاب التغلبی نے اس کے مالک سے لے لیا تھا اور اس میں ایک محل اور ایک قلعہ بنایا تھا۔

کَفَرتوثا[۱] ایک قدیم قلعہ ہے، ابورِمثہ کی اولاد نے اس کو اپنا مسکن بناکر آباد و قلعہ بند کیا۔

مجھ سے مُعافی بن طاؤس نے اپنے والد کے حوالہ سے کہا:— میں نے بزرگوں سے اعشار بلد اور دیار رَبیعہ و البَریّۃ کی نسبت پوچھا، انھوں نے کہا: اعشار بلد سے مراد اُن زمینوں کے عُشور ہیں:

(۱) جو قبول اسلام کے وقت عربوں کے قبضہ میں تھیں؛ یا

(۲) جو افتادہ تھیں اور کسی کی ملک نہ تھیں اور عربوں نے ان کو قابل کاشت بنا لیا تھا؛ یا

(۳) جو نصاریٰ نے چھوڑ دی تھیں اور بنجر ہوگئی تھیں اور

ع قَطِیعَہ (ج = قطائع) لغوی معنے ہیں زمین کا ٹکڑا یا حصہ کرایہ پر لینا۔ لیکن اصطلاح میں قطیعہ زمین کے ایسے ٹکڑے یا حصہ کو کہتے ہیں جو سلطان کسی کو عطا کردے اور وہ اس کی آمدنی اور اس کے محاصل سے فائدہ اٹھائے؛ مگر اس کی خرید و فروخت کے حقوق معطیٰ لہٗ کو حاصل نہیں ہوتے تھے۔ اسلام کی فتوحات کے ابتدائی زمانہ میں خلفاء لوگوں کو ان کی خدمات کے صلہ میں زمینیں جاگیر میں دیتے تھے اور ان پر آمدنی کا عُشر یا کم و بیش مقرر کردیتے تھے۔ لیکن بعد کے زمانہ میں قطائع سے عشر وغیرہ کے احکام اٹھالیے گئے تھے اور ایسی زمینیں معافی کی زمینیں شمار ہونے لگیں۔

ان میں جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہو گئے تھے، اور اس لئے وہ
عربوں کو بطور جاگیر دے دی گئی تھیں۔

مجھ سے ابو عفان الرقی نے کہا، اور ان سے بعض اہل قلم
مشائخ نے، کہ :— عین الرومیۃ اور اس کا پانی ولید بن عقبہ
بن ابی معیط کی ملک تھا، وہ اس نے ابو زبید الطائی کو دے
دیا، پھر یہ امیر المومنین ابوالعباس کے پاس گیا، انھوں نے میمون
بن حمزہ غلام آزاد کردۂ علی بن عبداللہ بن عباس کو جاگیر میں دیا
اور پھر الرشید نے اس کے ورثہ سے اس کو خرید لیا۔ یہ
الرقہ کے علاقہ میں ہے۔

کہتے ہیں :— غابۂ[1] ابن ہبیرہ ابن ہبیرہ کو جاگیر میں دیا گیا
پھر ضبط کر لیا گیا اور بشر بن میمون کو دیا گیا — بغداد میں باب
الشام کی طرف محرابیں (طاقات) اسی نے تعمیر کرائی تھیں — پھر
اس کو الرشید نے خرید لیا۔ یہ ارض مروج میں ہے۔

ہشام نے اپنی بیٹی عائشہ کو راسکیفا میں ایک قطیعہ دیا جو
اس کے نام سے مشہور ہے؛ یہ بھی ضبط کر لیا گیا۔

عبدالملک اور ہشام کے پاس سلغوس نامی کا ایک گاؤں تھا
اور ایک اور گاؤں میں جس کو کفرجدا کہتے تھے اس کا آدھا (۱۸۱)
حصہ تھا، یہ دونوں الرہا کے علاقہ میں تھے۔

حران میں عمر بن یزید کے پاس تل عفراء اور تل مذاما
(کذا فی الاصل) اور ارض المصلی اور ربض حران میں صوافی[2] اور

---

[1] جنگل

[2] اس کا واحد صافیہ ہے، یعنی وہ املاک اور زمینیں جن کے مالک قوت یا جلاوطن ہو گئے ہوں اور
وہ مال لاوارث ہونے کے باعث اراضی خالصہ میں شامل کر لی جائیں۔ ایسی املاک بادشاہ
اپنے خاصان بارگاہ کے لئے مخصوص کر لیتے تھے اور جس کو کچھ عطا کرتے ایسی ہی املاک میں سے عطا کرتے
تھے۔

اس کے مستغلات تھے۔

مَرجِ[1] عبدالواحد، الحَدَث اور زِبَطرہ کے بننے سے قبل مسلمانوں کی چراگاہ تھی۔ جب یہ چراگاہیں بن گئیں تو مسلمان اس سے مستغنی ہوگئے اور یہی چراگاہیں آباد کی گئیں۔ الرّشید کی خلافت میں الحسین الخادم نے اس کو الاحواز میں شامل کردیا، پھر کچھ لوگوں نے اسپر اور اس کے کھیتوں پر بغیر استحقاق قبضہ کرلیا حتیٰ کہ عبداللہ بن طاہر الشام آیا اور اس نے اس کو ضیاع میں شامل کرلیا۔

ابو ایوب الرّقی کہتا ہے میں نے سنا ہے :— جس عبدالواحد کی طرف یہ چراگاہ منسوب ہے وہ عبدالواحد بن الحارث بن الحکم بن ابی العاصی تھا اور وہ عبدالملک کے چچا کا بیٹا تھا، یہ چراگاہ اسی کی تھی اور اس نے اس کو مسلمانوں کے لئے حِمیٰ[2] بنا دیا تھا۔ القطامی اس کی مدح میں کہتا ہے :—

اَہلُ المَدِینَۃِ لَا یَحزُنکَ شَاھُم
اِذَا تَخَطَّا عَبدَ الوَاحِدِ الاَجَلُ

(اگر موت عبدالواحد کو بھول جائے تو پھر تجھے اہلِ شہر کے لئے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔)

---

[1] یعنی عبدالواحد کی چراگاہ۔
[2] یعنی اس کو مسلمانوں کے لئے مخصوص کردیا۔ تشریح کے لئے دیکھو ماوردی: احکام السلطانیہ ص ۳۲۴، طبع یورپ۔

نصارائے بنی تغلب بن وائل کا حال

ہم سے شَیْبان بن فَرُّوخ نے کہا، ان سے ابو عُوانہ نے ان سے المُغیرہ نے اور ان سے السَّفّاح الشیبانی نے، کہ :- (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نصارائے بنی تغلب سے جزیہ لینے کا ارادہ کیا مگر وہ بھاگ گئے اور ان کی ایک جماعت کسی دور دراز ناحیہ میں چلی گئی؛ اس پر النُّعمان بن زُرعہ یا زُرعہ بن النُّعمان نے (حضرت عمر سے) کہا: میں تم سے اللہ کے نام پر بنی تغلب کے لئے درخواست کرتا ہوں! یہ عرب کی ایک قوم ہے جو جزیہ سے بالاتر ہے اور نہایت جنگ آزما ہے، اس کو (اپنے سے بگاڑ کر) اپنے دشمن کو اپنے مقابلہ میں قوی نہ بناؤ۔" (حضرت عمر نے) ان کو بلا بھیجا اور ان پر مسلمانوں سے دُگنا صَدَقہ مقرر کر دیا۔

ہم سے شَیْبان نے کہا، ان سے عبدالعزیز بن مسلم نے ان سے لَیث نے، ان سے ایک اور نے، ان سے سعید بن جُبَیر نے اور ان سے ابن عَتّاب نے، کہ :- نہ تو نصارائے بنی تغلب کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح (۱۰۹۲)

کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ نہ ہم میں سے ہیں اور نہ اہل کتاب میں سے۔"

ہم سے عباس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عوانہ بن الحکم اور ابومخنف نے، کہ:۔ عمیر بن سعد نے (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ میں الفرات الشامی عہ کے علاقہ میں آیا اور میں نے عانات و الفرانت کے تمام قلعہ فتح کر لئے، اور ارادہ کیا کہ بنی تغلب کو اسلام کی طرف لاؤں مگر انھوں نے انکار کیا اور وہ ارض الروم میں جانے کی تیاریاں کرنے لگے؛ اس سے قبل میں نے شرقی حصہ (کے باشندوں کو) اس طرف لانا چاہا تھا مگر (انھوں نے بھی) انکار کیا اور وہ جلا وطنی کی اجازت مانگنے لگے۔ عمیر نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعات لکھے اور اس معاملہ میں ان کی رائے دریافت کی، انھوں نے (اس کے جواب میں) انھیں یہ لکھا کہ" ان کے مواشی و اراضی پر اس صدقہ سے دگنا صدقہ لو جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے؛ اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو حتی کہ یا وہ ہٹ جائیں یا اسلام لائیں۔" لیکن انھوں نے دگنا صدقہ دینا قبول کر لیا اور کہا: "جب یہ غیر مختونوں کا سا جزیہ نہیں رہا تو ہم اس پر راضی ہیں اور اپنے دین پر قائم رہیں گے۔"

مجھ سے عمرو الناقد نے کہا، ان سے ابومعاویہ نے، ان سے الشیبانی نے، ان سے السفاح نے، اور ان سے داؤد بن کردوس نے، کہ:۔ (حضرت) عمر بن الخطاب نے بنی تغلب سے صلح کر لی جب کہ وہ الفرات عبور کر کے ارض الروم میں پہنچنے کا

عہ یعنے الفرات کا وہ حصہ جو الشام میں ہے۔

ارادہ کر رہے تھے اور ان سے یہ شرط کی کہ وہ نہ کسی بچے کو اصطباغ دیں گے اور نہ اپنا دین اختیار کرنے پر مجبور کریں گے اور یہ کہ ان پر دُگنا صَدَقہ ہوگا۔

راوی کہتا ہے :— داؤد بن کُردُوس کہتے تھے کہ ان کے لئے ذِمّہ نہیں رہا کیوں کہ انھوں نے اپنے دین میں اصطباغ دیا، اس سے ان کی مراد مَعْمُودیت[۲] تھی۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابن المبارک نے، ان سے یونس بن یزید الاَیْلی نے، اور ان سے الزُّہری نے، کہ :— اہل الکتاب میں سے کسی کے مواشی پر صَدَقہ نہیں ہے سوا نصارائے بنی تَغلِب (یا کہا کہ نصارائے عرب ہے) کے جن کے عام اموال یہی مواشی ہیں؛ ان سے اُس صَدَقہ کا دُگنا لیا جاتا ہے جو مسلمانوں پر مقرر ہے۔

ہم سے سعید بن سلیمان سَعْدَوَیہ نے کہا، ان سے ہُشَیْم نے، ان سے مُغِیرہ نے، ان سے السَّفّاح بن المثنی نے، اور ان سے زُرْعہ بن النُّعمان نے، کہ :— میں نے نصارائے بنی تغلِب کے باب میں (حضرت) عُمر سے گفتگو کی اور کہا: "وہ عرب کی ایسی قوم ہے جو اپنے تئیں جِزْیہ سے بالاتر سمجھتی ہے

---

[۱] مصلحت یہ تھی کہ وہ نابالغ بچوں کو قبل اس کے کہ ان میں رد و قبول کی سمجھ پیدا ہو اصطباغ دے کر نصرانی نہ بنائیں تاکہ بالغ ہونے کے بعد ان کے لئے یہ آزادی رہے کہ چاہے وہ نصرانیت پر قائم رہیں اور چاہے اسلام قبول کریں۔

[۲] بپتسمہ کا پانی۔ یہ زرد رنگ کا پانی ہوتا ہے جس پر انجیل کی کچھ آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور پھر اس میں بچوں کو اس اعتقاد سے غوطہ دیا جاتا ہے کہ وہ پاک ہوجائیں گے۔ یہ نصرانی مذہب کی ابتدائی اور ایسی ہی رسم ہے جیسی مسلمانوں اور یہودیوں میں ختنہ کی رسم۔

اور کھیتوں اور مواشی کی مالک ہے"۔ (حضرت) عمر کا ارادہ ان سے جزیہ لینے کا تھا، لیکن جب وہ ملک میں منتشر ہو گئے تو ان سے اس پر صلح کر لی کہ ان کی اراضی و مواشی پر اس صدقہ کا دگنا صدقہ لیا جائے گا جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے؛ اور ان پر (۱۸۳) یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی اولاد کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔

مغیرہ کہتا ہے:— (حضرت) علی فرماتے تھے کہ "اگر مجھے بنی تغلب سے معاملہ کرنے کا موقع ملتا تو اس معاملہ میں میری اپنی الگ رائے ہوتی؛ ان میں سے جو قابل جنگ ہوتے ہیں ان کو قتل کرتا اور ان کی اولاد کو لونڈی غلام بناتا، کیونکہ جب انھوں نے اپنی اولاد کو نصرانی بنا لیا تو عہد توڑ دیا اور میں ان کے ذمہ سے بری ہو گیا۔

مجھ سے ابو نصر التمار نے کہا، ان سے شریک بن عبداللہ نے، ان سے ابراہیم بن مہاجر نے، اور ان سے زیاد بن حدیر الاسدی نے کہ:— (حضرت) عمر نے مجھے نصارائے بنی تغلب سے ان کے اموال کا نصف عشر وصول کرنے بھیجا اور کسی مسلمان یا ذمی سے، جو خراج دیتا ہو، عشر وصول کرنے سے منع کیا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے ابن ابی سبرہ نے، ان سے عبدالملک بن نوفل نے، اور ان سے محمد بن ابراہیم بن الحارث نے، کہ:— (حضرت) عثمان نے یہ حکم دیا کہ بنی تغلب سے جزیہ میں سونے چاندی کے سوا کوئی چیز نہ لی جائے؛ لیکن جب ان پر یہ ثابت ہو گیا کہ (حضرت) عمر ان سے دگنا صدقہ لیتے تھے تو انھوں نے اسی سے رجوع کر لیا۔

الواقدی کہتا ہے:— سفیان الثوری و الاوزاعی و مالک بن

انس و ابن ابی لیلہ و ابن ابی ذئب و ابوحنیفہ و ابو یوسف کہتے ہیں : تغلبی سے اس کے مال اور اس کی زمین اور اس کے مواشی میں سے اُس صَدَقَہ کا دُگنا لیا جائے جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ رہے ان کے بچے اور پاگل ، سو اہل العراق کی رائے یہ ہے کہ ان کی اراضی پر دُگنا صَدَقَہ لیا جائے اور مواشی پر کچھ نہ لیا جائے۔ اور اہل الحجاز کی رائے یہ ہے کہ ان کی اراضی و مواشی دونوں میں سے صَدَقَہ لیا جائے ؛ لیکن اس پر سب کا اجماع ہے کہ بنی تغلب کے اموال کی وہی حیثیت ہے جو مال خراج کی ہے کیونکہ وہ جزیہ کا بدل ہے ۔

الجزیرہ کی مہمیں

کہتے ہیں :— جب (حضرت) عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو معاویہ کے لئے الشام کی ولایت کا پروانہ لکھا، اور عمیر بن سعد الانصاری کو الجزیرہ کا والی کیا۔ پھر انہیں معزول کردیا، اور معاویہ کی حکومت میں الشام والجزیرہ (۱۸۴) معہ اس کی سرحدوں کے جمع کردیا؛ اور یہ حکم دیا کہ شمشاط پر، جو ارمینیۂ چہارم میں ہے، یا خود حملہ کرو، یا کسی اور کو حملہ کرنے بھیجو۔ انھوں نے اس کام پر حبیب بن مَسْلَمَۃ الفِہری و صَفوان بن مُعَطَّل السُّلَمی کو بھیجا؛ ان دونوں نے اس کا محاصرہ کیا، اور اس کو الرُّہا جیسی صلح پر فتح کرلیا۔ صَفوان یہیں مقیم ہوگئے اور یہیں معاویہ کی خلافت کے آخر زمانہ میں فوت ہوئے۔

بعض کہتے ہیں :— اس پر خود معاویہ نے حملہ کیا تھا، اور یہ دونوں ان کے ساتھ تھے۔ (معاویہ نے) فتح کے بعد صفوان کو یہاں کا والی کردیا، انھوں نے اس کو وطن بنالیا اور یہیں انتقال کیا۔

لکھتے ہیں :۔ سرشن قسطنطین ۱۳۳ھ میں ملطیہ پر اترنے کے بعد شمشاط پر خیمہ زن ہوا، مگر کچھ نقصان نہیں پہنچا سکا، اور اس کے گرد و نواح پر تاخت کر کے واپس چلا گیا۔
شمشاط خراجی (علاقہ) رہا، حتیٰ کہ المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ کا زمانہ آیا، اور انھوں نے دوسری سرحدوں کی طرح اس کو بھی عُشری بنا دیا۔
کہتے ہیں :۔ حبیب بن مَسْلَمہ نے شمشاط فتح کرنے کے بعد قلعۂ کمخ پر حملہ کیا، مگر قادر نہ ہو سکے۔ پھر صفوان نے حملہ کیا اور وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد انھوں نے ۵۹ھ میں پھر حملہ کیا اور یہ وہی سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا! اس حملہ میں عُمَیر بن الحُباب السُّلَمی ان کے ساتھ تھے، وہ فصیل پر چڑھے اور تنہا لڑتے رہے حتیٰ کہ رومی میدان سے ہٹ گئے، مسلمان فصیل پر چڑھ گئے، اور عُمیر بن الحُباب نے اسکو فتح کر لیا! وہ اس پر فخر کرتے تھے اور دوسرے بھی ان کے لئے اس پر فخر کرتے تھے۔ بعد میں رومی اس پر پھر غالب ہو گئے اس دفعہ مسلمہ بن عبد الملک نے اس کو فتح کیا۔ ایک زمانہ تک یہی ہوتا رہا، رومی اس پر غالب ہوتے تھے اور مسلمان اس کو فتح کرتے تھے۔ جب ۱۴۹ھ میں المنصور بغداد سے چل کر حدیثۃ الموصل آیا تو اس نے الحسن بن قحطبہ کو اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا بعد میں اسی مہم پر محمدؐ بن الاشعث کو بھی بھیجا، اور ان دونوں پر العباس بن محمدؐ کو مقرر کیا، اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ دونوں کو اپنے ساتھ لے کر کمخ پر حملہ کرے۔ محمدؐ بن الاشعث آمد میں مر گیا، العباس والحسن نے کوچ کیا، دونوں کمخ پر خیمہ زن ہوئے، العباس نے منجنیقیں نصب کرنے کا حکم دیا، رومیوں نے اپنے قلعہ پر سرو کی لکڑیاں لگا دیں کہ منجنیق کے پتھروں سے نقصان

نہ پہنچے، اور مسلمانوں پر سنگ باری شروع کردی جس سے دوسو مسلمان شہید ہوگئے۔ پھر مسلمانوں نے دبّابوں سے کام لیا، اور سخت جنگ کی، اور اس کو فتح کرلیا۔ العباس بن محمدؒ بن علی کے ساتھ (۱۸۵) اس جنگ میں مطرالورّاق بھی تھا۔

رومیوں نے کمخ کو پھر بند کردیا۔ محمدؒ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری نے، جو شمشاط پر عبدالملک بن صالح کا عامل تھا ۱۷۷ھ میں اس پر حملہ کیا اور اس کو فتح کرلیا وہ سنہ مذکور کے ربیع الآخر کی چودھویں کو اس میں داخل ہوا تھا۔ کمخ (ایک زمانہ تک اسی طرح) مفتوح ہوتا رہا، حتیٰ کہ محمدؒ بن الرشید کا ہنگامہ برپا ہوا، جس میں یہاں کے باشندہ بھاگ گئے، اور رومیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ بعض کہتے ہیں: عبیداللہ بن الاقطع نے اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے جو رومیوں کی قید میں تھا، اس کو رومیوں کے حوالہ کردیا تھا۔ پھر عبداللہ بن طاہر نے المامون کی خلافت میں اس کو فتح کیا؛ اس وقت سے اس پر مسلمانوں کا قبضہ رہا، تا آں کہ شمشاط و قالیقلا کے نصاریٰ کی ایک جماعت نے بقراط بن أشوط، بطریق خلاط، کے ساتھ مل کر بڑی چالاکی سے اس پر رومیوں کا قبضہ کرادیا؛ یہ انھوں نے رومیوں کے ہاں تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا تھا جس کی انھیں اپنی ان جائدادوں کے لئے ضرورت تھی جو شمشاط کی عملداری میں تھیں۔

مَلَطیہ

کہتے ہیں :۔ عِیاض بن غَنَم نے حبیب بن مَسلمۃ الفہری کو شِمشاط سے مَلَطیۃ بھیجا، اور انھوں نے اس کو فتح کیا لیکن بعد میں یہ ان کے قبضہ سے نکل گیا۔ جب معاویہ الشام والجزیرہ کے والی ہوئے تو انھوں نے اس کی جانب حبیب بن مَسلَمہ کو بھیجا، (حبیب نے) اس کو بزور فتح کیا، اور یہاں اپنے عامل کے ساتھ مسلمانوں میں سے رابطہ متعین کئے۔ جب معاویہ روم جانے کے ارادہ سے یہاں آئے تو انھوں نے یہاں اہل الشام و الجزیرہ وغیرہ کی ایک جماعت محافظت کے لئے متعین کی اور اس کو گرمائی مہموں کا رہگزر بنادیا۔ پھر عبداللہ بن الزُّبیر کے (فتنہ کے) زمانہ میں یہاں کے باشندہ کہیں اور منتقل ہوگئے، رومیوں نے آکر اس کو غارت کیا اور چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد نصاریٰ میں سے ارمنوں اور نبطیوں کی ایک قوم یہاں آکر آباد ہوگئی۔

مجھ سے محمد بن سَعد نے کہا اور ان سے الواقدی نے، جو ان کی اسناد میں ہے، کہ :۔ ۸۳ھ میں عبداللہ بن

عبدالملک کے حملہ کے بعد مسلمان طُرنُدَہ میں اترے اور انھوں نے یہاں مساکن بنوالئے؛ یہ ملطیہ سے تین منزل پر بلادالروم کے اندرونی حصہ میں تھا۔ ملطیہ اُن دنوں ویران تھا، اور یہاں اہل الذِمّہ میں سے ارمنوں وغیرہ کے سوا کوئی آباد نہ تھا۔ گرمیوں میں یہاں الجزیرہ کی چھاؤنی سے طالعہ (= گشتی فوج) آتی تھی، اور جاڑوں کا زمانہ آنے اور برف باری ہونے تک رہتی تھی۔

جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو انھوں نے اہل (۱۸۶) طُرنُدَہ کو ان کی مرضی کے خلاف (طُرندہ سے) منتقل کردیا، کیونکہ انھیں دشمن کی طرف سے ان پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ وہ اپنا سارا سامان ساتھ لے گئے اور کوئی چیز یہاں نہیں چھوڑی، حتیٰ کہ انھوں نے تیل اور سرکہ کی ناندیں بھی باقی نہ رہنے دیں، اور توڑ دیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے انھیں ملطیہ میں آباد کیا، طُرنُدہ کو برباد کردیا؛ اور جَعُونہ بن الحارث یکے از بنی عامر بن صَعصَعہ، کو مَلَطِیَۃ کا والی کیا۔

کہتے ہیں:- ۱۲۳ھ میں بیس ہزار رومی ملطیہ آئے، اہل شہر نے دروازہ بند کرلئے، عورتیں عمامہ باندھ کر فصیل پر کھڑی ہوگئیں اور جنگ کرنے لگیں۔ اہل ملطیہ کا قاصد ان کی فریاد لے کر نکلا اور ڈاک کے خچر پر سوار ہوکر ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا؛ وہ اس وقت الرُّصافہ میں تھا، ہشام نے ملطیہ بھیجنے کے لئے فوجیں طلب کیں، اسی اثناء میں خبر آئی کہ رومی واپس چلے گئے؛ اُس نے قاصد کو اس سے مطلع کیا، اور اس کے ساتھ بطور رابطہ ایک رسالہ بھیجدیا، اس کے بعد وہ خود مَلَطِیَۃ آیا، اور جب تک اس کی تعمیر مکمل ہوئی خیمہ زن رہا۔

الواقدی کہتا ہے:- ۱۳۳ھ میں سرکش قس طن طین نے ملطیہ پر چڑھائی کی، کہ اُن دنوں مسلمانوں کے قبضہ میں تھا،

اور بنی سُلیم میں سے ایک شخص یہاں کا والی تھا؛ اہل کمخ نے اہل ملطیہ کے پاس فریاد بھیجی، رومیوں کی جانب ان کے آٹھ سو سوار نکلے، رومی سواروں نے ان کا مقابلہ کیا، اور ان کو شکست دی۔ پھر انھوں نے آگے بڑھکر ملطیہ پر ڈیرے ڈالے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں الجزیرہ میں فتنہ برپا تھا، اور اس کا عامل موسیٰ بن کعب حرّان میں تھا؛ اہل ملطیہ نے اس کے پاس قاصد بھیجا، مگر اس سے ان کی مدد ممکن نہ ہوئی؛ قسطنطین نے یہ سن کر کہا: "اے اہل مَلَطیۃ! اگر مجھے تمہارا حال معلوم نہ ہوتا اور یہ خبر نہ ہوتی کہ تمھارے حاکم دوسری طرف مشغول ہیں تو میں تمھارا قصد نہ کرتا۔ اب تم امان پر راضی ہوجاؤ اور شہر خالی کردو؛ میں اس کو برباد کرکے چلا جاؤں گا"۔ انھوں نے اس سے انکار کیا، رومیوں نے ان پر منجنیقیں لگادیں، لیکن جب مصیبت نے انھیں مشقّت میں ڈالا اور محاصرہ کی سختی بڑھگئی تو انھوں نے درخواست کی کہ ہم سے واثق عہد کیا جائے، (طاغیہ نے) ان سے واثق عہد کیا، وہ وہاں سے جانے کے لئے آمادہ ہوگئے، اور جو چیزیں آسانی سے ساتھ لے جاسکتے تھے ساتھ لے گئے؛ اور بہت سی چیزیں، جو وزنی تھیں اور جن کو ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، کنوؤں اور گڑھوں میں پھینک دیں۔ پھر وہ نکلے، رومی تلواریں ہاتھوں میں لئے شہر کے دروازہ سے آخر تک (یعنے جہاں ان کا آخری سپاہی کھڑا تھا، یا جہاں ان کی سڑک ختم ہوتی تھی) دو رویہ صفیں باندھے،
(۱۸۷) آمنے، سامنے تلواروں کی نوکوں سے نوکیں ملائے، اس طرح کھڑے تھے، کہ پورا راستہ تلواروں کی محراب بن گیا تھا۔ پھر وہ ان کے ساتھ گئے یہاں تک کہ انھوں نے ان کو انکے مامن تک پہنچا دیا۔ الجزیرہ پہنچکر یہ لوگ منتشر ہوگئے؛ رومیوں نے

ملطیہ مسمار کر دیا ، اور اناج کے ایک گودام کے سوا ، اگرچہ اس کا
بھی ایک حصہ خراب کر دیا تھا ، کوئی عمارت بغیر مسمار کئے نہیں
چھوڑی ؛ اور قَلُوذِیَّہ کا قلعہ بھی منہدم کر دیا ۔ ۱۳۹ھ میں المنصور
نے صالح بن علی کو ملطیہ کی تعمیر و تحصین کا حکم دیا ۔ پھر عبدالوہاب
بن ابراہیم الامام کو الجزیرہ اور اس کی سرحدوں پر والی بناکر
بھیجا ، وہ ۱۳۹ھ میں روانہ ہوا ، اس کے ساتھ الحسن بن قحطبہ
بھی تھا جس کے ساتھ اہل خراسان کی فوجیں تھیں ۔ اس نے
اہل الشام و الجزیرہ پر بُعُوث[1] کی تعدادیں مقرر کر دیں جو انھوں
نے پوری کیں ۔ وہ ستر ہزار فوج کے ساتھ ملطیہ پر لشکر انداز
ہوا ، شہر شہر سے معمار جمع کئے اور ان کو تعمیر پر لگایا ؛ الحسن
بن قحطبہ کبھی کبھی خود پتھر اٹھاکر لاتا اور معماروں کو دیتا تھا ۔
اس نے اپنا مطبخ عام کر دیا تھا ۔ اور اپنے مال میں سے
دن رات لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا ۔ عبدالوہاب
کو یہ بات گراں گزری ، اس نے ابوجعفر کو لکھا : "میں
لوگوں کو کھانا کھلاتا ہوں مگر الحسن مجھ سے دگنا کھلاتا ہے ؛ اس
سے اس کا مقصد یہ ہے کہ مجھ پر ترفع حاصل کرے اور میرے
کاموں میں خرابی ڈالے اور مجھے اپنے اسراف وریا سے ذلیل
کرے ۔ اس نے اپنے منادی چھوڑ رکھے ہیں جو لوگوں کو کھانا
کھلانے کے لئے بلاتے پھرتے ہیں ۔" ابوجعفر نے اس کا یہ جواب
دیا : "میاں صاحبزادے ! الحسن اپنے مال میں سے کھلاتا ہے
اور تم میرے مال میں سے کھلاتے ہو ؛ تم نے جو باتیں لکھی
ہیں وہ تمھارے چھچھورپن ، کم ہمتی اور بوچ خیالی کی دلیل ہیں ۔"
اور الحسن کو لکھا : "کھانا کھلاؤ مگر منادی نہ پھراؤ" ۔ الحسن نے
(معماروں سے) کہہ دیا تھا کہ "مقررہ بلندی تک جو معمار سب
سے اول دیوار پہنچا دے گا اسے اتنا انعام دیا جائے گا ۔" اس

---

[1] وہ لشکر جو کہیں بھیجا جائے ، یا اس غرض سے ، بحیثیت مطوع ، بھرتی کیا جائے

وجہ سے لوگ بہت محنت سے کام کرتے تھے اور یہی سبب تھا کہ ملطیہ اور اس کی مسجد کی تعمیر کا کام چھ مہینے میں ختم ہوگیا۔ اس کے بعد اُس فوج کے لئے جو وہاں متعین کی تھی (مساکن) بنوائے، جن میں ہر عرافہ (= دس سے پندرہ افراد کی ٹکڑی یہ) کے لئے دو گھر نیچے دو گھر اوپر تھے اور ایک اصطبل تھا۔ اور دو سرحدی چوکیاں قایم کیں: ایک شہر سے تیں میل پر، اور ایک اُس نہر پر جو قُباقب کے نام سے مشہور ہے اور الفرات میں گرتی ہے۔ المنصور نے مَلَطیَۃ میں الجزیرہ کے باشندوں میں سے چار ہزار تیغ آزما آباد کئے، کیونکہ یہ انھی کی سرحدوں میں سے تھا، اور ان کی تنخواہوں میں دس دینار فی کس کا اضافہ کیا، اور سو سو دینار فی کس ان کو انعام دیا، اور انھیں وہ حصہ بھی دیا جو قبائل غنیمت میں سے اپنے لئے مقرر کرلیتے تھے۔ اس نے یہاں محافظ فوج متعین کی، اور اہل لشکر کو جاگیریں دیں اور قلعہ قلوذیہ تعمیر کرایا۔ (۱۸۸)

سرکش قسطنطین نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج لے کر پھر ادھر کا رخ کیا، اور وہ جیحان پر خیمہ زن ہوا، لیکن عربوں کی کثرت تعداد کی خبر سن کر وہیں سے واپس ہوگیا۔

میں نے کسی کو یہ کہتے سنا ہے، کہ:۔ اس فوج کشی میں عبدالوہاب کے ساتھ دو نصر تھے: نصر بن مالک الخزاعی، اور نصر بن سعد الکاتب غلام آزاد کردہ انصار؛ شاعر کہتا ہے:ـ

تَكَنَّفَكَ النَّصرانِ نَصرُ بنُ مَالِكٍ   وَنَصرُ بنُ سَعدٍ عَزَّ نَصرُكَ مِن نَصرِ

(تیری مدد پر دو نصر ہیں: ایک نصر بن مالک، اور ایک نصر بن سعد۔ تیری فتح سب فتحوں سے زیادہ شاندار ہے۔)

پھر ۱۴۱ھ میں محمد بن ابراہیم نے خراسانیوں کی فوج کے ساتھ مَلَطیہ پر فوج کشی کی؛ المُسَیّب بن زُہَیر اس کی فوج کے چیدہ حصہ پر تھا، اور اس نے یہاں اس غرض سے کہ دشمن کو اس پر قبضہ کی طمع نہ ہو، مرابط متعین کیے، اس کے بعد یہاں کے باشندوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے وہ واپس آ گئے۔

رومیوں نے الرشید کی خلافت میں مَلَطِیَہ فتح کرنا چاہا مگر قادر نہ ہو سکے؛ الرشید نے ان پر حملہ کیا، اور شکست دے کر ان کا قلع قمع کر دیا۔

کہتے ہیں:— ابوعبیدہ بن الجَرّاح نے منبج سے خالد بن الولید کو ناحیۂ مَرعَش کی طرف بھیجا؛ انھوں نے اس کا قلعہ فتح کر لیا، اس کے باشندوں کو جلاوطنی کی اجازت دے دی، اور اس کو ویران کر دیا۔

سفیان بن عوف الغَامِدِی نے ۳۰ھ میں روم پر حملہ کیا اور مَرعَش سے چل کر بلاد الروم کا چکر لگایا۔

معاویہ نے شہر مَرعَش تعمیر کرایا تھا؛ اور اس میں فوج متعین کی تھی۔ پھر جب یزید بن معاویہ مر گیا تو رومی اہلِ مَرعَش پر بکثرت غارت گریاں کرنے لگے جس کی وجہ سے آخر وہ یہاں سے منتقل ہو گئے۔ عبدالملک نے اپنے والد مروان بن الحکم کے مرنے اور خلافت حاصل کرنے کے بعد رومیوں کو کچھ رقم دینی کر کے صلح کر لی۔ ۷۴ھ میں محمد بن مروان نے روم پر حملہ کیا اور صلح توڑ دی۔ پھر ۷۵ھ میں محمد بن مروان نے گرمیوں میں حملہ کیا، رومی جمادی الاولیٰ میں مَرعَش سے تزائی کی طرف نکلے، مسلمانوں نے ان کی طرف پیش قدمی کی، اُبانؔ بن الولید بن عُقبہ بن ابی مُعَیط ان کا سردار تھا، اور اس کے ساتھ

دینار بن دینار غلام آزاد کردہ عبدالملک بن مروان بھی تھا، جو قنسرین اور اس کے کورہ کا عامل تھا؛ مرعش کی ترائی میں مسلمانوں اور رومیوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی، معرکہ کا رن پڑا، رومی شکست کھاکر بھاگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، اور اور انھیں قتل و اسیر کیا۔

دینار سے اسی سال جسر یغرا پر، جو شمشاط سے دس میل پر واقع ہے، رومیوں کی ایک جماعت کی مٹھ بھیڑ ہوئی (۱۸۹) اور اس نے ان پر فتح پائی۔

پھر العباس بن الولید بن عبدالملک، مرعش گیا اور اس نے اس کی تعمیر و تحصین کی؛ لوگوں کو اس میں منتقل کیا، اور یہاں ایک جامع مسجد بنوائی۔ وہ یہاں فوج بھیجنے کے لئے اہل قنسرین پر سالانہ ایک تعداد مقرر کردیتا تھا۔

جب مروان بن محمد کا زمانہ آیا، اور وہ اہل حمص سے جنگ میں مشغول ہوا، تو رومیوں نے (اپنے علاقہ سے) نکل کر شہر مرعش کا محاصرہ کیا، اس کے باشندوں نے رومیوں سے جلا وطنی پر صلح کرلی، اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر الجزیرہ و جند قنسرین چلے گئے۔ اس کے بعد رومیوں نے اس کو ویران کردیا۔ مروان کی طرف سے اُن دنوں یہاں کا عامل الکوثر بن زُفر بن الحارث الکلابی تھا، اور سرکش اُن دنوں قسطنطین بن الیون؎ تھا۔

جب مروان، حمص کی مہم سے فارغ ہوا اور اس کی فصیل منہدم کرچکا، تو اس نے مرعش کی تعمیر کے لئے لشکر بھیجا جس نے اس کو تعمیر و آباد کیا، لیکن فتنہ کے زمانہ میں رومیوں

؎ یہ ہرقل کا جانشیں تھا۔ ابن تغری بردی ج ۱، ص ۸۴۔

لے خروج کیا اور اس کو برباد کردیا۔ پھر صالح بن علی نے ابو جعفر المنصور کی خلافت میں اس کو تعمیر وقلعہ بند کیا، اور لوگوں کو زیادہ تنخواہوں پر اس کی جانب روانہ کیا۔ جب المہدی خلیفہ ہوا تو اس نے یہاں کی محافظ فوج میں اور اضافہ کیا، اور یہاں کے باشندوں کو قوی کیا۔

مجھ سے محمد بن سعد نے الواقدی کے حوالہ سے کہا:۔ میخائیل اسّی ہزار فوج لے کر دَرْب الحَدَث سے نکلا، اور عمق مَرْعش کی طرف آیا؛ یہاں اس نے مسلمانوں کو قتل کیا جلایا اور لونڈی غلام بنایا۔ اس کے بعد وہ شہر مرعش کے دروازہ کی طرف گیا جہاں عیسیٰ بن علی تھا، اگرچہ وہ اسی سال جنگ کرچکا تھا، تاہم اس کے غلام اور اہل شہر اور وہاں کی محافظ فوج میخائیل کے مقابلہ کو نکلی؛ ارومیوں پر ان نے خوب تیر باری ونیزہ بازی کی، میخائیل نے اس کو میدا دیا اور شہر سے دور لاکر دفعتہً ٹوٹ پڑا، عیسیٰ کے غلاموں میں سے آٹھ غلام کام آئے، باقیوں نے بھاگ کر شہر میں پناہ لی، دروازہ بند کرلئے، میخائیل نے ان کا محاصرہ کیا اور پھر واپس ہوکر جَیحان پر قیام کیا، یہاں اس کے مقابلہ پر ثمامہ بن الولید العبسی نے، جو اس وقت دابق میں تھا اور ۱۶۱ھ سے الصائفہ کا والی تھا، ایک مضبوط رسالہ بھیجا، جس کا بڑا حصہ کام آیا، المہدی یہ خبر سنکر بہت برہم ہوا، اور اس نے الحسن بن قحطبہ کو دوسرے ہی برس، یعنی ۱۶۲ھ میں، اس مہم پر بھیجنے کی طیاری کی۔

کہتے ہیں:۔ حصن الحدث ان مقامات میں سے ہے جو (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے، اس کو عیاض بن غنم کی طرف سے حبیب بن مَسْلَمہ نے فتح کیا تھا۔ بعد میں معاویہ

(۱۹۰) اس کی خبرگیری کرتے رہے۔

بنی امیہ درب الحدث کو نیک شگون کے لئے السلامہ کہتے تھے یہاں مسلمانوں پہ ایک مصیبت ٹوٹی تھی۔ بعض کہتے ہیں وہ مصیبت حادثہ کی قسم سے تھی۔ اور ایک جماعت کہتی ہے: اس درہ پہ ایک نوجوان غلام سے مسلمانوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی تھی، جو اپنے ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں سے لڑا تھا؛ اس لئے اسکو درب الحدث کہنے لگے۔

مروان بن محمد کے فتنہ میں رومیوں نے اپنے علاقہ سے نکل مدینتہ الحدث منہدم کیا اور اس کے باشندوں کو جلاوطن کر دیا جیسا کہ انھوں نے ملطیہ میں کیا تھا۔ پھر ۱۶۱ھ میں میخائیل عمق مرعش کی طرف نکلا، المہدی نے اس کی جانب الحسن بن قحطبہ کو بھیجا، اس نے بلادالروم کو روندا؛ اس کی گرفت روم کے باشندوں پر ایسی سخت تھی کہ انھوں نے اپنے کنیسوں میں اس کی تصویریں بنائیں؛ وہ درب الحدث سے (شہر بیں) داخل ہوا، اس کا موقع دیکھا، لوگوں نے اسے میخائیل کے آنے کا رستہ بتایا، اس نے یہاں اپنے شہر کے لئے جگہ پسند کی، اور واپس جا کر المہدی سے اس کی اور طرسوس کی تعمیر کی نسبت گفتگو کی؛ اور المہدی نے اسکو مدینتہ الحدث کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس مہم میں مندل العنزی محدث کوفی، اور معتمر بن سلیمان البصری اس کے ساتھ تھے۔ پھر علی بن سلیمان بن علی نے، جو الجزیرہ وقنسرین کا عامل تھا، اس کو آباد کیا، اور اس کا نام المحمدیہ، رکھا۔ اس کی تعمیر ختم ہونے کے بعد ہی المہدی کا انتقال ہو گیا، اس وجہ سے یہہ المہدیہ بھی ہے، اور المحمدیہ بھی۔ اس کی تعمیر میں اینٹیں لگائی گئی تھیں۔ (المہدی نے ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ اسکے بعد

اس کا بیٹا موسیٰ الہادی اس کا جانشین ہوا، اور اس نے علی بن سلیمان کو معزول کرکے محمدؐ بن ابراہیم بن محمدؐ بن علی کو الجزیرہ وقنسرین کا والی کیا؛ علی بن سلیمان اس وقت مدینۃ الحدث کا کام ختم کرچکا تھا۔ محمدؐ نے اہل الشام و الجزیرہ وخراسان (میں سے فوج بھرتی کرکے) یہاں متعین کی، اور چالیس دینار (فی کس) تنخواہیں مقرر کیں؛ رہنے کو مساکن دیئے، اور ہر شخص کو ۳۰۰ درہم انعام دیا۔ اس کام سے وہ ۱۶۹ھ میں فارغ ہوا۔

ابوالخطّاب کہتا ہے:— علی بن سلیمان نے مدینۃ الحدث میں چار ہزار فوج متعین کی، اس کو مساکن دیئے، اور مَلطیۃ و شِمشاط و سُمیساط وکیسوم و دُلوک و رَعبان سے دو ہزار آدمی لاکر آباد کئے۔

الواقدی کہتا ہے:— جب مدینۃ الحدث بن چکا تو اس شدت کی سردی پڑی، اور اس زور کی بارش و برف باری ہوئی کہ شہر پناہ، جو مضبوط نہیں تھی اور نہ اس کی تعمیر میں کافی (۱۹۱) احتیاط کی گئی تھی، جگہ جگہ سے شق ہوکر کھیل کھیل ہوگئی؛ بازنطینیوں نے یہ دیکھکر پھر دھاوا کیا، اس وجہ سے باشندوں کے ساتھ فوج بھی منتشر ہوگئی۔ موسیٰ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے المسیّب بن زُہیر اور رَوح بن حاتم اور حمزہ بن مالک کے ساتھ ایک ایک دستہ بھیجنے کا حکم دیا؛ لیکن یہ لوگ ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد الرشید خلیفہ ہوا اور اس نے مدینۃ الحدث کو ازسرنو تعمیر و قلعہ بند کرنے کا حکم دیا؛ اور یہ حکم دیا کہ اس میں محافظ فوج مقرر کیجائے سپاہیوں کو مساکن اور جاگیریں دیجائیں۔

الواقدی کے سوا اور راوی یہ کہتے ہیں، کہ:— جب مدینۃ الحدث بن چکا تو روم کے عظماء بطارقہ میں سے ایک

بطریق نے زبردست فوج رکاب میں لے کر اس پر دھاوا کیا شہر پناہ اینٹوں کی تھی، جو یوں ہی چن دی گئی تھیں، اور برف باری کی وجہ سے اس کو نقصان بھی پہنچ چکا تھا؛ عامل اور تمام اہل شہر (یہ خبر سنتے ہی) بھاگ گئے۔ دشمن شہر میں بے کھٹکے داخل ہوا، اس نے شہر کو ویران کیا، مسجدوں میں آگ لگائی، اور باشندوں کے اموال لوٹ کر واپس ہو گیا۔ پھر الرشید نے اپنی خلافت میں اس کو تعمیر کرایا۔

مجھ سے بعض اہل منبج نے کہا:— الرشید نے محمد بن ابراہیم کو پروانہ بھیجکر اسی خدمت پر برقرار رکھا، اور اس کی جانب سے مدینۃ الحدث کی تعمیر و تحصین کا کام اس کے ہاتھ پر بدستور جاری رہا۔ بعد میں اس نے محمد کو معزول کر دیا۔

کہتے ہیں:— مالک بن عبداللہ الخثعمی نے، جو مالک الصوائف کہلاتا تھا، اور فلسطین کا باشندہ تھا، سنہ ۴۶ھ میں بلاد الروم پر حملہ کیا، اور کثیر غنیمت حاصل کر کے واپس چلا گیا۔ درب الحدث سے پندرہ میل پر الرّہوہ ایک مقام تھا، یہاں اس نے تین دن قیام کیا، اور غنیمت میں جو مال اس کے ہاتھ آیا تھا اس کو فروخت کیا، اور اس کے حصے تقسیم کئے۔ اس وجہ سے وہ مقام الرّہوہ کی بجائے رَہوۃ مالک کے نام سے موسوم ہو گیا۔

کہتے ہیں:— مرج عبدالواحد مسلمانوں کے گھوڑوں کی مخصوص چراگاہ تھی؛ جب الحدث و زِبَطرہ بن گئیں تو اس کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اس کو زرعی زمین بنا دیا گیا۔

کہتے ہیں:— زِبَطرہ ایک قدیم رومی قلعہ تھا، جو الحدث کے پرانے قلعہ کے ساتھ فتح ہوا تھا، اور اس کا فاتح حبیب بن مسلمۃ الفِہری تھا؛ اس وقت سے الولید بن یزید کے زمانہ تک

جب کہ رومیوں نے اس کو برباد کیا، یہ مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا؛ اس بربادی کے بعد الولید نے اس کو پھر بنوایا، لیکن بنا غیر محکم تھی، رومیوں نے مروان بن محمد کے فتنہ میں حملہ کیا اور اس کو ڈھایا۔ اس کے بعد المنصور نے بنوایا، لیکن رومیوں نے پھر اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ اس کے بعد الرشید نے محمد بن ابراہیم کی معرفت اس کو بنوایا، اور اس میں محافظ فوج رکھی۔ پھر المامون کی خلافت میں رومیوں نے اس کا (۱۹۲) دروازہ کھٹ کھٹایا، اور اس کو مسمار کر دیا، اور اہل شہر کے چرتے ہوئے جانوروں پر تاخت کی، اور ان میں سے بہت سے مواشی ہنکالے گئے۔ المامون نے اس کی مرمت اور قلعہ بندی کا حکم دیا، اور جب طاغیۃ الروم کا وفد ۲۱۰ھ میں صلح کی درخواست لے کر آیا تو المامون نے اس کو رد کر دیا، اور سرحد کے عاملوں کو (حملہ کرنے کا) حکم دیا۔ وہ بلاد الروم میں پھرے؛ بہتوں کو قتل کیا، طاغیہ کے ملک کو خوب روندا، اور بڑی اچھی فتوحات حاصل کیں۔ ان حملوں میں یقظان بن عبدالاعلیٰ بن احمد بن یزید بن اسید السلمی کام آیا۔ المعتصم باللہ ابو اسحٰق بن الرشید کی خلافت میں رومیوں نے زبطرہ پر پھر خروج کیا، مردوں کو قتل اور عورتوں کو اسیر کیا، اور اس کو ویران کر دیا۔ المعتصم یہ خبر سن کر غضبناک ہوا اور ان پر حملہ آور ہوا، اور ان کے قلعوں پر قلعہ برباد کرتا ہوا عموریہ تک جا پہنچا، اور جب تک اسے فتح نہیں کر لیا اس پر خیمہ زن رہا؛ ان کے جنگ آزما قتل کئے، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا اور اس کو برباد کر دیا۔ پھر زبطرہ کی تعمیر کا حکم دیا، اس کو قلعہ بند کیا، اور اس میں محافظ فوج رکھی۔ رومیوں نے پھر قصد کیا، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

مجھ سے ابو عمر الباہلی وغیرہ نے کہا:— حصن منصور، منصور

بن جَعْوَنہ بن الحارث العامری ، یکے از بنی قیس کی طرف منسوب ہے ، جو اس کی تعمیر و مرمت کے کام پر مامور تھا ؛ اور یہاں مروان کے زمانہ میں اہل الشام و الجزیرہ کی جُنْدِ کثیف (= گھنی فوج) کے ساتھ دِمشق کی مدافعت کے لئے مقیم تھا ۔ یہی وہ منصور ہے جو اہل الرُّہا پر حاکم تھا جب کہ انھوں نے ابتداء دولت (عباسیہ) میں اطاعت سے انحراف کیا تھا ۔ المنصور نے ، جو العباس کی طرف سے الجزیرہ و ارمینیہ کا عامل تھا ، ان کا محاصرہ کیا ؛ منصور شہر فتح ہوتے ہی بھاگ گیا ، بعد میں اسے امان دی گئی اور وہ ظاہر ہوا ، لیکن جب عبداللہ بن علی نے ابوجعفر المنصور سے سرکشی کی ، تو اُس نے اسی منصور کو عبداللہ بن علی کی جگہ اپنی شُرطہ (= پولیس) کا والی کیا ۔ لیکن جب عبداللہ ، البصرہ کی طرف بھاگا ، تو منصور روپوش ہو گیا ، مگر ۱۴۱ھ میں اس کی مخبری کی گئی ، اور اس کو المنصور کے پاس پیش کیا گیا ، اور اس نے بیت المقدس سے واپس جاتے ہوئے الرّقہ میں اس کو قتل کر دیا ۔

ایک جماعت کہتی ہے :۔ اُس کو ابن علی کے فرار کے بعد امان دی گئی اور وہ ظاہر ہو گیا ؛ پھر رومیوں کے نام اس کے خطوط پکڑے گئے جن میں اس نے اسلام سے غداری کی تھی ، جب المنصور ۱۴۱ھ میں بیت المقدس سے الرّقہ پہنچا تو اس نے کسی کو اس کے لانے کے لئے بھیجا ، اور جب یہ اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے ، چنانچہ الرّقہ میں اس کی گردن ماردی گئی ۔ اس کے بعد (ابوجعفر) الہاشمیہ کی طرف ، جو الکوفہ میں ہے ، واپس چلا گیا ۔

الرشید نے المہدی کی خلافت میں حصن منصور تعمیر کیا اور اس میں محافظ فوج رکھی ۔

(۱۹۳)

رومی سے عربی میں دیوان کا نقل ہونا

کہتے ہیں:۔ الشام کے دیوان (= دفتر) رومی زبان میں تھے، حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان والی (= بادشاہ) ہوا، اور اس نے ۸۱ھ میں حکم دیا کہ دیوان (عربی میں) نقل کئے جائیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ ایک رومی کاتب کو کچھ لکھنے کی حاجت ہوئی اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے دوات میں پیشاب کر دیا، عبدالملک کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے کاتب کو سزا دی اور سلیمان بن سَعد کو حکم دیا کہ وہ دیوان نقل کرنیکا انتظام کرے۔ سلیمان نے اس کام کے لئے الاُردُن کا سال بھر کا خراج مانگا، اس کی اس نے منظوری دے دی، اور اِسی کو الاُردُن کا والی کر دیا۔ لیکن ابھی سال ختم نہ ہوا تھا کہ (سلیمان) اس کام سے فارغ ہو گیا اور عبدالملک کے پاس آیا، اور اس کو اس کی اطلاع دی؛ اس نے اپنے کاتب سَرجُون کو یہ بات سنانے کے لئے بلایا، وہ یہ سنکر بہت رنجیدہ ہوا، اور اس کے پاس سے کبیدہ ہوکر اٹھا، اور اس نے رومی کاتبوں کی قوم سے مل کر کہا: اب تم اپنی روزی اس پیشہ کے سوا کسی اور پیشہ میں

تلاش کرو، کیونکہ اللہ نے اس کا سلسلہ تم سے منقطع کر دیا ہے۔"

راوی کہتا ہے:۔ الأردن کا خراج، جو اس کام کے لئے بطور امداد دیا گیا، ایک لاکھ اسّی ہزار دینار تھا۔ فلسطین کا خراج تین لاکھ پچاس ہزار دینار تھا۔ دمشق کا خراج چار لاکھ دینار تھا اور حمص و قنسّرین اور اس علاقہ کا خراج جو آجکل العواصم کہلاتا ہے، آٹھ لاکھ اور بقول بعض سات لاکھ دینار تھا۔

البحر الخزر

بحر بنطس (البحر الاسود)

باطوم

موقان

ارمينية

مقياس الرسم : كيلومتر ٣ = ١ درجة

٥٠ ١٠٠ ١٥٠ ٢٠٠ ٢٥٠ ٣٠٠ ٣٥٠ ٤٠٠ ٤٥٠

فتوح اَرمینیہ

مجھ سے محمد بن اسمٰعیل ساکن بَرذَعہ نے، اور دیگر رواۃ نے ابی براءعَنبَسَہ ابن بحرالاَرمنی کے حوالہ سے ؛ اور محمد بن بِشر القالی نے اپنے شیوخ کے حوالہ سے، اور بَرمَک بن عبد اللہ الدَّبیلی و محمد بن مخیّس الخِلاطی وغیرہ نے اہل العلم کی ایک جماعت کے حوالہ سے جو امور اَرمینیہ سے واقفیت رکھتی تھی، بیان کیا (میں نے ان کے بیانات ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر مربوط و مسلسل کر دیئے ہیں۔ مؤ) کہ :۔ شِمشَاط و قالیقلا و خِلاط و اَرجِیش و باجُنَیس اَرمینیۂ چہارم کہلاتے ہیں۔ اور کُورِ البُسفُرَّجان و دَبِیل و سراج طَیر و بَغرَوَند (۱۹۴) اَرمِینیہ سوم کہلاتے ہیں۔ اور جُرزان ارمینیۂ دوم کہلاتا ہے۔ اور السِّیسَجان و اَرّان اَرمینیۂ اول کہلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں : شِمشاط تنہا اَرمینیۂ چہارم ہے، اور قالیقلا و خِلاط و اَرجِیش و باجُنَیس اَرمینیۂ سوم ہے، اور سراج طَیر و بَغرَوَند و دبیل و والبُسفُرّجان اَرمینیۂ دوم ہے، اور السِّیسَجان و اَرّان و تفلیس اَرمینیۂ اول ہے۔

جُرزان و اَرّان پر الخزر کا اور باقی سارے اَرمینیہ پر

رومیوں کا قبضہ تھا، اور ان کی طرف سے یہاں کا والی آرنیاقش تھا۔ الخزر ہمیشہ چھاپہ مارتے اور بسا اوقات الدّینوَر تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کی سرکوبی کے لئے ملک قُباذ بن فیرُوز نے اپنے عظما، قُوّاد میں سے ایک قاید کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ بھیجا، اس نے بلاد اَرّان کو پامال کیا اور نہر الرّس سے شروان تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ پھر قُباذ یہاں آیا اور اس نے ارّان میں مدینۂ البَیلَقان و مدینۂ بَرذَعہ، جو پورے سرحدی علاقہ کا صدر مقام تھا، اور مدینۂ قَبلہ (یہی الخزر ہے۔۴) آباد کئے۔ ارض شَروان و باب اللّان کے درمیان اینٹوں کا بند بنوایا، اور اس پر ۳۶۰ شہر بسائے، جو باب الابواب کی تعمیر کے بعد ویران ہو گئے۔

قُباذ کے بعد اس کا بیٹا اَنُوشروان کسریٰ بادشاہ ہوا، اس نے مدینۂ الشّابران و مدینۂ مُسقط بنوایا، اور مدینۂ باب الابواب ازسرنو تعمیر کرایا۔ یہ پہاڑ میں ایک درہ پر بنایا گیا ہے۔ اور ان شہروں میں اس نے ایک قوم آباد کی جس کا نام سیاسجین[1] تھا۔ اس نے ارض اَرّان میں ابواب شکّن[2] و القمیبران وابواب الدُّودانیہ (دُودان ایک قوم ہے جو مدعی ہے کہ وہ بنی دودان بن اَسَد بن خُزیمہ میں سے ہے۔۴) تعمیر کرائے؛ اور الدُّرذُوقیہ بنوایا جس کے بارہ دروازہ تھے، اور ہر دروازہ پر ایک سنگین قصر تھا۔ اور ایک مدینہ ارض جُرجان میں بنایا، اور سَغدیوں میں سے ایک قوم اس میں آباد کی، اسے سُغدَبیل کہتے ہیں، اور اس کو سرحدی چوکی بنا دیا۔ بلاد جُرزان کے اس حصہ میں جو رومی علاقہ سے ملحق ہے، وہ قصر تعمیر کرائے جو باب فیرُوزقُباذ و باب الاذقہ (۱۹۵)

---

[1] قدامہ: ساسجین؛ المسعودی۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۹۱: السیاسجیہ۔

[2] ابن حوقل، ص ۲۵۴: شکّی؛ المسعودی، ص ۲۹۳: شکین۔

و باب بارقہ[1] کہلاتے ہیں، اور بحرِ طرابزندہ پر واقع ہیں۔ اسی نے باب اللان و باب سمسخی[2] و قلعہ الجردمان و قلعہ سمشلدے تعمیر کرائے۔

انوشروان نے آرمینیہ کے وہ تمام قلعہ فتح کیے جو رومیوں کے قبضہ میں تھے۔ مدینۂ دبیل آباد و قلعہ بند کیا۔ مدینۃ النشوے، جو کورۃ السیسجان کا صدر مقام ہے، تعمیر کرایا۔ قلعۂ ونیص بنوایا، اور ارض السیسجان میں کئی قلعہ بنوائے۔ ازاں جملہ قلعۃ الکلاب و ساہیونس ہیں، اور ان قلعوں میں سیاسبجیۃ کے قوی و باہیبت (افراد) متعین کیے۔

اس کے بعد اس نے ملک الترک کو صلح و موادعت کا پیغام بھیجا اور یہ لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کا معاملہ ایک ہو جائے، اور اس کو اپنے سے مانوس کرنے کے لئے اپنی بیٹی اس سے منسوب کی اور اس کو اپنا داماد بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کی بیوی نے ایک لونڈی کو بیٹی بنا لیا تھا، اس نے اسی لونڈی کو ترکی کے پاس بھیجدیا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ پھر ترکی نے بھی اس کو اپنی بیٹی دی اور اس سے ملاقات کی خواہش کی، البرشلیۃ[3] میں دونوں کی ملاقات ہوئی، کئی دن صحبت رہی، دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے، اور اظہار مودت کرنے لگے۔ انوشروان نے اپنے خاص اور معتمد آدمیوں میں سے ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ رات کو چپکے سے ترکی کے لشکر میں جائیں اور آگ لگا دیں؛

---

[1] ابن الوردی باب مازقہ۔

[2] المسعودی: ۲/ص ۱۸۸: الصمصا۔

[3] مراصد: البرشیلۃ۔

وہ لوگ گئے اور انھوں نے اس کے لشکر میں آگ لگادی، صبح کو ترکی نے انوشیروان سے اس کی شکایت کی، اس نے کہا: میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، اور نہ مجھے اس کی خبر کہ میرے آدمیوں میں سے کس نے یہ حرکت کی ہے۔ جب اسبات کو کئی دن گزر گئے تو اس نے انہی لوگوں کو پھر آگ لگانے کا حکم دیا، انھوں نے آگ لگادی، ترکی اس دفعہ بہت برہم ہوا، لیکن انوشیروان نے اس کو بہلا کر اور معذرت کر کے ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد انوشیروان نے ایک دن خود اپنے لشکر کے ایک حصہ میں، جس میں صرف پھونس اور سرکنڈوں کی جھونپڑیاں تھیں، آگ لگانے کا حکم دیا، اور صبح ہوتے ہی ترکی کے پاس پہنچا اور اپنی برہمی کا اظہار کرنے لگا، اور اس سے کہا: قریب تھا کہ تمھارے آدمی میرا لشکر تباہ کر دیتے، اور یہ کہ تم نے محض گمان پر مجھ سے بدلہ لیا! اس نے قسم کھائی کہ میرے علم میں کچھ نہیں ہے کہ اس کا کیا سبب ہے۔ اس پر انوشیروان نے کہا: بھائی! معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تمھاری فوج کو یہ صلح پسند نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو جنگیں اور غارت گریاں ہوتی تھیں اور ان میں ہماری تمھاری فوجوں کو جو کچھ حاصل ہوتا تھا اس کا سلسلہ اب منقطع ہوگیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کوئی ایسی شرارت نہ کر بیٹھیں جس سے ہمارے دلوں میں صفائی اور خلوص پیدا ہونے کے بعد بگاڑ پیدا ہو جائے اور رشتۂ صہر و مودت کے باوجود ہماری عداوتیں پھر عود کر آئیں۔ اس لئے مناسب رائے یہ ہے کہ تم مجھے اجازت دو کہ میں اپنے اور تمھارے ملک کے درمیان ایک دیوار بناؤں جس میں ایک ہی دروازہ رکھا جائے تاکہ میرے ملک سے تمھارے ملک میں، اور تمھارے ملک سے میرے ملک میں صرف وہی لوگ آجاسکیں جن کا

(۱۹۶)

آنا جانا مجھے یا تمھیں پسند ہو"۔ ترکی نے یہ بات منظور کرلی، اور اپنے ملک کی طرف واپس آگیا۔ انوشروان دیوار بنوانے کے لئے یہاں ٹھہر گیا، حتیٰ کہ اس کی تعمیر تمام ہوئی۔ اس نے دیوار کا وہ حصہ جو سمندر کے سامنے تھا پتھر اور سیسہ سے بنوایا؛ اس کا عرض تین سو ذراع تھا، اور اس کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے ملا دیا؛ پھر یہ حکم دیا کہ پتھر کشتیوں میں ڈھو ڈھوکر لائے جائیں اور سمندر میں غرق کئے جائیں؛ پتھر لائے گئے اور غرق کئے گئے، اور جب سطح آب پر ظاہر ہوگئے تو ان پر دیوار چنی گئی، جو سمندر میں تین میل تک گئی۔ اس کی تعمیر سے فارغ ہوکر اس نے مدخل پر آہنی دروازہ نصب کیا، حفاظت کے لئے سو سوار متعین کئے، اور ایک دبّابہ نصب کیا۔ اس سے قبل یہاں حفاظت کی غرض سے پچاس ہزار سپاہ کی حاجت ہوتی تھی۔ لوگوں نے خاقان[1] سے کہا: اس نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور جس سے تیری شادی کی ہے وہ اس کی بیٹی نہیں ہے اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے قلعہ بند ہوگیا ہے۔ لیکن اب وہ کسی طرح اس پر قابو نہیں پاسکتا تھا۔

انوشروان نے بہت سے بادشاہ بنائے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ضلع کی شاہی سپرد کی۔ انھی میں خاقان الجبل تھا، یہ صاحب السریر تھا اور اس کو وہرارزان شاہ[2] کہتے تھے۔ اور انھی میں ملک فیلان تھا اور وہ فیلان شاہ (کہلاتا) تھا، اور انھی میں طبرسران شاہ تھا، اور ملک اللکز تھا جس کو جرشان شاہ

---

[1] خاقان ملوک الترک ملوک التبّت اور ملوک الخزر کا لقب ہے۔ جیسے ملوک فارس کا لقب کسریٰ (واسع الملک شاہانشاہ) خاقان کے معنی ہیں بادشاہ بزرگ ــ خردازبہ، ۱۶۔

[2] الاصطخری، ص ۱۸۲: اہرراورن شاہ۔

کہتے تھے۔ اور ملک مسقط تھا جس کی بادشاہت مٹ گئی تھی، اور شاہ لیران تھا جو لیران شاہ کہلاتا تھا۔ اور شاہ شروان تھا جو شروانشاہ کہلاتا تھا۔ اور صاحب بُخ کو بُخ کا بادشاہ، اور صاحب (۱۹۶) زری کران کو زری کران کا بادشاہ بنایا، اور شاہان جبل القبق کو ان کے ممالک پر برقرار رکھا، اور ان سے خراج پر صلح کر لی۔

اس طرح ارمینیہ ایرانیوں کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ اسلام ظاہر ہوا۔ اس وقت سیاسیجین میں سے اکثر اپنے قلعہ اور شہر چھوڑ چکے تھے اور وہ سب خراب و برباد ہو گئے تھے اور ان پر رومیوں نے اور الخزر نے قبضہ کر لیا تھا، کیوں کہ ان پر کسی زمانہ میں انہی کا قبضہ تھا۔

کہتے ہیں:۔ ایک زمانہ میں رومیوں کے معاملات سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا تھا، اور وہ ملوک الطوائف[عہ] کی طرح پراگندہ ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں ان میں سے ایک شخص ارنیاقس کا حاکم بن گیا، اس کے بعد اس کی بیوی، جس کا نام "قالی" تھا بادشاہ ہوئی؛ اس نے مدینۂ قالیقلا تعمیر کیا، اور اس کا نام قالیقالہ رکھا، جس کے معنے ہیں "قالی کا احسان"۔ راوی کہتا ہے: اس نے شہر پناہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر اپنی تصویر بنوائی تھی۔ عربوں نے قالیقالہ کو معرب کرکے قالیقلا کر دیا۔

کہتے ہیں:۔ جب (حضرت) عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے معاویہ کو جو ان کی طرف سے الشام و الجزیرۂ اور اس کی سرحدوں کے عامل تھے، لکھا کہ حبیب بن مَسلَمۃ الفہری کو ارمینیہ کی طرف جانے کا حکم دو۔ حبیب نے الشام کی

عہ "وہ ملوک طوائف جن کے درمیان اسکندر کے بعد فارس کی بادشاہت تقسیم ہو گئی تھی"۔ طبری ج ۱ ص ۷۰۴۔

فتوحات میں ، اور روم کے غزوات میں اثر جمیل پیدا کیا تھا،
اور (حضرت) عمر و عثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد والوں کو
اس کی خبر تھی ؛ لیکن بعض کہتے ہیں : (حضرت) عثمان نے یہ حکم
حبیب ہی کو لکھا تھا ، اور یہی زیادہ صحیح ہے ۔ (حبیب نے)
الشام و الجزیرہ کی چھ ہزار اور بقول بعض آٹھ ہزار (سپاہ) کے
ساتھ اس کی جانب کوچ کیا ، اور قالیقلا پر مقام کیا ؛ اہل شہر
ان کی جانب بڑھے ، مسلمانوں نے ان سے جنگ کی اور انھیں
شہر میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا ۔ پھر انھوں نے جلاوطنی اور
جزیہ پر امان مانگی ۔ ان میں سے اکثر جلا وطن ہوکر بلاد الروم
کی طرف چلے گئے ۔ حبیب چند ماہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ
یہاں مقیم رہے ، اسی اثناء میں انھیں خبر ملی کہ بطریق ارمنیاقس
نے مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمعیتِ عظیم اکھٹی کی ہے
اور الخزر میں سے اہل اللان و افخاز و سمندر اس سے آملے ہیں،
(حبیب نے حضرت) عثمان کو مدد کے لئے لکھا ، اور انھوں نے
معاویہ کو لکھا کہ وہ (حبیب کے پاس) اہل الشام و اہل الجزیرہ
میں سے ان لوگوں کو جو جہاد اور غنیمت کی رغبت رکھتے ہوں
بھیجدیں ۔ چنانچہ معاویہ نے (ان کے پاس) دو ہزار آدمی بھیجے،
جن کو انھوں نے قالیقلا میں آباد کیا ، جاگیریں دیں ، اور مرابط (۱۹۸)
کی حیثیت سے متعین کر دیا ۔

جب (حضرت) عثمان کو حبیب کا خط ملا تو انھوں نے سعید
بن العاصی بن سعید بن العاصی بن امیہ کو جو ان کی جانب سے
الکوفہ پر عامل تھے ، لکھا کہ وہ سلمان بن ربیعۃ الباہلی — جو سلمان
الخیل مشہور تھے اور بڑے نیک ، فاضل اور نمازی تھے — کی
سرلشکری میں (حبیب کی) کمک پر فوج بھیجیں ۔ سلمان اہل الکوفہ
میں سے چھ ہزار سپاہ رکاب میں لے کر روانہ ہوئے ، رومی اور

ان کے ساتھی آگے بڑھ کر الفرات پر خیمہ زن ہو چکے تھے، حبیب کے پاس مدد پہنچنے میں دیر ہوئی، اس لئے انھوں نے رومیوں پر شبخون مارا اور ان کو خوب روندا، اور ان کے سردار کو قتل کر دیا۔ حبیب کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید الکلبیہ نے اس رات ان سے پوچھا: "تم کہاں ملوگے؟" بولے: "سرکش کے سراپردہ پر یا جنت میں"! اور جب وہ سراپردہ پر پہنچیں تو وہاں انھیں موجود پایا۔

کہتے ہیں:۔ سلمان کے پہنچنے سے پہلے مسلمان اپنے دشمنوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ اہل الکوفہ نے چاہا کہ انھیں غنیمت میں شریک کیا جائے مگر انھوں نے شریک نہیں کیا، اس پر حبیب و سلمان میں سخت کلامی تک نوبت پہنچی، اور بعض مسلمانوں نے سلمان کو قتل کی دھمکی دی، اس پر ان میں سے کسی نے کہا:۔

اِنْ تَقْتُلُوْا سَلْمَانَ نَقْتُلْ حَبِیْبَکُمْ وَاِنْ تَرْحَلُوْا نَحْوَ ابْنِ عَفَّانَ نَرْحَلُ

(اگر تم سلمان کو قتل کرو گے، تو ہم تمھارے حبیب کو قتل کریں گے۔ اور اگر تم ابن عفان کے پاس جاؤ گے تو ہم بھی جائیں گے۔)

اس کے متعلق (حضرت) عثمان کو لکھا گیا، انھوں نے جواب دیا: غنیمت کلیۃً اہل الشام کا حق ہے"۔ اور سلمان کو لکھا کہ اَرّان پر حملہ کرو۔

بعض راوی کہتے ہیں:۔ سلمان بن ربیعہ ارمینیہ کی طرف (حضرت) عثمان کی خلافت میں گئے اور اسیرانِ جنگ لے کر سنہ میں الولید بن عقبہ کے پاس مدینۃ الموصل واپس آگئے۔ (یہاں ان کے پاس حضرت) عثمان کا یہ خط آیا کہ معاویہ نے

لکھا ہے کہ رومیوں نے مسلمانوں پر بڑے لاؤ لشکر سے چڑھائی کی ہے، اور اس کے لئے انھوں نے مدد مانگی ہے، تم آٹھ ہزار کی جمعیتہ ان کے پاس بھیجدو :۔ چنانچہ انھوں نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرلشکری میں لشکر بھیجدیا، اور معاویہ نے بھی حبیب بن مَسْلَمَۃَ الفہری کی سرلشکری میں اتنی ہی فوج روانہ کی۔ دونوں نے قلعہ فتح کئے اور لونڈی غلام پکڑے۔ پھر دونوں میں امارت پر جھگڑا ہوا، اہل الشام نے سلمان پر دست درازی کرنی چاہی اور شاعر نے اِنْ تقتُلُوا والی بیت کہی۔ لیکن پہلی خبر زیادہ صحیح ہے۔ وہ مجھ سے اہل قالیقلا میں سے متعدد مشائخ نے بیان کی ہے، اور وہاں کے قاضی العطاف بن سفیان ابو الاصبغ نے لکھ کر بھیجی ہے۔

(۱۹۹) مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:۔

حبیب بن مَسْلَمَہ نے اہل دَبِیل کا محاصرہ کیا اور یہاں ٹھیرے رہے پھر المَورِیان الرّومی سے ان کی مٹھ بھیڑ ہوئی، اُس پر انھوں نے شب خون مارا، اُس کو قتل کیا، اور جو کچھ اُس کے لشکر میں تھا لوٹ لیا، پھر سلمان ان سے آملے۔ اس روایت کے راویوں کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ الموریان سے ان کی مٹھ بھیڑ قالیقلا پر ہوئی تھی۔

مجھ سے محمد بن بشر القالی وابن وَرْزُ القالی نے کہا، اور ان سے مشائخ اہل قالیقلا نے، کہ کہتے ہیں :۔ مدینۂ قالیقلا جب سے فتح ہوا اپنے باشندوں سمیت تمام حملوں کے مقابلہ میں محفوظ رہا، حتیٰ کہ ۱۳۳ھ میں طاغیہ نکلا اور اس نے اہل ملطیہ کا محاصرہ کرکے اس کی فصیل ڈھادی اور جو مسلمان وہاں آباد تھے ان کو الجزیرہ کی طرف جلا وطن کردیا۔ پھر وہ مرج الحصی پر

آکر ٹھیرا اور کوسان الارمنی کو اس نے قالیقلا کی جانب روانہ کیا جس نے اس کا محاصرہ کیا۔ وہاں کی آبادی ان دنوں کم تھی، اور وہاں کا عامل ابوکریمہ تھا۔ اہل قالیقلا میں سے دو ارمنی بھائی فصیل میں ایک شکستہ مقام سے نقب لگاکر کوسان کے پاس پہنچے اور اس کو شہر میں گھسالائے۔ وہ شہر پر غالب ہوگیا، باشندوں کو اس نے قتل و اسیر کیا، اور شہر مسمار کردیا۔ لوٹ میں جو مال ہاتھ آیا سرکش کے پاس لے گیا، اور اسیران جنگ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردیے۔

الواقدی کہتا ہے :۔ ۱۳۹ھ میں المنصور نے فدیہ دے کر اہل قالیقلا کے ان اسیران جنگ کو جو اس وقت زندہ تھے چھڑالیا اور قالیقلا ازسرنو تعمیر و آباد کیا، اور ان لوگوں کو جن کا فدیہ دیا تھا یہیں بھیجدیا۔ اور یہاں اہل الجزیرہ وغیرہ کی فوج متعین کردی۔ طاغیۃ الروم نے المعتصم باللہ کی خلافت میں قالیقلا پر خروج کیا اور اس کی فصیل پر اتنی سنگ باری کی کہ قریب تھا کہ وہ گرجاتی، المعتصم نے پانچ لاکھ درہم خرچ کرکے اس کو مستحکم کرایا۔

کہتے ہیں :۔ حبیب مدینۂ قالیقلا فتح کرکے مربالا گئے، بطریق خلاط ان کے پاس عیاض بن غنم کی تحریر لے کر آیا۔ عیاض نے اس کی جان اور اس کے مال اور اس کے شہروں (بلاد) کو امان دی تھی، اور اس نے خراج پر معاملہ کیا تھا۔ حبیب نے اس کے لئے وہی امان نافذ کردی۔ پھر وہ الہرک و دشت الورک کے درمیان ایک منزل پر اترے، یہاں بطریق خلاط وہ رقم لیکر آیا جو اس پر واجب تھی اور اس نے ایک ہدیہ بھی پیش کیا لیکن انھوں نے وہ قبول نہیں کیا، اور خلاط پر ٹھیرتے ہوئے الصابہ (؟) کی طرف روانہ ہوگئے جہاں انسے صاحب مکس ملا۔ یہ نواحی البسفرجان میں سے ایک ناحیہ ہے۔ انھوں نے اس کے بلاد کیلئے (۲۰۰)

معاہدہ کر لیا اور اس کے ساتھ ایک آدمی بھیجا اور اس کو صلح و امان کا وثیقہ لکھ دیا۔ پھر انھوں نے اَرْجیش و باجنیس کے دیہات کی طرف کسی کو بھیجا، وہ ان پر غالب ہوا، ان کے باشندوں پر اس نے نفری جزیہ لگایا اور ان کے رُوداروں کو (حبیب کے پاس) پیش کیا، جن سے انھوں نے خراج پر معاہدہ کر لیا۔ بحیرۃ الطریخ سے انھوں نے تعرض نہیں کیا اور وہ عام استعمال کے لئے مباح رہا۔ جب محمدؒ بن مروان بن الحکم الجزیرہ و ارمینیہ کا والی ہوا تو اس نے اس کے شکار پر قبضہ کر لیا اور اس کو آمدنی کا مستقل ذریعہ بنا لیا۔ اس کے بعد یہ جھیل مروان بن محمدؒ کے قبضہ میں آئی اور پھر اس سے لے لی گئی۔

راوی کہتا ہے :— پھر حبیب یہاں سے چل کر اِزْدِساط[ع] پہنچے۔ یہ القِرمِزْ کا قریہ تھا — اور نہر الاکراد عبور کر کے مرج دبیل پر اترے، اپنا رسالہ (شہر کی طرف) بھیجا، پھر خود آگے بڑھے اور اس کے دروازہ پر خیمہ زن ہوئے؛ اہل شہر نے قلعہ گیر ہو کر ان پر سنگ باری شروع کی، لیکن جب انھوں نے ان پر منجنیق سے سنگ باری شروع کی تو وہ امان مانگنے لگے اور صلح کے خواستگار ہوئے، اور ان سے صلح کر لی گئی۔ ان کے سوار ترک تازیاں کرتے ہوئے جُرْنیٰ پہنچے، پھر انھوں نے اشوش و ذات اللّجم و جبل کوتنتہ (؟) و وادی الاحرار پر چھاؤنی چھائی اور دبیل کے تمام دیہات پر غالب ہو گئے۔ انھوں نے سِراج طیرو بَغرَوَند کی طرف بھی فوج بھیجی، یہاں کا بطریق ان کے پاس آیا، اور اس سے اس قرارداد پر صلح کر لی کہ وہ خراج دے گا، مسلمانوں کا خیر خواہ رہیگا ان کی مہمان داری کرے گا، اور ان کے دشمنوں کے خلاف

[ع] ابن حوقل، ص ۱۱۱: اِزْدشاط۔

ان کی مدد کرے گا۔ دَبِیل کا صلح نامہ یہ تھا:—

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ حبیب بن مَسۡلَمہ کی یہ تحریر نصارائے اہل دَبِیل اور وہاں کے مجوس و یہود کے لئے ہے، عام اس سے کہ وہ حاضر ہوں یا غائب؛ میں نے تمھاری جانوں، تمھارے اموال، تمھارے کنیسوں، تمھاری عبادت گاہوں اور تمھاری شہر پناہ پر تمھیں امان دی ہے۔ اب تم امان میں ہو، اور ہم پر تمھارے ساتھ وفائے عہد فرض ہے حتیٰ کہ تم وفا کرو اور جزیہ و خراج دیتے رہو۔ شهد اللّٰہ وکفی بہ شهیدا۔ حبیب بن مَسۡلَمہ نے اس پر اپنی مہر لگائی۔

پھر حبیب نے النَّشوِیٰ کا قصد کیا اور اس کو دبیل کی سی صلح پر فتح کر لیا۔ یہیں ان کے پاس البُسفُرَّجان کا بطریق آیا، اس سے انھوں نے اس کے تمام بلاد اور ارض ھصاملتۃ (؟) و افارستۃ (؟) کے لئے سالانہ خراج پر صلح کر لی۔ پھر وہ السِّیسَجان آئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی، مگر شکست کھائی، مسلمان (۲۰۱) ویص پر غالب ہو گئے، پھر السِّیسَجان کے تمام قلعوں کے باشندوں نے ان سے خراج پر صلح کر لی، اور انھوں نے جُرزان کی طرف کوچ کیا۔

مجھ سے مشائخ اہل دَبِیل نے، جن میں بَرمَک بن عبداللہ بھی ہے، بیان کیا کہ:— حبیب بن مسلمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جُرزان کے قصد سے روانہ ہوئے اور ذات اللُّجم پہنچ کر انھوں نے اپنے بعض جانور چرنے چھوڑ دیے اور ان کی لگامیں ایک جگہ جمع کر دیں۔ یہ دیکھ کر عُلوج[ع] کی ایک قوم ایسی پھرتی سے ان کی طرف نکلی کہ وہ اپنے جانوروں کو لگامیں بھی نہ دے سکے؛

ع عجمی کافر، گبر۔ یہ قوم نہایت قوی اور زور آور تھی۔

جنگ ہوئی، غلوج نے ان سے میدان صاف کر دیا، جتنی لگامیں وہ لے سکے اور جتنے جانوروں پر وہ قادر ہو سکے اپنے ساتھ لیتے گئے، مسلمانوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا، انھیں قتل کیا اور جو کچھ انھوں نے لیا تھا ان سے واپس لے لیا؛ اس وجہ سے اس جگہ کا نام ذات اللجم (= لگاموں کی جگہ) پڑ گیا۔

کہتے ہیں:- حبیب کے پاس بطریق جرزان اور اس کے باشندوں کا قاصد آیا، اس وقت وہ کسی طرف جانے کا قصد کر رہے تھے، اس نے ان کا پیغام پہنچایا اور ان کے لئے صلح و امان کی تحریر چاہی؛ حبیب نے ان کے لئے لکھا:-

اَمّا بَعد۔ نقلی تمھارے قاصد نے میرے اور اُن مومنین کے پاس آکر جو میرے ساتھ ہیں، تمھاری جانب سے بیان کیا کہ ہم ایک ایسی امت ہیں جسے اللہ نے بزرگی اور فضیلت عطا کی ہے؛ کذالک فضل اللہ وله الحمد کثیراً، وصلی اللہ علی محمد نبیّه وخیرتِه من خلقه وعلیه السّلام۔

تم نے بیان کیا ہے کہ تم ہم سے مُسالمت چاہتے ہو۔ میں نے تمھارے ہدیہ کی قیمت جانچکر اس کو تمھارے جزیہ کا ایک حصہ شمار کیا ہے، تمھارے لئے امان لکھ دی ہے، اور یہ شرط لگا دی ہے کہ اگر تم نے اس کو قبول کیا اور اگر تم اس پر قایم رہے تو ہم تمھارے ساتھ وفا کریں گے۔ ورنہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے (فاذنوا بحرب من اللہ ورسوله قران، ۲:۲۷۹) والسلام من اتبع الہدیٰ۔

اس کے بعد وہ تفلیس پہنچے، اور اس کے باشندوں کے لئے

یہ صلح نامہ لکھا:—

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے اہل تفلیس کے لئے ہے، جو جرزان القرمز کے علاقہ منجلیس میں واقع ہے، کہ ان کی جانوں اور ان کے بیعوں اور ان کے صومعوں اور اور ان کی نمازوں اور ان کے دین کے لئے امان ہے، بشرطیکہ وہ عاجزی کا اقرار کریں اور گھروں کے تمام افراد پر ایک دینار جزیہ دیں۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ جزیہ میں کمی کرنے کی غرض سے کئی گھر ملاکر ایک کرو، اور نہ ہمارے لئے یہ جائز ہوگا کہ جزیہ میں بیشی کرنے کی غرض سے گھروں میں تفریق کریں۔ ہمارا حق یہ ہے کہ تم ہماری خیر خواہی کرو، اللہ اور اس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ و السلام) کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کرو اور اہل کتاب کے طعام حلال سے حاجتمند مسلمانوں کی ایک رات کے لئے میزبانی کرو۔ اگر کوئی مسلمان رستہ بھول کر تمہاری طرف آ نکلے تو اسے مسلمانوں کی قریب ترین آبادی تک پہنچا دو، لیکن اس صورت میں کہ کوئی حائل ہو تمہارے لئے رخصت ہے۔ (۲۰۲)

اگر تم اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ گے اور نماز پڑھنے لگو گے تو تم ہمارے دینی بھائی ہو! ورنہ تم پر جزیہ ہے۔ اگر مسلمان کسی دوسری طرف مشغول

ع طبری، ج ۱، ص ۲۶۷۴: الہرمز؛ اور یہی صحیح ہے۔

ہو کر تمہاری حفاظت سے عاجز ہوجائیں اور تمہارا دشمن تمھیں مغلوب کرلے تو اس کے لئے تم ماخوذ نہیں ہوگے اور نہ یہ بات تمہارے عہد کے لئے ناقض ہوگی۔ یہ ہمارے حقوق اور یہ تمہارے فرائض ہیں شھد اللہ وملائکتہ وکفی باللہ شھیدا۔

اور الجرّاح بن عبداللہ الحکمی نے اہل تفلیس کو جو تحریر دی وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر الجرّاح بن عبداللہ کی جانب سے اہل تفلیس کے لئے ہے، جو کورۂ جُرزان کے رستاق مَنجلیس میں واقع ہے کہ یہ لوگ میرے پاس حبیب بن مَسلَمہ کی تحریر لے کر آئے جس میں انھیں ادائے جزیہ کی ذلت کے اقرار پر امان دی گئی ہے۔ حبیب نے ان سے زمین، تاکستان، اور رستاق مَنجلیس کی چکیوں کے لئے جنھیں اواری وسابینا کہتے ہیں؛ اور خوراکوں پر، اور وَیدُونا کے لئے جو کورۂ جُرزان کے رستاق قحویط میں واقع ہے، اس پر صلح کی کہ وہ چکیوں اور تاکستانوں پر ہر سال بلا ڈھیل[عـه] سو درہم دیا کریں گے۔ میں ان کے لئے وہ صلح و امان نافذ کرتا ہوں اور یہ حکم دیتا ہوں کہ ان پر اس میں اضافہ نہ کیا جائے جس کے سامنے میری یہ تحریر پڑھی جائے وہ اس سے تجاوز نہ کرے۔ انشاء اللہ اس کو لکھا ......"

کہتے ہیں: حبیب نے حَوارح و کَسفربیس وکسال و

عـه یعنے یہ نہیں کریں گے کہ ایک سال کا خراج دوسرے سال دیں، یا بقایا دیں کچھ چھوڑدیں۔

خُنان وشَمسخی و الجُرْدَمان وکُستَسبی و شَوشُطؕ[1] و بازلیت صلحاً فتح کئے۔ ان کے باشندوں کا خون معاف کیا ، ان کی عبادت گاہیں اور ان کی دیواریں برقرار رکھیں ، لیکن یہ شرط لگادی کہ وہ اپنی زمینوں اور اپنے افراد پر سالانہ اتاوہ[2] دیں گے ۔ اور اہل قلۂ جیت واہل

(۲۰۴) شَرْیالیت و خاجیط و خُوجیط و اَرْھال وباب اللّال سے ، اور الصّناریہ والدُّوودانیہ سے تاوہ پر صلح کرلی ۔

کہتے ہیں :- سلمان بن ربیعۃ الباہلی کو (حضرت) عثمان نے اَرّان جانے کا حکم دیا اور انھوں نے مدینہ البَیلقان صلحاً اس کے باشندوں کی جان اور ان کے اموال اور ان کی شہر پناہ کو امان دے کر فتح کرلیا ؛ اور ان پر یہ شرط لگادی کہ وہ جزیہ و خراج دیتے رہیں گے ۔ پھر سلمان نے بَرذَعَہ آکر الثُرتُور[3] پر چھاونی چھائی ، یہ ایک نہر ہے اور برذعہ سے کچھ کم ایک فرسخ پر واقع ہے ۔ یہاں کے باشندوں نے ان کے خلاف دروازہ بند کرلئے ، (سلمان نے) کچھ دن اس کو فتح کرنے کی کوشش کی ، اور اس کے دیہات پر چھاپہ مارے ، یہ فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا ، (اس کے باشندوں نے) البَیلقان کی سی صلح کرکے ان کے لئے اس کے دروازہ کھول دیئے ؛ (سلمان) شہر میں داخل ہوئے ، کچھ قیام کیا ، پھر اپنے رسالہ کو آگے بھیجدیا جس نے رساتیق[4] شقیتین والمسقوان و اُوذ والمِصْرِیان (؟) والھرحلیان وتبار فتح کئے ؛ اور ان کے علاوہ بھی اَرّان میں کچھ فتح کیا ۔ البَلاسَجان کے کردوں کو اسلام کی طرف

---

[1] القزوینی ، ج ۲ ، ص ۴۱۳ : شوشیط ۔

[2] خراج ، لگان ۔

[3] مراصد : الترتر ۔

[4] ج رُستاق : تحصیل، پرگنہ ، ایسا علاقہ جس میں گاؤں اور کھیتیاں ہوں ۔ یاقوت ج ۴ ص ۲۱۶ طبع مصر

دعوت دی اس پر انھوں نے مسلمانوں سے جنگ شروع کردی، مسلمانوں نے ان پر فتح پائی، ان میں سے بعض جزیہ دینے اور بعض صَدَقہ دینے پر راضی ہوگئے، مگر ایسے (یعنے صَدَقہ دینے والے) کم تھے۔

مجھ سے اہل بَرذَعَہ میں سے ایک جماعت نے کہا:— شَمکُور ایک قدیم مدینہ تھا، سلمان بن ربیعۃ الباہلی نے اس کو فتح کرنے کے لئے کسی کو بھیجا، اس نے اس کو فتح کیا اس کے بعد سے یہ آباد ومعمور رہا حتیٰ کہ السَّاوَرْدِیہ[1] نے اس کو ویران کردیا۔ یہ ایک قوم تھی جس نے یزید بن اسید کے اَرمینیہ سے واپس آنے کے بعد ہجوم کیا تھا اور تمام معاملات درہم برہم کردیئے تھے اور (اہل شَمکُور کو اس کے ہاتھوں) سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ پھر المعتصم باللہ رحمہ اللہ کے آزاد کردہ غلام بُغا نے، جو ارمینیہ وآذَربیجان وشمشاط کا والی تھا، ۲۴۰ھ میں اس کو تعمیر کیا اور الخزر کے مُستامِنین کو، جو اسلام سے رغبت رکھتے تھے، یہاں آباد کیا اور بَرذَعہ کے تاجروں کو یہاں منتقل کیا اور اس کا نام المتوکلیہ رکھا۔

کہتے ہیں:— سلمان مجمع الرَّس و (نہر) الکُرّ کی جانب روانہ ہوئے اور الکُرّ عبور کرکے قَبَلَہ فتح کیا؛ صاحب شَکّن والقمیبران نے ان سے خراج پر صلح کی؛ اور اہل خَیزان[2] و ملک شروان اور تمام (۲۰۴) ملوک الجبال و اہل مُسقَط والشّابران و مدینۃ الباب نے بھی صلح کی، پھر اس کے دروازہ بند کردئے گئے؛ خاقان اپنا رسالہ لے کر نہر البَلَنجَر[3] کے عقب سے ان سے آ بھڑا اور سلمان رحمہ اللہ کو

---

[1] المسعودی ج ۲، ص ۱۷۳: الشاوردیہ۔

[2] المسعودی ج ۲، ص ۳۹: خیذان (بالذال)؛ یاقوت: غیزار۔

[3] بعض کس کا تلفظ بَلَنجَر کرتے ہیں۔

چار ہزار مسلمانوں کے ساتھ قتل کر دیا۔ مسلمانوں کی تکبیریں اس نازک موقع پر بھی سنی جاتی تھیں۔

سلمان بن رَبِیعَہ پہلے شخص تھے جو الکوفہ کے قاضی بنائے گئے تھے، ان کے زمانہ میں چالیس چالیس دن اس طرح گزر جاتے تھے کہ کوئی مقدمہ نہیں آتا تھا۔ انھوں نے (حضرت) عمر بن الخطاب سے احادیث روایت کی ہیں۔

سلمان و قتیبہ بن مُسلِم کی نسبت ابن جُمانَۃ الباہِلی کہتا ہے:ـ

وَاِنَّ لَنَا قَبْرَیْنِ قَبْرٌ بَلَنْجَرٍ ‏ وَقَبْرٌ بِصِیْنِ اُسْتَانَ یَا لَکَ مِنْ قَبْرٖ

فَذَاکَ الَّذِیْ بِالصِّیْنِ عَمَّتْ فُتُوْحُہٗ ‏ وَھٰذَا الَّذِیْ یُسْقٰی بِہٖ سُبُلُ الْقَطْرٖ

(ہماری دو قبریں ہیں: ایک بَلَنجَر میں اور ایک الصین میں؛ اور یہ قبریں کیسی ہیں؛ صین والی قبر کی فتوحات عام ہیں؛ اور بَلَنجَر والی قبر کے فیض سے اطراف کے رستے سیراب ہوتے ہیں۔)

سلمان کے ساتھ بَلَنجَر میں قَرَظہ بن کَعب الانصاری تھے، اور (حضرت) عثمان کے پاس یہی ان کی خبر لائے تھے۔

کہتے ہیں:ـ حبیب نے ارض ارمینیہ میں جو کچھ فتح کیا تھا اس سے (حضرت) عثمان بن عفّان کو مطلع کیا، لیکن ان کا خط اس وقت پہنچا جب سلمان کی خبر پہنچی۔ (حضرت) عثمان نے خیال کیا کہ انہی کو کل ارمینیہ کا والی کر دیں، پھر یہ رائے ہوئی کہ ان کے سپرد الجزیرہ و ثغور الشام کے غزوات کا کام کیا جائے کیوں کہ اِس کی اُن میں پوری صلاحیت تھی؛ اور سرحد ارمینیہ کا والی حُذَیفہ بن الیمان العَبسی کو کر دیا۔ (حُذَیفہ) بَرذَعہ کی طرف روانہ ہوئے، اور

---

[1] تشریح کے لئے دیکھو ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ص ۲۲۱۔

مابین بَرذَعہ و قالیقلا تاخیزان اپنے عامل مقرر کیئے۔ اس کے بعد ان کے پاس (حضرت) عثمان کا یہ حکم آیا کہ "تم واپس آجاؤ اور صِلہ بن زُفر العبسی کو اپنا جانشین کردو" (صلہ اس مہم میں) ان کے ساتھ تھے حبیب، صلہ کو اپنا جانشین کرکے الشام کی طرف روانہ ہوگئے، یہاں رومیوں سے ان کی جنگ ہوئی؛ اس کے بعد وہ حِمص میں رہ پڑے، پھر معاویہ نے انھیں دِمشق کی طرف منتقل کیا، اور یہیں انھوں نے ۴۲ھ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ معاویہ نے (حضرت) عثمان کی مدد کے لئے، جب کہ وہ حصار میں تھے، انہی کو بھیجا تھا، لیکن جب یہ وادی القریٰ پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ (حضرت) عثمان شہید ہوچکے ہیں؛ یہ وہیں سے واپس ہوگئے۔

(۲۰۵) کہتے ہیں:— (حضرت) عثمان نے المغیرہ بن شعبہ کو اَذَربیجان وارمینیہ کا والی کیا اور پھر انھیں معزول کرکے القاسم بن ربیعہ بن اُمیہ بن ابی الصّلت الثقفی کو والی کیا۔ بعض کہتے ہیں: انھوں نے یہاں کا والی عمرو بن معاویہ بن المُنتَفِق العُقَیلی کو کیا۔ اور بعض کہتے ہیں: المغیرہ کے بعد یہاں کا والی پندرہ برس تک بنی کلاب میں سے ایک شخص رہا، اس کے بعد عُقَیلی ہوا۔ پھر (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں الاشعث بن قیس کو اَرمینیہ و اَذربیجان کا والی کیا۔ پھر معاویہ کی طرف سے یہاں کا والی حاتم بن النعمان بن عمرو الباہلی ہوا اور وہ یہیں فوت ہوا۔ پھر اس کا بھائی عبدالعزیز بن حاتم بن النعمان والی ہوا، اس نے شہر دَبیل تعمیر و قلعہ بند کیا، اور اس کی مسجد وسیع کی؛ اسی نے مدینۃ النشوی بنوایا، اور شہر برذعہ کی مرمت کرائی۔ بعض کہتے ہیں، اس کو از سرِ نو بنوایا، اس کی خندقیں گہری کرائیں، اور مدینۃ البَیلقان از سرِ نو بنوایا— ان شہروں کی

یہ حالت تھی کہ کھیل کھیل ہو رہے تھے اور قریب تھا کہ ڈھے جاتے۔ بعض کہتے ہیں: بَرْذَعہ از سرِنو محمدؐ بن مروان نے عبدالملک کے زمانہ میں بنوایا تھا۔ اور الواقدی کہتا ہے: مدینۂ بَرْذَعہ عبدالملک نے حاتم بن النعمان الباہلی کی معرفت، یا اپنے بیٹے کی معرفت بنوایا تھا۔ عبدالملک نے عثمان بن الولید بن عُقْبَہ بن ابی مُعَیط کو ارمینیہ کا والی کیا۔

کہتے ہیں:— ابن الزُّبَیر کے فتنہ میں ارمینیہ نے نقض کیا اور اس کے احرارؔ[ع] و اتباع باغی ہو گئے۔ جب محمدؐ بن مروان اپنے بھائی عبدالملک کی طرف سے ارمینیہ کا والی ہوا تو اس نے ان سے جنگ کی، ان پر فتح پائی، ان کو قتل و اسیر کیا، اور شہروں (بلاد) پر غالب ہو گیا، ان میں سے جو باقی بچے ان سے اس نے وعدہ کیا کہ وہ انھیں ان کا درجۂ شرف عطا کرے گا، لیکن جب وہ اس غرض سے خلاط کی عملداری کے کنیسوں میں جمع ہوئے تو انھیں بند کر کے دروازوں پر پہرہ بٹھا دیا، اور خوب دھمکایا۔

یزید بن اُسَید کی ماں السِّیسجان میں پکڑی گئی تھی، اور وہ وہاں کے بطریق کی بیٹی تھی۔

کہتے ہیں سلیمان بن عبدالملک نے عدی بن عَدِی بن عُمَیرۃُ الکِندی کو ارمینیہ کا والی کیا، یہ عدی بن عُمَیرہ ان میں سے تھا جو (حضرت) علی ابن ابی طالب سے الگ ہو کر الرَّقّہ چلے گئے تھے، اور وہاں آباد ہو گئے تھے؛ پھر عمر بن عبدالعزیز نے اس کو اَرمینِیَہ کا والی کیا، البَیْلَقان کی نہر عَدِی کا یہی مالک ہے

ع احرار سے مراد ارمنی اشراف کا وہ طبقہ ہے جو ایرانیوں سے قبل ارمینیہ میں حکمراں تھا یاقوت، ج ۱، ص ۲۲۲، ۲۲۸۔

بعض کہتے ہیں: ارمینیہ پر عمر کا عامل حاتم بن النعمان تھا۔ مگر یہ (۲۰۶) ثابت نہیں ہے۔

یزید بن عبدالملک نے معلق بن صفّار البہرانی کو والی کیا، پھر اس کو معزول کردیا، اور الحارث بن عمرو الطائی کو والی کیا، اس نے اہل اللکز سے جنگ کی، اور رستاق حسمدان[1] فتح کیا۔ اس کے بعد الجرّاح بن عبد اللہ الحکمی، جو مذحج میں سے تھا، ارمینیہ کا والی ہوا؛ جب وہ برذعہ آیا تو اس سے اوزان اور پیمانوں کے اختلاف کی شکایت کی گئی، اور اس نے ان کو عدل و وفا پر قائم کیا، اس نے یہاں ایک پیمانہ جاری کیا جسے الجراحی کہتے ہیں اور اس کو یہاں کے باشندہ اب تک استعمال کرتے ہیں۔ پھر وہ الکرّ عبور کرکے آگے بڑھا، اور اس نہر کو جو السّمّور کہلاتی ہے عبور کرکے الخزر کے علاقہ میں جا پہنچا اور بہتوں کو قتل کیا، بلاد حمزین کے باشندوں سے جنگ کی، اور پھر ان سے اس پر صلح کرلی کہ انھیں رستاق خیزان کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور وہاں ان سے دو گاؤں بسائے جائیں گے۔ اس کے بعد اس نے اچانک اہل غومیک[2] کو جا لیا اور انھیں اسیر کیا۔ پھر واپس ہوکر شکی میں ٹھیرا، جاڑوں کا زمانہ اس کی فوج نے برذعہ اور البیلقان میں گزارا؛ یہاں الخزر نے اس پر ہجوم کیا اور الرّس عبور کرکے صحراء ورثان میں نبرد آزما ہوئے، انھوں نے ناحیۂ اردبیل کی طرف ہٹ کر اس کو میدان کردیا، ارمینیہ کی حد سے چار فرسخ پر جنگ ہوئی اور تین دن قتل و قتال کا بازار گرم رہا جس میں الجرّاح مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہو گیا۔ اس وجہ سے

---

[1] الاصطخری ص ۱۸۷ احشمدان۔
[2] " ص ۱۸۶ اغمیک؛ ج ۱، ص ۴۳۸ : یاقوت امیک۔

یہ نہر، نہر الجرّاح کے نام سے موسوم ہوگئی اور اس کا پل بھی اسکی طرف منسوب ہوگیا۔

ہشام بن عبدالملک نے مسلمہ بن عبدالملک کو ارمینیہ کا والی کیا اور اس کے علاقہ پر سعید بن عمرو بن اسود الحرشی کو مقرر کیا۔ اسحاق بن مسلم العُقیلی اور اس کے بھائی جَعوَنہ بن الحارث بن خالد، یکے از بنی عامر بن ربیعہ بن صَعصَعہ، اور ذُفافہ و خالد، ابناءِ عُمیر بن الحُباب السُّلمی، اور الفُرات بن سلمان الباہلی، اور الولید بن القعقاع العبسی کو اس کے ساتھ بھیجا۔ الخزر نے وَرثان کا محاصرہ کر رکھا تھا (سعید نے) انھیں اچانک جا لیا اور مار بھگایا۔ یہاں سے بھاگ کر یہ لوگ بَیلَقان آئے، جو اذربیجان کی عملداری میں ہے؛ لیکن یہ ان سے جنگ کا تہیہ ہی کر رہا تھا، کہ اس کے پاس مسلمہ بن عبدالملک کا خط آیا جس میں اس نے اس بات پر ملامت کی تھی کہ اس نے الخزر پر اس کے پہنچنے سے قبل کیوں حملہ کر دیا؛ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے تمھارے لشکر کا والی عبدالملک بن مسلم العُقیلی کو کیا ہے۔ (سعید نے) لشکر کا جائزہ اپنے جانشین کو دے دیا، مسلمہ کے قاصد نے اس کو گرفتار کیا، اور اپنے ساتھ بَرذعہ لے گیا، اور وہاں کے زندان میں اس کو ڈال دیا۔ الخزر واپس ہوئے، مسلمہ نے (۲۰۶) ان کا تعاقب کیا، اور ہشام کو اس پورے واقعہ کی اطلاع دی، اس نے اس کے جواب میں لکھا:-

أَتَترُکُهُم بِمَیمَذَ قَد تَراهُم ... وَتَطلُبُهُم بِمُنقَطَعِ التُّرابِ

(تو انھیں مَیمَذ پر چھوڑ رہا ہے جہاں وہ بالکل تیرے سامنے ہیں؛ حال آں کہ تو چاہتا ہے کہ انھیں خشکی کے

پورے علاقہ سے نکال دے)۔
اور حکم دیا کہ الحرشی کو زندان سے نکالا جائے۔
کہتے ہیں، مسلمہ نے اہل خیزان سے صلح کر لی، اور اس کے حکم سے یہاں کا قلعہ منہدم کر دیا گیا۔ مسلمہ نے یہاں اپنے لئے بعض جائدادیں مخصوص کر لی تھیں، جو آج کل حوزخیزان کہلاتی ہیں۔ اسی نے ملوک الجبال سے مسالمت کی؛ شروان شاہ و لیرانشاہ و فیلان شاہ و جرشان شاہ اور صاحب مسقط اس کے پاس آئے اس کے بعد اس نے مدینتہ الباب کا رخ کیا، اور اس کو فتح کر لیا۔ اس کے قلعہ میں الخزر کے ایک ہزار گھرانے بستے ان کا اس نے محاصرہ کیا، ان پر سنگباری کی)، از پتھر کی وضع کے بنے ہوئے لوہے کے ٹکڑے برسائے۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر وہ اس چشمہ کی طرف گیا جس سے انوشروان نے ان کے صہریج میں پانی پہنچایا تھا اور اس میں گائے بکریوں کی آلائش اور ہینگ ڈال دی، جس کی وجہ سے رات بھر میں اس میں کیڑے پڑ گئے، بدبو آنے لگی، اور وہ خراب ہو گیا۔ مجبور ہو کر وہ لوگ رات طاری ہوتے ہی قلعہ خالی کر کے بھاگ گئے مسلمہ بن عبدالملک نے مدینتہ الباب والابواب میں اہل الشام میں سے ۲۴ ہزار آدمی لا کر بسائے، اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں اہل الباب اب بھی یہ کرتے ہیں کہ جب کوئی نیا عامل آتا ہے تو اس سے روپئے تقسیم کراتے ہیں۔ اس نے یہاں ایک گودام خوراکوں کے لئے، اور ایک گودام جو کے لئے، اور ایک خزانہ اسلحہ کے لئے بنوایا؛ اور صہریج میں مٹی بھروا دی شہر کی مرمت کرائی اور اس کی دیواریں بلند کیں۔ مروان بن

عہ صہریج = پانی کا خزانہ، وہ حوض یا تالاب جس میں پانی جمع کر کے شہر میں تقسیم کیا جائے۔

محمد، جو مسلمہ کے ساتھ تھا، اس کے ساتھ الخزر پر حملہ آور ہوا اور جان توڑ کر لڑا۔ ہشام نے مسلمہ کے بعد سعید الحرشی کو والی کیا اس نے کسال پر ڈیرے ڈالے، اور اس کو آباد کیا۔ یہ برذعہ سے چالیس فرسخ اور تفلیس سے بیس فرسخ پر تھا۔ اس کے بعد وہ ارض الخزر کی طرف، جو باب اللان سے متصل ہے، بڑھا اور اسید بن زافر السلمی ابو یزید کو اور اس کے ساتھ ملوک الجبال کو ناحیۃ الباب والابواب کی طرف سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ یہاں (۲۰۸) اس نے صقالبہ پر چھاپہ مارا، ان میں سے بیس ہزار گھرانوں کو اسیر کیا، اور ان کو خاخیط میں لاکر آباد کیا؛ بعد میں ان لوگوں نے اپنے حاکم کو قتل کیا اور بھاگ نکلے، مروان نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں قتل کیا۔

کہتے ہیں:— جب عظیم الخزر کو یہ خبر ملی کہ مروان کے ساتھ وافر سازو سامان اور کثیر جمعیت ہے، جس سے وہ اس کا ملک پامال کر رہا ہے، تو اس کا ورا بیٹھ گیا، اور اس پر رعب طاری ہو گیا۔ (مروان نے) اس کے قریب پہنچکر اس کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے اسے اسلام یا جنگ کی دعوت دی، اس نے کہا: میں اسلام لانے کے لئے طیار ہوں، تم میرے پاس کسی کو بھیجو جو میرے سامنے اسلام پیش کرے۔ اس نے اس غرض سے کسی کو بھیجا، وہ اسلام لایا، اور پھر اس نے مروان سے اس پر صلح کر لی کہ وہ اسے اس کی مملکت پر برقرار رکھے۔ مروان یہاں سے الخزر کا ایک گروہ لے کر روانہ ہوا، جسے اس نے السمور والشابران کے درمیان اللکز کی میدانی زمین پر آباد کیا۔ اس کے بعد وہ ارض السریر میں داخل ہوا، اس کے باشندوں پر اچانک ٹوٹ پڑا، ان کے کئی قلعے فتح کئے، السریر کا بادشاہ مطیع و فرمانبردار ہو گیا، اور اس سے اس پر

صلح کرلی کہ وہ سالانہ پانسو غلام اور پانسو لونڈیاں جن کے بال سیاہ، بھنویں گھنی، پلکیں لمبی ہوں، اور الباب کے اناج گوداموں کے لئے ایک لاکھ مدی بھیجا کرے گا؛ اور اس کے لئے اس سے ضمانت لی۔ اسی طرح اس نے اہل تومان سے اس پر صلح کی کہ وہ سالانہ پچاس غلام اور پچاس لونڈیاں جن کے بال سیاہ بھنویں گھنی، پلکیں لمبی ہوں، اور اناج گوداموں کے لئے بیس ہزار مدی بھیجا کریں گے۔ اس کے بعد وہ ارض زریکران میں داخل ہوا، اور یہاں کے فرماں روا سے بھی سالانہ پچاس نفر، اور اناج گوداموں کے لئے دس ہزار مدی پر صلح کرلی۔ اس کے بعد اس نے ارض حمزین میں قدم رکھا، اہل حمزین نے اس سے صلح کرنے سے انکار کیا، اس نے ان کا محاصرہ کیا جو مہینہ بھر رہا اور ان کا قلعہ فتح کرلیا اور اس کو جلاکر برباد کردیا۔ پھر ان سے اس پر صلح ہوگئی کہ وہ ایک دفعہ پانسو لونڈی غلام دے دیں اور الباب کے اناج گوداموں میں ہر سال تیس ہزار مدی بھیجا کریں۔ اس کے بعد اس نے سند[1] کا رخ کیا، اور اس کو صلحاً اس پر فتح کیا کہ اس کا سردار ایک دفعہ سو نفر دے دے پھر اس سے کوئی مطالبہ نہیں کیا جائے گا، لیکن الباب کے اناج گوداموں میں اسے پانچ ہزار مدی بھیجنے ہوں گے۔ اس نے اہل طبرسران شاہ پر الباب کے اناج گوداموں کے لئے دس ہزار مدی سالانہ مقرر کئے۔ مگر فیلان شاہ پر کچھ نہیں مقرر کیا؛ اس کی وجہ اس کی اعلیٰ جنگی قابلیت، اور اس کا حسن انتظام تھا۔ (۲۰۹)

اس کے بعد مروان قلعۃ اللکز پر اترا، یہاں کے سردار نے کہا: ہم از قسم خراج کچھ نہیں دیں گے؛ اور وہ صاحب الخزر سے ملنے کے ارادہ سے نکلا، لیکن ایک چرواہے نے، جو اسے نہیں

---

[1] ابن تغری بردی ج ۱ ص ۳۱۸: سدار۔

پہچانتا تھا، تیر سے اُسے ہلاک کر دیا۔ اب اہل اللکز مجبور ہوئے کہ اناج گوداموں میں بیس ہزار مُدی سالانہ بھیجنے پر اس سے صلح کریں؛ اس نے ان پر خشرما السُلمی کو والی مقرر کیا۔

اس کے بعد وہ صاحب شروان کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا جکو خرش کہتے تھے، اور یہ سمندر کے کنارے تھا، اس کے سردار نے اطاعت قبول کرنے اور میدان میں نکل جانے کا اقرار کیا؛ اس پر سالانہ دس ہزار مُدی مقرر کئے گئے۔ اس نے صاحب شروان پر یہ فرض بھی عاید کیا کہ جب مسلمان الخزر پر حملہ کرینگے تو وہ ہراول میں ہوگا، اور جب واپس ہوں گے تو چنداول میں ہوگا؛ اور فیلان شاہ پر یہ فرض عاید کیا کہ وہ حملہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوگا، اور طبرسرانشاہ پر یہ فرض عاید کیا کہ وہ حملہ میں چنداول میں ہوگا اور واپسی میں ہراول میں اس کے بعد وہ اللُّوذانیہ آیا، اور اس کے باشندوں پر ٹوٹ پڑا۔

ان امور سے فارغ ہوتے ہی اس کو الولید بن یزید کے قتل، اور ثابت بن نُعَیم الجُذامی کی بغاوت کی خبر ملی؛ (ثابت کے ساتھ) مُسافر القصّاب بھی تھا، اور یہ اُن لوگوں میں سے تھا جنھیں الضحّاک الخارجی نے الباب میں آباد کیا تھا۔ (مسافر نے ثابت کی) رائے سے موافقت کی، (ثابت نے) اس کو ارمینیہ و اذربیجان کا والی کیا اور خود چھپ کر اُرْدَبیل آیا، یہاں الشراۃ میں سے ایک قوم اس کے ساتھ ہوگئی اور اس کے ساتھ باجَرْوان آئی؛ یہاں[۶] اسے اپنے ہم خیالوں کی ایک اور جماعت ملی اور وہ بھی اس کے ساتھ ہوگئی؛ پھر یہ سب وَرْثان آئے جہاں کے باشندوں میں سے ایک کثیر جماعت نے، جو اسی کے سے خیالات رکھتی تھی، اُس کا ساتھ دیا؛ پھر یہ جم غفیر البَیْلَقان گیا، یہاں بھی اسے اپنے ہم خیالوں کی ایک کثیر جماعت

ملی جو اس کے ساتھ ہوگئی ؛ اس کے بعد یہ لوگ یونان گئے ، اور وہیں مقیم ہوگئے ۔ مروان بن محمد نے اسحٰق بن مسلم کو ارمینیہ کا والی کیا ، اور وہ مسافر سے ، جو السیسجان کے قلعۃ الکلاب میں تھا ، لڑتا رہا ۔

پھر جب دولت مبارکہ کا زمانہ آیا ، اور السفاح ابوالعباس رحمہ اللہ کی خلافت میں ابوجعفر المنصور الجزیرہ و ارمینیہ کا والی ہوا تو اس نے مسافر اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے اہل خراسان میں سے ایک قاید بھیجا ، جس نے مسافر سے جنگ کی اس پر فتح پائی اور اس کو قتل کر دیا ۔ اس کے بعد البیلقان کے باشندے جو قلعۃ الکلاب میں تھے اور جن کا سردار قدر بن اقصر البیلقانی تھا ، پناہ مانگنے پر اتر آئے ۔

جب المنصور رحمہ اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے یزید بن اسید السلمی کو ارمینیہ کا والی کیا ، اس نے باب اللان فتح کیا اور اہل الدیوا (۲۱۰) میں سے رابطہ یہاں متعین کئے ؛ اور الصنا ریۃ کو اتنا پامال کیا کہ وہ خراج دینے لگا ۔ المنصور نے اس کو لکھا کہ وہ شاہ الخزر کی بیٹی سے شادی کرلے ؛ اس نے شادی کرلی ، اس کے بطن سے اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ، لیکن وہ مرگیا اور اسی کے نفاس میں اس کی ماں بھی مرگئی ۔ یزید نے ارض شروان میں نفط (کے چشموں) اور نمک (کی کانوں) پر مقرر کرنے کی غرض سے کسی کو بھیجا ، اور ان کی نگرانی کے لئے ایک آدمی مقرر کیا ۔

یزید نے شہر ارجیل الصغری و ارجیل الکبری تعمیر کئے اور ان میں اہل فلسطین کو آباد کیا ۔

مجھ سے محمد بن اسمٰعیل نے مشائخ اہل بردعہ کی ایک جماعت کے حوالے سے بیان کیا ، کہ :— الشماخیۃ ، جو شروان کی

عملداری میں ہے، الشماخ بن شجاع کی طرف منسوب ہے، جو سعید بن سالم الباہلیؔ کی ولایت ارمینیہ کے زمانہ میں شروان کا بادشاہ تھا۔

مجھ سے محمد بن اسمٰعیل نے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے بیان کیا کہ اہل ارمینیہ نے الحسن بن قحطبۃ الطائی کی ولایت میں ابن اُسید و بکار بن مُسلم العقیلی کے معزول ہونے کے بعد بغاوت کی؛ موشابیل الارمنی ان کا سردار تھا، المنصور رحمہ اللہ نے (الحسن کو) کمک بھیجی اور اس پر عامر بن اسمٰعیل کو مقرر کیا؛ الحسن موشائیل پر ٹوٹ پڑا، اس نے موشائیل کو قتل کیا، اور اس کی جماعت منتشر کردی، اور تمام معاملات اپنے حسب منشا ٹھیک کرلئے۔ اسی الحسن کی طرف البیلقان کی 'نہرالحسن' اور بَرذعہ کا 'باغ الحسن'، اور وہ جاگیریں جو 'الحسنیہ' کہلاتی ہیں، منسوب ہیں۔

الحسن بن قحطبہ کے بعد عثمان بن عمارۃ بن خزیم والی ہوا۔ پھر روح بن حاتم المہلبی والی ہوا۔ پھر خزیمہ بن خازم والی ہوا۔ پھر یزید بن مزید الشیبانی والی ہوا۔ پھر عبداللہ بن المہدی والی ہوا۔ پھر الفضل بن یحییٰ والی ہوا۔ پھر سعید بن سالم والی ہوا، اور پھر محمد بن یزید بن مزید والی ہوا۔ ان میں خزیمہ کی ولایت سب سے زیادہ مضبوط تھی۔ اس نے دبیل و النشوی کی پیمایش کرائی جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔

بطارقۂ ارمینیہ بدستور اپنے اپنے علاقوں پر قائم رہے، اور ہر ایک اپنے علاقہ کی حفاظت کرتا رہا۔ خلیفہ کے عاملوں میں سے جب کوئی عامل سرحدی علاقہ میں آتا تو یہ لوگ اس کو ٹٹولتے اور دیکھتے کہ کتنے پانی میں ہے؛ اگر وہ عفیف و صاحبِ عزیمت

عہ طبری، ج ۳، ص ۳۰۵: مسلم الباہلی۔

اور قوی ہوتا تو اطاعت سے پیش آتے اور سیدھی طرح خراج دیتے (۲۱۱) ورنہ اغماز کرتے اور اس کی حکومت کا استخفاف کرتے۔

المامون کی خلافت میں یہاں کا والی خالد بن یزید بن مزید ہوا، اس نے ان کے ہدایا قبول کئے اور ان میں گھل مل گیا، اس کے اس فعل نے ان لوگوں کو بگاڑ دیا، اور بعد میں المامون کے جو عمّال یہاں آئے ان پر ان کو جری کر دیا۔

المعتصم باللہ نے الحسن بن علی الباذغیسی المعروف بہ المامونی کو سرحد کا والی کیا، اس نے یہاں کے بطارقہ و احرار کے ساتھ اتنا نرم برتاؤ کیا کہ یہ سلطان کے ساتھ سرکشی سے پیش آنے لگے اور اپنی زیر فرمان رعایا پر سختیاں کرنے لگے۔ اسحاق بن اسمٰعیل بن شعیب مولی بنی امیۃ، جُرزان پر غالب ہو گیا۔ سہل بن سنباط البطریق، حیدر بن کاوس الافشین[1] کے عامل ارمینیہ پر جھپٹا اور اس کے کاتب کو اس نے قتل کیا، لیکن خود وہ (یعنے حیدر) بال بال بچ گیا۔ اس کے بعد ارمینیہ پر ایسے عمال والی ہوئے جو اس کے باشندوں سے تغافل[2] سے پیش آتے تھے، اور بآسانی جتنا خراج وصول ہو جاتا اسی پر اکتفا کرتے تھے۔

پھر امیر المومنین المتوکل علی اللہ نے خلیفہ ہونے کے دو سال بعد یوسف بن محمد بن یوسف المروزی کو ارمینیہ کا والی کیا،

---

[1] سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا ہے: اشروسنہ کے والیوں کا لقب الافشین ہوتا تھا جیسے فارس کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ یا خسرو اور روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر ہوتا تھا۔

[2] یعنے ان پر جزیہ و خراج کی جو رقمیں واجب الادا ہوتیں وہ ان میں تخفیف کر دیتے یا بالکل معاف کر دیتے تھے۔

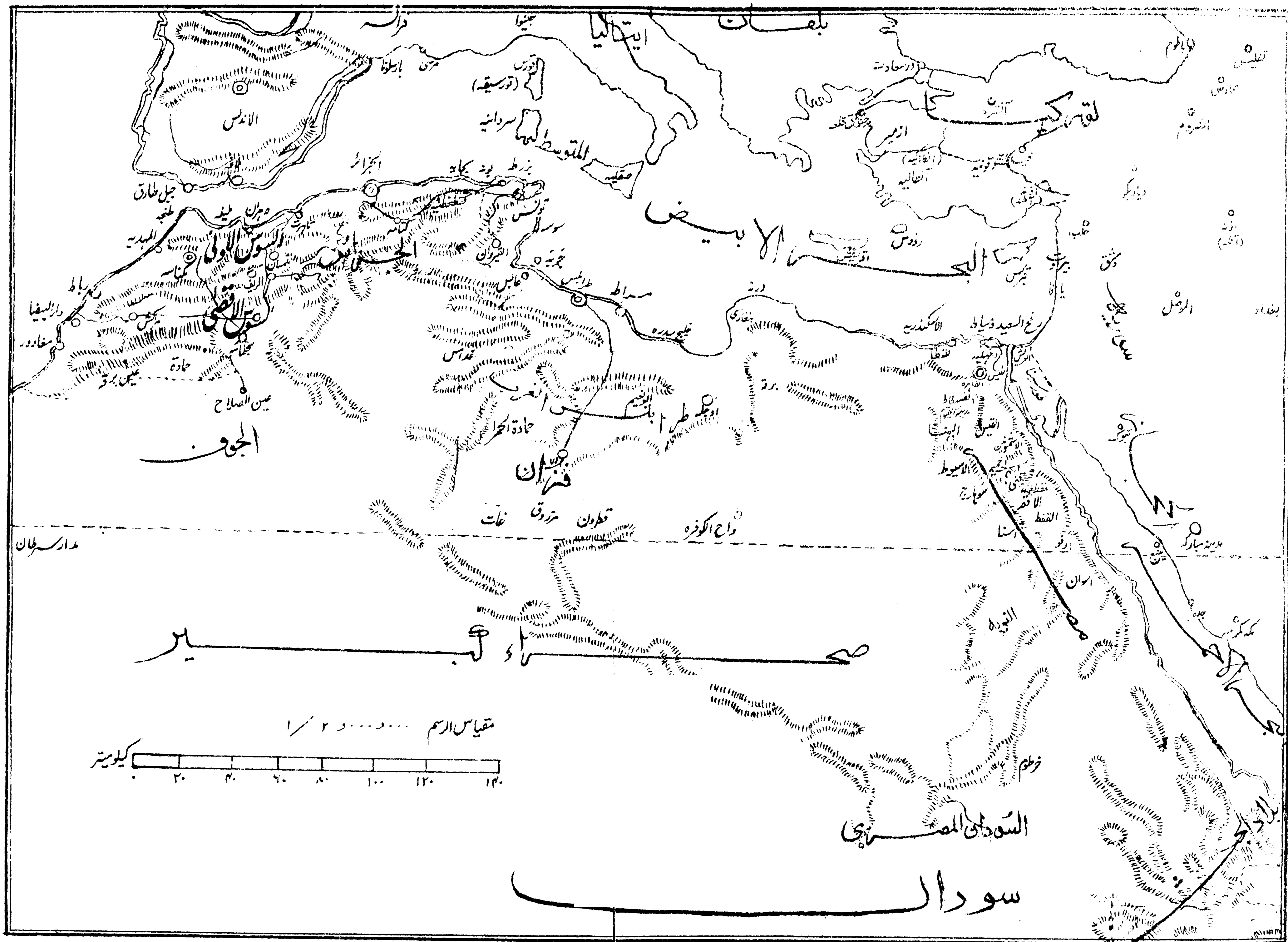
اس نے خلاط پہنچکر یہاں کے بطریق بقراط بن اشوط کو گرفتار کیا، اور اس کو اپنے ساتھ سُرّمن رائی لے گیا۔ اس واقعہ سے بطارقہ و احرار و متغلبہ؏ بہت متوحش ہوئے۔ پھر اس کے ایک عامل نے، جسے العلاء بن احمد کہتے تھے السیسجان کے ایک دیر پر چھاپہ مارا۔ اس دیر کا نام دیرالاقداح، تھا، نصاریٰ ارمینیہ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کے لئے ہدایا بھیجتے تھے۔ اور اس میں جتنا مال جمع تھا وہ سب لوٹ لیا، اور اس کے باشندوں پر بہت سختی کی۔ بطارقہ کو یہ بات گراں گزری انھوں نے باہم خط کتابت کرکے عصیان و بغاوت کی طیاری کی اور اس کے لئے الخوثیثیہ کو اپنے ساتھ ملایا۔ یہ علوج کی ایک قوم ہے جو الارطان کہلاتی ہے۔ اور اس کو یوسف کے خلاف اس بات پر مشتعل کیا کہ اس نے ان کے بطریق بقراط کو گرفتار کیا تھا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے اور متغلبہ نے رسالوں اور پیادوں سے ان کی مدد کی، اور بطرون میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑے، اس وقت اس کی ساری فوج دیہات میں پھیلی ہوئی تھی؛ ان لوگوں نے (یوسف کو) قتل کیا، اور اس کے لشکر میں سے جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ اس کے بعد امیرالمومنین المتوکل علی اللہ نے بغاء الکبیر کو ارمینیہ کا والی کیا، اس نے بدلیس پہنچکر موسیٰ بن زُرارہ کو گرفتار (۲۱۲) کیا۔ اس نے بقراط کے خون کا بدلہ لینے کے لئے یوسف کے قتل کی تائید کی تھی۔ اور الخوثیثیہ سے جنگ کی، ان میں قتل عظیم برپا کیا، اور بہتوں کو لونڈی غلام بنایا۔ پھر اس نے اشوط بن حمزہ بن جاجق بطریق البسفرجان کا محاصرہ کیا، یہ اسوقت

؏ متغلبہ = وہ لوگ جو مرکزی حکومت کی کمزوری سے موقع پاکر کسی علاقہ پر غالب ہوجائیں۔

باقی ہیں تھا، اور اس کو مجبور کر دیا کہ قلعہ اس کے حوالہ کر دے
پھر اس کو قید کر کے سُرَّمن رائی بھیجدیا۔ اس کے بعد وہ جرزان گیا
اور اس نے اسحٰق بن اسمٰعیل کو مغلوب کیا، اور اس کو باندھ کر قتل
کر دیا۔ پھر اس نے جرزان فتح کیا، اور اُن عیسائی و غیرعیسائی
باغیوں کو اپنے ساتھ لے گیا جو آرّان و بالائی ارمینیہ میں سے
التیسجان کے مضافات میں رہتے تھے۔ اُس نے اس سرحد کو
اتنا درست کیا کہ اس سے قبل یہ سرحد اتنی درست کبھی نہیں
ہوئی تھی۔ اور ۲۴۱ھ میں سُرَّمن رائی چلا گیا۔

حصۂ چہارم

فتوح مصر و المغرب — صلح النوبہ



الأندلس
البحر الأبيض المتوسط
السوس الأقصى
السوس الأولى
طرابلس الغرب
فزان
الجوف
صحراء الكبير
السودان المصري
سودان
النوبة
مقياس الرسم
كيلومتر

مصر والمغرب

فتوح مصر والمغرب

کہتے ہیں: عمرو بن العاصی نے حرب الیرموک سے لوگوں کے واپس ہونے کے بعد قیساریہ کا محاصرہ کیا، پھر یہاں اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام کیا، یہ یزید بن ابی سفیان کی ولایت کا زمانہ تھا، اور خود ساڑھے تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ اپنی مرضی سے مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ (حضرت) عمر اس پر ناراض ہوئے، اور خط لکھا جس میں انھیں خودرائی سے لشکر کشی پر توبیخ کی، اور یہ حکم دیا کہ "اگر تمھیں یہ خط مصر سے اس طرف مل جائے تو اپنے مقام کی طرف واپس آجاؤ۔" لیکن یہ خط انھیں اس وقت ملا جب وہ العریش پہنچ چکے تھے[1]۔

بعض کہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمرو بن العاصی کو مصر پر فوج کشی کا حکم خود (حضرت) عمر ہی نے دیا تھا

---

[1] المقریزی کی روایت میں ہے کہ عمرو اس وقت رفح میں تھے۔ رفح العریش سے دس گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ الخطط، ج ۲، ص ۶۳۔

اور یہ حکم انھیں اس وقت ملا تھا جب وہ قیساریہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔

(عمرو کے پاس حضرت عمر کا مکتوب) شریک بن عُبْدہ لایا تھا؛ عمرو نے اس کو ہزار دینار دینے چاہے، اس نے ان کے لینے سے انکار کیا، عمرو نے اس سے درخواست کی کہ یہ بات پوشیدہ رکھنا، عمر کو اس کی خبر نہ ہو۔

کہتے ہیں:— عمرو مصر کی جانب ۱۹ھ میں روانہ ہوئے، اور العریش ٹھیرتے ہوئے الفرماء آئے؛ یہاں ایک جماعت مستعد تھی کہ ان سے جنگ کرے، انھوں نے اس سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اور اس کے لشکر پر قبضہ کرلیا

(۲۱۳) اس کے بعد الفُسطاط کی طرف بڑھے؛ اور جنان الرّیحان (یہ میدانوں کے باغوں) میں اترے، یہاں اترنے کی وجہ یہ تھی کہ اہل الفُسطاط نے خندقیں کھود لی تھیں۔ اس شہر کا نام الیونہ تھا، مسلمانوں نے اس کا نام الفُسطاط رکھا کہ یہ قوم کی خیمہ گاہ اور اس کا مقام اجتماع تھا۔ لیکن ایک جماعت کہتی ہے: اس کا نام الفُسطاط اس لئے رکھا گیا کہ عمرو نے یہاں خیمہ نصب کیا تھا۔

کہتے ہیں:— عمرو بن العاصی اہل الفُسطاط کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ الزُّبیر بن العوّام بن خُوَیلد دس ہزار اور بقول بعض بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ، جس میں خارجہ بن حُذافہ العدوی و عُمَیر بن وَہب الجُمَحی بھی تھے، ان کی مدد کو پہنچے؛ الزّبیر نے غزا کا عزم کرلیا تھا، اور وہ اس غرض سے انطاکیہ جانے کا قصد رکھتے تھے۔ (حضرت) عمر نے ان سے پوچھا: اے عبداللہ کیا تم مصر کا والی بننا پسند کرتے ہو؟ بولے: مجھے اس کی حاجت نہیں، البتہ مجاہد اور مسلمانوں کے

معاون کی حیثیت سے وہاں جانے کو طیار ہوں ، اگر دیکھوں گا کہ عمرو اسے فتح کر چکے ہیں تو ان کے عمل میں دخل نہیں دونگا اور سواحل میں کسی طرف جاکے مرابط ہوجاؤں گا ؏، اور اگر دیکھونگا کہ وہ جہاد میں مشغول ہیں تو ان کے ساتھ شریک ہوجاؤں گا"۔ اور اسی (قرار داد) پر وہ روانہ ہوگئے۔

کہتے ہیں :۔ ایک جانب الزبیرؓ جنگ کر رہے تھے اور دوسری جانب عمرو بن العاصی۔ الزبیرؓ سیڑھی لائے اور اس پر چڑھکر قلعہ پر پہنچے ، اس وقت ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، قلعہ پر پہنچکر انہوں نے تکبیر کہی ، ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیریں کہیں اور قلعہ پر چڑھ گئے ، اس کو بزور فتح کر لیا اور اس میں جو کچھ تھا مسلمانوں نے اپنے لئے مباح کر لیا۔ عمرو نے اس کے باشندوں کو اہل الذمہ کی حیثیت سے برقرار رکھا، ان کی گردنوں پر جزیہ اور ان کی زمین پر خراج مقرر کیا۔ (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی اور انھوں نے منظوری دے دی۔

الزبیرؓ نے مصر میں اپنے لئے ایک زمین کی خط بندی کی اور اس میں اپنے لئے ایک مکان بنوایا جو مشہور ہے۔ عبداللہ بن الزبیرؓ نے جب ابن ابی سرح کے ساتھ اِفریقیہ پر حملہ کیا تھا تو اسی مکان میں ٹھیرے تھے۔

الزبیرؓ کی سیڑھی مصر میں موجود ہے۔

ہم سے عفان بن مسلم نے کہا ، انھوں نے کہا ہم سے حمّاد بن مسلمہ نے کہا اور ان سے ہشام بن عروہ نے کہ :۔ الزبیرؓ بن العوام کو مصر بھیجا گیا ، لوگوں نے کہا : "یہاں

؏ یعنی کوٹ بند ہوجاؤں گا۔

نیزہ بازی ہورہی ہے"۔ بولے: "ہم بھی اسی لئے آئے ہیں"۔ راوی کہتا ہے: مسلمانوں نے سیڑھیاں لگائیں اور ان پر چڑھ گئے۔

مجھ سے عمرو النّاقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب المصری نے کہا، ان سے ابن لُہَیعَہ نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ:— عمرو بن العاصی ساڑھے تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے!

(۲۱۴) (حضرت) عمر بن الخطاب کو جب اس کی خبر ہوئی تو انھیں اندیشہ ہوا، اور انھوں نے الزّبیر بن العوّام کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کی جانب روانہ کیا۔ الزّبیر فتح مصر میں شریک ہوئے، اور یہاں انھوں نے اپنے لئے ایک زمین کی خط بندی کی۔

مجھ سے عمرو النّاقد نے کہا، ان سے عبداللہ بن وہب المصری نے ان سے ابن لُہَیعَہ نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے عبداللہ بن المُغیرہ بن ابی بُردہ نے اور ان سے سفیان بن وہب الخَولانی نے، کہ:— جب ہم نے مصر بغیر عہد فتح کیا تو الزّبیر کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "اے عمرو! تقسیم کرو" (عمرو نے) انکار کیا، الزّبیر نے کہا: خدا کی قسم تمھیں تقسیم کرنا پڑے گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم فرمایا تھا"۔ عمرو نے اس کے متعلق (حضرت) عمر کو لکھا (حضرت) عمر نے جواب دیا کہ "اس کو آئندہ نسلوں کے لئے یونہی رہنے دو[ع]"۔

ع اصل الفاظ یہ ہیں: اقرھا حتی یغزو منھا حبل الحبلۃ؛ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا اسے باقی رکھو حتیٰ کہ اس سے اولاد کی اولاد بہرہ ورش پائے۔ (غریب الحدیث والاثر)
حضرت عمر نے اسی قسم کا حکم فتح عراق کے بعد سعد بن ابی وقاص کو بھی بھیجا تھا۔

راوی کہتا ہے :— اسی کی مثل روایت (مجھ سے) عبداللہ بن وہب نے ان سے ابن لہیعہ نے، ان سے خالد ابن میمون نے ان سے عبداللہ بن المغیرہ نے، اور ان سے سفیان بن وہب نے بیان کی۔

مجھ سے القاسم بن سلام نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابوالاسود نے کہا، ان سے ابن لہیعہ نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ :— عمرو بن العاصی ساڑھے تین ہزار (کی جمعیۃ) کے ساتھ مصر گئے؛ (حضرت) عمر کو اندیشہ ہوا، انھوں نے الزبیر بن العوام کو بارہ ہزار (کی جمعیۃ) کے ساتھ ان کی جانب روانہ کیا، اور وہ ان کے ساتھ فتح مصر میں شریک ہوئے۔ راوی کہتا ہے : الزبیر نے مصر و الاسکندریہ میں اپنے لئے دو زمینوں کی خط بندی کی تھی۔

مجھ سے ابراہیم بن مسلم الخوارزمی نے کہا، ان سے عبداللہ بن المبارک نے، ان سے ابن لہیعہ نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے ابی فراس نے، اور ان سے عبداللہ بن عمرو بن العاصی نے، کہ :— لوگ مصر کے معاملہ میں مشتبہ ہیں؛ ایک جماعت کہتی ہے : بزور فتح کیا گیا؛ اور ایک جماعت کہتی ہے : بصلح فتح کیا گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب میرے والد یہاں آئے تو الیونہ کے باشندوں نے ان سے جنگ کی، انھوں نے اسکو بزور فتح کیا اور مسلمانوں کو اس میں داخل کردیا؛ الزبیر پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس میں لکھا تھا کہ مجاہدین تمھارے پاس جو مال غنیمت لائیں تم پوری طرح اس کی جانچ کرنے کے بعد وہ مال ان میں تقسیم کر دیا کرو۔ لیکن زمینیں اور نہریں کاشتکاروں کے پاس رہنے دو تاکہ ان کی آمدنی عطیات میں کام آئے۔ اگر تم زمینیں بھی مسلمانوں میں تقسیم کردو گے تو بعد میں آنے والے ان کے فوائد سے محروم رہ جائیں گے۔

شخص تھے جو اس کے قلعہ پر چڑھے۔ یہاں کے حاکم نے میرے والد سے کہا: "تم نے الشام میں جو کچھ کیا ہمیں معلوم ہے۔ تم نے نصاریٰ و یہود پر جزیہ لگایا اور زمین اس کے مالکوں کے پاس رہنے دی کہ وہ اس کو آباد کریں اور خراج دیتے رہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ بھی یہی برتاؤ کروگے تو یہ تمھارے لئے ہمیں قتل کرنے اور لونڈی غلام بنانے اور جلا وطن کرنے کی بہ نسبت زیادہ مفید ہوگا۔" میرے والد نے مسلمانوں سے مشورہ کیا، سب نے یہی رائے دی، لیکن چند اس کے خواستگار تھے کہ زمین آپس میں تقسیم کردی جائے۔ انھوں نے ان کے ہر بالغ پر دو دینار جزیہ لگایا، لیکن فقیر اس سے مستثنیٰ تھے، اور زمین کے مالکوں پر دو دیناروں کے علاوہ مسلمانوں کی خوراک کے لئے تین اردب (۲۱۵) گیہوں، دو قسط تیل، دو قسط شہد، اور دو قسط سرکہ مقرر کیا، جو دارالرزق میں جمع کرکے تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور مسلمانوں کی مردم شماری کرکے تمام اہل مصر پر یہ لازم کردیا کہ وہ ہر سال ہر مسلمان کے لیے ایک اونی جبہ[1]، یا اونی (جبہ) کے عوض قبطی چادر، ایک برنس[2] یا عمامہ اور سراویل[3] و خفین[4] بھیجا کریں، اور اس امر کی اخیر

---

[1] جُبّہ = وہ لباس جس میں آستین نہوں، اور وہ کپڑا جس سے عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں مونڈھے چھپا سکتی ہیں۔ مرد بھی یہ لباس عموماً کرتے اور دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے (ابن منظور)

[2] ایک قسم کی لمبی ٹوپی جو صدر اسلام میں اتقیاء و نقراء پہنتے تھے۔ اس کو قلنسوۃ بھی کہتے ہیں۔ برنس کا اطلاق بعض اوقات اس لباس پر بھی ہوتا ہے جس میں ایک دُرّاعہ، یا ایک ممطر یا ایک جبۃ شامل ہو۔ بعد کے زمانہ میں برنس ایک کلاہ دار جبہ کو کہا جانے لگا، جو اونی کپڑے کا ہو (ابن منظور)۔

[3] سراویل = پیجامہ۔

[4] خفین = موزہ۔

تحریر دی، اور ان سے یہ شرط کرلی کہ اگر وہ اس کی پابندی کریں گے تو نہ ان کے بال بچے فروخت کئے جائیں گے اور نہ لونڈی غلام بنائے جائیں گے؛ اور یہ کہ ان کے اموال و خزائن انہی کے قبضہ میں رہیں گے۔ پھر اس کے متعلق امیرالمومنین عمرؓ کو لکھا، انھوں نے اس کی اجازت دے دی، اور اس طرح یہاں کی زمین خراجی ہوگئی۔ اس شرط و معاہدہ کی وجہ سے بعض کو یہ گمان ہوا کہ مصر بہ صلح فتح ہوا ہے۔

راوی کہتا ہے:۔ جب الیونہ کا بادشاہ اپنی ذات کے معاملہ سے، اور ان کے معاملہ سے جو اس کے شہر میں اس کے ساتھ تھے، فارغ ہوگیا تو اس نے تمام اہل مصر کے لئے ویسی ہی صلح کرلی جیسی الیونہ کے لئے کی تھی، اور وہ اس پر راضی و قانع ہوگئے، اور بولے: "جب وہ لوگ ایسی صلح پر راضی و قانع ہوگئے جو محفوظ مقامات میں تھے اور مدافعت کرسکتے تھے، تو ہم بہ درجۂ اولیٰ راضی و قانع ہوں گے کہ کھلے میدان میں پڑے ہیں اور اپنے پاس بچاؤ کا کوئی سامان نہیں رکھتے"۔ غرض ارض مصر پر خراج مقرر کردیا گیا جو اس طرح پر تھا کہ ہر جریب پر ایک دینار اور تین اِرْدب گیہوں، اور ہر بالغ پر دو دینار جزیہ۔ اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دیدی۔

مجھ سے عَمرو النّاقد نے کہا، ان سے عبد اللہ بن وہب المصری نے، ان سے اللیث نے، اور ان سے یزید بن حبیب نے کہ:۔ المُقَوقِس[ع] نے عمرو بن العاصی سے اس شرط پر صلح کی کہ رومیوں میں سے جو جانا چاہے اسے جانے دیا جائے اور

ع یہ بائی زن طی نی عہد کے وُلاۃ و اُساقفہ مصر کا خطاب تھا۔ زیر بحث زمانہ میں مصر کا مقوقس (یعنے والی و اُسقف) سائی رُس تھا۔

جو رہنا چاہے اسے اپنی مقررہ شرائط پر رہنے دیا جائے؛ اور یہ کہ قبطیوں پر دو دینار فی کس جزیہ لگایا جائے۔ ملک الروم کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت غضبناک ہوا اور اس نے فوجیں بھیجیں، جنھوں نے باب الاسکندریہ بند کرلیا اور عمرو کو اعلان جنگ دیا۔ المقوقس ان کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا: "میں آپ سے تین باتوں کی درخواست کرتا ہوں: ایک یہ کہ رومیوں کیساتھ ویسی رعایت نہ کی جائے جیسی میرے ساتھ کی گئی ہے، کیوں کہ انھوں نے مجھے غدار سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ قبطیوں سے نقض نہ کیا جائے، کیوں کہ انھوں نے نقض نہیں کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب میں مروں تو مجھے الاسکندریہ کے فلاں کنیسہ میں دفن کرنے کا حکم دیا جائے"۔ عمرو نے کہا: یہ (آخری بات)[1] میرے لئے سب میں زیادہ آسان ہے۔

مصر کے بعض دیہات سے جنگ ہوئی، ان میں سے لونڈی غلام بنائے گئے، اور بلہیت[2] والخبیس وسلطیس (کے باشندوں کو) (۲۱۶) لونڈی غلام بناکر المدینہ بھیجدیا گیا۔ مگر (حضرت) عمر بن الخطاب نے انھیں واپس کردیا اور قبطیوں کے ساتھ انھیں بھی ذمی قرار دیا، ان کے لئے عہد تھا جس سے وہ کبھی باہر نہیں ہوئے۔ عمرو نے (حضرت) عمر کو فتح الاسکندریہ کی جو اطلاع دی وہ یہ تھی: "اللہ نے ہمارے لئے الاسکندریہ بغیر عقد و عہد بزور فتح کردیا"۔ لیکن یزید بن ابی حبیب کی روایت میں ہے کہ یہ پورا بہ صلح فتح ہوا تھا۔

مجھ سے ابو ایوب الرقی نے کہا، ان سے عبدالغفار نے ان سے ابن لہیعہ نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے

---

[1] المقریزی، ج ۱، ص ۱۶۳۔
[2] یاقوت نے بلہیب لکھا ہے، ج ۱، ص ۷۳۳، طبع یورپ۔

کہ :- عمرو کے زمانہ میں مصر کا، خراج و جزیہ بیس لاکھ دینار وصول ہوتا تھا، عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح کے زمانہ میں ۴۰ لاکھ دینار ہونے لگا۔ (حضرت) عثمان نے عمرو سے کہا: "تمھارے بعد مصر کی اونٹنیوں نے زیادہ دودھ دیا" عمرو نے کہا: "اس لئے کہ تم نے ان کے بچوں کو سوکھا لگا دیا"۔

راوی کہتا ہے :- (حضرت) عمر بن الخطاب نے ۱۸ھ میں عمرو بن العاصی کو اہل المدینہ کی کشش و مصیبت کا حال لکھا، اور یہ حکم دیا کہ خراج میں جتنا طعامعہ وصول ہوا ہو سمندر کے رستے المدینہ بھیجدو؛ انھوں نے بھیجدیا، اور اس کے ساتھ تیل بھی بھیجا؛ جب یہ اشیاء الجار پہنچیں تو سعد الجار نے ان کو اپنی تحویل میں لیا، اور المدینہ لاکر ایک مکان میں رکھا، اور لوگوں میں پیمانوں سے تقسیم کیا۔ یہ سلسلہ فتنۂ اول میں منقطع ہوگیا، پھر معاویہ ویزید کے زمانوں میں جاری رہ کر عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک بند رہا اور اس کے بعد سے جو جاری ہوا تو ابوجعفر کی خلافت یا اس سے کچھ قبل تک جاری رہا۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابو صالح عبداللہ بن صالح نے کہا، ان سے اللیث بن سعد نے اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ :- مصر کے اہل جزیہ سے (حضرت) عمر کی خلافت میں صلح اول کے بعد (ایک) صلح کی گئی جس میں ان پر گیہوں، تیل، شہد اور سرکے کی جگہ دو دینار پر دو دینار (فی کس) اضافہ کئے گئے؛ اس طرح ہر شخص پر چار دینار

عہ اصل لفظ طعام ہے، طعام کے معنے ہیں: غذا، خواہ پکی ہوئی ہو یا کچی۔ اہلِ شہر بے پکی، یعنے خام اشیاء خوردنی کو طعام کہتے ہیں۔

ہوگئے، اس پر وہ راضی ہوگئے، اور سب نے اسکو پسند کیا۔

مجھ سے ابو ایوب الرّقّی نے کہا، انھوں نے کہا، مجھ سے عبدالغفّار الحرّانی نے کہا، ان سے ابن لہیعہ نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، اور ان سے الجیشانی نے، کہ:— میں نے ایک جماعت سے جو فتح مصر میں شریک ہوئی تھی، یہ سُنا ہے کہ عمرو بن العاصی نے الفسطاط فتح کرکے عبداللہ بن حذافۃ السّہمی کو عین شمس کی طرف بھیجا، وہ اس کی زمین پر غالب ہوگئے اور اس کے اہل قریہ سے الفسطاط جیسی صلح کرلی۔ اور خارجہ بن حذافۃ العدوی کو الفیوم والاشمونین و اخمیم و البشرودات والصعید کے دیہات کی طرف بھیجا، اور انھوں نے بھی یہی کیا۔ اور عمیر بن وہب الجمحی کو تنّیس دمیاط تونہ، دمیرہ، شنطاء دِقہلہ، بناو بوصیر کی طرف بھیجا، اور انھوں نے بھی یہی کیا۔ اور عُقبہ بن عامر الجہنی اور بعض کہتے ہیں وردان اپنے آزاد کردہ غلام کو، جس کی طرف مصر کا سوق وردان منسوب ہے، (مصر) زیریں کے تمام دیہات کی طرف بھیجا اور انھوں نے بھی یہی کیا۔ عمرو بن العاصی نے سارا مصر فتح کرلیا اور اس طرح اس کی زمین خراجی زمین ہوگئی۔ (۲۱۷)

ہم سے القاسم بن سلّام نے کہا، ان سے عبدالغفار الحرّانی نے، ان سے ابن لہیعہ نے، ان سے ابراہیم بن محمّد نے، ان سے ایوب بن ابی العالیہ نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ:— میں نے عمرو بن العاصی کو منبر پر یہ کہتے سُنا ہے، کہ میں اپنی اس جگہ بیٹھا ہوں اور مجھ پر مصر کے قبطیوں میں سے ایک کے لئے بھی کوئی عہد و پیمان نہیں ہے، چاہوں انھیں قتل کروں، چاہوں ان کے مال کا خمس لوں، اور چاہوں انھیں بیچ ڈالوں۔ لیکن اہل انطابلس کا معاملہ اس سے الگ ہے، کیونکہ

ان کے لئے عہد ہے، جو ان کے حق میں پورا کیا جائیگا۔

مجھ سے القاسم بن سلاّم نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن صالح نے کہا، ان سے موسٰی بن علی بن رباح اللخمی نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- المغرب پورا بزور فتح ہوا ہے۔

ہم سے ابوعبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی مریم نے کہا، ان سے ابن لُہیعہ نے، اور ان سے الصّلت بن ابی عاصم کاتب حیّان بن شُریح نے، کہ:- میں نے عمر بن عبدالعزیز کا خط حیان کے سامنے پڑھا۔ وہ مصر پر ان کا عامل تھا؛ (خط میں لکھا تھا کہ) مصر بغیر عہد و پیمان بزور فتح کیا گیا ہے۔

مجھ سے ابوعبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی مریم نے کہا، ان سے یحیٰی بن ایوب نے، اور ان سے عبداللہ بن ابی جعفر نے کہ:- معاویہ نے وردان غلام آزادکردہ عمرو کو لکھا کہ تمام قبطیوں پر ایک قیراط بڑھا دو" اس نے جواب دیا: "کیسے بڑھاوں؟ جب کہ ان سے عہد ہے کہ ان پر کچھ نہیں بڑھایا جائے گا"۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- میں نے سنا ہے عُروہ بن الزّبیر کہتے تھے کہ میں مصر میں سات برس رہا ہوں اور وہیں میں نے شادی کی؛ میں نے اس کے باشندوں کو بہت زیربار پایا، کیونکہ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے، حال آں کہ عمرو نے ان کو بصلح و عہد فتح کیا تھا اور ان پر ایک چیز مقرر کردی تھی۔ (۳۱۸)

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا ، ان سے عبداللہ بن صالح نے ، ان سے اللیث بن سعد نے ، ان سے یزید بن ابی علاقہ نے ، اور ان سے عقبہ بن عامر الجہنی نے ، کہ :— اہل مصر کے لئے عہد و پیمان تھا ۔ عمرو نے انھیں یہ نوشتہ دیا تھا کہ تمھاری اموال اور تمھارے خون اور تمھاری عورتیں اور تمھاری اولادیں امان میں ہیں ، ان میں سے ایک بھی فروخت نہیں کیا جائے گا ؛ اور یہ کہ تم سے تمھارے دشمن کا خوف دور کیا جائے گا ۔ اور ان پر خراج (اس شرط کے ساتھ) لگایا کہ اس میں اضافہ نہیں کیا جائیگا عقبہ کہتا ہے : میں اس کا شاہد ہوں ۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا ، انھوں نے کہا مجھ سے یحیٰ بن آدم نے کہا ، ان سے عبداللہ بن المبارک نے ، ان سے ابن لہیعہ نے ، ان سے یزید بن ابی حبیب نے ، اور ان سے ایک ایسے شخص نے جس نے عبداللہ بن المغیرہ بن ابی بردہ سے سنا ، اور اس نے سفیان بن وہب الخولانی سے ، کہ :— جب ہم نے مصر بغیر عہد فتح کیا تو الزبیر بن العوام اٹھے اور انھوں نے کہا : " اے عمرو ! اسے ہم میں تقسیم کرو " ۔ عمرو نے کہا : نہیں ، واللہ میں اس کو اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جتنے کہ عمر کو نہ لکھ دوں " ۔ چنانچہ انھوں نے (حضرت) عمر کو لکھا ، اور (حضرت) عمر نے اس کا یہ جواب دیا کہ " اس کو اسی حال پر قائم رکھو کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھائیں (یا کہا کہ روٹی کھائیں ۔ م) ۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا ، ان سے الواقدی محمد بن عمر نے ، ان سے اسامہ بن زید بن اسلم نے ، ان سے ان کے والد نے ، اور ان سے ان کے والد نے ، کہ :— عمرو بن العاص نے سنہ ۲۰ھ میں مصر فتح کیا ، اور الزبیر ان کے ساتھ تھے ۔

جب وہ اس کو فتح کر چکے تو اہل شہر نے ان سے فی کس دو دینار پر صلح کرلی، لیکن عورتیں اور بچے اس میں شامل نہیں تھے۔ عمرو کے زمانہ میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ دینار وصول ہوتا تھا، بعد میں ۴۰ لاکھ دینار تک پہنچنے لگا۔

مجھ سے ابوعبیدہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن صالح نے کہا، ان سے اللیث نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ:۔ مصر کے حاکم المقوقس نے عمرو بن العاص سے اس پر صلح کی کہ وہ قبطیوں پر دو دینار (فی کس) مقرر کریں ہرقل کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ بہت غضبناک ہوا، اور اس نے الاسکندریہ کی طرف فوجیں بھیجیں جنھوں نے اس کا دروازہ بند کرلیا، پھر عمرو بن العاص نے اس کو بزور فتح کیا۔

مجھ سے ابن القتات ابو مسعود نے کہا، ان سے الہیثم نے، ان سے المجالد نے، اور ان سے الشعبی نے، کہ:۔ علی بن الحسین یا خود الحسین نے معاویہ سے قریۂ ام ابراہیم بن (۲۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باشندوں کے جزیہ کے متعلق گفتگو کی، یہ قریہ مصر میں تھا، معاویہ نے ان کا جزیہ معاف کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبطیوں سے اچھے برتاؤ کی وصیت فرماتے تھے۔

مجھ سے عمرو نے کہا، ان سے عبداللہ بن وہب نے، ان سے مالک اور اللیث نے، ان سے الزہری نے، اور ان سے ابن الکعب بن مالک نے، کہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مصر فتح کرو تو قبطیوں سے اچھا برتاؤ کرنا، ان کے لئے ذمہ اور صلۂ رحم ہے۔" اللیث نے کہا: اس کی وجہ یہ تھی کہ ام اسمٰعیل[ع] انھی میں سے تھیں۔

ع یعنی حضرت ہاجرہ، جو فرعون مصر علوان بن سنان کی بیٹی تھیں (طبری ج ۱، ص ۲۰۲)۔

ابوالحسن المدائنی، عبداللہ بن المبارک کے حوالہ سے کہتا ہے :— (حضرت) عمر بن الخطاب اپنے عمّال کے اموال (کی مقدار و مالیت) لکھ لیتے تھے، اور پھر اس میں جو کچھ اضافہ ہوتا اس کا ایک حصہ، اور کبھی کل کا کل ضبط کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے عمرو بن العاصی کو لکھا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے پاس اب ایسے سامان، غلام، ظروف اور جانور ہیں جو اُس وقت نہیں تھے جب میں نے تمھیں مصر کا والی کیا تھا۔" عمرو نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہماری زمین زراعت اور تجارت کی زمین ہے اور اس سے ہمیں اتنی آمدنی ہوتی ہے جو ہمارے مصارف سے زاید ہوتی ہے۔" (حضرت عمر نے اس کے جواب میں) انھیں لکھا، کہ "مجھے عمّالِ السّوء کا کافی تجربہ ہو چکا ہے، اور تمھارا جو خط آیا ہے وہ ایسے شخص کا خط معلوم ہوتا ہے جسے حق کی گرفت نے بے چین کر دیا ہو۔ میں تم سے بدگمان ہو گیا ہوں اور محمد بن مَسلَمہ کو مال کی تقسیم کرنے تمھارے پاس بھیجتا ہوں، تم اس سے اپنا راز کہہ دو، جو کچھ وہ مانگے اسے دے دو، اور اسکو اپنے اوپر سختی کرنے سے معاف رکھو، کیوں کہ بات کھل چکی ہے۔" چنانچہ اس نے (عمرو کے) اموال کی تقسیم کی۔

المدائنی، عیسیٰ بن یزید کے حوالہ سے کہتا ہے :— جب محمد بن مَسلَمہ نے عمرو بن العاصی کا مال تقسیم کیا، تو عمرو نے کہا، ابن حَنتَمہ(عہ) نے ہمارے ساتھ جس زمانہ میں یہ برتاؤ کیا ہے وہ یقیناً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فراعنہ، عرب سامیہ کے مشہور خاندان عمالقہ سے تھے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے: فمنھم العمالیق امم تفرقوا فی البلدان ومنھم فراعنۃ مصر — ص ۱۰۔

عہ یعنی حضرت عمر۔ حَنتَمہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ وہ ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی تھیں۔ نووی، ص ۴۴)۔

بُرا زمانہ ہے۔ العاصی ریشم پہنتے تھے جس کے حاشیہ دیباج[عہ] کے ہوتے تھے۔" محمد نے کہا: "خاموش۔ اگر یہ ابن حَنْتَمہ کا نہ مانہ ہوتا، جس سے تم کراہت کرتے ہو، تو تم اپنے گھر کی انگنائی میں اِس حال میں پائے جاتے کہ بکری کی ٹانگیں تمھاری ٹانگوں میں ہوتیں؛ اس کے دودھ کی زیادت تمھیں خوش کرتی، اور اس کی قلت تمھیں ناخوش کرتی۔" عمرو نے کہا: خدا کے لئے یہ بات عمر سے نہ کہنا۔ مجالس کی گفتگو کے لئے امانت ضروری ہے۔" محمد نے کہا: "جو باتیں مجھ میں اور تم میں ہوئی ہیں عمر کے جیتے جی نہیں کہوں گا۔"

مجھ سے عمرو الناقد نے کہا، ان سے عبداللہ بن وہب نے ان سے ابن لَہِیعہ نے اور ان سے عبداللہ بن ہُبَیرہ نے، کہ:- مصر بزور فتح کیا گیا تھا۔

مجھ سے عمرو نے کہا، ان سے ابن وَہب نے، ان سے ابن لُہَیعہ نے، ان سے ابن اَنعُم نے، ان سے ان کے والد نے (۲۲۰) اور ان سے ان کے دادا نے جو ان لوگوں میں سے تھے، جو فتح مصر میں شریک تھے، کہ:- مصر بزور فتح کیا گیا، نہ کوئی عہد تھا نہ پیمان۔

عہ دیبا کا معرب ہے۔ اعلیٰ قسم کے حریر کو دیباج کہتے ہیں۔ یہ بادشاہوں اور امیروں کے پہننے کا کپڑا تھا۔

فتح الاسکندریہ

کہتے ہیں :— عمرو بن العاصی نے مصر فتح کرنے کے بعد (چندے) قیام کیا، اور (حضرت) عمر بن الخطاب کو الاسکندریہ کی طرف پیش قدمی کرنے کی اجازت کے لئے لکھا، انھوں نے اس کی اجازت دے دی، (عمرو) سنہ ۲۱ھ میں الاسکندریہ کی طرف روانہ ہوئے، اور مصر پر خارجہ بن حذافہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب کو اپنا جانشین کر گئے۔ الاسکندریہ سے اس جانب رومیوں اور قبطیوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی، اور اس نے کہا: "ہم ان پر الفسطاط ہی میں حملہ کریں گے قبل اس کے کہ وہ ہم تک پہنچیں اور الاسکندریہ کا قصد کریں" الکریون پر دونوں کی مڈ بھیڑ ہوئی، (عمرو نے) انھیں شکست دی، ان کو قتل کیا، اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ان میں اہل سخا وبلہیت والخیس وسلطیس وغیرہ بھی تھے، جو ان کی مدد و اعانت کے لئے آئے تھے۔ عمرو آگے بڑھ کر الاسکندریہ پہنچے، یہاں دیکھا کہ اہل شہر جنگ کے لئے مستعد ہیں، لیکن قبطی

موادعت چاہتے ہیں، المُقَوقِس نے صلح اور التوائے جنگ کی درخواست کی، عمرو نے اس سے انکار کیا، المُقَوقِس نے حکم دیا کہ عورتیں شہر پناہ پر داخل شہر کی طرف مُنہ کرکے کھڑی ہوں اور مرد مسلح ہوکر خارج شہر کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں، تاکہ مسلمان خوف زدہ ہوجائیں! عمرو نے اس کے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ "تم نے جو کچھ کیا ہم نے دیکھا، لیکن ہم جس پر غالب ہوئے ہیں اپنی کثرت سے غالب نہیں ہوئے، ہم تمھارے بادشاہ ہرقل سے لڑچکے ہیں اور اس کا جو حشر ہونا تھا ہوچکا ہے" المُقَوقِس نے اپنے اصحاب سے کہا: "یہ بالکل سچ ہے۔ یہ قوم ہمارے بادشاہ کو اس کے دارالمملکت سے نکال کر قسطنطینیہ پہنچا چکی ہے، اس لئے ہمارے حق میں اطاعت ہی بہتر ہے" اس پر (لوگوں نے) اس کو سخت سُست کہا، اور جنگ کے سوا دوسری بات سے انکار کردیا؛ انھوں نے مسلمانوں سے جنگ کی، معرکہ کا رَن پڑا، (مسلمانوں نے) ان کا محاصرہ کرلیا جو تین مہینے رہا، پھر عمرو نے اس کو تلوار سے فتح کرلیا، اس میں (۲۲۱) جو کچھ تھا لوٹ لیا، مگر باشندوں کو باقی رکھا، نہ انھیں قتل کیا اور نہ لونڈی غلام بنایا، بلکہ الیونہ کے باشندوں کی طرح ذمی بنالیا، اور (حضرت) عمرؓ کے پاس نامۂ فتح معاویہ بن حُدیج الکندی ثم السکونی کے ہاتھ بھیجا، اور انھی کے ساتھ ان کے پاس خُمس بھیجا۔

بعض کہتے ہیں:— المُقَوقِس نے عمرو سے تیرہ ہزار دینار پر یہ صلح کی کہ جو الاسکندریہ سے جانا چاہے اسے جانے دیا جائے اور جو رہنا چاہے اسے رہنے دیا جائے؛ اور یہ کہ قبطیوں میں سے ہر بالغ پر دو دینار مقرر کئے جائیں گے۔ اور اس مضمون کی اس کو ایک تحریر دی۔ پھر عمرو بن العاصی نے الاسکندریہ میں عبداللہ بن حُذافہ بن قیس بن عَدِی بن سَعد بن سَہم بن عَمرو

بن ہُصَیص بن کعب بن لُوَیّ کو اپنا جانشین کیا، اور ان کے ساتھ رابطہ کو یہاں چھوڑ کر خود الفسطاط کی طرف واپس آئے؛ رومیوں نے قسطنطین بن ہرقل کو، جو ان دنوں ان کا بادشاہ تھا، مسلمانوں کی قلت تعداد کی خبر دی اور اپنی ذلت اور ادائے جزیہ کا حال لکھا؛ اس نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو، جس کا نام منوئیل تھا، تین سو جہازوں کے ساتھ، جو جنگ آزماؤں سے پُر تھے، ان کے لئے بھیجا؛ وہ الاسکندریہ میں داخل ہوا اور اس نے مسلمانوں کے روابط (یعنی مرابط فوج) کو قتل کیا؛ اس کی غارت گری سے صرف وہی بچ سکے جو حیلہ سے بھاگ نکلے۔ یہ ۲۵ھ کا واقعہ ہے۔ عمرو یہ خبر پاکر پندرہ ہزار فوج کے ساتھ الاسکندریہ آئے، یہاں انھوں نے دیکھا کہ رومی جنگ آزما الاسکندریہ کے متصل مصری دیہات میں فساد برپا کر رہے ہیں، مسلمانوں سے ان کی مٹھ بھیڑ ہوئی، انھوں نے گھنٹہ بھر خوب تیر باری کی، مسلمانوں نے ان کے تیر ڈھالوں پر روکے اور پھر نہایت سخت معرکۂ رزم و قتال گرم کیا حتیٰ کہ کافر شکست کھاکر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ الاسکندریہ تک انھیں کوئی چیز روکنے یا ٹھیرانے والی نہیں تھی۔ یہاں آکر یہ لوگ قلعہ بند ہوگئے اور انھوں نے عَرّادہ نصب کئے۔ عمرو نے یہاں بھی سخت جنگ کی، منجنیقیں لگائیں اور ان کی دیواروں کا بھُرکس نکال دیا، اور جنگ جاری رکھی، حتےٰ کہ شہر میں بزور شمشیر داخل ہوگئے؛ جنگ آزماؤں کو قتل کیا، اور بال بچوں کو لونڈی غلام بنایا۔ یہاں کے بعض رومی روم کی طرف بھاگ گئے اور اللہ کا دشمن منوئیل مارا گیا۔ اس کے بعد عمرو نے الاسکندریہ کی دیواریں مسمار کردیں۔

انھوں نے یہ منت مانی تھی کہ اس کو فتح کرکے ضرور ایسا کریں گے۔
بعض راوی کہتے ہیں :۔ یہ جنگ ۲۳ھ میں ہوئی تھی؛
اور ان میں سے بعض کہتے ہیں : انھوں نے ۲۳ھ اور ۲۵ھ (۲۲۲)
میں نقض کیا تھا۔ واللہ اعلم۔
کہتے ہیں :۔ عمرو نے الاسکندریہ کی زمین پر خراج، اور
اس کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا۔
روایت ہے کہ :۔ جب اہل الاسکندریہ نے بغاوت کی
تو المُقَوقِس ان سے کنارہ کش ہوگیا تھا، عمرو نے آکر اس کو
مع اس کے ساتھیوں کے اسی عہدہ پر پھر بحال کردیا۔ بعض
کہتے ہیں : وہ اس جنگ سے قبل مرچکا تھا۔
مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے،
ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی فَروَہ نے، ان سے حَیّان
بن شُریح نے، اور ان سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے
کہ :۔ ہم نے المغرب میں تین قریوں : الاسکندریہ و کَفرطیس
و سَلطَیس کے سوا کوئی قریہ صلحاً فتح نہیں کیا۔ عمرو کہتے تھے : ان
مقامات کے باشندوں میں سے جو مسلمان ہوجائے اس سے،
اور اس کے مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔
مجھ سے عمرو النّاقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابن
وہب المصری نے کہا، ان سے ابن لَہِیعہ نے، اور ان سے
یزید بن ابی حبیب نے، کہ :۔ عمرو بن العاصی نے، جب
الاسکندریہ فتح کیا، تو مسلمان یہاں اپنی رباطؔ میں مقیم ہوئے،

ع وہ مساکن مستحصنہ جو ثغور ممالکِ اسلامیہ میں فوجوں کے قیام اور ان کی بود و باش کے لئے بنائے جاتے تھے۔ سرحدوں پر ایسے مساکن کی تعداد ہزاروں ہوتی تھی؛ اور ان میں مسافر بھی جب تک چاہتے ٹھہر سکتے تھے۔ رباطوں کے کل مصارف حکومت کے ذمہ ہوتے تھے؛ اور مسلمان امرا بھی ان کے لئے اپنی جائدادیں وقف کرتے تھے۔ تفصیل کے لئے ابوالفدا اور ابن حوقل کو دیکھنا چاہیئے۔

اور فرودگاہیں حاصل کرنے کے لیئے اس طرح جھپٹے کہ ہر شخص جب اس جگہ پہنچتا جہاں وہ پہلے ٹھیرا تھا تو پہلے سے اپنے کسی ساتھی کو وہاں پہنچا ہوا پاتا۔ عمرو نے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم اسی طرح آتے جاتے رہے تو کہیں یہ منازل خراب نہ ہو جائیں۔

(عمرو نے) جب حملہ کیا اور الکریُون کے قریب پہنچے تو مسلمانوں سے کہا: اللہ کی برکت کے ساتھ چلو۔ تم میں سے جو جس گھر میں اپنا نیزہ گاڑ دے گا وہ گھر اس کا اور اس کے باپ کی اولاد کا ہوگا۔" چنانچہ لوگ گھروں میں داخل ہوتے اور اس کی بیوت (= کمروں یا حصوں) میں اپنے نیزے گاڑ دیتے تھے۔ اسطرح ایک ایک گھر دو دو تین تین آدمیوں میں تقسیم ہو گیا اور ان میں وہ رہنے لگے۔ لیکن جب وہ واپس ہوئے تو رومی ان میں آباد ہو گئے۔ یزید بن ابی حبیب کہتے تھے: ان پر کرایہ کی قسم سے کچھ لینا حلال نہیں ہے۔ نہ یہ فروخت کیئے جاسکتے ہیں اور نہ وراثت میں منتقل ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ اس لیئے ہیں کہ جب مسلمان رابطہ کی حیثیت سے یہاں آئیں تو ان میں رہیں۔ جب یہاں آخری جنگ ہوئی، اور خصّی رومی منُویل یہاں پہنچا، تو یہاں کے باشندوں نے اس کے دروازہ بند کر لیئے، عمرو نے اس کو فتح کیا اور اس کی فصیل ڈھادی۔

کہتے ہیں: — عمرو اپنے آزاد کردہ غلام وردان کو الاسکندریہ کا حاکم مقرر کر کے الفسطاط آئے، اس کے تھوڑے ہی دن بعد ان کے عزل کا حکم آیا، (حضرت) عثمان نے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث، یکے از بنی عامر بن لؤی کو، جو (حضرت) عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، یہاں کا والی کیا تھا۔ یہ ۲۵ھ میں والی ہوئے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن سعد (حضرت) عثمان کی طرف سے مصر کے خراج پر (پہلے سے) مقرر تھے۔ انہیں (۲۲۳)

اور عمرو بن العاصی میں کسی بات پر تکرار ہوگئی، عبداللہ نے (حضرت عثمان کو) عمرو کی شکایت لکھی، انھوں نے عمرو کو معزول کردیا اور دونوں کام عبداللہ بن سَعْد کے ذمہ کردیئے، اور یہ لکھا[1] کہ تمھیں معلوم ہو کہ الاسکندریہ ایک دفعہ بزور فتح ہوچکا ہے اور وہ دفعہ عہدشکنی کرچکا ہے۔ تم وہاں رابط متعین کرو، اور اس کو مستقلاً وہیں رہنے کا حکم دو، اس کو اچھی طرح رزق (= راشن) دو، اور ہر چھٹے چھینے اس کے آدمی بدلتے رہو۔

مجھ سے محمد بن سَعْد نے الواقدی کے حوالہ سے کہا کہ ابن ہُرمُز الاَعْرج القاری کہتا ہے: — تمھارا بہترین ساحل رباطی حیثیت سے الاسکندریہ ہے۔ وہ بحیثیت مرابط المدینہ سے یہاں آگیا تھا، اور ۱۱۷ھ میں یہیں فوت ہوا۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، ان سے عبداللہ بن صالح نے، ان سے موسیٰ بن علی نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ: — الاسکندریہ کا جزیہ اٹھارہ ہزار دینار تھا، لیکن جب ہشام بن عبدالملک والی ہوا تو ۳۶ ہزار دینار تک پہنچ گیا۔

مجھ سے عمرو نے کہا، ان سے ابن وہب نے، ان سے ابن لَہیعَہ نے اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ: — (حضرت) عثمان نے عمرو بن العاصی کو مصر سے معزول کیا اور ان کی جگہ یہاں عبداللہ بن سَعْد کو مقرر کیا۔ جب رومی الاسکندریہ میں آ اترے تو اہل مصر نے (حضرت) عثمانؓ سے درخواست کی کہ عمرو کو بحال رکھیے حتیٰ کہ وہ رومیوں کی جنگ سے فارغ ہوں، کیوں کہ انھیں جنگ کا ڈھب خوب آتا ہے، اور دشمن کے دلوں پر ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔ (حضرت) عثمان نے یہی کیا، (عمرو نے) انھیں

---

[1] المقریزی والاسیوطی نے صراحت کی ہے کہ یہاں حفاظت کی غرض سے زیادہ فوج رکھی جاتی تھی۔

شکست دی، پھر (حضرت) عثمان نے چاہا کہ عمرو کو جنگ پر مقرر کریں اور عبد اللہ کو خراج پر؛ لیکن عمرو نے اس سے انکار کیا، اور کہا: (اس کے معنی یہ ہیں کہ) میری حیثیت گائے کے سینگ پکڑنے والے کی سی ہے، اور امیر اس کا دودھ دھونے والا ہے"۔ اس پر (حضرت) عثمان نے ابن سعد کو مصر کا والی کر دیا۔

فتح مصر کے بعد البیما کے حبشی اٹھ کھڑے ہوئے اور جم کر سات برس تک لڑتے رہے، مگر ان پر قدرت حاصل نہ ہو سکی، کیونکہ وہ گھنی جھاڑیوں کے الجھے ہوئے کنجوں میں جا چھپتے تھے، اور (تالابوں کے) بند کھول کر ان میں پانی دوڑا دیتے تھے۔

عبد اللہ بن وہب کہتا ہے مجھے اللیث بن سعد نے خبر دی اور انھیں موسیٰ بن علی نے، اور انھیں ان کے والد نے، کہ:۔ عمرو نے الاسکندریہ (حضرت) عثمان کی خلافت میں عمر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد، دوسری دفعہ بزور فتح کیا۔

فتح برقہ وزویلہ

(۲۲۴)

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے شرحبیل بن ابی عون نے، اور ان سے عبداللہ بن ہبیرہ نے، کہ عمرو بن العاصی الاسکندریہ فتح کرنے کے بعد اپنی فوج لیکر المغرب کے ارادہ سے برقہ پہنچے، یہ انطابلس کا دارالحکومت ہے، اور اس کے باشندوں سے تیرہ ہزار دینار جزیہ پر صلح کرلی، اور (انھیں یہ اختیار دیا کہ) اس میں وہ اپنی اولاد میں سے جسے چاہیں ان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، ان سے عبداللہ بن صالح نے، ان سے سہیل بن عقیل نے، اور ان سے عبداللہ بن ہبیرہ نے، کہ :— عمرو بن العاصی نے انطابلس اور اس کے دارالحکومت برقہ (جو مصر و افریقیہ کے درمیان ہے یہ) کے باشندوں سے ان کا محاصرہ کرنے اور ان سے جنگ کرنے کے بعد جزیہ پر اس طرح صلح کرلی کہ وہ اپنی اولاد میں سے جسے چاہیں جزیہ میں بیچ دیں؛ اور انھیں اس امر کی تحریر دے دی۔

مجھ سے محمدؐ بن سَعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے مَسْلَمَہ بن سعید نے، اور ان سے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فَرْوَہ نے، کہ :— اہل بَرْقہ والیٔ مصر کے پاس اپنا خراج بھیج دیتے تھے بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی جائے اور انھیں اس پر آمادہ کرے۔ المغرب میں یہ قوم سب سے زیادہ خوشحال تھی۔ یہاں کبھی فتنہ نہیں ہوا۔

الواقدی کہتا ہے :— عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے تھے کہ "اگر میری جائداد الحجاز میں نہ ہوتی تو میں بَرْقہ میں رہتا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اس سے زیادہ سلامتی اور عزلت کی کوئی جگہ نہیں ہے"۔

مجھ سے بکر بن الہَیْثَم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن صالح نے کہا، اور ان سے معاویہ بن صالح نے، کہ :— عمرو بن العاص نے (حضرت) عمر بن الخطاب کو لکھا: "واضح ہو کہ میں نے عُقبہ بن نافع الفِہری کو المغرب کا والی کیا ہے، وہ زَوِیلہ تک پہنچ گئے ہیں، بَرْقہ و زَوِیلہ کے درمیان پوری طرح امن ہو گیا ہے، اور باشندہ پوری طرح مطیع ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے انھوں نے صَدَقہ دیا ہے، اور جو معاہد ہیں انھوں نے جِزْیہ دینے کا اقرار کیا ہے۔ میں نے اہل زَوِیلہ اور ان مقامات کے باشندوں پر جو میرے اور زَوِیلہ کے درمیان ہیں، ایسا ٹیکس لگایا ہے جو میرے نزدیک وہ ادا کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنے تمام عاملوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اغنیاء سے صدقہ لیں اور فقراء کو انفاق کر دیں۔ (۲۲۵) ذِمیّوں سے جو جزیہ وصول ہو وہ میرے پاس مصر بھیج دیا جائے مسلمانوں کی زمین پر عُشر اور نصف عُشر کے حساب سے، اور اہل الصلح سے ان کی صلح کے مطابق وصول کیا جائے۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے بیان کیا کہ :— میں نے عبداللہ بن صالح سے بربروں کی نسبت پوچھا، انھوں نے کہا : وہ بر بن قیس کی اولاد ہیں ہونے کے مدعی ہیں، لیکن اللہ نے قیس کو بَرّ نام کا کوئی بیٹا ہی نہیں دیا تھا ؛ در اصل یہ ان جباروں کی اولاد ہیں جن سے داؤد علیہ السلام نے جنگ کی تھی۔ اگلے وقتوں میں ان کی منازل فلسطین میں تھیں، اور یہ خیموں میں رہتے تھے پھر المغرب میں آکر آباد ہوئے، اور یہاں ان کی نسلیں بڑھیں۔

مجھ سے ابو عبید القاسم بن سلام نے کہا، ان سے عبداللہ بن صالح نے، ان سے اللیث بن سعد نے، اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ :— عمرو بن العاصی نے برقہ کے بربروں میں سے اہل لواتہ کی شرط میں یہ لکھ دیا تھا کہ "تم پر جو جزیہ لگایا گیا ہے اس میں تم اپنے بیوی بچوں کو فروخت کرسکتے ہو"۔ اس کے متعلق اللیث کہتا ہے : اگر وہ غلام ہوتے تو یہ ان کے لئے حلال نہ ہوتا۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن صالح نے کہا، ان سے ابن لہیعہ نے اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ :— عمر بن عبدالعزیز نے لواتیات کی نسبت یہ حکم جاری کیا کہ جس کے پاس کوئی لواتیہ ہو اسے چاہیئے کہ یا وہ اس کے باپ کی معرفت اس سے نکاح کرلے، یا اس کے خاندان میں واپس بھیج دے۔ راوی کہتا ہے : لواتہ بربروں کا ایک گاؤں ہے جس سے معاہدہ تھا۔

فتح أطرابلس

مجھ سے بکر بن الہیثمؒ نے کہا، ان سے عبداللہ بن صالح نے، ان سے معاویہ بن صالح نے، اور ان سے علی بن ابی طلحہ نے، کہ:۔ عمرو بن العاص ۲۲ھ میں أطرابلس پہنچے۔ اس کے باشندوں سے جنگ کی، اور اس کو بزور فتح کرلیا۔ یہاں بہت سے بارِ شتر ان کے ہاتھ آئے جن میں مال تجارت تھا، اور ان کے ساتھ ان کے تاجر بھی تھے۔ وہ مال انھوں نے بیچ دیا اور اس کی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کردی۔ (حضرت) عمر بن الخطاب کو اپنے أطرابلس پہنچنے کی اطلاع دی، اور لکھا کہ ہمارے اور افریقیۃ کے درمیان نو دن کی مسافت ہے، (۲۲۶) اگر امیرالمومنین کی رائے ہو تو ہمیں اس پر حملہ کی اجازت دی جائے۔" (حضرت عمر نے) اس کے جواب میں انھیں یہ لکھا کہ "وہاں نہ جاؤ، وہ افریقیہ نہیں مُفَرِّق ہے۔ وہ دوسروں سے غدر کرتا ہے اور دوسرے اس سے غدر کرتے ہیں۔" یہ انھوں نے اس لئے لکھا کہ یہاں کے باشندہ ملک الروم کے

باجگذار تھے ، لیکن ہمیشہ غدر کرتے رہتے تھے ، اور ملک اَلاُندلس نے ان سے صلح کرکے ان سے بے وفائی کی تھی ۔ (حضرت) عمر کو ان باتوں کی خبر تھی ۔

مجھ سے عمرو النّاقد نے کہا ، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے کہا ، اور ان سے اللّیث بن سَعْد نے ، کہ :— میں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا ہے : اَطرابُلس ، عمرو بن العاصی کی جانب سے معاہدہ پر فتح کیا گیا ۔

فتح افریقیہ

کہتے ہیں :- جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مصر والمغرب کا والی ہوا، تو اس نے مسلمانوں کے رسالہ کی ٹکڑیاں روانہ کیں جو اطراف افریقیہ میں پھیل گئیں اور انھوں نے غنیمتیں حاصل کیں۔ (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کرنے کے معاملہ میں توقف کر رہے تھے، لیکن مشورہ کے بعد آمادہ ہو گئے، اور عبداللہ کو ۲۷ھ میں، اور بقول بعض ۲۸ھ میں، اور بقول بعض ۲۶ھ میں، اس پر حملہ کا حکم دیا اور جیش عظیم سے اس کی مدد کی۔ (اس جیش میں) معبد بن العباس بن عبدالمطلب، مروان بن الحکم بن العاصی بن امیّہ اور ان کے بھائی الحارث بن الحکم، عبداللہ بن الزّبیر بن العوّام المِسور بن مخرمہ بن نوفل بن اُہَیب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کلاب، عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عاصم بن عمر، عبیداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمرو بن العاصی، بُسر بن ابی اَرطاۃ بن عُوَیمر العامری

اور ابو ذُؤَیب خویلد بن خالد الہذلی الشاعر تھے۔ (ان میں سے ابو ذُؤَیب) یہاں فوت ہو گئے، ابن الزُّبَیر نے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، اور انھیں لحد میں ڈھانک دیا۔ اس حملہ میں المدینہ کے گرد و نواح کے عربوں میں سے خلق کثیر نے حصہ لیا تھا۔

مجھ سے محمد بن سَعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے اُسامہ بن زید بن اسلم نے، ان سے نافع آل زبیر کے غلام آزاد نے، اور ان سے عبد اللہ بن الزُّبیر نے، کہ:— ہمیں (۲۲۷) (حضرت) عثمان بن عفان نے اِفرِیقیہ پر حملہ کرنے بھیجا؛ یہاں کے بطریق کی حکومت اَطرابلس سے طَنجہ تک تھی۔ عبد اللہ بن سَعد بن ابی سَرح کوچ کرکے عَقُوبہ پہنچا، چند روز جنگ رہی، پھر اللہ نے اس کو قتل کر دیا، اور وہ میں ہی تھا جس نے اس کو قتل کیا؛ اس کے بعد اس کی فوج بھاگ گئی اور منتشر ہو گئی۔ ابن ابی سَرح نے سرایا پھیلا دیئے جو شہروں میں منتشر ہو گئے، کثیر غنیمت ان کے ہاتھ آئی، اور جتنے مواشی پر وہ قادر ہو سکے ان کو ہانک لائے، عُظماء اِفرِیقیہ یہ حال دیکھکر جمع ہوے اور انھوں نے عبد اللہ بن سَعد سے درخواست کی کہ وہ ان سے تین سو قِنطار سونا لے لیں اور ان سے باز رہیں، اور انکے شہروں سے چلے جائیں؛ (عبد اللہ نے) ان کی یہ درخواست قبول کر لی۔

عہ ایک قنطار بارہ سو دینار کے برابر ہوتا ہے۔ بربروں کی زبان میں سونے یا چاندی کے ایک ہزار مثقال کو قنطار کہتے ہیں (تاج العروس)۔ لیکن اگر محمد بن سَعد کی دونوں روایتیں ملا کر پڑھی جائیں تو ایک قنطار ۳۰۰ء۸ دینار سے کچھ زیادہ کا ٹھیرتا ہے، اور الواقدی کی روایت کے مطابق اسکی قیمت پورے ۸۴۰۰ دینار ہوتی ہے۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے ان سے اسامہ بن زید اللیثی نے، اور ان سے ابن کعب نے، کہ:— عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بطریق افریقیہ سے ۲۵ لاکھ دینار پر صلح کی۔

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے موسیٰ بن ضمرۃ المازنی نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:— جب عبداللہ بن سعد بطریق افریقیہ سے صلح کر کے مصر کی طرف واپس ہوئے تو افریقیہ پر کوئی والی مقرر نہیں کیا؛ اس زمانہ میں یہاں نہ قیروان ہی تھا، اور نہ کوئی مصر جامع عہ۔

راوی کہتا ہے:— جب (حضرت) عثمان شہید کئے گئے، اور محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ معاملات مصر کے والی ہوئے تو انھوں نے (افریقیہ) کی جانب کسی کو نہیں بھیجا۔ لیکن جب معاویہ بن ابی سفیان والی (= بادشاہ) ہوئے، تو انھوں نے معاویہ بن حدیج السکونی کو مصر کا والی کیا اور اس نے ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع بن عبدقیس بن لقیط الفہری کو افریقیہ بھیجا، اس نے اس پر حملہ کیا اور زمینوں کی خط بندی کی۔

کہتے ہیں:— عقبہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو قیروان کے ایک قلعہ کی طرف بھیجا جس کو اس نے فتح کیا، اور (باشندوں کو) قتل و اسیر کیا۔ یہ قلعہ آج کل قلعۂ بسر کہلاتا ہے اور ایک شہر کے قریب، جسے مجانہ کہتے ہیں، چاندی کی کان کے پاس واقع ہے۔

عہ اصطلاح فقہ میں مصر جامع ایسے شہر کو کہتے ہیں جس میں جمعہ و عیدین کی نماز ہوتی ہو اور حدود شرعیہ جاری کیجاتی ہوں۔ اور عمرانی اصطلاح میں مصر ایسے شہر کو کہتے ہیں جو بڑا ہو، محفوظ و مستحکم ہو اور مرکز سلطنت ہو۔

میں نے کسی کو یہ کہتے سُنا ہے کہ :۔ مُوسیٰ بن نُصَیر نے
بُسُر کو اس قلعہ کی طرف بھیجا، اور اس کو انھوں نے فتح کیا۔ (۲۲۸)
بُسُر اس وقت ۲۰ برس کے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات سے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ لیکن الواقدی کے علاوہ
دوسرے راوی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

الواقدی کہتا ہے :۔ عبداللہ بن سَعد اس وقت تک
والی رہے کہ محمدؐ بن ابی حُذَیفہ مصر پر غالب ہوا؛ اس نے
(حضرت) عثمان سے بغاوت کی تھی۔ پھر (حضرت) علی رضی اللہ
عنہ نے قیس بن سَعَد بن عُبادَہ الانصاری کو مصر کا والی کیا؛
پھر ان کو معزول کرکے محمدؐ بن ابی بکر الصدیق کو والی کیا۔ پھر ان
کو بھی معزول کر دیا اور مالک الاَشتر کو والی کیا، یہ قُلزم میں
بیمار ہو گئے۔ پھر محمدؐ بن ابی بکر الصدیق کو دوبارہ والی کیا، اور
مصر واپس جانے کا حکم دیا، مگر جب یہ وہاں پہنچے تو معاویہ بن
حُدَیج نے ان کو قتل کر دیا، اور گدھے کی کھال میں رکھ کر
جلا دیا۔ پھر معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے عمرو بن العاصی
والی ہوئے، عمرو نے مصر میں (عید) الفطر کے دن ۴۲ھ میں
اور بعض کہتے ہیں ۴۳ھ میں، وفات پائی۔ (عمرو کے) بعد
اس کا بیٹا عبداللہ بن عمرو والی ہوا، لیکن معاویہ نے اس کو
معزول کر دیا، اور اس کی جگہ معاویہ بن حُدَیج کو والی کیا، جو
یہاں چار برس رہا؛ اس نے (اِفرِیقیہ) پر حملہ کیا۔ غنیمت
لی، اور مصر جاکر عُقبہ بن نافع بن عبد قیس الفہری کو (افریقیہ کی
جانب) روانہ کیا۔ بعض کہتے ہیں: (عُقبہ کو) خود معاویہ نے
المغرب کا والی کیا تھا، انھوں نے اِفرِیقیہ پر دس ہزار مسلمانوں
کے ساتھ حملہ کیا اور اس کو فتح کرکے اس کے شہر قیرَوان کی

داغ بیل ڈالی۔ یہاں جھاؤ وغیرہ کے درختوں کا گھنا بَن تھا، اور درندوں اور مہلک سانپ بچھوؤں کی وجہ سے کوئی اس کا قصد نہیں کرسکتا تھا۔ ابن نافع مردِ صالح اور مستجاب الدعوۃ تھے، انھوں نے اپنے رب سے دُعا کی، (تمام حشرات الارض) دور ہو گئے، حتیٰ کہ درندہ بھی اپنے بچوں کو لے کر بھاگ گئے۔

الواقدی کہتا ہے:— میں نے موسیٰ بن علی سے پوچھا: تم نے اِفریقیہ کی آبادی دیکھی ہے؟ کتنی متصل و مجتمع ہے، جیسے آج ہم دیکھتے ہیں! یہ کس نے بسائی تھی؟ انھوں نے کہا: عُقبہ بن نافع الفِہری پہلے شخص تھے جنھوں نے اس کو بسایا، (اور لوگوں کو) زمینیں دیں۔ پھر انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے دُور[عہ] و مساکن تعمیر کیئے، اور مسجد جامع بنوائی۔

راوی کہتا ہے: اِفریقیہ میں مَعبَد بن العباس رحمہ اللہ نے ابن ابی سَرح کے حملوں میں (جو انھوں نے حضرت) عثمان کی خلافت میں (کیئے تھے) شہادت پائی۔ بعض کہتے ہیں: انھوں نے ایام جنگ میں وفات پائی تھی۔ لیکن ان کا شہید ہونا ثابت ہے۔

الواقدی اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ:— معاویہ بن ابی سفیان نے معاویہ بن حُدیج کو معزول کر کے مَسلَمہ بن مخلد الانصاری کو مصر والمغرب کا والی کیا، اور اس نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو المُہاجر کو اپنی جانب سے المغرب کا والی کیا۔ جب یزید بن معاویہ والی (= بادشاہ) ہوا، تو اس نے عُقبہ بن نافع الفِہری کو اِفریقیہ کی عملداری پر واپس بھیجا، عُقبہ نے السُّوس الادنیٰ پر حملہ کیا، جو طنجہ کے پیچھے واقع ہے، اور ایسی (۲۲۹)

عہ دُور = محلسرائیں۔ دور، دار کی جمع ہے۔

ترک تازیاں کیں کہ کوئی ان سے لڑنے اور تعرض کرنے والا نہ تھا اور پھر واپس آ گئے۔ یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کے لئے، اور وہ ابولیلیٰ[1] تھا، بیعت کی گئی، اس نے نماز کے لئے جمع ہونے کی منادی کرائی، خلافت سے دست کش ہوکر خانہ نشیں ہوگیا اور دو مہینے بعد مرگیا۔ اس کے بعد مروان بن الحکم کی ولایت (= بادشاہت) منعقد ہوئی، اور ابن الزُّبَیر کا فتنہ برپا ہوا، پھر عبدالملک بن مروان والی (= بادشاہ) ہوا، اور جب لوگوں پر اس کا اقتدار اچھی طرح قائم ہوگیا، تو اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو مصر کا والی کیا، اور انھوں نے (اپنی طرف سے) زُہَیر بن قَیس البَلَوِی کو اِفریقیہ کا والی کیا، (زُہَیر) تونس فتح کرکے برقہ کی طرف واپس آرہا تھا کہ اسے خبر ملی کہ رومیوں میں سے ایک جماعت کشتیوں سے اتر کر فساد برپا کررہی ہے؛ یہ فوراً رسالہ کی ایک ٹکڑی لے کر ان کی جانب روانہ ہوا، اور ان سے گتھ گیا، اور مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہوگیا؛ سب کی قبریں یہیں ہیں، اور ان کو "قبور الشہدا" کہتے ہیں۔ پھر حسّان بن النّعمان الغسّانی والی ہوا، اس نے

---

[1] محاورۂ عرب میں ابولیلیٰ عاجز و درماندہ کو کہتے ہیں۔ ان کی کنیت ابولیلیٰ اس لئے مشہور ہوئی کہ یہ حکومت سے عاجز رہے تھے۔ ایک اموی شاعر کہتا ہے: والملک بعد ابی لیلیٰ لمن غلبا (ابولیلیٰ عاجز و مغلوب کے بعد ملک اسی کے لئے ہے جو غالب آئے) چوں کہ ان کی سیرت بنی امیہ کی سیرت سے بالکل مختلف تھی، اور یہ بنی امیہ کی تمام بدعات کو نہایت ناپسند کرتے تھے اس لئے بنی امیہ ان سے ناراض رہے اور ان کو ابولیلیٰ پکارنے لگے۔ ان کی مدت کم و بیش چالیس دن رہی۔ بیعت کے وقت ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی ربیع الاول سنہ ۶۴ھ میں بمقام دمشق وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

بَرْبَرْ کی ملکہ الکاہنہ پر حملہ کیا، لیکن شکست کھائی اور علاقۂ برقہ کے بعض قصروں میں ٹھیرا جس کی وجہ سے ان کا نام قصور حسّان رکھ دیا گیا؛ ان میں سے ایک قصر ایسا تھا جس کی چھتیں لمبی محراب دار تھیں۔ حسّان نے پھر حملہ کیا، (ملکہ کو) قتل کیا، بَرْبروں میں سے بہتوں کو لونڈی غلام بنایا اور ان کو عبدالعزیز کے پاس بھیجدیا۔ ابو محجن نُصَیب الشاعر کہتا تھا: "میں نے عبدالعزیز کے پاس بَرْبَرْ کے لونڈی غلام دیکھے ہیں؛ میں نے ان کے چہروں سے زیادہ خوبصورت چہرہ نہیں دیکھے۔"

ابن الکلبی کہتا ہے:— ہشام نے کُلثُوم بن عیاض بن وَحوح القُشَیری کو اِفریقیہ کا والی کیا، یہاں کے باشندہ ان سے بگڑ گئے اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔

ابن الکلبی کہتا ہے: اِفریقیس بن قیس بن صَیفی الحِمیَری افریقیہ پر غالب ہوگیا تھا، اس وجہ سے اس کا یہ نام ہوگیا۔ یہاں کے بادشاہ جُرْجِیر کو اسی نے قتل کیا تھا۔ اس نے بَرْبَروں کو دیکھ کر کہا: یہ لوگ کس کثرت سے بَرْبَر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا نام البرابرہ پڑ گیا۔

مجھ سے اہل اِفریقیہ کی ایک جماعت نے اپنے بڑے بوڑھوں کے حوالہ سے کہا، کہ:— جب عُقبہ بن نافع الفہری نے تمصیر قیروان کا ارادہ کیا تو انھیں مسجد کے لیئے جگہ کی سوچ ہوئی؛ انھیں خواب میں دکھایا گیا کہ ایک شخص اس جگہ، جہاں انھوں نے مأذنہ بنایا، کھڑا اذان کہہ رہا ہے۔ صبح کو انھوں نے عین اسی جگہ؛ جہاں وہ شخص کھڑا تھا منبر بنوایا، اور پھر مسجد بنوائی۔

مجھ سے محمّد بن سَعْد نے کہا، اور ان سے الواقدی (۲۳۰) نے، کہ:— محمّد بن الاشعث الخُزاعی امیرالمومنین ابوالعباس

کی طرف سے افریقیہ پر والی ہوا، اور اس نے مدینۂ قیروان اور اس کی مسجد کی مرمت کرائی۔ پھر المنصور نے اس کو معزول کرکے اس کی جگہ عمر بن حفص "ہزار مرد" کو والی کیا۔

فتح طنجہ

الواقدی کہتا ہے :- عبدالعزیز بن مروان نے موسیٰ بن نُصَیر غلام آزاد کردہ بنی اُمیہ کو، جو اصلاً عین التمر سے تھا، اور بعض کہتے ہیں: (قبیلۂ) بلی کی شاخ اَراشہ سے تھا؛ اور بعض کہتے ہیں: (قبیلۂ) لخم سے تھا؛ افریقیہ پر والی کیا۔ بعض کہتے ہیں: وہ الولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۸۹ھ میں یہاں کا والی ہوا، اور طنجہ فتح کرکے یہاں مقیم ہوگیا، اور وہ پہلا شخص تھا جو یہاں مقیم ہوا اور اس نے یہاں مسلمانوں کے لئے زمینوں کی خط بندی کی۔ اس کے سوار السُّوس الادنیٰ تک جا پہنچے۔ اس کے اور السوس الاقصیٰ کے درمیان بیس دن سے زیادہ کی مسافت ہے۔ باشندوں کو اس نے خوب روندا، ان میں سے لونڈی غلام بنائے حتیٰ کہ انھوں نے اطاعت پیش کی، اور اس کے عامل نے ان سے صدقہ لیا۔ پھر یہاں کا والی اس کا آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد ہوا، اور (موسیٰ) قیروان افریقیہ کی طرف واپس آگیا۔

فتح الاندلس

الواقدی کہتا ہے :— طارق بن زیاد، عامل موسیٰ بن نُصَیر نے الاندلس پر حملہ کیا، اور یہ پہلا شخص تھا جس نے اس پر حملہ کیا، اور یہ ۹۲ھ میں ہوا۔ یہاں کے والی اُلیان سے مجاز[1] الاندلس پر اس کی مٹھ بھیڑ ہوئی) اور طارق نے اس کو اس شرط پر امان دی کہ وہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی کشتی میں الاندلس پہنچا دے۔ جب وہ یہاں پہنچ گیا تو یہاں کے باشندوں نے جنگ کی لیکن (طارق نے) اس کو فتح کر لیا، یہ بھی ۹۲ھ ہی میں ہوا۔ (اہل الاندلس کے خیال میں) یہاں کا بادشاہ الاسبان میں سے تھا، اور ان کی اصل اصبہان سے تھی[2]۔ موسیٰ بن (۲۳۱) نُصَیر نے طارق کو خط لکھا اور اس میں ڈانٹا کہ اس نے کیوں

[1] مجاز : گزرگاہ۔ اس سے مراد وہ آبنائے ہے جو مراکش سے الاندلس کو جدا کرتی ہے۔ المراکشی، ص ۶)۔

[2] اسبان اور اصبہان میں جو بعید سا لفظی تشابہ ہے اس سے ان کو یہ وہم ہوا کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ حالانکہ اسبان کو اصبہان سے کوئی بعید ترین بھی نسبت نہیں ہے۔

خودرائی سے حملہ کیا؛ اور کیوں مسلمانوں کی جانیں ہلاکت میں ڈالیں؟ اور یہ حکم دیا کہ اس کے بعد وہ قُرطُبَہ سے آگے نہ بڑھے۔ جب موسیٰ، الاُندلس میں قُرطَبَہ پہنچا، تو طارق نے اسے منالیا اور وہ من گیا۔ پھر طارق نے طُلَیطُلہ فتح کیا، یہ مملکت الاُندُلس کا مرکزی شہر تھا، اور فَرَنجَہ سے ملا ہوا تھا؛ یہاں اسے ایک بہت بڑا مائدہ[ع] ملا، جو موسیٰ بن نُصَیر نے ۹۶ھ میں، جب کہ وہ دمشق واپس گیا تھا، الولید بن عبدالملک کی نذر کیا۔ الولید (ان دنوں) بیمار تھا۔ جب سلیمان بن عبدالملک والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے ایک لاکھ دینار پر موسیٰ بن نُصَیر کی گرفت کی، یزید بن المُہَلّب نے اس معاملہ میں اس سے گفتگو کی، اور اُس نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ کی خلافت میں المغرب کا والی اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المُہاجر

ع مائدہ: دسترخوان، کھانے کی میز۔ یہ زرِ خالص کی مرصع و مکلل میز تھی، جو زمانۂ دراز سے طُلَیطُلَہ کے بیت الحکمت میں رکھی تھی۔ المَقری نے لکھا ہے: "اس کو روم کا بادشاہ اِشبان، بیت المقدس سے لوٹ کر لایا تھا۔ یہ مائدہ حضرت سلیمان کی طرف منسوب تھا۔ لیکن اہل الاَندَلس کا دعویٰ ہے کہ یہ مائدہ سلیمان کا نہیں تھا، بلکہ الاُندلس کے بادشاہوں اور امیروں کی دولت سے بنایا گیا تھا، وہ مرتے وقت یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ ان کا مال کسی کنیسہ کو دے دیا جائے اور جب اس قسم کا بہت سا مال جمع ہو جاتا تو اس سے سونے چاندی کی بڑی بڑی چیزیں بنوائی جاتی تھیں جن پر تیوہاروں میں انجیلیں رکھ کر پڑھی جاتی تھیں۔ یہ مائدہ بھی اسی طرح بنا تھا۔ ہر بادشاہ اس کی خوب صورتی میں اپنے پیش رو سے زیادہ اضافہ کرتا تھا، حتیٰ کہ یہ سب چیزوں سے بڑھ گیا، اور دور دور اس کا شہرہ ہو گیا۔ اس کے پائے پٹیاں اور سیرو سے زبرجد کے تھے اور اس میں بیش بہا موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ فُس مال غنیمت میں، جو مسلمانوں کو یہاں ملا، سب سے بہتر و بیش قیمت شئے یہی مائدہ تھا۔ المقری، ص ۲۱۰ (خطی)؛ المَراکشی، ص ۸۔

مولی بنی مَخْزُوم ہوا، اس نے بہت اچھا رویہ اختیار کیا، بَربَروں کو اسلام کی طرف دعوت دی، اور عمر بن عبدالعزیز نے انھیں جو خط بھیجے تھے اور جن میں (عمر نے) انھیں اسلام کی دعوت دی تھی، وہ اس نے اطراف و نواح میں ان کے سامنے پڑھے، اس طرح اسلام المغرب میں پھیل گیا۔

کہتے ہیں:— جب یزید بن عبدالملک والی (= بادشاہ) ہوا تو اس نے الحجاج بن یوسف کے آزاد کردہ غلام یزید بن ابی مسلم کو اِفْرِیْقیہ والمغرب کا والی کیا، وہ ۱۰۲ھ میں اِفْرِیقیہ پہنچا، بَرابَر اس کے حرس (= محافظ، باڈی گارڈ) تھے، اس نے ان میں سے ہر ایک کے ہاتھوں پر "حَرَسِی" گدوادیا۔ یہ بات انھیں ناگوار ہوئی، اور اس برتاؤ سے ملول ہوکر انھوں نے آپس میں اس کے قتل کی سازش کی، اور ایک دن شام کو مغرب کی نماز میں اس کے مُصَلّٰی پر اس کو قتل کردیا۔ یزید نے بشر بن صَفْوان الکلبی کو والی کیا، اس نے عبداللہ بن موسیٰ بن نُصَیر کی گردن ماردی، کیونکہ اس پر یزید کے قتل اور اس کے خلاف لوگوں کو اُکسانے کا اتہام لگایا گیا تھا۔ (یزید کے بعد) ہشام بن عبدالملک نے بھی بِشر بن صَفْوان کو یہاں کی ولایت پر برقرار رکھا۔ اس نے قیرَوان میں ۱۰۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی جگہ عُبَیدہ بن عبدالرحمٰن القَیسی والی ہوا، اور اس کے بعد عبداللہ بن الحَبْحاب مولیٰ بنی سَلُول والی ہوا، اس نے عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عُبَیدہ بن عُقبہ بن نافع الفِہری کو السُّوس و ارض السُّودان پر حملہ کرنے بھیجا، اور اس نے ایسی فتح حاصل کی جو کسی نے نہیں دیکھی۔ یہاں اس علاقہ کی دو لونڈیاں اس کے ہاتھ (۲۳۲) آئیں جن کے صرف ایک پستان تھا؛ ان کو تراجان کہتے ہیں۔ ابن الحَبْحاب کے بعد کُلثوم بن عیاض القشیری والی ہوا، یہ ۱۲۳ھ

میں افریقیہ پہنچا اور مارا گیا۔ اس کے بعد حنظلہ بن صفوان الکلبی برادر بشر بن صفوان والی ہوا۔ اس نے خوارج سے جنگ کی اور یہیں وفات پائی۔ یہ (مرتے دم تک) والی رہا۔ جب الولید بن یزید بن عبدالملک والی (= بادشاہ) ہوا، تو عبدالرحمٰن بن حبیب الفہری نے اس کی مخالفت کی؛ وہ اس سرحد میں اپنے دادا عقبہ بن نافع کے اثرات کی وجہ سے ہر دلعزیز تھا، اور اسی بنا پر اس علاقہ پر غالب ہوگیا تھا۔ حنظلہ یہاں سے واپس چلا گیا اور عبدالرحمٰن اس پر حکمراں ہوگیا۔ جب یزید بن الولید خلیفہ ہوا تو اس نے المغرب کی طرف کوئی نیا عامل نہیں بھیجا؛ لیکن مروان بن محمدؒ کے زمانۂ حکومت میں عبدالرحمٰن بن حبیب نے اس سے خط کتابت کی، اس کے سامنے اطاعت کا اظہار کیا، اور اس کے پاس ہدایا بھیجے۔ اس کا کاتب خالد بن ربیعۃ الافریقی تھا، اس کے اور عبدالحمید بن یحییٰ کے درمیان دوستی تھی، اور باہم خط کتابت تھی؛ مروان نے عبدالرحمٰن کو اس سرحد پر برقرار رکھا اس کے بعد الیاس بن حبیب کو والی کیا، اور پھر حبیب بن عبدالرحمٰن کو۔ اس کے بعد اس پر بربر اور خوارج میں سے الاباضیۃ غالب ہوگئے۔

ابوالعباس کی آخر خلافت میں محمد بن الاشعث الخزاعی افریقیہ کا والی ہوا، اور ستر ہزار اور بقول بعض چالیس ہزار (سپاہ) کے ساتھ یہاں آیا اور چار برس رہا، اس نے شہر قیروان کی مرمت کرائی۔ پھر شہر کی فوج اور دوسرے لوگوں نے اس پر یورش کی، میں نے کسی کو کہتے سنا ہے کہ اہل شہر نے اور اس فوج نے جو یہاں مقیم تھی، اس کے خلاف بغاوت کی؛ یہ اپنے قصر میں محصور ہوکر چالیس دن تک لڑتا رہا، حتیٰ کہ وہ وفادار ساتھی، جو اہل خراسان وغیرہ میں سے اس کے ساتھ آئے

تھے، اس کے پاس جمع ہوگئے اور یہ ان پر غالب ہوگیا۔ پھر اس کے سامنے باغیوں کے نام پیش کئے گئے، اور اس نے ان میں سے جن جن کے نام معاویہ یا سفیان یا مروان تھے، یا بنی امیہ کے ناموں سے ملتے جلتے نام تھے، ان کو قتل کر دیا؛ اور جن کے نام اس کے خلاف تھے انھیں زندہ رہنے دیا۔ المنصور نے اس کو معزول کر دیا۔ اور اس کی جگہ عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صُفرۃ العَتَکی المعروف "ہزارمرد" کو والی کیا؛ المنصور اس کو پسند کرتا تھا، یہ افریقیہ میں داخل ہوا، اور لڑتا ہوا بلاد بربر کی انتہائی حدود تک پہنچ گیا، یہاں اس نے ایک شہر تعمیر (۲۳۳) کیا، اور اس کا نام العَبّاسِیَّۃ رکھا۔ پھر ابوحاتم السَّدَراتی الاباضی نے، (جو اہل سَدَّراتہ میں سے تھا، اور کندہ کا آزادکردہ غلام تھا۔) اس سے جنگ کی، جس میں یہ اپنے خاندان کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوگیا، تمام سرحدی باغی ہوگئے، اور جو شہر اس نے بنایا تھا انھوں نے مسمار کر دیا۔ ہزارمرد کے بعد یزید بن حاتم بن قبیصہ بن المُہَلَّب والی ہوا، اور پچاس ہزار سپاہ اپنے ساتھ لایا، ابوجعفر المنصور نے بیت المقدس تک اس کی مشایعت کی، اور اس مہم پر بہت روپیہ خرچ کیا؛ اَطرابُلس میں ابوحاتم سے مٹھ بھیڑ ہوئی، اس کو قتل کیا، اور افریقیہ میں داخل ہوکر اس کے معاملات درست کیئے۔ اس کے بعد رَوح بن حاتم والی ہوا، اور اس کے بعد الفضل بن رَوح؛ لیکن فوج اس سے بگڑ گئی، اور اُس نے اِس کو ذبح کر دیا۔

مجھ سے احمد بن ناقد مولیٰ بنی الاَغلب نے بیان کیا کہ:۔ الاَغلَب بن سالم التمیمی اہل مَرْوالرُّوذ میں سے تھا، اور مُسَوِّدہ[ع]

ع مُسَوِّدہ: سیاہ پوش۔ یہ ایک تاریخی جماعت تھی۔ بنی العباس اور ان کے حامیوں اور

کے ساتھ خراسان سے آیا تھا، موسیٰ الہادی نے اس کو المغرب کا والی کیا۔ حُریش نے، جو تونس کی سرحدی فوج میں سے تھا ایک جمعیت اکٹھی کرکے اس کی جانب کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کرلیا یہ اس وقت قیروان افریقیہ میں تھا، اس نے بھی بیش قدمی کی جنگ ہوئی، الاَغلب تیر سے زخمی ہوا، اور بے جان ہوکر گر پڑا مگر نہ اس کے ساتھیوں کو اس کی خبر ہوئی اور نہ حُریش کے ساتھیوں کو؛ دونوں فوجیں لڑتی رہیں، آخر حُریش نے شکست کھائی اور اس کی فوج بھاگی، الاَغلب کے ساتھیوں نے تین دن اس کا تعاقب کیا، ان میں سے جو ہاتھ لگا اس کو بے دریغ تہ تیغ کیا، اور سوق الاحد میں حُریش کا قصہ بھی تمام کردیا۔ الاَغلب کو الاغلب الشہید" کہتے ہیں۔

یہی راوی کہتا ہے کہ:— ابراہیم بن الاَغلب، جُندمصر کے ممتاز لوگوں میں سے تھا، وہ اپنے ساتھ بارہ آدمی لے کر نکلا، سب نے بیت المال سے اپنی اپنی تنخواہوں کی رقم لی، اس سے زیادہ کچھ نہیں لیا، اور بھاگ کر ایک جگہ پہنچا، جسے الزّاب کہتے ہیں؛ یہ جگہ قیروان سے دس دن سے زیادہ کی مسافت پر واقع تھی۔ سرحد کا عامل اُن دنوں ہارون الرشید کی طرف سے ہرثمہ بن اَعین تھا۔ ابراہیم بن الاَغلب نے اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) داعیوں نے اپنے شہیدوں کے ماتم میں سیاہ پوشی اختیار کرلی تھی، اور یہ ان کا نشان امتیاز تھا؛ اس لئے ان کو مُسوّدہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جب بنی العباس کو حکومت حاصل ہوئی تو انھوں نے منبروں پر اسی رنگ کی جھنڈیاں لگائیں، اور اپنا شعار، اپنا لباس رسمی، اور اپنا طرز یہی رنگ قرار دیا۔ ان کے دشمن طالبیین نے، جو ہاشمی تھے، جب انکے خلاف دعوت شروع کی، تو اپنا شعار سفید رنگ قرار دیا، ان کو مُبَیّضَہ کہتے ہیں؛ عُبَیدیہ و قرامطہ انہی میں سے تھے۔

ناحیہ کے جُند وغیرہ کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے کر ہرثمہ کو ہدایا بھیجے، چاپلوسی کی، اور اس کو لکھا کہ "میں اطاعت سے باہر نہیں (۲۳۴) ہوں، اور نہ نافرمانی پر آمادہ ہوں؛ یہ جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوا ہے محض حوائج و ضروریات کا تقاضا تھا"۔ ہرثمہ نے اس ناحیہ کا اس کو والی کیا، اور اس کے معاملات اس کے سپرد کردئے۔ ہرثمہ کے سرحد سے واپس ہونے کے بعد یہاں کا والی ابن العکّی ہوا، یہ اپنا اثر قائم نہیں کرسکا؛ لوگوں نے اس پر بغاوت کی؛ الرشید نے اس باب میں ہرثمہ سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ یہاں کا والی کسے بنایا جائے؟ اس نے کہا: "مناسب یہ ہوگا کہ ابراہیم سے تعلقات درست کئے جائیں، اور اسی کو اس سرحد کا والی بنادیا جائے"۔ الرشید نے اس کو خط لکھا، اور اس میں یہ ظاہر کیا کہ میں نے تیرا جرم معاف کردیا ہے، تیری خطاؤں سے درگزر کی ہے، اور یہ مناسب سمجھا ہے کہ تجھے بلادالمغرب کی ولایت عطا کرکے تجھ پر مہربانی کروں تاکہ اس کے جواب میں تیری طرف سے وفاداری و خیرخواہی ظاہر ہو"۔ اس طرح ابراہیم اس سرحد کا (باقاعدہ) والی ہوگیا، اور اس کو پوری طرح ضبط و انتظام میں لے آیا۔ پھر شہری فوج میں سے ایک شخص نے، جسے عمران بن مجالد کہتے تھے، اس کے خلاف ہوکر بغاوت کی، سرحدی فوج نے اس کا ساتھ دیا اور اپنی تنخواہوں کا مطالبہ کرنے کے لئے قیروان میں ابراہیم کا محاصرہ کیا؛ کچھ دن گزرے تھے کہ ارزاق تقسیم کرنے والے آئے، ان کے ساتھ مصر کے خراج کی رقم تھی، انھوں نے (ارزاق) دیدئے، اور یہ منتشر ہوگئے۔

ابراہیم نے قیروان کے مغرب میں دومیل پر ایک قصر تعمیر کرایا جس کا نام "القصرالابیض" تھا، اور اس کے گرداگرد

لوگوں کو قطعات دیئے، جن میں انھوں نے عمارتیں بنوائیں، اور ان کو آباد کیا۔ (ابراہیم نے) چونے اور اینٹوں سے ایک مسجد جامع بنوائی، جس کا طول و عرض دوسو ذراع سے دو سو ذراع تھا، ستون سنگ رخام کے تھے، اور چھت د بودار کی لکڑی کی تھی اس نے غلام خرید خرید کر آزاد کئے، جن کی تعداد پانچہزار تک پہنچ گئی تھی اور ان کو (اپنے قصر) کے اردگرد آباد کیا۔ اس شہر کا نام اس نے العباسیہ رکھا، یہ آج تک آباد و معمور ہے۔

محمدؒ بن الاغلب بن ابراہیم بن الاغلب نے ۲۳۹ھ میں تاہرت کے قریب ایک شہر آباد کیا، اور اس کا نام بھی العبّاسیہ ہی رکھا۔ افلح بن عبدالوہاب الاباضی نے الاندلس کے اُموی فرماں روا کے ہاں تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کو برباد کردیا، اور اپنے اس کام کی اُس کو اطلاع دی، اُموی نے اس کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔

المغرب میں ایک زمین ہے جو ارض الکبیرہ مشہور ہے، اس کے اور برُقہ کے درمیان پندرہ دن یا اس سے کچھ کم کی یا بہت کم کی مسافت ہے، یہیں ساحل بحر پر ایک شہر ہے جس کو بارہ کہتے ہیں، اس کے باشندہ غیر رومی نصاریٰ تھے۔ الاغلب کے آزاد کردہ غلام حَبَلہ نے اس پر حملہ کیا مگر قادر نہوسکا، پھر خلفون البربری نے حملہ کیا۔ بعض کہتے ہیں: یہ رَبیعَہ کا آزاد کردہ غلام تھا، اس نے المتوکل علی اللہ کی ابتداء خلافت میں اس کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد ایک شخص المفَرّج بن سلّام کھڑا ہوا، اس نے ۲۴ قلعہ فتح کئے، اور ان پر قابض ہوگیا۔ یہاں اس نے ایک مسجد جامع بنوائی، اور مصر کے صاحب البرید (= پوسٹ ماسٹر) کو اپنی فتوحات کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ میرے اور میرے ساتھی مسلمانوں کے لئے اس کے بغیر نماز پڑھنی مشکل ہے کہ امام مجھے اس علاقہ کا والی کردے تاکہ میں متغلّبین کے زمرہ سے

(۲۲۵)

نکل جاؤں "۔ پھر یہ ہوا کہ اس کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کیا، اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد سُوران اٹھا، اور اس نے امیرالمومنین المتوکل علی اللہ کے پاس اس امر کی درخواست کرنے کے لئے اپنا قاصد بھیجا کہ وہ اسے (اس سرحد کی) حکومت و ولایت عطا کرے! لیکن وہ اس کے پاس واپس نہیں پہنچا تھا کہ (المتوکل کا) انتقال ہو گیا، اور المنتصر باللہ بھی، جو اس کے بعد خلیفہ ہوا، چھ مہینے زندہ رہکر فوت ہو گیا۔ اس کے بعد المستعین باللہ احمد بن محمدؒ بن المعتصم خلیفہ ہوا، اور اس نے اُوتامش کو جو المغرب پر اس کا عامل تھا، اور امیرالمومنین کا آزاد کردہ غلام تھا، یہ حکم لکھا کہ وہ سُوران کو اس ناحیہ پر بحال کر دے، لیکن اس کا قاصد سُرّمن رائے سے آگے نہیں بڑھا تھا کہ اُوتامش مارا گیا، اور اس علاقہ کا والی امیرالمومنین کا آزاد کردہ غلام وَصِیف ہوا؛ اس نے سوران کو بحال کر دیا اور اس کا حکم جاری کر دیا۔

سمندر میں فتح جزائر

کہتے ہیں :- معاویہ بن حُدیج الکندی نے معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں سِقِلّیہ پر حملہ کیا، اور یہ پہلا شخص تھا جس نے اس پر حملہ کیا؛ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ آل الاَغلب بن سالم الافریقی نے یہاں بیس سے زیادہ شہر فتح کئے جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ احمد بن محمد بن الاَغلب نے یہاں المتوکل علی اللہ کی خلافت میں قصریانہ و حِصن غلیانہ فتح کیا۔

الواقدی کہتا ہے :- عبداللہ بن قیس بن مخلّد الدّزَقی نے سِقلیہ میں لونڈی غلام بنائے۔ اس کو یہاں سونے چاندی کے بت ملے، جن کے سروں پر جواہر کے تاج تھے، یہ بت اس نے معاویہ کے پاس بھیجدیئے، اور معاویہ نے ان کو البصرہ بھیجدیا کہ الھند کی طرف لے جاکر ان کو فروخت کیا جائے اور ان کے دام کھرے کئے جائیں۔

کہتے ہیں :- معاویہ بن ابی سفیان بحروبر میں حملہ (۲۳۶) کرتے تھے۔ انھوں نے جُنادہ بن ابی اُمیّۃ الاَزدی کو رُودِس

بھیجا ؛ (جنادہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جن سے احادیث روایت کی گئی ہیں ، یہ (حضرت) ابوبکر و عمر و معاذ بن جبل سے مل چکے تھے ، ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ۔ ۴) اور اس کو انھوں نے بزور فتح کرلیا ؛ یہ سمندر میں ایک گھنا جزیرہ تھا۔ معاویہ کے حکم سے انھوں نے یہاں مسلمانوں کی ایک جماعت آباد کی ۔ یہ ۵۲ھ کا واقعہ ہے ۔

کہتے ہیں :۔ رُودِس نہایت زرخیز جزائر میں سے ہے ، اس کی مساحت تقریباً ۶۰ میل ہے ، یہاں زیتون ، انگور اور دیگر اثمار پیدا ہوتے ہیں ، پانی شیریں ہے ۔

مجھ سے محمدؐ بن سَعْد نے کہا ، اور ان سے الواقدی وغیرہ نے ، کہ :۔ مسلمان رُودِس کے اس قلعہ میں رہے جو ان کے لئے بنایا گیا تھا۔ معاویہ کے فوت ہونے کے بعد یزید نے جنَادَہ کو حکم دیا کہ وہ اس قلعہ کو ہدم کرکے واپس آجائیں ۔ معاویہ یہاں مسلمانوں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے بھیجتے تھے ۔ مجاہد بن جُبَیرؒ نے یہاں مستقلاً سکونت اختیار کرلی تھی اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے ۔

جُنَادَہ بن ابی اُمَیَّہ نے ۵۴ھ میں اَرْواد فتح کیا ، معاویہ نے یہاں اُن مسلمانوں کو آباد کرنے کا حکم دیا جنھوں نے اس کو فتح کیا تھا ؛ انھی میں مجاہد اور کعب الاحبار کے گیلہ[عہ] بیٹے تُبَیع تھے ، مجاہد نے یہیں تُبَیع کو قرآن پڑھایا ، بعض کہتے ہیں : رُودِس میں پڑھایا تھا۔ اَرْواد قسطنطنیہ کے قریب ایک جزیرہ ہے ۔

جُنَادہ نے اِقْرِیطِش پر حملہ کیا ، اور الولید کے زمانہ میں

عہ اصل لفظ ہے ابن امراءۃ یعنے بیوی کا بیٹا ؛

اس کا ایک حصہ فتح کر لیا ؛ مگر بعد میں یہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا ۔ پھر حُمَیدْ بن مَعْیُوق الہَمدانی نے الرشید کی خلافت میں اس پر حملہ کیا اور اس کا ایک حصہ فتح کر لیا ۔ پھر المامون کی خلافت میں ابوحَفص عمر بن عیسی الاندلسی المعروف بالاَقرِی طِشی نے اس پر حملہ کیا ، اور ایک قلعہ فتح کر کے اس میں مقیم ہو گیا ۔ پھر اس نے ایک ایک کر کے (تمام قلعہ) فتح کر لئے ، حتیٰ کہ یہاں ایک رومی بھی باقی نہیں رہا ، اور اس نے ان کے تمام قلعہ برباد کر دیئے ۔

صلح النوبہ

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، ان سے محمد بن عمر الواقدی نے، ان سے الولید بن کثیر نے، ان سے یزید بن حبیب نے اور ان سے ابوالخیر نے، کہ :- جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا، تو عمرو بن العاصی نے مضافات کے دیہات پر چھاپہ مارنے کے لئے سواروں (کی ٹکڑی) بھیجی جس کے سردار عقبہ بن نافع الفہری تھے ——— یہ ماں کی طرف سے العاصی کے بھائی (۲۳۷) تھے۔ ان کے سوار ارض النوبہ میں اسی طرح داخل ہوئے جس طرح روم کی گرمائی مہمیں داخل ہوتی تھیں۔ النوبہ میں مسلمان شدید قتال سے دوچار ہوئے، اور ان پر تیروں کی ایسی بارش ہوئی کہ ان کا بڑا حصہ زخمی ہوگیا۔ وہ بہت سے زخم اور پھوٹی ہوئی آنکھیں لے کر واپس ہوئے، اور نوبیوں کا نام انھوں نے "رماۃ الحدق" رکھ دیا۔ پھر اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی، حتیٰ کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کا والی ہوا، (نوبیوں نے) اس سے صلح و موادعت کی درخواست کی جو اس نے بغیر جزیہ لگائے اس شرط پر منظور کی کہ وہ ہر سال سو نفر (بطور غلام) دینگے اور مسلمان انھیں اسیقدر خوراک دیں گے۔

مجھ سے محمدّ بن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے ابراہیم بن جعفر نے، ان سے عمرو بن الحارث نے، ان سے ابی قبیل حُیَیّ بن ہانی المعافری نے، اور ان سے حمیر کے ایک بڑھے بوڑھے نے، کہ:— میں (حضرت) عمر بن الخطاب کی ولایت (= خلافت) میں دو دفعہ النّوبہ (کی جنگ) میں شریک ہوا؛ میں نے نوبیوں سے زیادہ ماہرِ جنگ قوم نہیں دیکھی۔ ایک شخص کو دیکھا وہ ایک مسلمان سے کہہ رہا تھا کہ تو جس جگہ کہے گا میں ٹھیک اسی جگہ تیرے جسم پر تیر ماروں گا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی نوجوان زور میں آکر کہہ بیٹھتا کہ اچھا فلاں جگہ مارو، اور وہ ٹھیک اسی جگہ اس کے تیر مارتا۔ یہ قوم ایسی تیرانداز تھی کہ اس کا تیر زمین پر بہت ہی کم دیکھنے میں آیا۔ یہ لوگ ایک دن ہماری طرف نکلے اور ہمارے مقابلہ میں صف بستہ ہوگئے؛ ہم چاہتے تھے کہ ان پر یکبارگی تلواروں سے حملہ کردیں، مگر ہم اس پر قادر نہ ہوسکے، اور انھوں نے ہم پر تیروں کی ایسی بارش شروع کردی کہ (ہم میں سے اکثر کی) آنکھیں پھوٹ گئیں جو شمار کی گئیں تو ڈیڑھ سو تھیں۔ ہم نے کہا بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کرلی جائے، کیونکہ (جنگ میں) فائدہ کم ہوگا اور نقصان زیادہ۔ لیکن عمرو نے مصالحت نہیں کی، وہ ان سے جنگ کرتے رہے، حتیٰ کہ مرگئے؛ پھر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح والی ہوا، اور اس نے ان سے صلح کرلی۔

الواقدی کہتا ہے:— معاویہ بن حُدیج الکِندی کی آنکھ النوبہ ہی میں پھوٹی تھی، اور وہ کانے تھے۔

ہم سے ابوعبید القاسم بن سلّام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن صالح نے، ان سے ابن لہیعہ نے اور ان سے یزید بن ابی حبیب نے، کہ:— ہمارے اور سیہ فامول

(یعنے حبشیوں) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے؛ بلکہ ہمارے اور ان کے درمیان اس امر پر عارضی صلح ہے کہ ہم انھیں کچھ گیہوں اور مسور کی مقداریں دیں گے، اور وہ ہمیں غلام دیں گے؛ ان سے یا کسی اور سے ان کے غلام خرید نے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

ہم سے ابوعُبَید نے کہا، ان سے عبداللہ بن صالح نے، اور ان سے اللَّیث بن سَعد نے، کہ:— ہم میں اور نوبیوں میں اس پر صلح ہے کہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے، وہ ہمیں غلام دیں گے اور ہم انھیں مساوی قیمت کی خوراک دیں گے۔ پس اگر وہ اپنی عورتیں اور اپنے بچے فروخت کردیں تو میں انکے خرید نے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ (۲۳۸)

ابوالبختُری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ:— عبداللہ بن سَعد بن ابی سَرح نے اہل النوبہ سے اس پر صلح کی کہ وہ سال کے سال چارسو نفر لائیں گے اور (مساوی قیمت کی) خوراک لیں گے

امیرالمومنین المہدی نے حکم دیا کہ اہل النوبہ پر سالانہ ۳۶۰ غلام، اور ایک زرافہ لازم کردیا جائے؛ اور اس کے عوض انھیں گیہوں، سرکہ، شراب، فرش اور لباس دیا جائے؛ یا اس کی قیمت۔

ان لوگوں نے حال میں دعویٰ کیا ہے کہ ان پر ہر سال خراج یا ہدیہ دینا واجب نہیں ہے۔ المہدی کی خلافت میں جب ہم سے اس کا مطالبہ کیا گیا تھا تو ہم نے جواب دیا تھا کہ یہ غلام جو ہم پیش کرتے ہیں اپنے دشمنوں میں سے پکڑتے ہیں لیکن جب ان میں سے کوئی ہاتھ نہیں لگتا تو ہمیں اپنی اولاد کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔" اس پر المہدی نے حکم دیا کہ اس معاملہ میں ان کے ساتھ رعایت کی جائے اور ہر تیسرے برس ایک برس کا خراج لیا جائے۔ نوبیوں کے اس دعوے کا ثبوت حضوری کے دواوین میں تو نہیں ملا، مگر

مصر کے دیوان میں مل گیا۔

المتوکل علی اللہ نے مصر میں المعدن کی ولایت پر محمد بن عبداللہ کو، جو القمی کے نام سے مشہور ہے، جانے کا حکم دیا، اور قلزم و طریق الحجاز و حجاج مصر کی رہنمائی کا کام بھی اس کے سپرد کیا۔ وہ المعدن آیا، یہاں سے اس نے جہازوں میں رسد بار کرکے قلزم کے رستے بلاد البجہ کی طرف روانہ کی، اور خود ایک ساحلی مقام عیذاب کیطرف روانہ ہوگیا، جہاں اسے وہ جہاز ملے، ان سے رسد لی، اور تھوڑی سی فوج سے ملک البجہ کے قلعہ پر حملہ کر دیا؛ البجوی تنگ کسے ہوئے اونٹوں پر جم غفیر کے ساتھ نکلا، القمی نے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں باندھ دیں جن کی آوازیں سنکر اونٹ اپنے سواروں کو لے کر وادیوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگے اور صاحب البجہ قتل ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی بہن عہ کا بیٹا فرماں روا ہوا، اس کا باپ البجہ کے فرماں رواؤں میں سے ایک تھا، اس نے التوائے جنگ کی درخواست کی، جو المتوکل نے رد کردی، اور پھر اس شرط پر منظور کی کہ وہ اس کے دربار میں آئے؛ چنانچہ وہ سُرّمن رائے آیا، اور ۲۴۱ھ میں اس سے خراج اور غلاموں کے ہدیہ پر صلح کرلی گئی۔ اس کے بعد وہ القمی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اس وقت سے اہل البجہ التوائے جنگ کے معاہدہ پر ہیں، خراج دیتے ہیں اور مسلمانوں کو سونے کی کانوں میں کام کرنے سے نہیں روکتے؛ ان کے سردار سے اس کی شرط کرلی گئی تھی۔

عہ المقریزی نے "اس کے بھائی کا بیٹا" لکھا ہے (ج اول، ص ۳۱۷)۔

قراطیس کا معاملہ

کہتے ہیں :— قراطیس[1] ارض مصر سے بلاد الروم جاتے تھے اور روم سے عربوں کے پاس دینار آتے تھے۔ پھر عبدالملک بن مروان نے اس تحریر کی ابتدا کی، جو طوامیر کے سروں پر قُل ھُوَ اللہ احد وغیرہ ذکر الٰہی کی قسم سے لکھی جاتی تھی؛ اس پر روم کے بادشاہ نے اس کو لکھا کہ تم نے اپنے قراطیس پر ایسے کلمے لکھنے شروع کئے ہیں جن سے ہم کراہت کرتے ہیں، اگر تم ان کا لکھنا ترک کردو تو بہتر ہے۔ ورنہ تمھیں معلوم ہونا چاہئیے کہ ہم دیناروں پر تمہارے نبی کا ایسا ذکر لکھنا شروع کریں گے جو تمہارے لئے موجب کراہت ہوگا۔ راوی کہتا ہے: عبدالملک کے دل پر یہ بات بہت شاق گزری۔ اسے ایک سنۃ حسنۃ کا ترک کرنا، جسے وہ جاری کرچکا تھا، بُرا معلوم ہوا؛ اس نے خالد بن یزید بن معاویہ کو بلایا[2]، اور اس سے کہا! اے ابو ہاشم؛ ایک

---

[1] قراطیس (ج، قرطاس): کاغذ۔ اسکی صناعت اس زمانے میں مصر میں تھی اور بہ بَرْدِی (بابی روس) سے بنتا تھا۔

[2] دمیری نے لکھا ہے، اس مشکل کے حل کرنے کے لئے عبدالملک نے امام باقر علیہ السلام کو بلایا اور انھوں نے یہ مشورہ دیا؛ دوسری روایتوں میں اور لوگوں کے نام بھی بیان ہوئے ہیں۔

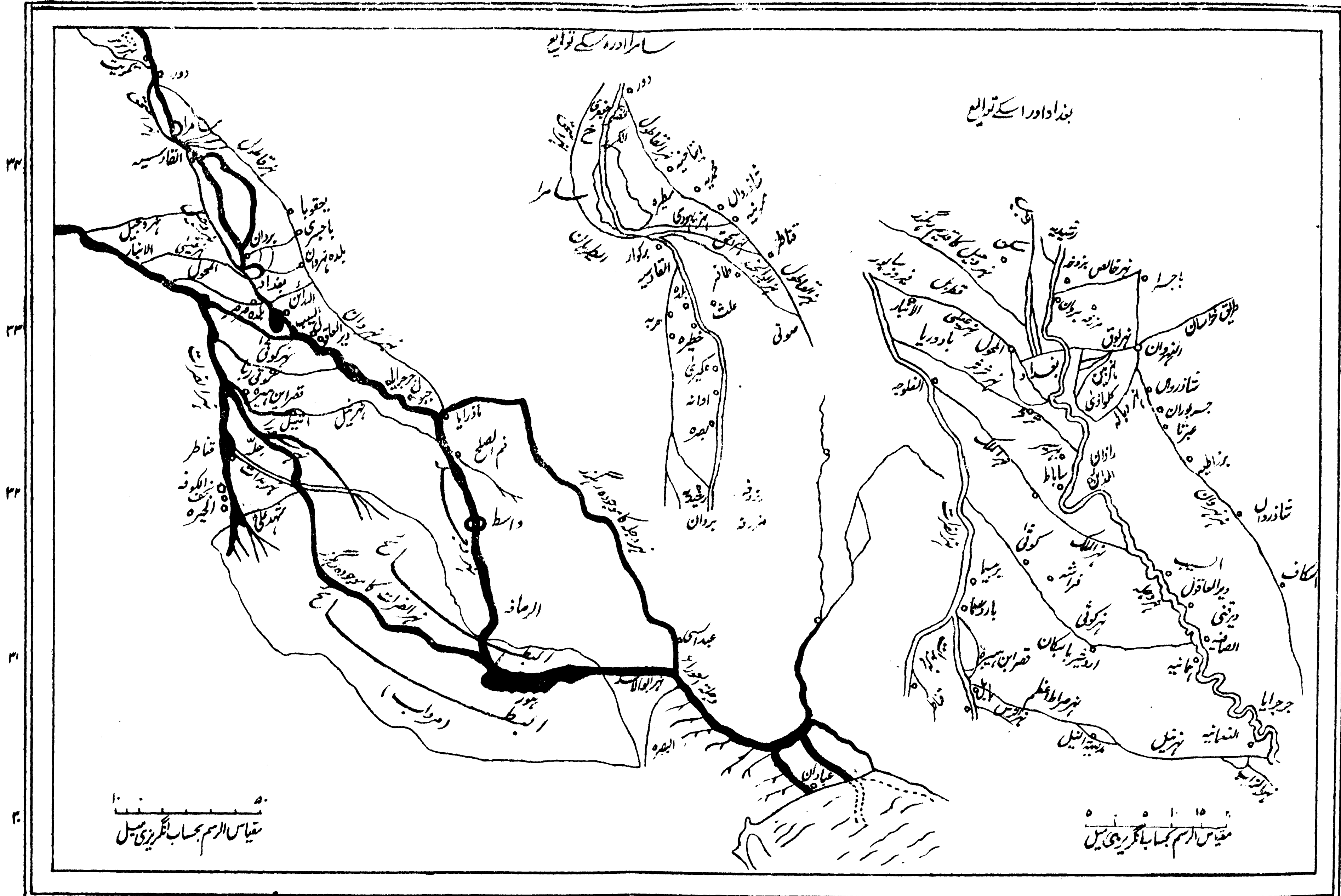
بڑی مشکل پیش آگئی ہے، اور یہ سارا معاملہ اس سے بیان کیا، اس نے کہا: اے امیرالمومنین آپ اندیشہ دور کیجیے، ان کے دیناروں سے معاملت ممنوع فرما دیجیے، اپنے ہاں سکے مضروب کرائیے اور ان کافروں کو اس چیز سے نہ بچنے دیجیے جس کو وہ طوامیر میں پسند نہیں کرتے۔" عبدالملک نے کہا: "تو نے میری مشکل آسان کر دی، خدا تیری مشکل آسان کرے۔

عوانہ بن الحکم کہتا ہے:- قبطی، طوامیر کے سروں پر مسیح (علیہ السلام) کا نام لکھتے تھے، اور ربوبیت سے منسوب کرتے تھے حال آں کہ اللہ اس سے بدرجہا برتر ہے۔ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ صلیب بنا دیتے تھے۔ اسی وجہ سے روم کے بادشاہ کو یہ تبدیلی، جو عبدالملک نے کی تھی، ناگوار ہوئی، اور وہ اس پر بگڑا۔

المدائنی کہتا ہے مجھ سے مسلمہ بن محارب نے کہا:- خالد بن یزید نے عبدالملک کو رومیوں کے دیناروں کی تحریم، اور ان سے معاملت کی ممانعت، اور قراطیس کی قسم سے کسی چیز کے بلاد الروم جانے کی بندش کا مشورہ دیا تھا، چنانچہ ایک زمانہ تک قراطیس کا وہاں جانا بند رہا۔

حصۂ پنجم

فتوحُ السَّوادُ


سامرا اور اس کے توابع
بغداد اور اس کے توابع
سامرا
بغداد
واسط
الانبار
الرصافہ
قناطر
الکوفہ
الحیرہ
الفلوجہ
النعمانیہ
عبادان
مقیاس الرسم بحساب انگریزی میل
مقیاس الرسم بحساب انگریزی میل

العراق

فتوح السواد

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

کہتے ہیں :۔ المثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم الشیبانی اپنی قوم کو لے کر السواد پر تاخت کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے المثنیٰ کی نسبت پوچھا۔ قیس بن عاصم بن سنان المنقری نے ان سے کہا: "وہ نہ گمنام آدمی ہے، نہ مجہول النسب ہے، اور نہ ذلیل العماد[1] ہے۔ وہ المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی ہے۔" پھر خود المثنیٰ (حضرۃ) ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے خلیفۂ رسول اللہ! مجھے اُن پر عامل کر دیجیے جو میری قوم میں سے اسلام لائیں۔ میں اہل فارس میں سے ان عجمیوں سے جنگ کروں گا۔" ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اِس کے لئے المثنیٰ کو پیمان لکھ دیا۔ وہ روانہ ہوئے اور خفان پر اترے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوۃ دی، اور وہ اسلام لائی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن الولید المخزومی کو العراق کی طرف جانے کا حکم لکھا۔۔۔ بعض کہتے ہیں: بلکہ انھیں مدینۂ مبارکہ ہی سے بھیجا تھا۔۔۔ اور المثنیٰ کو لکھا اور انھیں خالد کی سمع و طاعت

---

[1] ذلیل العماد: پست ستونوں والا، بے یار و مددگار، وہ شخص جس کی مدد پر قوی اور با اثر لوگ نہوں۔

اور ان سے جا ملنے کا حکم دیا۔

کہتے ہیں :۔ مَذعُور بن عَدِی العِجلی نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا اور اپنی قوم کا حال لکھا، اور درخواست کی کہ فارسیوں سے قتال کا کام مجھے دیا جائے۔ (ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) ان کو لکھا کہ خالد سے جا ملو اور حکم دیا کہ جب وہ ٹھیریں تو ان کے ساتھ ٹھیرو اور جب وہ کوچ کریں تو ان کے ساتھ کوچ کرو۔

خالد، النباج پر اترے۔ یہاں المُثَنّٰی بن حارثہ ان سے ملے۔ خالد آگے بڑھے حتیٰ کہ البصرہ آئے، یہاں بکر بن وائل میں سے سُوَید بن قُطبَۃُ الذُّہلی تھا۔ اور ابو مِخنَف کے علاوہ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ یہاں قُطبہ بن قتادہ الذُّہلی تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کی قوم میں سے ایک جماعت تھی اور وہ البصرہ میں وہی کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جس کام کا ارادہ المثنیٰ نے الکوفہ میں کیا تھا۔ الکوفہ اس وقت تک آباد نہیں ہوا تھا بلکہ (اس کے موقع کے قریب قدیم شہر) الحیرہ تھا۔ سُوَید نے خالد سے کہا: اہل الأبُلّہ میرے لئے جمع ہوئے تھے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری آمد نے انھیں مجھ سے روک دیا۔" خالد نے اس سے کہا: رائے یہ ہے کہ میں دن کو البصرہ سے چلا جاؤں اور رات کو مع اپنے ساتھیوں کے واپس آکر تمہارے لشکر میں داخل ہو جاؤں۔ پھر جب صبح طالع ہوگی تو ہم سب ان سے لڑیں گے۔" خالد نے یہی کیا۔ الحیرہ کی طرف چلے گئے (۲۴۲) اور جب رات کی تاریکی چھا گئی تو چپکے سے واپس آئے اور مع اپنے ساتھیوں کے سُوَید کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ صبح ہوئی تو اہل الأبُلّہ نے، جنھیں یہی خبر تھی کہ خالد البصرہ سے واپس ہو چکے ہیں، سُوَید کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن جب انھوں نے سُوَید کے لشکر میں کثرت دیکھی تو ان کے ہاتھوں میں جان نہ رہی اور ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ خالد نے کہا: ان پر حملہ کرو، میں ان میں ایسی قوم کی علامت دیکھتا ہوں جس کے دلوں پر دھاک بیٹھ گئی ہے۔" ان پر حملہ کیا اور انھیں ہزیمت دی۔ اللہ نے

ان میں سے بہتوں کو قتل کیا اور ایک گروہ کو دجلۃ البصرہ میں غرق کر دیا۔ اس کے بعد خالد الخُرَیبۃ سے گزرے، اس کو فتح کیا اور اس کے باشندوں کو لونڈی غلام بنایا۔ جیسا کہ الکلبی نے ذکر کیا ہے۔ خالد نے شُریح بن عامر بن قَین کو، جو بنی سَعد بن بکر بن ہَوازِن میں سے تھا، یہاں اپنا جانشین کیا۔ یہ عجم کے لئے سرحدی چوکی تھی۔

یہی راوی کہتا ہے:— خالد اس نہر پر آئے جو نہرالمرۃ کہلاتی ہے اور اس کے باشندوں سے صلح کرلی؛ اور المَذار میں ایک جماعت کو قتل کیا۔ پھر الحیرہ کے قصد سے کوچ کیا اور سُوَید کو اس ناحیئے پر اپنا نائب کیا، اور کہا: ہم نے تمہارے ناحیئے میں ان عجمیوں کو اتنا کچل دیا ہے کہ اب یہ تمہارے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ:— خالد نے، جب کہ وہ الیمامہ میں تھے، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے مدد طلب کی تھی اور انھوں نے جَریر بن عبداللہ البَجلی کو ان کی کمک پر بھیجدیا تھا۔ لیکن جَریر ان سے اسوقت ملے جب یہ الیمامہ سے واپس ہو رہے تھے۔ جریر ان کے ساتھ ہو کر ان کے حکم سے المَذار کے سردار سے لڑے۔ واللہ اعلم

الواقدی کہتا ہے:— اہل الحجاز میں سے ہمارے اصحاب جس بات پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ خالد الیمامہ سے المدینہ آئے اور یہاں سے فیدو الثعلبیہ ہوتے ہوئے العراق گئے اور پھر الحیرہ آئے۔

کہتے ہیں:— خالد بن الولید ناحیۂ کَسکَر میں زَندَوَرد پر گزرے اور اس کو فتح کیا۔ اہل زَندَوَرد نے مسلمانوں پر ایک ساعت تیر باری کی، اس کے بعد خالد نے دُرنیٰ اور اس کی ذوات کو فتح کیا، پھر ہُرمُزجَرد آئے، اس کے باشندوں کو امان دی اور ان کا شہر فتح کرلیا۔ پھر اُلّیس آئے، عجم کا سپہ سالار جابان ان کے مقابلے پر نکلا، المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی اس کی طرف بڑھے، نہرالدم پر مٹھ بھیڑ ہوئی، اور خالد نے اُلّیس کے باشندوں سے اس پر صلح کرلی کہ وہ مسلمانوں کو فارسیوں

کی خبریں دیتے رہیں گے اور ان کی رہنمائی و اعانت کریں گے۔ خالد مجمع الانہار کی طرف بڑھے۔ ازاذبہ، صاحب مسالح کسریٰ، سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ یہ عجم کی ان چوکیوں کا والی تھا جو فارس اور عرب کے درمیان تھیں۔ (۲۴۳) مسلمانوں نے اس سے جنگ کی اور اس کو شکست دی۔ خالد اس کے بعد خفّان پر اترے، اور بعض کہتے ہیں: الحیرہ کی طرف گئے۔ یہاں عبدالمسیح بن عمر بن قیس بن حیّان بن بُقَیلَہ ـــ بقیلہ کا نام الحارث تھا اور یہ قبیلۂ ازد سے تھا ـــ اور ہانی بن قبیصہ بن مسعود الشیبانی اور ایاس بن قبیصۃ الطائی، اور بعض کہتے ہیں: فروہ بن ایاس ـــ یہ نعمان بن المنذر کے بعد کسریٰ ابرویز کی طرف سے الحیرہ پر عامل تھا ـــ خالد کے پاس آئے اور ایک لاکھ درہم پر ان سے صلح کرلی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسّی ہزار درہم سالیانہ پر، اور اس پر کہ مسلمانوں کے لئے فارسیوں پر نگاہ رکھیں گے، اور ان کا کوئی بیعہ اور قصر منہدم نہیں کیا جائے گا، صلح کی۔

ابومخنف، ابی المثنّٰی الولید بن القطامی کے حوالے سے اور یہی الشرقی بن القطامی الکلبی ہے ـــ روایت کرتا ہے کہ: ـــ عبدالمسیح، خالد کے پاس آیا وہ کبیرالسن تھا، خالد نے پوچھا: بڑے میاں! تمہارے نام ونشان کی حد کہاں سے ہے؟ اس نے کہا: اپنے باپ کی پشت سے۔" پوچھا: کہاں سے نکلے؟" کہا: اپنی ماں کے بطن سے۔" خالد نے کہا: وائے برحال! کاہے میں ہو؟" بولا: اپنے کپڑوں میں۔" کہا: وائے برحال! کس شے پر ہو؟" بولا: زمین پر۔" پھر کہا: کچھ عقل بھی ہے؟" بولا: ہاں، اور باندھتا بھی ہوں۔" خالد نے کہا: وائے برحال! میں تم سے انسانوں کی سی باتیں کر رہا ہوں۔" اس نے کہا: اور میں تمھیں انسانوں کے سے جواب دے رہا ہوں۔" خالد نے کہا: تم صلح کے حق میں ہو یا جنگ کے حق میں؟ کہا: صلح کے حق میں۔" خالد نے کہا: پھر یہ قلعے کس لئے ہیں؟ کہا: یہ ہم نے سفیہوں کو روکنے کے لئے بنائے ہیں حتیٰ کہ حلیم آئے۔" پھر صلح

کی بات چیت ہوئی، اور ایک لاکھ درہم سالیانہ پر صلح ہوگئی۔ یہ مال ان سے لیا گیا، اور یہ پہلا مال تھا جو عراق سے مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ اور ان پر لازم کیا کہ وہ مسلمانوں سے دغا اور خیانت نہیں کریں گے اور ان کی طرف سے اہل فارس پر نگراں رہیں گے۔ یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا اور ان سے یحیٰی بن آدم نے کہ:- میں نے سنا ہے اہل الحیرہ چھے ہزار مرد تھے؛ ان میں سے ہر شخص پر پانچ (قیراط) وزن کے چودہ چودہ درہم مقرر کئے گئے۔ اس حساب سے یہ مال چوراسی ہزار درہم تک پہنچ گیا، جو سات (قیراط) وزن کے ساٹھ ہزار درہم کے مساوی ہوا۔ اور اس کیلئے انھیں نوشتہ دیدیا؛ وہ میں نے پڑھا ہے۔"

(۲۴۴) یزید بن نُبَیشۃُ العامری سے روایت ہے کہ:- ہم خالد بنؓ الولید کے ساتھ العراق گئے اور العذیب کی سرحدی چوکی تک پہنچے۔ پھر الحیرہ آئے، اس کے باشندے قصرالابیض و قصر ابن بُقَیلہ و قصرالعَدسیّین میں پناہ گیر تھے۔ ہم نے ان کی عمارتوں کے صحنوں اور میدانوں میں اپنے گھوڑوں کو کاوے دئے۔ اہل الحیرہ نے ہم سے صلح کر لی۔

ابن الکلبی کہتا ہے:- العَدَسی (قبیلہ) کلب سے ہیں اور اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں اور وہ کَلبِیّہ تھی۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے حدیث بیان کی، ان سے ابن مُجالد نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے الشعبی نے، کہ:- خُرَیم[1] بن اوس بن حارثہ بن لام الطّائی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "اگر اللہ آپ پر الحیرہ فتح کردے تو مجھے بُقَیلہ کی بیٹی عطا کی جائے۔" خالد نے جب اہل الحیرہ سے صلح کرنے کا ارادہ کیا تو خُرَیم نے ان سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بُقَیلہ کی بیٹی میرے لئے نامزد فرما دی تھی، اس کو

---

[1] الماوردی، ص ۳۳۳ (طبع یورپ) خُرَیم۔

اپنی صلح میں داخل نہ کرو۔" بشیر بن سعد الانصاری اور محمد بن مسلمۃ الانصاری نے اس کی شہادت دی، خالد نے صلح میں اس کو مستثنیٰ کر لیا اور کریمہ کے حوالے کر دیا۔ لیکن (اس کے رشتے داروں نے) ہزار درہم میں اسکو خرید لیا۔ وہ بڑھیا ہو چکی تھی اور عمر سے اتنی ڈھل چکی تھی کہ اس کے قابل نہ رہی تھی۔ اس سے کہا گیا: تجھ پر افسوس، تو نے بُقیلہ کی بیٹی بہت سستی چھوڑ دی، اس کے خاندان والے تجھے اس سے دُگنی قیمت دیتے جتنی قیمت تو نے مانگی تھی"۔ اس نے کہا: میں بالکل نہیں جانتا تھا کہ دس سو سے زائد بھی کوئی عدد ہے"۔

حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس نے بُقیلہ کی بیٹی مانگی تھی وہ ربیعہ میں سے کوئی شخص تھا۔ لیکن پہلی خبر اثبت ہے۔

کہتے ہیں:— خالد بن الولید نے بشیر بن سعد ابو النعمان بن بشیر الانصاری کو بانقیا کی طرف بھیجا، یہاں عجمی رسالے سے جس کا سردار فرخ بُنداذ تھا، بشیر کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ عجمیوں نے بشیر کے ساتھیوں پر تیر برسائے، بشیر نے ان پر حملہ کیا اور مار بھگایا اور فرخ بُنداذ کو قتل کر دیا؛ اور واپس ہو گئے۔ (اس معرکے میں) بشیر کے ایک زخم آیا جو عین التمر پہنچکر پھٹ گیا اور اس کے اثر سے یہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

بعض کہتے ہیں:— فرخ بُنداذ سے خود خالد کا مقابلہ ہوا تھا، اور بشیر ان کے ساتھ تھے۔

خالد نے جریر بن عبد اللہ البجلی کو اہل بانقیا کی طرف بھیجا، بُصبُہری بن صلوبا ان کے پاس آیا۔ اس نے جنگ سے اعتذار کیا اور صلح چاہی؛ اور جریر نے اس سے ہزار درہم اور ایک طیلسان[1] پر صلح کر لی۔

بعض کہتے ہیں:— ابن صلوبا خود خالد کے پاس آیا تھا، انھی سے

---

[1] طیلسان: لبادہ، سیاہ اون کا ایرانی جبہ؛ اور ایک قسم کی چادر جو خطیب اور قاضی کندھوں پر ڈالتے تھے۔ یہ تالسان کا معرب ہے۔

(۲۴۵) اس نے اعتذار کیا اور انھوں نے اس سے صلح کی۔

جب مہران قتل ہوا اور یوم النخیلہ گزر چکا تو جریر اہل بانقیا کے پاس آئے اور اہل النخیلہ و اہل الحیرہ سے انھوں نے وہ مال وصول کیا جو صلح میں طے ہوا تھا اور وصولیابی کی رسید لکھدی۔

لیکن ایک جماعت کو اس سے انکار ہے کہ جریر بن عبداللہ، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت سے قبل کبھی العراق آئے ہوں مگر ابومخنف و الواقدی کہتے ہیں کہ وہ یہاں دو دفعہ آئے۔

کہتے ہیں:۔ خالد نے بُصبُہریٰ بن صلوبا کے لئے صلح نامہ لکھا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس وہ طیلسان، الحیرہ کے مال اور ہزار درہموں کے ساتھ بھیج دیا، اور (حضرۃ ابوبکر نے) وہ طیلسان حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔

مجھ سے ابو نصر التمار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے شریک بن عبداللہ النخعی نے کہا، ان سے الحجاج بن ارطاۃ نے، ان سے الحکم نے، اور ان سے عبداللہ بن مُغفل المزنی نے، کہ:۔ اہل السواد میں الحیرہ و الیس و بانقیا کے سوئی کسی سے عہد نہیں ہے۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیی بن آدم نے کہا، ان سے المُفضّل بن المُہلہل نے، ان سے منصور نے، ان سے عبید بن الحسن یا ابوالحسن نے اور ان سے ابن مُغفّل[1] نے، کہ:۔ ارض بنی صلوبا و ارض الحیرہ کے سوئی دُون الجبل[2] کی کسی زمین کی بیع درست نہیں ہے۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیی بن آدم نے کہا، ان سے الحسن بن صالح نے، ان سے الاسود بن

---

[1] ذہبی: المشتبہ، ص ۴۹۷، مُغفّل۔

[2] دون الجبل سے مراد وہ علاقہ ہے جو الجبال کے اس پار یعنی العراق کی جانب تھا۔

قیس نے ، اور ان سے ان کے والد نے ، کہ :۔ ہم الحیرہ پہنچے اور ہم نے وہاں کے باشندوں سے اتنے اتنے مال اور ایک کجاوے پر صلح کرلی۔ میں نے پوچھا : تم نے وہ کجاوہ کیا کیا ؟ کہا : ہم میں سے ایک کے پاس کجاوہ نہیں تھا ، اس کو دے دیا۔"

ہم سے ابو عبید نے کہا ، انھوں نے کہا ہم سے ابن ابی مریم نے کہا ، ان سے السُرّی[1] بن یحییٰ نے ، اور ان سے حُمَید بن ہلال نے ، کہ :۔ خالد جب الحیرہ اترے تو اس کے باشندوں سے صلح کرلی اور ان سے جنگ نہیں کی۔

ضرار بن الأزور الاسدی کہتا ہے :۔

أرقتُ ببانقیا ومن یلق مثل ما　　لقیتُ ببانقیا من الجرح یأرقُ

بانقیا میں میری نیند اڑگئی۔ اور جو ایسا زخمی ہوگا جیسا میں بانقیا میں زخمی ہوا اس کی نیند اڑہی جائے گی۔

الواقدی کہتا ہے :۔ ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ ضرار الیمامہ میں کام آئے۔

کہتے ہیں :۔ خالد بانقیا سے واپس ہوکر الفلالیج آئے ، یہاں عجمیوں کی ایک جماعت اکٹھی تھی جو (ان کے پہنچتے ہی) منتشر ہوگئی ، اور جنگ نہیں ہوئی۔ خالد ، الحیرہ کی طرف مڑے۔ انھیں خبر ملی کہ جابان جمع عظیم کے ساتھ تُستَر میں ہے۔ انھوں نے اس کی طرف المثنّیٰ بن حارثۃ الشیبانی (۲۴۶) اور بنی تمیم میں سے حنظلہ بن الربیع[2] بن رباح الاُسیدی کو بھیجا ۔۔ یہ حنظلہ وہی ہے جو حنظلۃ الکاتب کہلاتا ہے ۔۔ جونہی یہ دونو وہاں پہنچے ، جابان بھاگ گیا۔ خالد نے الانبار کا رخ کیا۔ اس کے باشندے پناہ گزیں ہوگئے

---

[1] ابن حجر ، ج ۱ ، ص ۸۳۔ بعض نے بفتح اول وبکسر ثانی (السَرِی) تلفظ کیا ہے۔

[2] ابن قتیبہ ، ص ۱۵۱ (طبع یورپ) : حنظلہ بن ربیعہ بن صیفی۔

پھر ایک شخص آیا جس نے سُوقِ بغداد کی طرف ان کی رہ نمائی کی ۔ یہ ایک پرانا بازار تھا اور قَرن الصَّراۃ[1] کے قریب واقع تھا ۔ خالد نے المُثنّیٰ بن حارثہ کو اس کی طرف بھیجا ۔ انھوں نے ان پر چھاپہ مارا ۔ مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سونے چاندی سے بھر لئے اور متاع میں سے جو ہلکی چیزیں اُٹھا سکے اٹھالیں ؛ اور رات السَّیلَحِین میں گزار کر الانبار آئے ۔ خالد یہیں تھے ۔ اس کے باشندوں کا محاصرہ کیا اور اس کی نواحی میں آگ لگادی ۔ اس کا نام الانبار اس لئے ہے کہ یہاں عجم کے اناج کو دام تھے ، اور نُعمان کے اصحاب و صَنائع[2] کو یہاں سے ارزاق دیئے جاتے تھے ۔ جب اہل الانبار نے دیکھا کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تو انھوں نے خالد سے ایسی (شرائط) پر صلح کرلی جس سے وہ راضی ہو گئے ۔ خالد نے ان کو ان کی جگہ برقرار رکھا ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ :— خالد نے (سُوقِ) بغداد کی طرف المُثنّیٰ کو بھیجا ۔ پھر ان کے بعد خود بھی چھاپے مارنے کے لئے نکلے ، اور الانبار کی طرف واپس آگئے ، لیکن یہ ثابت نہیں ہے ۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا ، انھوں نے کہا مجھ سے یحیٰ بن آدم نے کہا ، انھوں نے کہا ہم سے الحسن بن صالح نے کہا ، ان سے جابر نے ، اور ان سے الشَّعبی نے کہ :— اہل الانبار سے ہمارا عہد و پیمان ہے ۔

مجھ سے مشائخ اہل الانبار نے کہا :— عمر رحمہ اللہ کی خلافت میں ہم سے ہمارے طَسُّوج کے لئے سالیانہ چار لاکھ درہم اور ایک ہزار قَطَوانی

---

[1] قَرن : کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ باندھنا اور پیوستہ کرنا ۔ صراۃ ایک نہر تھی جو بغداد کے شمال میں قُطرُبُل اور جنوب یا دوربا کے درمیان حد فاصل تھی ۔ قرن الصراۃ وہ مقام ہے جہاں نہر الصراۃ دجلہ میں گرتی تھی ۔

[2] صنائع یہ وہ لوگ جنھیں خاص اپنی ذات کے لئے بنایا اور مہیا کیا جائے ۔

عباؤں پر صلح کی گئی۔ والئی صلح جریر بن عبداللہ البجلی تھے۔
بعض کہتے ہیں: ان سے اسّی ہزار درہم پر صلح کی گئی تھی۔
واللہ اعلم۔
کہتے ہیں:— جریر نے بَوازیجِ الانبار فتح کیا۔ یہاں ان کے موالی میں سے ایک قوم رہتی ہے۔
کہتے ہیں:— خالد بن الولید کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے انھیں الانبار کے اوپر ایک بازار کا پتہ بتایا جہاں (قبیلۂ) کلب اور بکر بن وائل اور قُضاعہ میں سے مختلف گروہ جمع ہوتے تھے۔ خالد نے اس کی طرف المثنّیٰ بن حارثہ کو بھیجا۔ انھوں نے اس پر چھاپہ مارا اور وہاں جو کچھ تھا لے لیا، قتل کیا اور سبی بنایا۔
اس کے بعد خالد عین التمر آئے اور اس کے قلعے سے چمٹ گئے۔ اس قلعے میں عجمیوں کی ایک بڑی چھاؤنی تھی۔ اہل قلعہ نکلے، جنگ کی، اور پھر قلعہ گیر ہو گئے۔ خالد نے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، (۲۴۷) حتیٰ کہ انھوں نے امان مانگی۔ خالد نے انھیں امان دینے سے انکار کیا، اور قلعہ بزور فتح کر لیا، قتل کیا اور لونڈی غلام بنایا۔
خالد نے یہاں ایک کنیسے میں ایک جماعت پائی۔ اور اس کو سبی بنایا۔ ان سبایا میں یہ لوگ تھے:—
(۱) حُمران بن اَبان بن خالد التمّرِی — ایک جماعت کہتی ہے اس کے باپ کا نام اَبّا تھا — حُمران (حضرۃ) عثمان کا غلام آزاد تھا۔ المُسَیّب بن نَجَبَۃَ الفزاری نے اس کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ (حضرۃ عثمان نے) اس کو اپنے ایک عامل کے متعلق تحقیقات کرنے الکوفہ بھیجا۔ اس نے کذب سے کام لیا۔ اس پر انھوں نے اس کو اپنی حمایت و سرپرستی سے خارج کر دیا، اور یہ البصرہ میں رہ پڑا۔
(۲) سِیرِین، ابو محمّد بن سِیرِین، اور ان کے بھائی؛ یحییٰ بن

سیرین، انس بن سیرین، معبد بن سیرین۔ ابو محمد بن سیرین اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ یہ چاروں بھائی انس بن مالک الانصاری کے غلام آزاد تھے۔

(۳) ابو عمرہ، جدّ عبد اللہ بن عبد الاعلی الشاعر۔

(۴) یسار، جدّ محمد بن اسحٰق صاحب السیرۃ، قیس بن مخرمہ بن المطلب بن عبد مناف کے غلام آزاد تھے۔

(۵) مُرّہ ابو عبید، جدّ محمد بن زید بن عُبید بن مُرّہ، (اسی محمد کا بیٹا) نعیس بن محمد بن زید بن عبید بن مُرّہ، اُس قصر کا مالک ہے جو الحرّہ کے پاس ہے۔ اس کی اولاد اپنے مورث اعلیٰ کا نام عُبید بن مُرّہ بن المُعَلّٰی الانصاری ثم الزُرَقی بتاتی ہے۔

(۶) نُصَیر، موسیٰ بن نُصَیر صاحب المغرب کا باپ۔ یہ بنی امیہ کا غلام آزاد تھا۔ ثغور میں اس کے بہت سے موالی ہیں جو اس کے آزاد کردہ غلاموں کی اولاد سے ہیں۔ ابن الکلبی کہتا ہے: ابو فروہ عبد الرحمٰن بن الاسود اور موسیٰ بن نُصَیر کا باپ نُصَیر، عرب تھے اور قبیلۂ بلی کی شاخ اَراشہ سے تھے۔ ابوبکر رحمۃ اللہ کے زمانے میں ان دونو کو جبل الجلیل میں، جو الشام میں ہے، پکڑا گیا تھا — نُصَیر کا نام نَصر تھا بقاعدۂ تصغیر نُصَیر کر دیا گیا — بنی امیہ میں سے کسی نے نُصَیر کو آزاد کر دیا اور یہ الشام واپس چلا گیا جہاں ایک قریہ میں، جسے کَفَرمَری[1] کہتے تھے، اس کے ہاں موسیٰ پیدا ہوا؛ اور وہ لنگڑا تھا۔ ابن الکلبی کہتا ہے: اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونو، یعنی ابو فروہ و نُصَیر بھائی بھائی تھے اور عین التمر کے سبایا میں سے تھے اور ان کو بنی ضَبّہ نے آزاد کیا تھا۔ علی بن محمد المدائنی

---

[1] مراصد: کفر مثری۔

(۴۴۸)

کہتا ہے: کہا جاتا ہے کہ ابو فَرْوَہ و نُصَیْر، عین التمر کے غلاموں میں سے تھے۔ ناعم الاسدی نے ابو فروہ کو خرید لیا، پھر عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اس کو خریدا اور قبریں کھودنے پر مقرر کیا۔ جب لوگوں نے اُن پر شورش کی تو یہ بھی اُن کے ساتھ ہو گیا اور اس نے اُن سے کہا: تم نے ظلماً جو کچھ لیا ہے واپس کرو۔" انھوں نے کہا: ان میں سب سے پہلا تو خود ہے، میں نے تجھے صدقے کے مال میں سے قبریں کھودنے کے لئے خریدا تھا، مگر تو نے اپنا کام چھوڑ دیا۔" اس کا بیٹا: عبداللہ بن ابی فروہ سربرآوردہ موالی میں سے تھا، اور الربیع بن یونس بن محمد بن ابی فروہ جو المنصور کا رفیق (: صاحب) تھا اسی کی اولاد میں تھا۔ اس کا لقب ابو فروہ اس فَرْوَہ (: پوستین) کی وجہ سے ہوا جو اسیری کے وقت اس کے جسم پر تھی۔[1]

کہا جاتا ہے: — خالد نے قلعۂ عین التمر کے باشندوں سے صلح کی اور یہ سیا یا انھیں کسی طسوج کے کنیسے میں ملے۔ لیکن سیرین کے متعلق بعض کہتے ہیں: یہ اہل جرجرایا میں سے تھے اور یہاں اپنے رشتے داروں سے ملنے آئے تھے کہ کنیسے میں ان لوگوں کے ساتھ پکڑے گئے۔

مجھ سے الحسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا۔ مجھ سے یحیٰی بن آدم نے کہا، ان سے الحسن بن صالح نے، ان سے الاشعث نے اور ان سے الشعبی نے، کہ: — خالد بن الولید نے اہل الحیرہ و اہل عین التمر سے صلح کی اور اس کے متعلق ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو لکھا۔

---

[1] ابو الفرج اصبہانی نے اس فہرست میں کیسان کا، جو ابو العتاہیہ کے اجداد میں سے تھا، اضافہ کیا ہے — اغانی (ج ۳، ص ۱۲۷۔

انھوں نے اس کی منظوری دیدی۔ یحییٰ کہتا ہے: میں نے الحسن بن صالح سے پوچھا: کیا اہل عین التمر اہل الحیرہ کی طرح ہیں جن کے نفوس پر جزیہ ہے اور اراضی پر کچھ نہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔"

کہتے ہیں:۔ ہلال بن عقبہ[1] بن قیس بن البشر النمری عین التمر پر قبیلۂ النمر بن قاسط کا سردار تھا۔ اس نے خالد کے مقابلے کے لئے اپنے قبیلے کو جمع کیا اور لڑا۔ خالد نے اس پر فتح پائی، اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا لیکن ابن الکلبی کہتا ہے: النمر کا سردار اُن دنوں عقہ بن قیس بن البشر تھا۔

کہتے ہیں:۔ بشیر بن سعید الانصاری کا زخم پھٹ گیا۔ اسی میں انھوں نے وفات پائی اور انھیں عین التمر میں دفن کیا گیا۔ اُن کے پہلو میں عُمیر بن رِئاب بن مُہشم بن سعید بن سہم بن عمرو دفن کئے گئے جو عین التمر میں تیر سے زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔

خالد بن الولید نے عین التمر سے النسیر بن دیسم بن ثور کو بنی تغلب کے آب گیر کی طرف بھیجا۔ النسیر نے رات کو ان پر چھاپہ مارا اور قتل و اسیر کیا۔ اسیروں میں سے ایک نے اس شرط پر رہائی کی درخواست کی کہ وہ انھیں بنی ربیعہ کی ایک بستی کا رستہ بتا دے گا۔ انھوں نے اس کو رہا کر دیا، اس نے رستہ بتایا؛ النسیر اس بستی میں آئے، شب خون مارا، غنیمت لی اور سبی بنایا۔ اس کے بعد وہ خشکی کے رستے ناحیۂ تکریت کی طرف گئے۔ مسلمانوں نے یہاں بھی غنیمت لوٹی۔ (۴۹

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے کہا، اور ان سے محمد بن مروان نے، کہ:۔ النسیر، عُکبرا آئے۔ اس کے باشندوں کو امان دی۔ وہ لوگ ان کے ساتھیوں کے لئے کھانا اور ان کے جانوروں کے چارہ لائے۔

---

[1] الطبری، ج ۱، ص ۲۱۲۲ و ج ۲، ص ۱۳۰: ہلال بن عُقبہ بن قیس بن البشر النمری۔

پھر وہ اَلبَردان پر سے گزرے جہاں کے باشندے مسلمانوں کے سامنے سے ہٹنے لگے ؛ انھوں نے کہا : "ڈرو نہیں" اور یہی ان کے لئے امان تھی ۔

راوی کہتا ہے :۔ پھر وہ المُحَرَّم آئے ۔ ابومسعود کہتا ہے : اس زمانے میں اس کا نام مُحَرَّم نہیں تھا ؛ بلکہ اس نام سے یہ اس وقت موسوم ہوا جب مُحَرَّم بن حزن بن زیاد بن اَنَس بن دَیان الحارثی کی اولاد میں سے کسی نے یہاں بود و باش اختیار کی ، جیسا کہ ہشام بن محمد الکلبی نے بیان کیا ہے ۔

پھر مسلمانوں نے وہ پُل عبور کیا جو قصر سابور کے پاس بندھا ہوا تھا ۔ یہ قصر آجکل قصر عیسیٰ بن علی کے نام سے مشہور ہے ۔ خُرزاد بن ماہَبنداذ مسلمانوں کی طرف نکلا ، وہ اس کی نگہداشت پر موکل تھا ، مسلمان اس سے لڑے اور اس کو ہزیمت دی ۔ پھر وہ واپس ہوئے اور عین التمر آگئے ۔

الواقدی کہتا ہے :۔ المُثنیٰ بن حارثہ نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں ، یوم الجسر کے بعد ، اور اس وقت جب کہ المُثنیٰ آ چکے تھے ، النُسیر و حُذَیفہ بن مِحصَن کو سواروں کیساتھ (الجزیرہ کی طرف) بھیجا ۔ ان دونوں نے بنی تَغلِب کی ایک جماعت کی خبر لی ۔ پھر تکریت کی جانب عبور کیا اور یہاں اونٹ اور بکریاں ان کے ہاتھ آئیں ۔

عَتّاب بن ابراہیم کہتا ہے : اُن باتوں میں سے جو ابومسعود نے مجھ سے بیان کیں ایک یہ ہے ، کہ :۔ النُسَیر و حُذَیفہ نے اہل تکریت کو امان دی اور ان کے لئے وثیقہ لکھ دیا جو عُتبہ بن فَرقَد السُلَمی نے الطِّیرہان و الموصِل کی فتح کے دَوران میں نافذ کیا ۔ اُس میں لکھا تھا کہ النُسیر کو خالد بن الولید نے بھیجا ۔ النُسیر نے مَسکِن و قُطرُبُل کے دیہات پر چھاپے مارے اور یہاں اچھی غنیمت ان کے ہاتھ آئی ۔

کہتے ہیں: — پھر خالد عین التمر سے الشام پہنچے اور المثنیٰ بن حارثہ سے کہا: ارجع رحمک اللہ الی سلطانک فغیر مقصر (تو اپنے عمل پر واپس جا، اللہ تجھ پر رحم کرے، اور بغیر کوتاہی و کمزوری اپنا کام انجام دے)۔

شاعر کہتا ہے: ـ

صَبَحْنَا بِالْکَتَائِبِ حَیَّ بَکْرٍ — وَحَیًّا مِنْ قُضَاعَۃَ غَیْرَ مِیْلِ

اَبَحْنَا دَارَھُمْ وَالْخَیْلُ تَرْدِیْ — بِکُلِّ سَمَیْدَعٍ سَامِی التَّلِیْلِ

صبح کو ہم نے کتائب کے ساتھ بکر کی بستی اور قضاعہ کی بستی پر چھاپہ مارا، اور وہ میل بھر سے زیادہ دور نہ تھی۔ ہم نے ان کے گھر اپنے لئے مباح کر لئے، اور ہمارے گھوڑے بلند گردن بہادروں کو لئے ہوئے ٹاپیں مارنے لگے۔

(یعنی وہ لوگ جنھوں نے اس بازار پر، جو الانبار کے اوپر ہے تاخت کی تھی)۔

ایک اور کہنے والا کہتا ہے: ـ

وَلِلْمُثَنّٰی بِالْعَالِ مَعْرَکَۃٌ — شَاھَدَھَا مِنْ قَبِیْلِہٖ بَشَرٌ

المثنیٰ کا ایک معرکہ العال میں ہوا جس میں قبیلہ بشر کے لوگ شریک تھے۔

(العال سے مراد الانبار، قطربل، مسکن، اور بادوریا ہیں) اس کے بعد انھوں نے سوق بغداد کا ارادہ کیا۔ (۲۵)

کَتِیْبَۃٌ اَفْزَعَتْ بِوَقْعَتِھَا — کِسْرٰی وَکَادَ الْاِیْوَانُ یَنْفَطِرُ

وَشَجَّعَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْ حَذِرُوْا — وَفِیْ صُرُوْفِ التَّجَارِبِ الْعِبَرُ

سَهَّلَ نَهْجَ السَّبِيلِ فَاقْتَفَرُوا   آثَارَهُ وَالْأُمُورُ تُقْتَفَرُ

کتیبہ کے حملے سے کسریٰ خوفزدہ ہو گیا اور اس کا ایوان پھٹنے لگا۔
مسلمانوں نے جب خوف کیا تو اعداء ان پر دلیر ہو گئے؛ اور تجارب کی گردشوں میں عبرتیں ہیں۔
اس نے رستے کو سہل، روشن اور کشادہ کر دیا؛ انھوں نے اس کے آثار کا اقتفا کیا، اور امور کا اقتفا ہی کیا جاتا ہے۔

جب خُرّزاد سے ان کا مقابلہ ہوا تو ان میں سے کسی نے کہا :—

وَآلَ مِنَّا الْفَارِسِيُّ الْحَذَرَة   حِينَ لَقِينَاهُ دُوَيْنَ الْمَنْظَرَة
بِكُلِّ قَبَّاءِ الْحُقُفِ مُضْمَرَة   بِمِثْلِهَا يُهْزَمُ جَمْعُ الْكَفَرَة

فارسی ڈر کر ہمارے مقابلے سے پسپا ہو گیا جب کہ ہم مَنظرہ (یعنی تلّ عقرقوف) کے پہلو میں اس سے دوچار ہوئے۔ ہم لاغر اندام پتلی کمر والی گھوڑیوں پر سوار تھے جن کے سامنے کافروں کی جماعت بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

خالد الشام کی جانب ماہ ربیع الآخر میں روانہ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں: ربیع الاول ۱۲ھ میں روانہ ہوئے۔ ایک جماعت کہتی ہے: خالد عین التمر سے دُومہ آئے، اس کو فتح کیا؛ پھر الحیرہ گئے اور پھر الشام۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ عین التمر سے گئے تھے۔

خلافتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں:۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابو عبید بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف کو، اور یہی ابو المختار بن ابو عبید ہیں، العراق کی طرف ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ بھیجا اور المثنیٰ بن حارثہ کو حکم لکھا کہ وہ ابو عبید سے جا ملیں، اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کریں۔

ابو عبید کے ساتھ انھوں نے سلیط بن قیس بن عمرو الانصاری کو بھی بھیجا، اور ان سے کہا: اگر تم میں جلد بازی نہ ہوتی تو میں تمھیں والی بناتا۔ جنگ بڑی سخت چیز ہے۔ اور اس کے لئے ایسا آدمی موزوں ہو سکتا ہے جو صبر کے ساتھ موقع کا انتظار کرے۔

ابو عبید روانہ ہوئے۔ عربوں میں سے جس قوم پر سے گزرے اس کو جہاد و غنیمت کی رغبت دلائی۔ بہت لوگ ان کے ساتھ ہو گئے۔ العذیب پہنچنے پر انھیں خبر ملی کہ جابان الاعجمی، جمع کثیر کے ساتھ تستر میں ہے۔ اس سے جا بھڑے۔ اس کے لشکر کو شکست دی اور ان میں سے گرفتار کیا۔ پھر وہ دُرتی آئے۔ یہاں عجمیوں کا ایک لشکر ملا۔ ابو عبید نے اس کو کسکر کی طرف پسپا کیا، اور جالینوس کی طرف پہنچے۔ وہ باروسما میں تھا۔ لیکن

ابن الاندرزغر[1] نے اس شرط پر کہ وہ واپس چلے جائیں، ان سے چار درہم فی کس پر صلح کر لی۔

ابو عبید نے المثنیٰ کو زندورد کی طرف بھیجا۔ المثنیٰ نے اس کے باشندوں کو بر سر نقض پایا۔ ان سے جنگ کی۔ مغلوب کیا اور سبی بنایا۔ اور عروہ بن زید الخیل الطائی کو الزوابی کی طرف بھیجا، اور انھوں نے اس کے دہقان[2] سے بارو سما کی سی صلح کر لی۔

---

[1] الطبری، ج ۲، ص ۲۱۰۸: الاندرزغر۔

[2] دہقان: وہ شخص جو امور میں تصرف پر کسی چستی کے ساتھ قادر و توانا ہو۔ دانائے کار، بازرگان، کشاورز، رئیس اقلیم، رئیس دہ۔ یہ دہکان کا معرب ہے۔

یوم قُسّ النّاطف[1]

اور یہی یوم الجِسر ہے

کہتے ہیں: — جب فارسیوں کو عربوں کے اجتماع کی خبر پہنچی تو انھوں نے ذوالحاجب مَردان شاہ کو ان کی طرف بھیجا — انوشِروان نے اس کا لقب برکت حاصل کرنے کے خیال سے بَہمن (: قوی بازو) رکھا تھا۔ ذوالحاجب اس کا نام یوں ہوا کہ یہ کبر و عظمت کے خیال سے اپنی حواجب (: بھنویں) اس طرح باندھتا تھا کہ وہ آنکھوں پر اٹھی رہتی تھیں۔ کہا جاتا ہے: اس کا نام رُستم تھا۔

ابوعبید نے پُل باندھنے کا حکم دیا۔ پُل باندھا گیا، اور اس کے باندھنے میں اہل بانقیا نے مدد دی۔ بعض کہتے ہیں: یہ پُل قدیم تھا، اور اہل الحیرہ اس کو عبور کر کے اپنی جائدادوں کی طرف جاتے تھے، البتہ یہ خراب و شکستہ ہو گیا تھا، ابوعبید نے اس کو درست کرا دیا۔ ابوعبید اور مسلمان المَرْوحہ سے پُل عبور کر کے ذوالحاجب سے جا بھڑے۔ اس کے ساتھ چار ہزار آہن پوش سپاہ تھی، اور وہ اپنے ساتھ ایک ہاتھی بھی لایا تھا۔ بعض کہتے ہیں: کئی ہاتھی لایا تھا۔ معرکہ کارن پڑا۔ بکثرت

---

[1] الطبری، ج ۲، ص ۱۹۲؛ مراصد، ص ۱۰۴۳: قسّ النّاطق۔

مجروح ہوئے اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ سَلیط بن قیس نے کہا: ابو عبید! میں نے تمہیں اس پل کو عبور کر کے ان لوگوں کی طرف آنے سے منع کیا تھا، اور تم سے کہا تھا کہ کسی طرف کو پیچھے ہٹ کر ٹھہر جاؤ اور امیر المومنین کو امداد کے لئے لکھو، مگر تم نہ مانے"۔ سَلیط جنگ میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ کام آئے۔ ابو عبید نے پوچھا: اس جانور کو کہاں سے قتل کرنا چاہیئے؟ کہا گیا: اس کی خُرطوم (سونڈ) سے"۔ انھوں نے حملہ کیا اور اس کی سونڈ پر وار کیا۔ ان کے ساتھ ابو مِحجَن بن حبیب الثقفی نے بھی حملہ کیا، اور اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ مشرکوں نے ابو عبید رحمہ اللہ پر ہجوم کیا اور قتل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں: ہاتھی نے انھیں دبوچ لیا اور وہ اس کے نیچے دب کر مر گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی الحَکَم نے عَلم لیا، اور وہ بھی کام آئے۔ پھر ان کے بیٹے جَبر نے عَلَم لیا اور وہ بھی کام آئے۔ پھر المثنیٰ بن حارثہ گھنٹہ بھر عَلَم لئے رہے اور لوگوں کے ساتھ اس طرح واپس ہوئے کہ ایک دوسرے کی حفاظت کرتا جاتا تھا۔ (۲۵۲)

عُروہ بن زید الخَیل نے اس دن شدید جنگ کی۔ ان کی جنگ پوری ایک جماعت کے برابر تھی۔

ابو زُبید الطائی الشاعر نے نہر کے مغربی کنارے پر مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جنگ کی۔ ابو زُبید اپنے کسی کام کے لئے الحِیرہ آیا تھا اور وہ نصرانی تھا۔

المثنیٰ، اُلَیس آئے اور یہاں ٹھہر کر عمر بن الخطّاب (رضی اللہ عنہ) کو جنگ کا حال لکھا اور عُروہ بن زید کے ہاتھ بھیجا۔

یوم الجَسر میں جو لوگ شہید ہوئے ان میں ابو مِخنَف کے بیان کے مطابق ابو زید الانصاری تھے جو ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا۔

کہتے ہیں: الجَسر کا واقعہ شنبہ کے دن آخرِ ماہ رمضان ۱۳ھ میں

ہوا۔ ابو محجن بن حبیب کہتا ہے :۔

اَنّیٰ تَسَدَّتْ نَحْوَنَا اُمُّ یُوسُفٍ ۔۔۔ وَمِنْ دُونِ مَسْرَاهَا فَیَاتٍ مَجَاهِلُ

اِلٰی فِتْیَةٍ بِالطَّفِّ نِیْلَ سَرَاتُهُمْ ۔۔۔ وَغُوْدِرَ اَفْرَاسٌ لَهُمْ وَرَوَاحِلُ

مَرَرْتُ عَلَی الْاَنْصَارِ وُسْطَ رِحَالِهِمْ ۔۔۔ فَقُلْتُ لَهُمْ هَلْ مِنْكُمُ الْیَوْمَ قَافِلُ

اُمِّ یوسف ہمارے پاس کیسے آگئی ؟ اس کے رستے میں تو بے آب وگیاہ جنگل ہیں جن میں آدمی بھٹک جاتا ہے + اُن نوجوانوں کے پاس جو طف میں ہیں اور جن کے سردار کام آچکے ہیں، اور جنکے گھوڑے اور اونٹ چھوٹ گئے ہیں + میں انصار کی فرودگاہ کے درمیان سے ہو کر گزرا، اور میں نے ان سے کہا : کیا تم میں کوئی واپس جانے والا ہے ؟

مجھ سے ابو عبید القاسم بن سلام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے محمدؐ بن کثیر نے کہا، ان سے زائدہ نے، ان سے اسمٰعیل بن ابی خالد نے، اور ان سے قیس بن ابی حازم نے، کہ :۔ ابو عبید اپنے ساتھیوں سمیت بانقیا عبور کر رہے تھے، مشرکوں نے پل توڑ دیا اور انکے ساتھیوں میں سے لوگ ڈوب گئے۔

اسمٰعیل اور ابو عمرو الشیبانی کہتے ہیں : یوم مہران سال کے شروع میں اور یوم القادسیہ سال کے آخر میں ہوا۔

یوم مہران

اور یہی یوم النُّخَیلہ ہے

ابو مخنف وغیرہ نے کہا: عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ وسلیط کی پسپائی کی وجہ سے سال بھر العراق کی مہم کا نام نہیں لیا۔ المثنیٰ بن حارثہ، الیس میں مقیم رہے اور عربوں کو جہاد کی دعوۃ دیتے رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو العراق پر حملے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی، مگر کوئی آمادہ نہوا۔ لوگوں کو یہ کام بہت گراں معلوم ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ انھوں نے خود حملہ کرنے کی ہمت کی۔ ازدیوں میں سے ایک جماعت ان کے پاس آئی، اور وہ الشام پر حملے کا ارادہ رکھتی تھی۔ (عمر رضی اللہ عنہ نے) اس کو العراق پر حملے کی دعوت دی اور آلِ کسریٰ کی غنیمتوں کا شوق دلایا۔ ازدیوں نے کہا: آپ کو اختیار ہے جدھر چاہے بھیجئے۔ (عمر رضی اللہ عنہ نے) انھیں العراق کی طرف کوچ کا حکم دیا۔

جَریر بن عبداللہ، بجیلہ کے ساتھ السَّراۃ سے آئے، اور درخواست کی کہ میں العراق جانے کو تیار ہوں، مجھے اور میری قوم کو فتوح کا چوتھائی حصہ دیا جائے۔ (حضرۃ) عمر نے یہ شرط قبول کر لی اور جَریر، العراق کیطرف روانہ ہوگئے۔ ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ البصرہ کے رستے گذرے اور مرزبانِ المَذار سے لڑے اور اس کو شکست دی۔ دوسری جماعت نے

کہتی ہے کہ وہ قید و التغلبیہ کے رستے العذیب کی طرف گئے۔

مجھ سے عفان بن مسلم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے داؤد بن ابی ہند نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھے الشعبی نے خبر دی، کہ :۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جریر بن عبداللہ کو ابوعبید کے شہید ہونے کے بعد، جنھیں پہلے بھیجا تھا، الکوفہ بھیجا اور ان سے پوچھا: کیا تم العراق جانا پسند کرو گے؟ اگر تمھیں خمس نکالنے کے بعد تیسرا حصہ دیا جائے " کہا: ہاں۔

کہتے ہیں :۔ مسلمان دیر ہند میں ۱۴ھ میں جمع ہوئے۔ شیرویہ مر چکا تھا، اور بوران بنت کسریٰ، اس وقت تک کے لئے کہ یزدجرد بن شہریار بالغ ہو، فرماں روا ہوگئی تھی۔ اس نے مسلمانوں کی جانب مہران بن مہر بنداذ الہمذانی کو بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ مسلمانوں نے اس کو میدان دیا۔ اس نے پل عبور کیا اور دیر الاعور کے قریب پہنچ گیا۔

سیف راوی ہے کہ :۔ مہران پل عبور کر کے ایک مقام کی طرف گیا جسے البویب کہتے ہیں، اور یہ وہی مقام ہے جہاں وہ مارا گیا۔

کہا جاتا ہے :۔ البویب کے گڑھے فتنے[1] کے زمانے میں ہڈیوں سے بھر گئے تھے اور ان پر مٹی جم گئی تھی۔ جب زمین کھودی (۳۵۴) جاتی تھی تو اس میں سے ہڈیاں نکلتی تھیں۔ یہ زمین السکون و بنی سلیم کے درمیان ہے: اور یہی وہ جگہ ہے جہاں اکاسرہ کے زمانے میں الفرات کا پانی بہ کر نشیبی زمین میں جمع ہو جاتا تھا۔

مسلمانوں نے النخیلہ میں چھاؤنی ڈالی لشکر کے سردار بحسب ادعاء بجیلہ، جریر بن عبداللہ، اور بقول ربیعہ، المثنیٰ بن حارثہ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر قبیلہ پر اس کا اپنا سردار تھا، اور وہ باری باری

---

[1] غالباً فتنۂ مصعب بن الزبیر۔

سالارِ عام ہوتا تھا۔ مسلمانوں اور ان کے دشمن کی مٹھ بھیڑ ہوئی اور شُرَحْبِیل بن السِّمْط الکِنْدِی نے اس دن خوب دادِ شجاعت دی۔ مسعود بن حارثہ برادر المثنّیٰ بن حارثہ قتل ہوئے۔ المثنّیٰ نے کہا: یامَعْشَر المسلمین! میرے بھائی کے گر جانے کی پروا نہ کرنا، تمھارے بہترین آدمی یوں ہی گرتے ہیں۔" مسلمانوں نے پامردی کے ساتھ یکجان ہوکر جان توڑ حملہ کیا۔ اللہ نے مِہْران کو قتل کیا اور کافروں کو شکست دی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، اور ان میں سے بہت کم ان کے ہاتوں اپنی جانیں بچاسکے۔ قُرط بن جَمّاح العَبْدی نے اس روز ایسی ضربیں لگائیں کہ ان کی تلوار کی دھار مُڑ گئی۔ جب رات آئی تو مسلمان اپنی لشکرگاہ کی طرف واپس آگئے۔ یہ ۱۴ھ میں ہوا۔

قتلِ مِہْران کے باب میں جَرِیر بن عبد اللہ اور المُنْذِر بن حَسّان بن ضِرار الضَّبّی میں نزاع ہوئی۔ جَرِیر کہتے تھے: میں نے قتل کیا، اور مُنذِر کہتے تھے: میں نے قتل کیا۔ بڑی نزاع ہوئی۔ مُنذِر نے اس کا مِنْطَقَہ (: پٹکا) لیا اور باقی جو کچھ اس کے جسم پر تھا جَرِیر نے لیا۔

کہتے ہیں: الحِصْن بن مَعْبَد بن زُرارہ بن عُدُس التمیمی بھی ان میں سے ایک تھا جنھوں نے مِہْران کو قتل کیا۔

مسلمان الحِیْرہ و کَسْکَر کے درمیان، اور کَسْکَر و سُورا و بَرَبیسما و صَراۃ جاماسب کے درمیان برابر چھاپے مارتے اور الفَلّوجَتَین و النَّہْرَین وعینِ التَّمر کے درمیان ترک تازیاں کرتے رہے۔ پھر حِصْن مُلَیْقیا آئے، یہ مَنْظَرہ (: دیدبان) تھا، اس کو فتح کیا، اور الطَّفّ کے مَناظِر سے عجمیوں کو نکال دیا۔ ان مقامات کی فتح سے عجمیوں کے دل بیٹھ گئے، ان کا اقتدار ضعیف ہوگیا اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔

مسلمانوں میں سے بعض نہر سُورا عبور کرکے کُوثیٰ و (۲۵۵) نہر الملک اور بادُورَیا آئے؛ اور بعض کلواذی پہنچے۔ غارت گری میں جو کچھ ان کے ہاتھ آتا وہ اسی پر گزران کرتے۔

کہا جاتا ہے :— یوم مہران و یوم القادسیّہ کے درمیان
اٹھارہ مہینے کی مدۃ ہے ۔

یوم القادسیہ

کہتے ہیں :۔ مسلمانوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انھیں معلوم ہو کہ اہلِ فارس ان کے لئے کثرت سے جمع ہوئے ہیں؛ اور ان سے مدد کی درخواست کی ۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ خود غزا کے لئے چلیں ، اور اس کے لئے پڑاؤ ڈالا ۔ العباس بن عبدالمطلب اور اکابرِ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک جماعت نے انھیں اپنے مقام پر رہنے اور جیُوش و بُعوث[1] بھیجنے کا مشورہ دیا، اور انھوں نے یہی کیا۔ لیکن علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے جانے کا مشورہ دیا۔ انھوں نے کہا: میں نے اپنے مقام پر رہنے کا عزم کر لیا ہے ، اور علی رضی اللہ عنہ سے کوچ کی خواہش کی ۔ انھوں نے انکار کیا۔ (حضرت) عمر نے ارادہ کیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العَدَوی کو بھیجیں ، لیکن پھر سعد بن ابی وقاص کو بھیجا ـــ ابی وقاص کا نام مالک بن اُہیب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کلاب تھا ـــ اور کہا : وہ شجاع اور تیرانداز آدمی ہے ۔ بعض کہتے ہیں : سعید بن

---

[1] بُعوث (جمع، بَعث) لشکر کے وہ دستے جو کسی جگہ بھیجے جائیں۔

زید بن عمرو اُن دِنوں الشام میں غنزا کر رہے تھے۔
کہتے ہیں :۔ (سعد) العراق کی جانب روانہ ہوئے، الثعلبیہ میں تین ماہ قیام کیا حتیٰ کہ لوگ ان سے آملے۔ پھر ۱۵ھ میں العُذیب آئے۔ المثنیٰؓ بن حارثہ مریض تھے، انھوں نے (سعد کو) مشورہ دیا کہ وہ دشمن سے القادِسیّہ و العُذیب کے درمیان جنگ کریں۔ پھر ان کی تکلیف بڑھ گئی اور انھیں ان کی قوم میں بھیج دیا گیا جہاں وہ فوت ہوگئے، اور سعد نے ان کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ الواقدی کہتا ہے: المثنیٰؓ، رُستم کے القادِسیّہ آنے سے قبل فوت ہو چکے تھے۔
کہتے ہیں :۔ رُستم، جو اہل الرّے میں سے تھا اور بعض کہتے ہیں: اہل ہمذان میں سے تھا، آگے بڑھا اور بُرس پر اترا۔ پھر چیلا اور الحیرہ و السّیلحین کے درمیان چار مہینے مقام کئے رہا۔ اس نے نہ مسلمانوں پر پیش قدمی کی اور نہ ان سے جنگ کی۔ مسلمان العُذیب والقادِسیّہ کے درمیان پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ رُستم نے ذوالحاجب کو آگے بھیجا، اس نے طیزناباذ پر چھاؤنی چھائی۔ مشرکوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ان کے ساتھ تیس ہاتی تھے۔ ان کا بڑا پرچم، جسے "دِرفشکابیان"[1] کہتے تھے، ان کے ساتھ تھا۔ مسلمانوں کی کل تعداد اور دس ہزار کے درمیان تھی۔ جب انھیں علف و طعام کی احتیاج (۲۵۶) ہوئی تو انھوں نے اپنے سوار آس پاس کے علاقوں میں بھیجے اور انھوں نے اسفل الفرات[2] پر چھاپے مارے۔ (حضرت) عمر ان کے پاس مدینہ منورہ سے اونٹ اور بکریاں بھیجتے رہتے تھے۔
کہتے ہیں :۔ البصرہ، یوم النخیلہ و یوم القادِسیّہ کے درمیانی زمانے میں بسایا گیا۔ بسانے والے عتبہ بن غزوان تھے۔ (اس کام سے

---

[1] ساسانیوں کا علم شاہی۔ اہل فارس دِرَفشکادیان بولتے ہیں۔ طبری، ج ۱، ص ۲۱۷۵۔
[2] الفرات کا زیریں علاقہ۔

فارغ ہونے کے بعد) انھوں نے حج کے لئے اجازت لی اور المُغیرہ بن شُعبہ کو اپنا قائم مقام کیا، اور (حضرت) عمر نے انکی قائم مقامی کا پروانہ لکھدیا۔ لیکن تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان پر جو تہمت لگنی تھی لگی[1] (عمر رضی اللہ عنہ نے) ابو موسیٰ کو البصرہ کا والی مقرر کیا اور المغیرہ کو (بے تاخیر[2]) مدینۂ مبارکہ بلایا۔ پھر ان کو اور ان کے خلاف شہادت دینے والوں کو البصرہ واپس کر دیا۔ جب یوم القادِسیّہ پیش آیا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے ابو موسیٰ کو لکھا اور انھیں سَعد کی امداد کا حکم دیا۔ ابو موسیٰ نے المغیرہ کو آٹھ سو اور بقول بعض چار سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا، وہ (جنگ میں) شریک ہوئے اور اس کے بعد المدینہ چلے گئے۔

(حضرۃ) عمر نے ابوعبیدہ بن الجرّاح کو بھی لکھا، اور انھوں نے سَعد کی مدد کے لئے قیس بن ہُبَیرۃ بن المکشوح المرادی کو بھیجا۔ بعض کہتے ہیں: وہ القادِسیّہ میں شریک ہوئے، اور بعض کہتے ہیں: نہیں، وہ مسلمانوں سے اس وقت ملے جب وہ جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔ قیس سات سو آدمیوں کے ساتھ تھے۔

القادسیہ کی جنگ ۱۶ھ کے آخر میں ہوئی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ المغیرہ کو سعد کی مدد پر جس نے بھیجا وہ عُتبہ بن غَزْوان تھے۔ المغیرہ القادسیہ سے واپسی کے بعد البصرہ کے والی ہوئے اور جب ان پر تہمت لگی تو (حضرۃ) عمر نے انھیں بلا تاخیر واپس بلا لیا اور پھر اس موقع کے سوا جبکہ انھیں الکوفہ کا والی کیا المدینہ سے باہر کہیں نہیں بھیجا۔

مجھ سے العباس بن الولید النرسی نے بیان کیا، انھوں نے کہا

---

[1] یعنی وہ اُمّ جمیل کے ساتھ متہم کئے گئے۔ تفصیل دوسرے مقام پر بیان ہوئی ہے۔
[2] ابو الفداء، ج ۱، ص ۱۶۳۔

کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے مجالد نے اور ان سے الشعبی نے، کہ :- (حضرۃ) عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ قیس بن المکشوح کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوں، القادسیہ کی طرف بھیجدو۔ ایک گروہ ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوگیا اور وہ سات سو آدمیوں کی معیت میں تیزی کے ساتھ القادسیہ پہنچا۔ سعد فتحیاب ہوچکے تھے۔ قیس نے غنیمت میں حصہ چاہا۔ سعد نے (حضرۃ) عمر کو لکھا، انھوں نے یہ جواب دیا کہ اگر قیس مقتولین کے دفن سے قبل پہنچ گئے تھے تو ان کا حصہ ہے۔"

کہتے ہیں: "رستم نے سعد کو لکھ بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو میرے پاس بھیجو۔" انھوں نے المغیرہ بن شعبہ کو بھیجا، یہ ان کے تخت کی طرف بڑھے کہ اس کے ساتھ تخت پر بیٹھیں، مگر اسکے اساورہ نے انھیں اس سے روک دیا۔ رستم نے ان سے بہت باتیں کیں، پھر کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھیں ان باتوں پر محض ضیق معاش اور شدۃ جہد نے مجبور کیا ہے۔ ہم تمھیں اتنا مال عطا کرتے ہیں کہ تم (۲۵۷ آسودہ ہوجاؤ اور تمھیں ان چیزوں پر متصرف کیے دیتے ہیں جو تمھیں پسند ہوں۔" المغیرہ نے کہا: اللہ نے ہمارے درمیان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کی دعوۃ قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے سے ہمیں خوشحال بنادیا، اور ہمیں حکم دیا کہ ہم ان سے جہاد کریں جو ہمارے دین کے خلاف ہوں، حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور احکام الٰہی کی تنفیذ پر راضی ہوں[1]) ہم تمھیں خدائے واحد کی عبادت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوۃ دیتے ہیں اگر تم قبول کرو، ورنہ ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہے۔" رستم مارے غصہ کے

---

[1] حافظ ابن قیم نے وھم صاغرون کی تفسیر میں لکھا ہے: "صغار یہ ہے کہ کافر احکام الٰہی کی تنفیذ پر راضی ہوں، اور آئین عدل کی پابندی کریں۔"

غرّانے لگا اور بولا: چاند اور سورج کی قسم، کل دن چڑھنے نہ پائے گا کہ ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔" المغیرہ نے کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ (اللہ کے سوئی کسی میں حول اور قوۃ نہیں ہے) اور اس کے پاس سے واپس آگئے۔ وہ ضعیف اور نڈھال گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے جسم پر کھنڈی تلوار تھی جس پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔

(حضرۃ) عمر نے سعد کو حکم لکھا کہ عظیم الفرس کے پاس چند آدمی بھیجو جو اسے اسلام کی طرف دعوۃ دیں۔ انھوں نے عمرو بن معدی کرب الزبیدی اور الاشعث بن قیس الکندی کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ یہ لوگ رستم کے پاس سے گزرے، ان لوگوں کو اس کے پاس لایا گیا، اس نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے: تمھارے سردار کے پاس جانے کا۔" رستم کے اور ان لوگوں کے درمیان بہت باتیں ہوئیں حتیٰ کہ انھوں نے اس سے کہا: ہمارے نبی نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمھاری زمین پر قابض ہو جائیں گے۔" رستم نے مٹی کی ٹوکری منگائی اور کہا: تمھارے لئے ہماری زمین میں سے یہ ہے۔" عمرو بن معدی کرب جلدی سے اٹھے، اپنی چادر بچھائی، اور اس مٹی میں سے کچھ اپنی چادر میں لی اور واپس ہوئے۔ رستم نے کہا: تم نے جو کچھ کیا اس سے تمھارا کیا مقصد ہے؟ بولے: میں نے اس سے تفاؤل کیا کہ ان کی زمین ہمارے ہاتھ آئے گی اور ہم اس پر غالب ہوں گے۔ پھر یہ لوگ بادشاہ کے پاس آئے، اسے اسلام کی طرف دعوۃ دی، وہ برہم ہوا، اور اس نے انھیں واپس جانے کا حکم دیا، اور کہا: اگر تم ایلچی نہ ہوتے تو میں تمھیں ضرور قتل کرتا۔ اور رستم کو بہت برا بھلا لکھا کہ اس نے ان کو اس کے پاس کیوں آنے دیا۔

پھر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی رسد رسال ٹکڑی کی، جس کے سردار زہرہ بن حویۃ[1] بن عبد اللہ بن قتادۃ التیمی ثم السعدی تھے، اور بعض کہتے ہیں:

---

[1] ابن حجر نے حویۃ تلفظ کیا ہے ــــ ج ۲، ص ۲۳۰۔

اس کے سردار قتادہ بن حویہ تھے، عجمی سواروں سے مٹھ بھیڑ ہوگئی اور یہی جنگ کا سبب بن گئی۔ عجمی اپنے سواروں کی مدد کو پہنچے اور مسلمان اپنے رسد رسانوں کی مدد کو۔ دونوں کے درمیان معرکۂ کارزار گرم ہوا، اور یہ ظہر کے بعد ہوا۔ عمرو بن معدی کرب الزبیدی جھپٹے اور انھوں نے فارسیوں میں سے ان کے ایک بڑے سردار کی گردن پکڑی، اس کو اپنے سامنے زمین پر بٹھایا اور کہا: "میں ابو ثور ہوں، تم بھی یہی کرو"۔ پھر انھوں نے ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی کو ہانک دیا اور کہا: اپنی تلواروں کے لئے ان کی سونڈیں لازم کرلو، کہ ہاتی کو قتل کرنے کی جگہ اس کی سونڈ ہی ہے۔

سعد نے بیماری کی وجہ سے اپنی جگہ لشکر کی کمان اور لوگوں کی سرداری پر خالد بن عرفطۃ العذری، حلیف بنی زہرہ، کو مقرر کیا؛ اور خود قصر العذیب میں ٹھہر گئے۔ ان کی بیوی ـــ اور وہ سلمیٰ بنت حفصہ جو بنی تیم اللہ بن ثعلبہ میں سے تھیں اور پہلے المثنیٰ بن حارثہ کی بیوی تھیں ـــ کی زبان سے نکلا: ہائے مثنیٰ! آج سواروں کی سرداری کے لئے مثنیٰ نہیں ہے"۔ سعد نے ان کے تھپڑ مارا، وہ بولیں: اے سعد! جبن کے ساتھ غیرت بھی ہے؟" ابو محجن الثقفی باضع میں تھے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو مے نوشی کی پاداش میں غریب الوطن کر دیا تھا۔ وہ کسی طرح خلاصی حاصل کر کے سعد سے آملے۔ مگر وہ ان میں سے نہیں تھے جو سعد کے ساتھ آئے تھے، جیسا کہ الواقدی نے ذکر کیا ہے۔ انھوں نے سعد کے لشکر میں بھی شراب پی۔ اس پر انھیں مارا گیا اور قصر العذیب میں بند کر دیا گیا۔ سعد کی امِّ ولد زبراء سے انھوں نے درخواست کی کہ وہ ان کو حرب و ضرب کے لئے چھوڑ دے، پھر وہ اپنی بیڑیوں کی طرف واپس آجائیں گے۔ اس نے ان سے قسم لی کہ وہ آزاد ہونے کے بعد یہی کریں گے۔ وہ سعد کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور عجمیوں پر ٹوٹ پڑے، ان کی صفیں چیر دیں، اور اپنی تلوار سے سفید ہاتی کا کام تمام کر دیا۔ سعد دیکھ رہے تھے، بولے: گھوڑا میرا گھوڑا ہے، اور حملہ

ابو محجن کا حملہ ہے۔" پھر وہ اپنی بیڑیوں کی طرف واپس آ گئے۔ بعض کہتے ہیں ان کو سلمیٰ بنت حفصہ نے گھوڑا دیا تھا، مگر پہلی روایت زیادہ صحیح وثابت ہے۔ جب رستم کا کام تمام ہو گیا تو سعد نے ابو محجن سے کہا: "میں نے جو کچھ تم سے دیکھا ہے اس کے بعد واللہ میں تمھیں مے نوشی کی پاداش میں اب کبھی نہیں ماروں گا۔" بولے: "اور واللہ ہم بھی اب کبھی نہیں پئیں گے۔"

طلیحہ بن خویلد الاسدی نے اس روز خوب دادِ شجاعت دی۔ انھوں نے جالینوس کے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا مغفر پھٹ گیا۔ مگر اس کے سر پر چوٹ نہیں آئی۔

قیس بن مکشوح نے کہا: اے قوم باعزت والوں کی موت قتل ہے ایسا ہو کہ یہ غیر مختون صبر میں تجھ سے بڑھ جائیں اور موت کے لئے اپنی جانیں تجھ سے زیادہ سخاوت کے ساتھ پیش کریں۔" اور شدید قتال کیا۔

(۱۵۹) اللہ نے رستم کو قتل کر دیا۔ اس کا جسم چوٹوں اور زخموں سے چور تھا۔ مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کا قاتل کون تھا۔ اس کی طرف عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ بن خویلد الاسدی اور قرط بن جماح العبدی اور ضرار بن ازور الاسدی نکلے تھے۔ الواقدی کہتا ہے: ضرار الیمامہ کے دن قتل ہو چکے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو زہیر بن عبد شمس البجلی نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کو عوام بن عبد شمس نے قتل کیا۔ اور بعض کہتے ہیں: اس کو ہلال بن علفمۃ التیمی نے قتل کیا۔

القادسیہ کی جنگ پنجشنبہ اور جمعہ کے دن اور شنبہ کی رات کو ہوئی؛ اور یہی لیلۃ الہریر[1] ہے۔ شب صفین کو بھی لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔

---

[1] لیلۃ الہریر، درد و کرب، چیخ، پکار اور تہلکہ کی رات۔

کہا گیا ہے کہ قیس بن مکشوح، القادسیہ میں شریک نہیں تھے، وہ آئے تھے مگر اس وقت مسلمان جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔

مجھ سے احمد بن سلیمان الباہلی نے کہا، ان سے التہمی نے، اور ان سے ان کے شیوخ نے کہ:— سلمان بن ربیعہ نے الشام میں ابو امامۃ الصدی بن عجلان الباہلی کے ساتھ غزا کیا، یہاں مسلمانوں کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ پھر العراق کی طرف ان لوگوں کے ساتھ نکلے جن کو مدد کی غرض سے بعجلت القادسیہ بھیجا گیا۔ (سلیمان) جنگ میں شریک ہوئے، اور الکوفہ میں رہ پڑے، اور بلنجر میں قتل ہوئے۔

الواقدی اپنی اسناد سے کہتا ہے:— عجمیوں میں سے ایک قوم نے اپنا پرچم (زمین کھود کر[1]) نصب کر دیا اور کہا: ہم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے حتیٰ کہ مرجائیں۔ سلمان بن ربیعۃ الباہلی نے ان پر حملہ کیا ان کو قتل کر دیا اور ان کا پرچم لے لیا۔

کہتے ہیں: سعد نے خالد بن عرفطہ کو تعاقب کرنے والے سواروں کی سرداری پر بھیجا اور جو ان کے ہاتھ لگا انھوں نے اس کو قتل کیا حتیٰ کہ برس پہنچ گئے۔ خالد یہاں ایک شخص کے ہاں اترے جس کو بسطام کہتے تھے۔ اس نے ان کی تکریم اور مدارات کی۔ یہاں کی نہر، نہر بسطام (اسی) کے نام سے موسوم ہے۔ خالد نے الصراۃ سے گزر کر جالینوس کو جالیا، کثیر بن شہاب الحارثی نے اس پر حملہ کیا اور اس کو زخمی کر دیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو قتل کر دیا۔ ابن الکلبی کہتا ہے: اس کو زہرہ بن حویۃ السعدی نے قتل کیا، اور یہی ثابت ہے۔ فارسی المدائن کی طرف بھاگے اور یزدجرد سے جا ملے۔ سعد نے (حضرت) عمر کو فتح کی اور مقتولین و مجروحین کی خبر لکھی۔

مجھ سے ابو رجاء الفارسی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے

---

[1] طبری، ج ۱، ص ۲۳۲۷ و ج ۳، ص ۵۳۔

اور ان سے ان کے دادا نے، کہ وہ میں القادسیہ کے معرکہ میں موجود تھا اور ہم (اس وقت تک) مجوسی تھے۔ جب عربوں نے ہم پر تیر برسانے شروع کئے تو ہم نے کہا "دُوک، دُوک (یعنی یہ تو تکلے ہیں) مگر یہ تکلے ہم پر برستے رہے حتیٰ کہ انہی تکلوں نے ہمارا کام تمام کر دیا۔ ہم میں سے جب کوئی اپنی قوسِ ناوکیہ سے ان کے تیر مارتا تو وہ زیادہ سے زیادہ ان میں سے کسی ایک کے کپڑوں میں جا لٹکتا۔ اور جب ان کے تیروں میں سے کوئی تیر (ہماری طرف) آتا تو وہ ان مضبوط زرہوں اور دُہرے چار آئینوں کو، جو ہم پہنے ہوئے تھے، توڑ کر نکل جاتا۔ (۲۶۲)

ہشام بن الکلبی کہتا ہے: القادسیہ کے دن جس نے سب سے پہلے کسی عجمی کو قتل کیا وہ ربیعہ بن عثمان بن ربیعہ یکے از بنی نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور تھے۔

طلیحہ یوم القادسیہ کی نسبت کہتا ہے:۔

اَنَا ضَرَبْتُ الجَالِینُوسَ ضَرْبَةً   حِینَ جیادُ الخَیلِ وَسطَ اللَّکبَةِ

ہم نے جالینوس کو اُس وقت مارا جب اچھے گھوڑے میدانِ کارزار کے بیچ میں تھے۔

اور ابو محجن الثقفی نے جنگ کا حال دیکھ کر کہا:۔

کَفیٰ حَزَناً اَن تَدْعَسَ الخَیلُ بِالقَنَا   وَاُترَکَ قَد شُدَّ وا علی وِثاقِیا

اذا قمت عنانی الحدید وغلقت   مَصَارِیعُ مِن دُونِی تُصِمُّ المُنَادِیا

اس سے بڑھ کر اور کیا غم ہوگا کہ سوار نیزے مار رہے ہیں اور مجھے زنجیروں میں باندھ کر چھوڑ دیا ہے۔ کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیریں مجھے روکتی ہیں۔ اور دروازے مجھ پر بند کر دئیے گئے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے بہرا ہو جائے۔

اور زُہَیر بن عبد شمس بن عوف البجلی نے کہا :-

أَنَا زُهَيْرٌ وَابْنُ عَبْدِ شَمْسِ أَرْدَيْتُ بِالسَّيْفِ عَظِيمَ الْفُرْسِ
رُسْتَمَ ذَا النَّخْوَةِ وَالدِّمَقْسِ أَطَعْتُ رَبِّي وَشَفَيْتُ نَفْسِي

میں زُہَیر ہوں اور عبد شمس کا بیٹا ہوں۔ میں نے اپنی
تلوار سے فارسیوں کے بڑے سردار، رُستم کو گرا دیا،
جو پُر نخوت اور دیبا پوش تھا۔ میں نے اپنے رب کی
اطاعت کی اور اپنے نفس کو آسودہ کیا۔

اور الاشعث بن عبد الحجر بن سُراقۃ الکلابی نے، جو الحیرہ و القادسیہ
میں شریک تھا، کہا :-

وَمَا عَقَرْتُ بِالسَّيْلَحِينَ مَطِيَّتِي وَبِالْقَصْرِ إِلَّا خِيفَةً أَنْ أُعَيَّرَا
فَبِئْسَتِ امْرِئٍ يَأْبَى عَلَى رَهْطِهِ وَقَدْ سَادَ أَشْيَاخِي مَعَدًّا وَحِمْيَرَا

میں نے السیلحین میں اور القصر میں اپنی سواری کی کونچیں
کاٹ دیں اس ڈر سے کہ مجھے عار نہ دلایا جائے۔
وہ بہت ہی بُرا آدمی ہے جو میرے مقابلے میں اپنے
قبیلہ کی بزرگی پر فخر کرے۔ اس لئے کہ میرے بزرگ تو
مَعَد و حِمیَر کے سردار رہے ہیں۔

اور مسلمانوں میں سے کسی نے اسی معرکہ کی نسبت کہا :-

وَقَاتَلْتُ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ نَصْرَهُ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِيَّةِ مُعْصِمُ
فَرُحْنَا وَقَدْ آمَتْ نِسَاءٌ كَثِيرَةٌ وَنِسْوَةُ سَعْدٍ لَيْسَ مِنْهُنَّ أَيِّمُ

میں لڑتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے اپنی مدد نازل فرمائی، مگر
سعد، القادسیہ کے دروازے ہی سے چمٹے رہے۔ شام کو
جب ہم واپس ہوئے بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں

مگر سعد کی عورتوں میں سے کوئی بیوہ نہیں ہوئی ۔
اور قیس بن المکشوح نے کہا ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی اور نے کہا :۔

جَلَبتُ الخَیلَ مِن صَنعَاءَ تَردِی ۔۔۔ بِکُلِّ مُدَجَّجٍ کَاللَّیثِ سَامِ

اِلیٰ وَادِی القُرَیٰ فَدِیَارِ کَلبٍ ۔۔۔ اِلیٰ الیَرمُوکِ فَالبَلَدِ الشَّامِی

وَجِئنَا القَادِسِیَّۃَ بَعدَ شَھرٍ ۔۔۔ مُسَوَّمَۃً دَوَابِرُھَا دَوَامِی

فَنَاھَضنَا ھُنَالِکَ جَمعَ کِسریٰ ۔۔۔ وَاَبنَاءَ المَرَازِبَۃِ الکِرَامِ

فَلَمَّا اَن رَاَیتُ الخَیلَ جَالَت ۔۔۔ قَصَدتُ لِمَوقِفِ المَلِکِ الھُمَامِ

فَاَضرِبُ رَاْسَہٗ فَھَوَیٰ صَرِیعاً ۔۔۔ بِسَیفٍ لَا اَفَلَّ وَلَا کَھَامِ

وَقَد اَبلَی الاِلٰہُ ھُنَاکَ خَیراً ۔۔۔ وَفِعلُ الخَیرِ عِندَ اللّٰہِ نَامِ

میں صنعاء سے گھوڑے لایا جو اچھل رہے تھے اور ان پر آہن پوش سوار شیر کی طرح تنے بیٹھے تھے ۔ میں ان کو وادی القریٰ لے گیا ، پھر دیار کلب اور پھر الیرموک کی طرف اور پھر بلد الشام میں ۔ ہم مہینہ بھر بعد القادسیہ پہنچے ۔ ہمارے گھوڑوں پر جنگ کی نشانیاں تھیں اور ان کے پٹھے خون آلود تھے ۔ القادسیہ میں ہم نے کسریٰ کی جمعیت اور مرازبہ کرام کی اولاد کا مقابلہ کیا ۔ جب میں نے دیکھا کہ سوار بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں تو میں نے ملک الہمام کی موقف کا رُخ کیا ۔ جونہی میں نے اپنی تلوار سے ، جو نہ کند تھی اور نہ اس میں دندانے تھے ، اس کے سر پر ضرب لگائی وہ پچھاڑ کھا کر گرا ، اور اسکے گرتے ہی اللہ نے بھلائی نازل کی ۔ اور اچھا کام تو

اللہ کے ہاں بڑھتا ہی ہے۔"

اور عصام بن المقشعر نے کہا :-

فَلَوْ شَهِدَتْنِي بِالْقَوَادِسِ أَبْصَرَتْ ... جِلَادَ امْرِئٍ مَاضٍ إِذِ الْقَوْمُ أَحْجَمُوا

أُضَارِبُ بِالْمَخْشُوبِ حَتَّى أَفُلَّهُ ... وَأَطْعَنُ بِالرُّمْحِ الْمُثَقَّلِ وَأَقْدِمُ

اگر وہ مجھے القوادس میں دیکھتی تو اسے ایک کاری ضرب لگانے والے مرد کی جلادت نظر آتی بدحال آں کہ قوم اس وقت جنگ سے ہاتھ روک چکی تھی۔ (اور وہ دیکھتی کہ میں) صیقل کی ہوئی تلوار چلائے جا رہا ہوں حتیٰ کہ اُسے کند کر دیتا ہوں اور سخت نیزہ مارتا ہوا آگے بڑھتا ہوں۔

اور طلیحہ بن خویلد نے کہا :-

طَرَقَتْ سُلَيْمَى أَرْحُلَ الرَّكْبِ ... أَنَّى اهْتَدَيْتِ بِسَبْسَبٍ سَهْبِ

إِنِّي كَلِفْتُ سَلَامُ بَعْدَكُمُ ... بِالْغَارَةِ الشَّعْوَاءِ وَالْحَرْبِ

لَوْ كُنْتِ يَوْمَ الْقَادِسِيَّةِ إِذْ ... نَازَلْتُهُمْ بِمُهَنَّدٍ عَضْبِ

أَبْصَرْتِ شَدَّ ابْنِي وَمُنْصَرَفِي ... وَإِقَامَتِي لِلطَّعْنِ وَالضَّرْبِ

سلیمیٰ کوچ کرتے ہوئے سواروں کے پاس رات کے وقت پہنچی۔ اے سُلیمیٰ! تجھے ایک وسیع ہموار بیابان میں کیسے رستہ مل گیا؟ میں نے تیرے بعد غارت گری اور جنگ سے دل لگا لیا۔ اگر تو القادسیہ کے دن ہوتی جبکہ میں ہندی شمشیرِ بُرّاں سے ان کا مقابلہ کر رہا تھا، تو میری پھرتیاں، اور میرے پینترے، اور طعن و ضرب کے مقابلہ میں میری ثابت قدمی اور میرا جماؤ، دیکھتی۔

اور بشر بن ربیعہ بن عمرو الخثعمی نے کہا :-

(۳۶۴) أَلَمَّ خَيَالٌ مِنْ أُمَيْمَةَ مُوهِنًا — وَقَدْ جَعَلَتْ أُولَى النُّجُومِ تَغُورُ

وَنَحْنُ بِصَحْرَاءِ الْعُذَيْبِ وَدَارُهَا — حِجَازِيَّةٌ إِنَّ الْمَحَلَّ شَطِيرُ

وَلَا غَرْوَ إِلَّا جَوْبُهَا الْبِيدَ فِي الدُّجَى — وَمِنْ دُونِنَا رَعْنٌ أَشَمُّ وَقُورُ

تَحِنُّ بِبَابِ الْقَادِسِيَّةِ نَاقَتِي — وَسَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ عَلَيَّ أَمِيرُ

وَسَعْدٌ أَمِيرٌ شَرُّهُ دُونَ خَيْرِهِ — طَوِيلُ التَّشَذِّي كَأَبِي الزِّنَادِ قَصِيرُ

تَذَكَّرْ هَدَاكَ اللَّهُ وَقْعَ سُيُوفِنَا — بِبَابِ قُدَيْسٍ وَالْمَكَرُّ عَسِيرُ

عَشِيَّةَ وَدَّ الْقَوْمُ لَوْ أَنَّ بَعْضَهُمْ — يُعَارُ جَنَاحَيْ طَائِرٍ فَيَطِيرُ

اُمیمہ کا کمزور کرنے والا خیال آ گیا اور ابتدائے شب کے تارے میری نظروں میں ڈوبنے لگے۔ ہم العُذَیب کے صحرا میں ہیں اور اس کا گھر حجاز میں ہے! یہ جگہ تو بہت دور ہے۔ تعجب کی تو کوئی بات نہیں، مگر اس کے خیال کا رات کی تاریکی میں جنگل کو قطع کرنا، اس حال میں کہ ہمارے پیچھے ایک بلند پہاڑ ہے، تعجب کی بات ضرور ہے۔ القادسیہ کے دروازے پر پہنچکر میری اونٹنی بلبلائی۔ سعد بن وقاص ہم پر امیر تھے، اور وہ ایسے امیر ہیں جن کی برائی ان کی بھلائی سے سوی ہے۔ وہ تکلیف دینے میں طویل اور (قد میں) ابو الزناد کی طرح قصیر ہیں۔ اللہ تجھے نیکی دے۔ تو قُدَیس کے دروازے پر ہماری تلواروں کی کاٹ یاد کر، جب شدۃ ہجوم کے سبب پلٹنے کی گنجایش نہ تھی۔ وہ ایسی رات تھی جس میں لوگ چاہتے تھے کہ طائر کے پر مستعار مل جائیں تو اڑ جائیں۔

راوی نے کہا : — اس جنگ میں سَعد بن عبید الانصاری نے شہادت پائی ۔ (حضرت) عمر کو ان کے مرنے کا بہت رنج ہوا ۔ بولے ، ان کے قتل نے میرے لئے فتح مُنَغَّص کر دی ۔

فتح المدائن

کہتے ہیں، مسلمان القادسیہ کے بعد چلے اور جب دیر کعب سے آگے بڑھے تو النخیرخان[1] سے ان کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ جو اہل المدائن کی جمع عظیم کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ قتال ہوا۔ زُہَیر بن سُلیم الازدی نے النخیرخاں کی گردن پکڑی اور اس کو زمین پر دے مارا، اور اسی کی کمر کا خنجر لے کر اسکا پیٹ چاک کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ سعد اور مسلمان چل کر ساباط پر اترے اور مدینہ بَہُرسیر میں جمع ہوئے۔ بَہُرسیر الکوفہ کے پہلو میں ایک مدینہ ہے ــــ یہاں نو مہینے اور بقول بعض اٹھارہ مہینے ٹھیرے حتیٰ کہ دو دفعہ تازہ کھجوریں کھائیں۔ اہل بَہُرسیر نے ان سے قتال کیا اور جب وہ تھک گئے تو مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔

مسلمان جب اس شہر کو فتح کر چکے تو یَزدجرد بن شہریار شاہ فارس نے فرار کی ٹھانی۔ المدائن کے (قصر) ابیض سے اس کو ٹوکری میں لٹکا کر اُتارا گیا، اس وجہ سے نبطیوں نے اس کا نام بَرزَبیل (ٹوکری کا بیٹا) رکھ دیا۔ اور وہ حُلوان کی طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ اس کے

---

[1] الدینوری، ص ۱۳۵: النخیرجان۔

سربرآوردہ اساورہ تھے۔ وہ اپنے ساتھ اپنا بیت المال اور سبک بار متاع اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی لے گیا۔ یہ سال جس میں وہ بھاگا، قحط وطاعون کا سال تھا، اور یہ بلا فارس میں عام تھی۔

پھر مسلمانوں نے خلیج عبور کر کے مدینۂ شرقیہ فتح کیا۔

مجھ سے عفان بن مسلم نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہمیں ہشیم نے خبر دی، انھوں نے کہا ہمیں حصین نے خبر دی، اور انھوں نے کہا ہمیں ابو وائل نے خبر دی، کہ:— جب عجمی القادسیہ سے شکست کھا کر بھاگے تو ہم نے ان کا تعاقب کیا، وہ کوثیٰ میں جمع ہوئے اور ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے دجلہ تک جا پہنچے۔ مسلمانوں نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: اتنے سے پانی کو کیا دیکھتے ہو، اس میں در آؤ، ہم اس میں در آئے، اور ہم نے انھیں بھگا دیا۔

مجھ سے محمد ابن سعد نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے ابن ابی سبرہ نے، ان سے عجلان نے اور ان سے ابان بن صالح نے، کہ:— فارسیوں نے القادسیہ میں شکست کھائی اور وہ بھاگ کر المدائن پہنچے۔ مسلمان دجلہ کی طرف آئے،— وہ اس وقت پانی سے لبریز تھا، اور اتنا لبریز کبھی نہیں دیکھا گیا— جب اس کے کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ فارسی، کشتیاں اور (وہ تمام چیزیں جن سے) عبور کیا جا سکے مشرقی کنارے تک لے گئے ہیں اور پل جلا دیا ہے۔ سعد اور مسلمان عبور کی کوئی راہ نہ پاکر رنجیدہ ہوئے۔ پھر مسلمانوں میں سے ایک کو حکم دیا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اور اس نے عبور کیا، پھر تمام مسلمانوں نے عبور کیا، اور ملاحوں کو حکم دیا کہ جاکر اسباب لائیں۔ فارسیوں نے کہا: ”واللہ، تم جنوں سے لڑ رہے ہو“ اور بھاگ نکلے۔

مجھ سے عباس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور اُن سے عوانہ بن الحکم نے؛ اور ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے کہا کہ مجھ سے ابو عمرو بن العلاء نے بیان کیا، یہ دونوں راوی کہتے ہیں:—

سعد بن ابی وقاص نے خالد بن عرفطہ کو اپنے مقدمے پر بھیجا، خالد نے سعد کے پہنچنے سے قبل ساباط فتح کر لیا، پھر آگے بڑھ کر الرومیہ پر ٹھیرے حتیٰ کہ انھوں نے اس پر صلح کر لی کہ ان میں سے جو چاہے جلا، وطن ہو جائے اور جو رہنا چاہے اس شرط پر رہے کہ مسلمانوں کی اطاعت کرے گا، ان کا خیر سگال رہے گا، خراج دے گا، ان کی رہنمائی کرے گا، اور ان کے ساتھ دغا نہیں کرے گا۔ (ان لوگوں کو دریا پر) کوئی چیز نہیں ملی جس سے یہ عبور کرتے۔ قرینۃ الصیادین کے پاس ایک گھاٹ کا پتا دیا گیا جس سے یہ در آئے، فارسیوں نے ان پر تیر برسائے مگر سب بچ گئے، الا ایک شخص کے جو (قبیلۂ) طے میں سے تھا جس کو سلیل بن یزید بن مالک السنبسی کہتے تھے۔ اس روز اس کے سوا کوئی ضائع نہیں ہوا۔ (۲۶۲)

ہم سے عبد اللہ بن صالح نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ایک شخص نے کہا جس پر میں اعتماد کرتا ہوں، اس سے مجالد نے کہا اور اس سے الشعبی نے کہ:- المدائن کی جنگ میں کسریٰ کی جواری میں سے بہت سی جواری مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ یہ جواری دنیا بھر سے جمع کی گئی تھیں اور اس کے لئے بناؤ سنگار کرتی تھیں۔ میری ماں بھی انھی میں سے ایک تھی۔ مسلمان اس روز کافور لے لے کر اپنی دیگچیوں میں ڈال رہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ نمک ہے۔

الواقدی کہتا ہے: سعد، المدائن و جلولا، کی جنگوں سے ۱۶ھ میں فارغ ہوئے۔

جلولا کی فیصلہ کن جنگ

کہتے ہیں :۔ مسلمان المدائن میں چند روز ٹھیرے۔ پھر انھیں خبر ملی کہ یزدجرد نے جمع عظیم فراہم کرکے ان کے مقابلے پر بھیجی ہے اور وہ جلولا میں ہے۔ سعد بن ابی وقاص نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ اس کی طرف بھیجا۔ جب وہ یہاں پہنچے تو انھوں نے عجمیوں کو قلعہ گیر پایا اور دیکھا کہ انھوں نے خندق کھود لی ہے، اور اپنے اہل وعیال اور اسباب خانقین بھیج دیے ہیں، اور یہ عہد کر لیا ہے کہ ہرگز فرار نہوں گے؛ اور حلوان والجبال سے ان کے پاس پیہم کمک آرہی ہے۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر کہا: جلدی کرنی چاہیے، قبل اس کے کہ ان کی کمک میں اضافہ ہو"۔ مٹھ بھیڑ ہوئی حُجر بن عدی الکندی میمنہ پر، عمرو بن معدی کرب سواروں پر، اور طلیحہ بن خویلد پیادوں پر تھے۔ اور عجمیوں کا سپہبد رستم کا بھائی خرزاد تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی؛ ایسی جنگ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اتنی تیر اندازی اور نیزہ بازی ہوئی کہ تیروں اور نیزوں کے ٹکڑے ہو گئے؛ اور تلواروں کی دھاریں مڑ گئیں۔ مسلمانوں نے یکبارگی ایسا حملہ کیا کہ عجمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے، مگر مسلمان انھیں تہ تیغ کرتے ہوئے ان کی

جان پر سوار ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حتیٰ کہ تاریکی ان کے درمیان حائل ہو گئی۔ اور وہ اپنی لشکر گاہ کی طرف واپس آ گئے۔

ہاشم بن عتبہ نے جریر بن عبداللہ کو سواروں کی گھنی جماعت کے ساتھ جلولاء میں چھوڑا کہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل رہیں۔ یزدجرد، حلوان سے بھی رخصت ہو گیا۔ مسلمان دجلۃ الشرقی کی (۲۶۵) جانب سے نواحی السواد میں چھاپے مارتے ہوئے آگے بڑھے اور مہرود پہنچے۔ یہاں کے دہقان نے ہاشم سے دراہم میں سے ایک جریب پر (؟) اس شرط سے صلح کر لی کہ وہ ان میں سے کسی کو قتل کریں گے۔

ہاشم نے دسکرہ کے دہقان کو قتل کر دیا کیوں کہ انھوں نے اس پر مسلمانوں سے دغا کا الزام لگایا تھا۔

اس کے بعد وہ بندنیجین آئے۔ یہاں کے باشندوں نے ادا، جزیہ و خراج پر امان مانگی، چنانچہ انھیں امان دی گئی۔

جریر بن عبداللہ، خانقین آئے، یہاں باقی ماندہ عجمی فوج تھی جریر نے اس کو تہ تیغ کیا۔ غرض سواد دجلہ میں کوئی ناحیہ ایسا نہ رہا جس پر مسلمان غالب نہ ہو گئے ہوں اور جو ان کے ہاتھ نہ آ گیا ہو۔

ہشام بن الکلبی کہتا ہے:— یوم جلولاء میں سعد کی طرف سے مسلمانوں پر عمرو بن عتبہ بن نوفل بن اُہیب بن عبدمناف بن زہرہ تھے۔ عمرو کی ماں عاتکہ بنت ابی وقاص تھی۔

کہتے ہیں:— سعد یوم جلولاء کے بعد المدائن کی طرف واپس ہوئے۔ یہاں ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ اس کے بعد وہ الحیرہ کی جانب چلے گئے۔

جلولاء کی جنگ ۱۶ھ کے آخر میں ہوئی۔

کہتے ہیں:— دہاقین میں سے جمیل بن بُصبُہری دہقان الفلالیج والنہرین، اور بسطام بن نرسی دہقان بابل و خطرنیۃ اور الرفیل دہقان العال اور فیروز دہقان نہر الملک و کوثیٰ نے اسلام قبول کیا۔ عمر بن

الخطّاب (رضی اللہ عنہ) نے نہ ان سے تعرض کیا اور ان کے قبضے سے زمین نکالی۔ اور جزیہ معاف کر دیا۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے بیان کیا، ان سے عوانہ نے اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ سعد بن ابی وقاص نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بھیجا۔ الاشعث بن قیس الکندی ان کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ الراذانات سے گزرے اور دقوقا و خانیجار آئے، یہاں جو کچھ پایا اس پر غالب ہو گئے؛ باجرمی کا پورا کورہ فتح کر لیا اور سن بارما و بوازیج الملک کی طرف بڑھتے ہوئے شہرزور کی حد تک پہنچ گئے۔

مجھ سے حسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے یحیی بن آدم نے کہا، انھوں نے کہا ہمیں ابن المبارک نے خبر دی، انھیں ابن لہیعہ نے اور انھیں یزید بن ابی حبیب نے، کہ:۔ اثناء فتح سواد میں (حضرت) عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا: اما بعد، تمہارا مکتوب مجھے ملا۔ جس میں ذکر کیا ہے کہ لوگ تم سے مال کی تقسیم چاہتے ہیں جو اللہ نے ان پر فے کیا ہے۔ جب میرا مکتوب تمھیں ملے تو تم یہ دیکھنا کہ اہل لشکر نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں سے کتنا مال اور سواری و بار برداری کے کتنے جانور حاصل کئے ہیں۔ اور پھر خمس نکال کر یہ چیزیں تقسیم کر دینا۔ اور زمینیں اور نہریں ان لوگوں کے لئے چھوڑ دینا جو ان میں کام کرتے ہیں۔ تاکہ (ان کی آمدنی) مسلمانوں میں عطا کے کام آئے۔ اگر تم یہ زمینیں ان لوگوں میں تقسیم کر دو گے جو اسوقت موجود ہیں تو ان کے بعد والوں کے لئے کچھ باقی نہیں رہے گا۔

مجھ سے حسین نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے وکیع نے کہا، ان سے فضیل بن غزوان نے، اور ان سے عبد اللہ بن حازم نے، کہ:۔ میں نے مجاہد سے السواد کی زمینوں کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے کہا: وہ نہ خریدی جا سکتی ہیں اور نہ بیچی جا سکتی ہیں۔" انھوں نے کہا: ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ بزور فتح ہوا ہے، اور اس کو تقسیم

اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

مجھ سے الولید بن صالح نے بیان کیا، ان سے الواقدی نے، ان سے ابن ابی سَبْرَہ نے، ان سے صالح بن کَیْسان نے، ان سے سلیمان بن یَسار نے، کہ:۔ (حضرت) عمر نے السواد کا علاقہ ان لوگوں کے لئے محفوظ رکھا۔ جو مَردوں کی صُلب اور عورتوں کے رحم میں ہیں۔ اور اہل السواد کو ذِمّی قرار دیا۔ ان سے جزیہ لیا جاتا ہے اور ان کی زمینوں پر خراج ہے۔ وہ ذمّی ہیں، ان کے لئے بند غلامی نہیں ہے۔ سلیمان نے کہا: ولید بن عبد الملک نے اہل السواد کو فَے قرار دینا چاہا تھا، لیکن میں نے اُس کو (حضرۃ) عمر کے طرز عمل کی خبر دی جو انھوں نے اس باب میں اختیار کیا تھا۔ اور اللہ نے اس کو ان کے ساتھ ایسا کرنے سے باز رکھا۔

مجھ سے حسین بن الاسود نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابو اسحٰق نے، اور ان سے حارثہ بن مُضَرِّب نے کہ:۔ (حضرۃ) عمر نے مسلمانوں کے درمیان السواد تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، اور حکم دیا کہ اس کی مردم شماری کیجائے۔ مردم شماری کی گئی۔ معلوم ہوا کہ ایک ایک مسلمان کے حصے میں تین تین کسان پڑتے ہیں۔ پھر انھوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا۔ (حضرۃ) علی نے کہا: انھیں آزاد چھوڑ دو کہ وہ مسلمانوں کے لئے آمدنی کا مستقل ذریعہ رہیں۔ (حضرت) عمر نے عثمان بن حُنَیف الانصاری کو بھیجا۔ اور انھوں نے اہل العراق پر اڑتالیسؔ یا چوبیسؔ یا بارہؔ (درہم) فی کس کے حساب سے خراج مقرر کر دیا۔

ہم سے ابو نصر التمّار نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے شریک نے بیان کیا، ان سے اصلع نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے، ان سے ثعلبہ بن یزید نے اور ان سے (حضرۃ) علی نے، کہ:۔ اگر تم ایک دوسرے کا منہ پیٹنے والے (یعنی آپس میں لڑنے والے) نہوتے تو

میں السواد تم میں تقسیم کر دیتا۔

مجھ سے حسین بن الاسود نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے جابر نے اور ان سے عامر نے، کہ :۔ اہل السواد سے کوئی معاہدہ نہیں ہے، وہ ہمارے حکم پر اتر آئے تھے۔

ہم سے حسین نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے صُلب الزُبیدی نے کہا، ان سے محمدؐ بن قیس الاسدی تھے، اور ان سے الشعبیؒ نے، کہ :۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ اہل السواد سے معاہدہ ہے؟ (میں نے) کہا: نہیں۔ ان سے معاہدہ نہیں تھا: لیکن جب ان سے خراج لینا قبول کیا گیا تو ان کے لئے عہد ہو گیا۔ (۲۶۷)

ہم سے حسین نے کہا، ان سے یحیٰی بن آدم نے، ان سے شریک نے، ان سے جابر نے، اور ان سے عامر نے، کہ :۔ اہل السواد کیلئے عہد نہیں ہے۔

ہم سے عمرو النّاقد نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابن وہب المصری نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے جعفر بن محمدؐ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :۔ مسجد (نبوی) میں مہاجرین کی ایک مجلس تھی جس میں (حضرۃ) عمر ان کے ساتھ بیٹھکر دنیا بھر کے معاملات پر، جو ان کے پاس فیصلے کے لئے آتے تھے، گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ عبدالرحمٰن بن عوف فوراً اٹھے اور انھوں نے کہا: میں اس پر شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ اسی قانون کے مطابق برتاؤ کرو جو اہل الکتاب کے لئے ہے۔

ہم سے محمدؐ بن الصّباح البزّاز نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ہُشَیم نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے اسمٰعیل بن ابی خالد نے بیان

کہا، اور ان سے قیس بن ابی حازم نے، کہ :— القادسیہ میں قبیلۂ بجیلہ کل فوج کا ربع تھے اس وجہ سے (حضرت) عمر نے بجیلہ کے لئے السواد کا چوتھا حصہ مقرر کیا تھا۔ لیکن جب جریر بن عبد اللہ ان کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: اگر میں ایک ذمہ دار تقسیم کرنے والا نہ ہوتا تو جو کچھ میں دے چکا تھا اس پر قائم رہتا۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے، تم اپنا حصہ واپس کر دو۔" جریر نے اور ان کی قوم نے اپنا حصہ واپس کر دیا۔ اس پر (حضرت) عمر نے انھیں اسّی دینار عطا کئے۔

راوی کہتا ہے: بجیلہ میں ام کرز نام ایک عورت تھی، اس نے کہا: میرا باپ مر چکا ہے اور سواد میں اس کا حصہ ثابت ہے، میں ہرگز واپس نہیں کروں گی۔" (حضرت) عمر نے کہا: اے ام کرز! لیکن تیری قوم یہ بات قبول کر چکی ہے۔" اس نے کہا: میں نہیں مانتی، البتہ اگر آپ مجھے ایک مطیع و منقاد اونٹنی پر سوار کر دیں جس پر سرخ روئیں دار چادر پڑی ہو، اور میرے ہاتھ سونے سے بھر دیں۔" (حضرت) عمر نے یہی کیا۔

مجھ سے حسین نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے اسمٰعیل نے، ان سے قیس نے اور ان سے جریر نے، کہ :— (حضرت) عمر نے بجیلہ کو السواد کا چوتھائی حصہ عطا کیا تھا اور وہ ان کے ہاتھ میں تین برس رہا۔

(۲۶۸) قیس کہتے ہیں: جریر بن عبد اللہ (حضرت) عمر کے پاس آئے، عمار بن یاسر ان کے ساتھ تھے، (حضرت) عمر نے کہا: اگر میں ذمہ دار تقسیم کرنے والا نہ ہوتا تو جس چیز پر تم قابض ہو اس کو تمہارے ہاتھ میں رہنے دیتا۔ لیکن میری رائے ہے کہ تم اس کو واپس کر دو۔" جریر نے واپس کر دیا۔ (حضرت) عمر نے ان کو اسّی دینار عطا کئے۔"

حسن بن عثمان الزیادی کہتے ہیں: مجھ سے عیسیٰ بن یونس نے اسمٰعیل کے حوالے سے اور انھوں نے قیس کے حوالے سے بیان کیا کہ :—

(حضرت) عمر نے جریر بن عبداللہ کو چار سو دینار عطا کئے۔

مجھ سے حمید بن الربیع نے کہا، ان سے یحیی بن آدم نے، اور ان سے حسن بن صالح نے، کہ:— (حضرت) عمر نے بجیلہ سے السواد کا چوتھا حصہ لے لیا اور ان کے لیئے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کرکے ان سے سمجھوتہ کرلیا۔

مجھ سے الولید بن صالح نے بیان کیا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، ان سے جریر بن یزید بن جریر بن عبداللہ نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:—

(حضرت) عمر نے جریر کے لئے اور ان کی قوم کے لئے السواد کے مفتوحہ علاقہ کا ایک چوتھائی حصہ مقرر کیا تھا۔ جب جلولاء کے غنائم جمع کئے گئے تو جریر نے اپنا چوتھا حصہ مانگا۔ سعد نے (حضرت) عمر کو لکھا، (حضرت) عمر نے جواب دیا ہے "اگر جریر یہ پسند کریں کہ ان کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ انھوں نے اور ان کی قوم نے مؤلفۃ القلوب[۱] کے سے عطایا کے لئے جنگ کی تھی تو انھیں ویسے ہی عطایا دو۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اللہ کے لئے جنگ کی تھی اور وہ اُسی کے ہاں اس کا اجر چاہتے ہیں تو وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہیں، اور ان کیلئے وہی ہے جو باقی سب مسلمانوں کے لئے ہے، اور ان پر وہی فرائض ہیں جو باقی سب مسلمانوں پر ہیں"۔ جریر نے کہا: امیرالمومنین نے سچ کہا اور بالکل ٹھیک کہا۔ ہمیں چوتھ کی حاجت نہیں ہے"۔

مجھ سے حسین نے کہا، ان سے ہم سے یحیی بن آدم نے، ان سے عبدالسلام بن حرب نے، ان سے مغیرہ نے، ان سے علی بن حکم نے اور ان سے ابراہیم النخعی نے، کہ:— ایک شخص (حضرت) عمر کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں مسلمان ہوگیا ہوں، میری زمین سے خراج اٹھا لیجیے"۔ (حضرت)

---

[۱] مؤلفۃ القلوب وہ لوگ تھے جن کے دل عطیاتِ خاص سے اسلام کے لئے مسخر کئے گئے تھے۔

عمر نے کہا: تیری زمین تو بزورِ شمشیر فتح ہوئی ہے۔"

ہم سے خَلَف بن ہشام البزّار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ہُشَیم نے کہا، ان سے عَوّام بن حَوشَب نے، اور ان سے ابراہیم النخعی نے، کہ:— جب (حضرت) عمر نے السواد فتح کرلیا تو لوگوں نے کہا: اس کو ہمارے درمیان تقسیم کرو۔ کیوں کہ ہم نے بزور فتح کیا ہے۔" انھوں نے تقسیم کرنے سے انکار کیا اور کہا: پھر اُن مسلمانوں کے لئے کیا رہے گا جو تمہارے بعد آئیں گے؟ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس کو تقسیم کردوں تو پھر تم آپس میں پانی پر بھی فساد کرو گے۔"

راوی نے کہا: (حضرت) عمر نے اہل السواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھا۔ ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا، اور اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا۔"

(۲۶۹) مجھ سے قاسم بن سلّام نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے اسمٰعیل بن مجالد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے الشعبی نے کہ:— (حضرت) عمر نے عثمان بن حُنیف الانصاری کو السواد کی مساحت کے لئے بھیجا۔ انھوں نے پیمائش کی۔ کل زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب تھی۔ (حضرت عمر نے) فی جریب ایک درہم اور ایک قفیز خراج مقرر کیا۔

قاسم کہتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ یہ قفیز ان کا ایک پیمانہ تھا جسے 'شابُرقان' کہا جاتا تھا۔ اور یحیٰی بن آدم نے کہا ہے کہ 'مختوم الحجاجی'[1] یہی پیمانہ ہے۔"

مجھ سے عمرو الناقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو معاویہ نے کہا، ان سے شیبانی نے، اور ان سے محمد بن عبداللہ الثقفی نے، کہ:— (حضرت) عمر نے السواد میں ہر جریب پر — خواہ وہ عامر ہو یا غامر[2] لیکن پانی

---

[1] یہ پیمانہ حجاج بن یوسف الثقفی نے رائج کیا تھا، اس لئے اس کو 'مختوم الحجاجی' کہتے ہیں۔

[2] عامر: قابل کاشت، آباد۔ غامر: افتادہ، بنجر۔

اس تک پہنچا ہو ــــ ایک درہم اور ایک قفیز خراج مقرر کیا۔ اور رَطبہ[1] کے ایک جریب پر۔ پانچ درہم اور پانچ قفیز؛ اور درختوں کے ایک جریب پر دس درہم اور دس قفیز۔ (راوی نے نخلستان کا ذکر نہیں کیا) اور آدمیوں پر فی کس اڑتالیس، چوبیس، اور بارہ درہم جزیہ لگایا۔

ہم سے قاسم بن سلام نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے محمد بن عبد اللہ الانصاری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے، اور ان سے ابو مجلز لاحق بن حمید نے، کہ :ــــ (حضرت) عمر نے عمار بن یاسر کو اہل الکوفہ اور ان کے لشکر کی نماز پر مقرر کیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود کو فصل خصومات اور بیت المال پر، اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت پر۔ اور ان تینوں کے لئے یومیہ ایک بکری مقرر کی، جس کا آدھا حصہ مع سواقط[2] عمار کے لئے تھا، اور دوسرا آدھا حصہ ان دونوں کے لئے۔ عثمان بن حنیف نے زمین کی پیمایش کی اور کھجوروں کے ایک جریب پر دس درہم، انگوروں کے ایک جریب پر چار درہم، اور جو کے ایک جریب پر دو درہم خراج تشخیص کر کے (حضرت) عمر کو لکھا۔ انھوں نے منظوری دے دی۔

ہم سے حسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے کہا، ان سے مندل العنزی نے کہا، ان سے الاعمش نے، ان سے ابراہیم نے اور ان سے عمرو بن میمون نے، کہ :ــــ (حضرت) عمر نے حذیفہ بن الیمان کو ماوراء دجلہ کے علاقے میں، اور عثمان بن حنیف کو ماوون دجلہ کے علاقے میں بھیجا۔ ان دونوں نے (زمین کی پیمایش کی اور) ہر جریب پر ایک قفیز اور ایک درہم، خراج مقرر کیا۔

---

[1] رَطبہ: سبست تر ــــ کھیرا، ککڑی، خربوز، تربوز اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔

[2] سَواقِط: سری اور پائے؛ بکری کے جسم کی وہ چیزیں جو گوشت بنانے میں الگ کر دی جائیں۔

ہم سے حسین نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے کہا (۲۸۰) ان سے مَندَل نے، ان سے ابو اسحٰق الشیبانی نے، اور ان سے محمد بن عبداللہ الثقفی نے، کہ :۔ المغیرہ بن شعبہ نے، جب وہ السواد کے والی تھے، لکھا کہ یہاں گیہوں اور جو کے علاوہ دوسری پیداواریں بھی ملتی ہیں اور ان پیداواروں کی اقسام میں انھوں نے ماش، انگور، رَطبہ اور تلوں کا ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے : ان چیزوں پر انھوں نے (فی جریب) آٹھ درہم مقرر کیئے اور نخلستان کو اس سے خارج کر دیا۔

ہم خلف البزار نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا۔ اور یہی روایت مجھ سے حسین بن الاسود نے بیان کی، ان سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے ابوبکر نے، اور ان سے عیزار بن حُریث کے حوالے سے ابوسعید البقال نے، کہ :۔ (حضرت) عمر نے گیہوں کے ایک جریب پر دو درہم اور دو جریب[1]، اور جو کے ایک جریب پر ایک درہم اور ایک جریب؛ اور ایسی تمام زمینوں پر جو افتادہ ہوں مگر قابل کاشت ہوں، دو جریب پر ایک درہم مقرر کیا۔

ہم سے خلف البزار نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن عیّاش نے، ان سے ابوسعید نے، اور ان سے العیزار بن حُریث نے، کہ :۔ (حضرت) عمر نے انگور اور رَطبہ کے ایک ایک جریب پر دس دس درہم، اور روئی کے ایک جریب پر پانچ درہم، عجمیوں کے نخلستانوں (کے ایک جریب) پر ایک درہم اور دقلتین پر ایک درہم مقرر کیا۔

مجھ سے عمرو الناقد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے حفص بن غیاث نے کہا، ان سے ابن ابی عَروبہ نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے ابومجلز نے، کہ :۔ (حضرت) عمر نے نخلستان کے ایک جریب پر آٹھ درہم مقرر کیئے۔

---

[1] اول الذکر جریب ناپنے کا آلہ ہے، یہ ۱۴۴ گز کا ہوتا ہے۔ اور موخر الذکر جریب تولنے کا پیمانہ ہے اور یہ چار قفیز (: ۳۲ سیر) کے برابر ہوتا ہے۔

ہم سے حسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیی بن آدم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن سلیمان نے کہا، ان سے سُرّی بن اسمٰعیل نے، اور ان سے الشعبی نے، کہ :- (حضرت) عمر نے عثمان بن حُنَیف کو بھیجا اور انھوں نے اہل السواد پر رَطْبَہ کے ایک جریب پر پانچ درہم، اور انگور کے ایک جریب پر دس درہم مقرر کئے۔ اور انگوروں کے نیچے جو چیز کاشت کی جائے اس پر کچھ مقرر نہیں کیا۔

مجھ سے الولید بن صالح نے بیان کیا، ان سے الواقدی نے، ان سے ابن ابی سَبْرہ نے اور ان سے مِسْوَر بن رِفاعَہ نے کہ : (حضرت) عمر بن عبدالعزیز نے کہا : (حضرت) عمر کے زمانے میں السواد کا خراج دس کرور درہم تھا لیکن الحجاج کے زمانے میں صرف چار کرور درہم رہ گیا۔

ہم سے الولید نے کہا، ان سے الواقدی نے، ان سے عبداللہ بن عبدالعزیز نے ان سے ایوب بن ابی اُمامہ بن سَہْل بن حنیف نے اور ان سے ان کے والد نے، کہ :- عثمان بن حنیف نے پانچ لاکھ پچاس ہزار عُلُوج کی گردنوں پر مہریں لگائیں؛ اور ان کے زمانہ ولایت میں مالِ خراج دس کرور درہم تک پہنچ گیا۔ (۲۷۱)

مجھ سے الولید بن صالح نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے یونس بن ارقم المالکی نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھ سے یحیی بن ابی الاشعث الکندی نے بیان کیا، ان سے مصعب بن یزید ابو زید الانصاری نے، اور ان سے ان کے والد نے کہ :- مجھے (حضرت) علی ابن ابی طالب نے اس علاقے میں بھیجا جسے نہر الفرات سیراب کرتی ہے۔ (حضرت علی نے) بہت سے رساتیق[1] کا ذکر کیا اور نہر الملک و کُوثیٰ و نہر سیر والرُّمقان و نہر جوبَر و نہر دُرقیط و بِہقباذات کے نام لے کر حکم دیا کہ :

۱- گیہوں کی گھنی کھیتیوں کے ہر جریب پر ڈیڑھ درہم اور ایک صاع طعام،

۲- اوسط درجہ کی کھیتیوں کے ہر جریب پر ایک درہم،

---

[1] رساتیق، رُستاق کی جمع ہے، اور یہ روستا کا معرب ہے۔ روستا گاؤں کو کہتے ہیں جو مقابل شہر واقع ہو۔ عربی لغت میں معنوں میں وسعت ہو گئی ہے۔ دیہات اور اس کی متعلقہ تمام زمینیں رستاق ہیں۔

۳۔ جو کھیتیاں چھدری چھدری ہوں ان کے ہر جریب پر ۱/۳ درہم،
۴۔ جَو کے کھیتوں پر اس کا نصف۔ اور حکم دیا کہ باغوں پر جن میں نخلستان اور دوسرے درخت ہوں، فی جریب دس درہم،
۵۔ انگوروں پر جب کہ ان کو کاشت کئے تین برس گزر کر چوتھا برس ہو اور وہ بارور ہو چکے ہوں، فی جریب دس درہم،
۶۔ لیکن کھجوروں کے ایسے تمام درختوں پر جو قریہ کے باہر ہوں اور جن کے پھل راہ گیر کھاتے ہوں، یونہی رہنے دو،
۷۔ رَطبہ: جیسے کھیرا، ککڑی وغیرہ؛ اور دالوں اور تلوں اور کپاس پر کچھ نہیں،
۸۔ ایسے زمینداروں پر جو ترکی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوں اور پیروں میں سونے کے کڑے پہنتے ہوں (فی کس) اڑتالیس درہم (سالیانہ)
۹۔ اوسط درجے کے تاجروں پر فی کس چوبیس درہم سالیانہ؛ اور
۱۰۔ کسانوں اور دوسرے لوگوں پر فی کس بارہ درہم سالیانہ مقرر کرو،

مجھ سے حُمید بن الرّبیع نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن آدم نے، اور ان سے الحسین بن صالح نے، کہ :— میں نے الحسن سے پوچھا: خراج کی یہ مختلف شرحیں کیوں ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ شرحیں مختلف زمانوں میں مقرر کی گئی ہیں اور ان کے تقرر میں مزرعوں سے اسواق و معابر کا قرب و بعد ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۲۷۲) حُمید کہتا ہے: یحییٰ بن آدم نے کہا: السواد کے مقاسمے[1] کا قصہ یہ ہے کہ لوگوں نے المنصور کی آخر خلافت میں اس کے لئے درخواست کی تھی، لیکن المنصور طریق مقاسم کے اجرا کا حکم دینے سے قبل فوت ہو گیا۔ پھر المہدی نے اس کے اجرا کا حکم دیا، اور عُقبۃ حُلوان کے سوئی السواد کے پورے علاقے میں مقاسمے کا طریق جاری ہو گیا۔

---

[1] مقاسمہ: بندوبست اراضی کا وہ اصول جس میں رقبۂ زمین پر لگان مقرر کرنے کی بجائے پیداوار پر لگان مقرر کیا جاتا ہے۔ اس طریق پر چونکہ زمیندار کے اور حکومت کے درمیان پیداوار کی تقسیم ہو جاتی ہے اس لئے اس کو مقاسمہ کہتے ہیں۔ بالکل یہی طریق اس زمانے میں بھی زمینداروں اور کاشتکاروں کے درمیان جاری ہے۔

مجھ سے عبداللہ بن صالح العجلی نے بیان کیا، ان سے عَنبسہ بن ابی زُبید[1] نے اور ان سے ثقات نے، کہ :— حُذَیفہ نے ان زمینوں کی جو دجلہ سے سیراب ہوتی ہیں مساحت کی۔ حُذَیفہ نے المدائن میں انتقال کیا۔ قناطر حُذَیفہ انھیں کی طرف منسوب ہیں، کیوں کہ وہ ان کے قریب فروکش ہوئے تھے؛ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے ان قناطر کی تجدید کرائی تھی۔

حُذَیفہ اور ابن حُنَیف کے آلاتِ مساحت ہاتھ بھر لمبے تھے، یعنی کہنی سے لے کر کھنچے ہوئے انگوٹھے تک۔

جب اہل السواد سے پیداوار کے مقاسمے (یعنی نصف نصف تقسیم) پر معاملہ ہوا، حالاں کہ پہلے مساحت کے اصول پر معاملہ ہوتا تھا جس میں رقبۂ زمین کے حساب سے خراج عاید کیا جاتا تھا، تو کاتبوں میں سے ایک نے کہا کہ اقطاع پر جو عُشر لیا جاتا ہے وہ اس مقاسمے کے ایک خمس کے برابر نہیں ہے جو ایک استان[2] پر لیا جاتا ہے۔ چاہیے کہ ان اقطاع میں بھی جن پر مساحت کا طریق خراج جاری ہے، فی جریب اس خراج کا خمس عاید کیا جائے جو استان کے ایک جریب پر لیا جاتا ہے، اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔

مجھ سے ابو عُبید نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے کثیر بن ہشام نے بیان کیا، ان سے جعفر بن بُرقان[3] نے، اور ان سے میمون بن مہران نے، کہ :— (حضرت) عمر نے حُذَیفہ اور ابن حُنَیف کو خانقین کی طرف بھیجا۔ یہ ان مقامات میں سے تھا جو مسلمانوں نے شروع میں فتح کیے تھے۔ ان دونوں نے ذمیوں کی گردنوں پر مہریں لگائیں

---

[1] الطبری : عنبسہ بن القاسم الکوفی۔

[2] استان کشنری، ایک کشنری کئی اضلاع یا رساتیق پر مشتمل ہوتی تھی اور ایک رستاق میں کئی طسوج یا تعلقے یا پرگنے ہوتے تھے۔

[3] بُرقان (بالکسر والضم) محدث کلابی — قاموس۔

اور خراج وصول کیا۔

ہم سے حسین بن الاسود نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن الولید نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس کا باپ اس علاقے کے حالات سے سب سے زیادہ واقف تھا اور اس کا نام عبدالملک بن ابی حُرّہ تھا، اور اس نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ:—
(حضرت) عمر نے السواد کی دس زمینیں بحق حکومت مخصوص کر لی تھیں جن میں سے سات زمینیں مجھے یاد ہیں، اور تین حافظے سے نکل گئیں۔ وہ سات زمینیں یہ ہیں:—

۱۔ جنگلات۔
۲۔ مغائض (: تالاب اور جوہڑ وغیرہ)
۳۔ اراضی کسریٰ۔
۴۔ دیر یزید کا پورا حصہ۔
۵۔ مقتولین جنگ کی زمینیں۔
۶۔ بھگوڑوں کی زمینیں۔
۷۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔[۱]

(۲۵۴) یہ انتظام ایک زمانے تک قائم رہا۔ لیکن جب الحجاج بن یوسف کے زمانے میں دیوان جل گیا تو لوگوں نے اپنی زمینوں سے ملحق زمینوں پر قبضہ کر لیا۔

مجھ سے ابو عبدالرحمٰن الجُعْفی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابن مبارک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن الولید نے، ان سے عبدالملک بن ابی حسّرہ نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:—
(حضرت) عمر نے السواد میں سے ان لوگوں کی زمینیں جو جنگ میں کام آئے

---

[۱] مصنف نے ساتویں زمین کا ذکر نہیں کیا۔

تھے، اور ان کی زمینیں جو بھاگ گئے تھے، اور کسریٰ اور اس کے اہل خاندان کی تمام زمینیں، اور پانی کے جوہڑ (مغایض)، اور دیر یزید کا پورا علاقہ اور وہ جاگیریں جو کسریٰ نے اپنے صرفخاص میں لے لی تھیں، انھیں حکومت مخصوص کرلیتی اور ان صوافی (: خالصہ جائدادوں) کی آمدنی سات لاکھ درہم تک پہنچ گئی۔ لیکن جماجم کے واقعے میں لوگوں نے دیوان جلا دیا اور اپنے آس پاس کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔

مجھ سے حسین بن الاسود اور عمرو الناقد نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا ہم سے فضیل نے بیان کیا، ان سے الاعمش نے، ان سے ابراہیم بن المہاجر نے، اور ان سے موسیٰ بن طلحہ نے، کہ:— (حضرت) عثمان نے عبد اللہ بن مسعود کو ارض نہرین میں ایک زمین جاگیر میں دی۔ عمار بن یاسر کو استینیا دیا، اور خباب الارت کو صنعبیا دیا، اور سعد کو قریۂ ہرمز۔

ہم سے عبد اللہ بن صالح العجلی نے بیان کیا، ان سے اسمٰعیل بن مجالد نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے الشعبی نے، کہ:— عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) نے طلحہ بن عبید اللہ کو نشاستج جاگیر میں عطا کیا، اور اسامہ بن زید کو ایک زمین دی جو انھوں نے فروخت کردی۔

ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن المہاجر نے، اور ان سے موسیٰ بن طلحہ نے کہ:— (حضرت) عثمان نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے پانچ کو جاگیریں دیں۔ وہ پانچ اصحاب یہ تھے: عبد اللہ بن مسعود، سعد بن مالک الزہری، الزبیر بن العوام۔ خباب بن الارت اسامہ بن زید۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: سعد اور ابن مسعود میرے ہمسایہ تھے، میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنی زمینیں ثلث اور ربع لگان پر دیتے ہیں۔

مجھ سے الولید بن صالح نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمر الاسلمی نے،

ان سے اسحٰق بن یحییٰ نے، اور ان سے موسیٰ بن طلحہ نے، کہ:۔ العراق کی زمینوں میں سے سب سے اول جس نے جاگیریں دیں وہ (حضرت) عثمان تھے۔ کسریٰ کی سرفخاص اور اراضی جالیہ[1] لوگوں کو جاگیر میں دیں۔ طلحہ کو نشاستج دیا۔ وائل بن حُجر الحضرمی کو زُرارہ کی ملحقہ زمین دی (۲۷۴) خباب بن الارتّ کو اسبینا دیا۔ عدی بن حاتم الطائی کو روحار دیا۔ خالد بن عُرفُطہ کو حمام اعین کے قریب کی زمین دی۔ الاشعث بن قیس الکندی کو طیزناباد دیا، اور جریر بن عبداللہ البجلی کو الفرات کے کنارے ان کے حصے کی زمین دی۔

مجھ سے حسین بن الاسود نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن آدم نے اور ان سے حسن بن صالح نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ:۔ (حضرت) علی نے بُرس کے صحراداروں پر چار ہزار درہم خراج مقرر کیا اور چمڑے کے ٹکڑے پر انھیں اس کے متعلق وثیقہ لکھ دیا۔

مجھ سے احمد بن حماد الکوفی نے بیان کیا کہ:۔ بُرس کا جنگل بابل میں نمرود کی محل سرا کے قریب واقع ہے۔ اس جنگل میں ایک بہت گہرا غار ہے۔ اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ کنواں تھا جس کی مٹی سے محل سرا کے لئے اینٹیں بنائی گئی تھیں۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ قدرتی نشیب ہے۔

مجھ سے ابومسعود وغیرہ نے بیان کیا کہ:۔ الانبار کے دہقانوں نے سعد بن ابی وقاص سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے نہر کھدوادیں اور یہی درخواست انھوں نے عظیم الفرس (کسریٰ) سے کی تھی۔ سعد نے سعد بن عمرو بن حرام کو نہر کھدوانے کا حکم دیا، انھوں نے اس کام کے لئے لوگوں کو جمع کیا، کھدائی کا کام شروع ہوا حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ

---

[1] اراضی جالیہ: وہ زمینیں جن کے مالک جلاء وطن ہوگئے ہوں اور ان کا کوئی مالک و وارث نہ رہا ہو اور اس طرح وہ حکومت کی ملک ہوگئی ہوں۔

تک پہنچے جسے شق کرنا ان کے امکان میں نہ تھا اس لئے کام بند کر دیا گیا۔
پھر جب الحجاج العراق کا والی ہوا تو اس نے ہر طرف سے لوگوں کو جمع کیا اور اپنے منتظمین تعمیرات سے کہا کہ کھودنے والوں میں سے ہر شخص جتنا کھاتا ہے اس کی قیمت کا اندازہ کرو اگر اس کی خوراک اس کے روزانہ کام کے برابر ہو تو کام جاری رکھا جائے۔ سعد اس کام پر مال خرچ کرتا رہا حتی کہ نہر مکمل ہو گئی۔ اس وجہ سے وہ پہاڑ الحجاج کی طرف اور وہ نہر سعد[1] بن عمرو بن حرام کی طرف منسوب ہوئی۔

راوی کہتا ہے: ام الخلفاء خیزران نے بھی ایک نہر کھودنے کا حکم دیا اور اس کا نام ربان[2] رکھا۔ لیکن وہ المحدود کے نام سے معروف ہے۔ کیوں کہ اس کے منتظم نے نہر کے متعدد ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کی ایک حد مقرر کر دی تھی اور ایک ایک ٹکڑے کی کھدائی ایک ایک جماعت کے سپرد کی تھی۔ اس وجہ سے اس کا نام المحدود پڑ گیا۔

وہ نہر جو شیلی[3] کے نام سے معروف ہے، اس کے متعلق بنی شیلی بن فرخزاد ان المرذزی کا دعویٰ ہے کہ سابور نے ان کے دادا کے لئے کھدوائی تھی جب کہ اسے الانبار کے طسوج میں نغیا کی فوجی چھاؤنی کا افسر مقرر کیا تھا۔ اور دوسروں کا بیان ہے کہ وہ جسے شیلی کہتے تھے اور وہ ایک اور شخص کی طرف منسوب ہے اس کی کھدائی پر مامور تھا؛ اور امیر المومنین المنصور کے زمانے میں اس نہر پر اس کا ایک کھیت تھا جس میں ترکاریاں بوئی جاتی تھیں۔ یہ نہر پرانے وقتوں کی تھی اور اَٹ گئی تھی۔ المنصور نے دوبارہ اس کے کھودنے کا حکم دیا۔ لیکن یہ کام ابھی پورا نہ ہوا تھا (۲۷۵)

---

[1] مراصد میں لکھا ہے: سعد بن ابی وقاص کی طرف منسوب ہے ——— ج ۲، ص ۲۴۸۔

[2] مراصد، ج ۳، ص ۸۴: مرزبان۔

[3] مراصد: شیلی۔

وہ مر گیا اور اس کی تکمیل المہدی کے زمانے میں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ المنصور نے اس کے قدیم دہانے پر ایک اور دہانہ بنانے کا حکم دیا تھا لیکن یہ کام اس کی زندگی میں پورا نہ ہو سکا اور المہدی رحمۃ اللہ نے اس کی تکمیل کرائی۔

تمصیر الکوفہ

مجھ سے محمد بن سعد نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے محمد بن عمر الواقدی نے کہا، اور ان سے عبدالحمید بن جعفر وغیرہ نے، کہ :—

(حضرت) عمر بن الخطاب نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا اور حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک دارالہجرہ اور قیروان (= محل اجتماع) بناؤ، اور اس کے لئے ایسی جگہ انتخاب کرو کہ میرے اور تمہارے درمیان نہر حائل نہ ہو[1]۔ سعد الانبار آئے اور اس کو قیروان بنانے کا ارادہ کیا، یہاں لوگوں پر مکھیوں نے اس کثرت سے ہجوم کیا کہ انھیں دوسری طرف رُخ کرنا پڑا۔ لیکن یہ جگہ بھی اچھی نہ تھی۔ آخر وہ الکوفہ کی طرف گئے، تخطیط کی، داغ بیل ڈالی، لوگوں کو منازل بنانے کے لئے زمینیں جاگیر میں دیں، قبائل کو ان کی منازل میں اتارا۔ اور ایک مسجد بنائی۔ یہ ۱۷ھ کا واقعہ ہے۔

مجھ سے علی بن مغیرۃ الاثرم نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھسے ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے شیوخ نے،

---

[1] حضرت عمر نے ایسا ہی حکم عمرو بن العاصی والیٔ مصر کو بھی دیا تھا۔

اور یہی روایت مجھ سے ہشام بن الکلبی نے بیان کی اور ان سے ان کے والد اور مشائخ کوفیین نے، کہ :۔ سعد بن ابی وقاص نے القادسیہ کی جنگ سے فارغ ہو کر المدائن کی طرف کوچ کیا۔ الرومیہ و بہرسیر کے باشندوں سے صلح کی، پھر المدائن فتح کیا، اور اسبانبر و کرد بنداذ بزور لے کر یہاں اپنا ایک لشکر اتارا جو (اس علاقے پر) چھا گیا۔ (حضرت عمر نے) سعد کو لکھا کہ لشکر کو ایک جگہ منتقل کر دو، اور انھوں نے سوق حکمہ کی طرف منتقل کر دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کویفہ کی طرف، جو دون[1] الکوفہ ہے، منتقل کر دیا۔

الاثرم کہتا ہے: تکوّف کے معنی اجتماع کے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریتلی زمین کے مستدیر ٹکڑوں کو "کوفان" کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں: کوفہ ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں مٹی اور ریت کے ساتھ بجری ملی ہوئی ہو۔

کہتے ہیں: (یہاں) مچھروں نے انھیں تکلیف دی۔ سعد نے (حضرت) عمر کو لکھا اور انھیں اطلاع دی کہ یہاں مچھر ہیں، اور ان سے لوگوں کو اذیت پہنچی ہے۔ (حضرت) عمر نے انھیں لکھا کہ عربوں کی حالت (۲۷۶) اونٹ کی سی ہے۔ ان کو ایسی جگہ راس نہیں آسکتی جو اونٹ کو راس نہ آئے۔ تم ان کے لئے کوئی اور جگہ تلاش کرو، لیکن میرے اور ان کے درمیان سمندر حائل نہو۔" اور لوگوں کے لئے حد بندی کرنے اور داغ بیل ڈالنے پر ابوالہیاج الاسدی اور عمر بن مالک بن جنادہ کو مقرر کیا۔

عبدالمسیح بن بقیلہ، سعد کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا: "میں ایک ایسی جگہ بتاتا ہوں جو صحرائے بے گیاہ سے ہٹی ہوئی ہے اور مرطوب زمین سے بلند ہے۔" اور اس نے انھیں وہ جگہ بتائی جہاں اب الکوفہ ہے؛ اس جگہ کو (اس زمانے میں) شورستان کہتے تھے۔

---

[1] دون: بقیض فوق؛ پست، زیر۔

سعد نے اس جگہ پہنچکر جہاں انھوں نے مسجد بنائی (اور یہ جگہ نسبتہً مرتفع تھی) ایک شخص کو حکم دیا کہ قبلے کی جانب تیر پھینکے۔ اس نے تیر پھینکا اور جہاں وہ گرا وہاں نشان لگا دیا۔ پھر ایک تیر شمال کی جانب پھینکا اور اس کے گرنے کی جگہ نشان لگا دیا۔ پھر ایک تیر جنوب کی طرف پھینکا اور اس کے گرنے کی جگہ نشان لگا دیا۔ پھر ایک تیر صبا کے رخ (یعنی مشرق کی طرف) پھینکا اور اس کے گرنے کی جگہ نشان لگا دیا۔ پھر انھوں نے اس بلند مقام اور اس کے گردوپیش کی زمین میں الکوفہ کی مسجد بنائی اور اس کا دار الامارۃ تعمیر کیا۔

سعد نے نزار و اہل الیمن کو دو تیر دیئے کہ جس کا تیر پہلے نکلے گا اُسے بائیں جانب کا علاقہ دیا جائے گا؛ اور وہ داہنی جانب کے علاقے سے بہتر تھا۔ اہل الیمن کا تیر پہلے نکلا اس لئے جانب شرقی کے قطعات ان کے ہو گئے۔ اور جانب غربی کے قطعات اس میدان کو چھوڑ کر جو مسجد اور دار الامارۃ کے لئے مقرر کیا گیا تھا، نزار کے حصے میں آئے۔

پھر المغیرہ بن شعبہ نے اس کی مسجد وسیع کی۔ زیاد نے اس کو بنوایا اور مستحکم کیا، اور دار الامارہ بنوایا۔ زیاد کہا کرتا تھا کہ میں نے مسجد الکوفہ کے ہر ستون پر اٹھارہ سو درہم خرچ کئے ہیں۔

عمرو بن حریث المخزومی نے یہاں ایک محل بنایا؛ زیاد جب البصرہ جاتا تو اسی کو الکوفہ پر اپنا مستخلف بناتا تھا۔ پھر دوسرے عمال نے بھی یہاں منازل و مساکن بنائے جن کی وجہ سے اس کے میدان تنگ اور فنا ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: الکوفہ میں زقاق[1] عمرو کے مالک بنی عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہیں۔

مجھ سے وہب بن بقیۃ الواسطی نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے کہا، ان سے داؤد بن ابی ہند نے، اور ان سے

---

[1] زُقاق: کوچہ، گلی۔

(۲۷۷) الشعبی نے کہ: — ہم (اہل الیمن) بارہ ہزار تھے، اور نزار آٹھ ہزار۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ الکوفہ کے باشندوں میں ہم سب سے زیادہ ہیں۔ ہمارا تیر ناحیۂ شرقی کی طرف نکلا تھا اس لئے اس جانب کے قطعات ہمارے ہوگئے۔

مجھ سے علی بن محمد المدائنی نے بیان کیا، اور ان سے مسلمہ بن محارب وغیرہ نے کہ: — المغیرہ بن شعبہ نے الکوفہ کی مسجد میں اضافہ کیا اور اس کو بنوایا۔ پھر زیاد نے اس میں اور اضافہ کیا۔

الکوفہ و البصرہ کی مسجد میں بجری اس لئے ڈالی گئی کہ لوگ نماز میں (سجدہ سے) اٹھ کر ہاتھ جھاڑتے تھے، کیوں کہ ہاتوں کو مٹی لگ جاتی تھی۔ زیاد نے کہا: "مجھے خوف ہے کہ ایک زمانے بعد لوگ ہاتھ جھاڑنے کو نماز میں سنتہ نہ سمجھنے لگیں"۔ زیاد نے مسجد میں اضافہ کیا، اس کو وسیع کیا، اور اس میں بجری ڈالنے کا حکم دیا۔ بجری فراہم کی گئی اور مسجد کے صحن میں بچھادی گئی۔ یہ کام جن لوگوں کے سپرد کیا گیا وہ بجری لانیوالوں کو ستاتے اور ان سے جھگڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسی بجری ہم تمھیں دکھاتے ہیں ایسی بجری لاؤ"۔ اور اس کے لئے انھوں نے ایک خاص قسم کی بجری چھانٹ لی تھی، اور ویسی ہی بجری اُن سے مانگتے تھے۔ اس ترکیب سے انھوں نے اس کام میں بہت مال پیدا کیا۔ اس پر یہ کہاوت چل پڑی: حبّذا الامارۃ ولو علی الحجارۃ (امارت خوب چیز ہے اگرچہ پتھروں پر ہی ہو)۔

الاثرم کہتا ہے: ابوعبیدہ نے کہا: اس کہاوت کی اصل یہ ہے کہ الحجاج بن عتیک الثقفی یا اس کے بیٹے کو مسجد البصرہ کے ستونوں کے لئے جبل الاہواز سے پتھر کٹوانے پر مقرر کیا گیا، اس کو ایک دولت کا سراغ ملا اس پر لوگوں نے کہا: حبّذا الامارۃ ولو علی الحجارۃ۔

ابوعبیدہ نے کہا: الکوفہ کی تکویف ۱۷ھ میں ہوئی۔ زیاد نے مسجد الکوفہ میں مقصورہ بنوایا۔ پھر خالد بن عبد اللہ القسری نے اس کی تجدید کرائی۔

مجھ سے حفص بن عمر العمری نے بیان کیا، اور انھوں نے کہا مجھ سے الہیثم بن عدی الطائی نے، کہ:- مسلمان المدائن میں مقیم ہو گئے، اور حدیں قائم کر کے داغ بیل ڈالی؛ اور یہاں مسجدیں بنائیں۔ لیکن یہاں کی آب و ہوا مسلمانوں کو موافق نہیں آئی، اور (یہ بات بھی تھی کہ یہ جگہ) کثیر الوبا تھی۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کے متعلق (حضرت) عمر کو لکھا۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ تم ان کو مغرب کی طرف کسی جگہ آباد کرو۔ سعد کوفہ ابن عمر آئے، اس کو دیکھا۔ پانی اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ پھر اس جگہ آئے جہاں اب الکوفہ ہے۔ اور ایک بلندی پر پہنچے اور حدیں قائم کر کے داغ بیل ڈالی۔ اس بلند مقام کو خدّ العذرا (رخسارۂ دوشیزہ) کہتے تھے اور اس پر خزامی و الاقحوان والشیح والقیصوم و الشقائق اُگے ہوئے تھے۔

مجھ سے اہل الکوفہ میں سے ایک بڑے بوڑھے نے بیان کیا کہ الکوفہ و الحیرہ کے درمیانی حصے کا نام الملطاط تھا۔ (۲۸۰)

راوی نے کہا: دار عبدالملک بن عُمیر مہمان سرا تھا۔ (حضرت) عمر نے حکم دیا تھا کہ آفاق سے جو لوگ آئیں ان کے لئے ایک فرودگاہ مختص کر دی جائے، چنانچہ جو لوگ آتے ان کو اسی میں ٹھیرایا جاتا تھا۔

مجھ سے عباس بن ہشام الکلبی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو مخنف نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:- سعد بن ابی وقاص نے اپنے قصر کے لئے چوبی دروازہ بنوایا اور بانسوں کی غلام گردش بنوائی۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے محمد بن مسلمۃ الانصاری کو بھیجا۔ انھوں نے دروازہ اور گھر دونوں کو جلا دیے، اور سعد کو الکوفہ کی مسجدوں میں کھڑا کیا مگر کسی نے ان کے متعلق بھلائی کے سوی کچھ نہ کہا۔

مجھے العباس بن الولید النرسی اور ابراہیم العلاف البصری نے کہا، ان دونوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے کہا، ان سے عُمیر بن عبدالملک نے

اور ان سے جابر بن سَمُرَہ نے، کہ :- اہل الکوفہ نے (حضرت) عمر سے سَعد بن ابی وقاص کی یہ شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔" سَعد نے کہا : میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پہ نماز پڑھاتا ہوں ؛ نہ اس میں سے کچھ ترک کرتا ہوں اور نہ تصرف کرتا ہوں۔ میں اول کی دو رکعتوں میں ٹھیرتا اور آخر کی دو رکعتوں میں جلدی کرتا ہوں۔" (حضرت) عمر نے کہا : اے ابو اسحٰق : تمہاری نسبت یہی گمان ہے۔" پھر (حضرت) عمر نے سَعد کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے چند آدمی بھیجے، یہ لوگ الکوفہ کی مسجدوں میں سے جس مسجد میں گئے لوگوں کو سَعد کی خوبیاں اور بھلائیاں ہی بیان کرتے سُنا حتیٰ کہ یہ لوگ بنی عَبس کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں آئے ؛ بنی عَبس میں سے ابو سَعدَہ نام ایک شخص نے ان سے کہا : "سچ پوچھتے ہو تو سَعد نہ مساوات کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں اور نہ کسی نزاع میں انصاف کرتے ہیں۔" سَعد نے کہا : خدایا ! اگر یہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی عمر، دراز کر، اس کو ہمیشہ مفلس رکھ ۔ اس کی بینائی سلب کرلے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔" عبد الملک نے کہا : (اس واقعہ کے بعد) میں نے اس کو رستے میں جوان لڑکیوں کو چھیڑتے دیکھا[۱]۔ جب اس سے پوچھا جاتا کہ اے ابو سَعدَہ ! کیا حال ہے ؟ تو وہ کہتا : ضعیف ہوں، سودائی ہوگیا ہوں، مجھے سَعد کی بد دعا لگ گئی۔

العباس النَّرسی نے ایک اور روایت میں بیان کیا کہ[۲] سَعد نے اہل الکوفہ کی نسبت کہا کہ "خدایا : نہ ان سے کوئی والی خوش رہے اور نہ یہ کسی والی سے خوش رہیں۔"

مجھ سے العباس النَّرسی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے مختار

---

[۱] یعنی وہ بے حیائی کے فتنے میں مبتلا ہو گیا۔

[۲] صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ عبد الملک نے کہا : اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ میں نے اسے دیکھا، اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں اور وہ رستے میں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلاۃ۔

بن ابی عبید یا کسی اور نے کہا کہ :- اہل الکوفہ کی محبت عزت ہے اور ان کا بغض بربادی ہے۔

مجھ سے حسن بن عثمان الزیادی نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے اسمعیل بن مجالد نے کہا، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے الشعبی نے، کہ :- عمرو بن معدی کرب الزّبیدی القادسیہ کی فتح (۲۷۹) کے بعد عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا۔ (حضرت) عمر نے اس سے سعد کا حال پوچھا۔ اور پوچھا کہ لوگ اس سے خوش ہیں؟ عمرو نے کہا: میں نے سعد کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے چیونٹی کی طرح دانہ دانہ جمع کرتا اور مہربان ماں کی طرح شفقت کرتا ہے۔ وہ کھجور کی محبت میں بدوی اور جبایۃ کے اہتمام میں نبطی ہے۔ مساوات کے ساتھ تقسیم کرتا، اور قضیوں میں عدل کرتا، اور (قابلیت کے ساتھ) سرایا بھیجتا ہے۔" (حضرت) عمر نے کہا: معلوم ہوتا ہے تم دونو نے ایک دوسرے کی توصیف کا سمجھوتہ کرلیا ہے — (حضرت) عمر نے یہ اس لئے کہا کہ) سعد نے اس سے قبل ایک دفعہ عمرو کی توصیف لکھی تھی۔ — عمرو نے کہا: ہرگز نہیں، اے امیرالمومنین۔ جو کچھ میں جانتا ہوں، میں نے آپ کو اس کی خبر دی ہے۔" (حضرت) عمر نے کہا: اے عمرو! مجھے کچھ جنگ کا حال سُنا۔" اس نے کہا: جب وہ اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوتی ہے تو مزے میں تلخ ہوتی ہے، جو اس میں ثابت قدم رہے نامور ہوجاتا ہے اور جو کمزوری دکھائے ہلاک ہوجاتا ہے۔" کہا: کچھ سلاح کی نسبت کہہ۔" اس نے کہا: اے امیرالمومنین! جس چیز کے متعلق چاہے دریافت کر۔" بولے: نیزے کے متعلق کہہ۔ اس نے کہا: وہ تیرا بھائی ہے۔ لیکن کبھی دغا دے جاتا ہے۔" کہا: اور تیر؟ بولا: وہ موت کے پیامبر ہیں، کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی ٹھیک نشانے پر پہنچتے ہیں۔" پوچھا: اور ڈھال؟ اس نے کہا: وہ روک ہے۔ جو آفتیں آتی ہیں اسی پر آتی ہیں۔" پھر

پوچھا: اور زرہ؟ بولا: وہ سوار کے لئے مشغلہ اور پیدل کے لئے مصیبت ہے۔ تاہم وہ ایک مضبوط بچاؤ ہے۔" اس کے بعد پوچھا: اور تلوار؟ اس نے کہا: وہ ایسی چیز ہے کہ تیری ماں تجھے کھوئے۔" (حضرت) عمر نے نے کہا: نہیں، بلکہ تیری ماں تجھے کھوئے۔" اس نے کہا: الحمّٰی اضرعتنی الیک[1] (بخار نے مجھے تیرے سامنے کمزور کر دیا)۔

راوی کہتا ہے: (حضرت) عمر نے سعد کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عمار بن یاسر کو مقرر کیا۔ اہل الکوفہ نے عمار کی بھی شکایت کی اور کہا: وہ کمزور ہے، سیاست و حکمرانی نہیں جانتا۔" (حضرت) عمر نے عمار کو معزول کر دیا۔ وہ ایک سال نو ماہ والی رہے۔ اور کہا: میں اہل الکوفہ کا کیا علاج کروں۔ قوی آدمی مقرر کرتا ہوں تو (سخت گیری کا) الزام لگاتے ہیں۔ اور کمزور آدمی مقرر کرتا ہوں تو اسے گرداتنے نہیں۔" انھوں نے المغیرہ بن شعبہ کو بلایا اور ان سے کہا: اگر میں تمھیں الکوفہ کا والی مقرر کروں تو کیا تم پھر وہی حرکت کروگے جو پہلے کر چکے ہو؟ کہا: نہیں۔ المغیرہ فتح القادسیہ کے بعد مدینۂ مبارکہ آگئے تھے (حضرت) عمر نے انھیں الکوفہ کا والی مقرر کیا جہاں وہ اس وقت تک رہے کہ (حضرت) عمر نے وفات پائی۔ پھر جب (حضرت) عثمان بن عفان (خلیفہ ہوئے) تو انھوں نے یہاں کی ولایت پر سعد کو مقرر کیا۔ پھر انھیں معزول کر دیا اور الولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کو والی کیا۔ جب وہ یہاں آیا تو سعد نے اس سے کہا: یا تو میرے بعد عقلمند ہو گیا اور یا میں تیرے بعد احمق ہو گیا۔"

(۲۰۰) پھر انھوں نے الولید کو معزول کر دیا اور سعد بن العاصی بن سعید بن العاصی بن امیہ کو والی کیا۔

---

[1] یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب احتیاج کی وجہ سے آدمی بے بس ہو اور کچھ نہ کر سکے۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ احتیاج نے مجھے تمہارے آگے ذلیل کر دیا۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے کہا، ان سے اہل الکوفہ میں سے کسی نے؛ اور اس نے کہا میں نے مِسعَر بن کِدام سے سنا وہ کہتے تھے کہ :— یوم القادسیہ میں رستم کے ساتھ چار ہزار سپاہ تھی جسے "جُند شہنشاہ" کہتے تھے ۔ اس لشکر نے اس شرط پر امان مانگی کہ ہم جہاں چاہیں رہیں اور جس سے چاہیں محالفت کریں ؛ اور یہ کہ ہمارے لیے گزارہ مقررہ کردیا جائے ۔ ان کی درخواست قبول کرلی گئی ۔ انھوں نے بنی تمیم میں سے زُہرہ بن حَوِیَہ السَّعدی سے محالفت کرلی اور جو جگہ انھوں نے پسند کی سَعد نے انھیں عطا کردی اور ان کے لئے دس ہزار درہم گزارہ مقرر کردیا ۔ اُن کا ایک نقیب تھا جسے دیلم کہتے تھے، اس لئے ان کو حَمراء الدیلم کہنے لگے ۔ پھر زیاد نے ان میں سے بعض کو معاویہ کے حکم سے بلاد الشام کی طرف منتقل کردیا ، وہاں یہ لوگ الفُرس (کے نام سے) پکارے گئے، اور ایک جماعت کو البصرہ کی طرف بھیجدیا ، جہاں یہ لوگ اُساورہ میں مل گئے جو وہاں رہتے تھے ۔

ابو مسعود کہتا ہے : عرب ، عجمیوں کو حَمراء کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ مثلاً وہ کہیں گے : میں حَمراءُ دُیلَم سے آیا ؛ جس طرح کہتے ہیں : میں جُہَینَہ سے آیا ۔

ابو مسعود کہتا ہے : میں نے کسی کو یہ کہتے سُنا ہے کہ یہ ایرانی اساورۃ الدُیلَم کے قریب رہتے تھے ۔ جب مسلمان قزوین کے قریب ان پر چھاگئے تو انھوں نے اسی شرط پر اسلام قبول کیا جس شرط پر البصرہ کے اُساورہ نے اسلام قبول کیا تھا، اور الکوفہ آکر مقیم ہوگئے ۔

مجھ سے المدائنی نے بیان کیا کہ :— اَبرَویز نے دیلم کی طرف کسی کو بھیجا جو وہاں سے چار ہزار آدمی لایا اور یہ اس کے خدم اور خواص ہوئے ۔ پھر یہ اسی منزلت پر اس کے بعد بھی برقرار رہے، اور آخر میں رستم کے ساتھ القادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے جب رستم مارا گیا اور مجوس کو ہزیمت ہوئی تو یہ اُن سے الگ ہوگئے ۔

اور انھوں نے آپس میں کہا: ہم ان کی طرح نہیں ہیں۔ نہ ہمارے لیے کوئی ٹھکانا ہے اور نہ ان پر ہمارا اچھا اثر ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم عربوں کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہوجائیں اور ان میں شامل ہوکر عزت حاصل کریں۔ اس لئے یہ لوگ ان سے الگ ہو گئے۔ سعد نے (انھیں ٹھیرا ہوا دیکھ کر) کہا: انھیں کیا ہوگیا۔ المغیرہ بن شعبہ ان کے پاس آئے اور ان سے ان کا حال پوچھا، انھوں نے مغیرہ کو اپنے حال کی خبر دی اور کہا: ہم تمہارے دین میں داخل ہوتے ہیں۔" وہ سعد کے پاس گئے اور انھیں ان کی خبر دی، سعد نے انھیں امان دی اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر یہ لوگ سعد کے ساتھ فتح المدائن و فتح جلولاء میں شریک ہوئے۔ اور واپس ہوکر مسلمانوں کے ساتھ الکوفہ میں اترے۔

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی کہتا ہے: جبانۃ السبیع، سبیع بن سبع بن صعب الہمدانی کی اولاد کی طرف منسوب ہے۔

۲۸۱ صحراء اُثیر، بنی اسد میں سے ایک شخص کی طرف منسوب ہے جسے اُثیر[1] کہتے تھے۔

دُکانِ عبدالحمید، عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کی طرف منسوب ہے، جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے الکوفہ کا عامل تھا

صحراء بنی قراز، قراز بن ثعلبہ بن مالک بن حرب بن طریف بن النمر بن یقدم بن عنزہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب ہے۔

دار الرّدمتین اہل الکوفہ کا مزبلہ تھا، یہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا تھا۔ عنبسہ بن سعید بن العاصی نے یزید بن عبدالملک سے اس کو جاگیر میں مانگا، اس نے دیدیا۔ عنبسہ نے اس کی مٹی ڈیڑھ لاکھ

---

[1] قاموس: اثیر بن عمرو السکونی الکوفی الطبیب۔

درہم میں منتقل کی۔

ابو مسعود کہتا ہے: الحیرہ کا سوق یوسف، یوسف بن عمر بن محمد بن الحکم بن ابی عقیل الثقفی کی طرف منسوب ہے جو الحجاج بن یوسف بن الحکم بن ابی عقیل کا ابن عم تھا اور وہ العراق پر ہشام کا عامل تھا۔

مجھے ابو الحسن علی بن محمد اور ابو مسعود نے خبر دی، ان دونوں نے کہا:— حمّام اَعیَن، سَعد بن ابی وَقّاص کے غلام آزاد اَعیَن کی طرف منسوب ہے — اَعیَن وہی ہے جسے الحجاج بن یوسف نے رستقاباذ سے عبد اللہ بن جارود العبدی کے پاس بھیجا تھا جبکہ اس نے الحجاج کی مخالفت کی تھی۔ لوگوں نے حجاج کو عراق سے نکالنے میں اس کا ساتھ دیا، اور عبد الملک سے درخواست کی کہ حجاج کو معزول کر کے کسی اور کو والی مقرر کیا جائے۔ اَعیَن نے جب اس کو پیغام پہنچایا تو اس نے کہا: اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کرتا — ابو مسعود نے کہا: میں نے سُنا ہے کہ حمّام اَعین عبادیین میں سے ایک شخص کا تھا جسے جابر کہتے تھے۔ جابر حیّان کا بھائی تھا جس کا ذکر الاعشیٰ نے کیا ہے۔ وہ مُنَاة جابر کا مالک تھا جو الحیرہ میں ہے۔ اَعین نے یہ حمّام جابر کے وُرثہ سے خریدا تھا۔"

ابن الکلبی کہتا ہے: الحیرہ میں بیعہ بنی مازِن ازدیوں میں سے ایک قوم بنی عَمرو بن مازِن کا ہے، اور وہ غسّان میں سے ہے۔

حمّام عُمر، عمر بن سَعد بن ابی وقاص کی طرف منسوب ہے۔"

کہتے ہیں: الکوفہ میں شہارسُوج[1] بَجِیلہ، بنی بَجِیلہ کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ مالک بن ثعلبہ بن بُہثہ بن سُلیم بن منصور کی اولاد ہیں (۲۸۲) بَجِیلہ ان کی ماں تھی، اور وہ ان کے نسب میں غالب رہی۔ لوگ غلطی سے بَجِیلہ کہنے لگے۔

---

[1] مراصد، ج ۲، ص ۱۳۵: شہارصوج۔

جَبّانۃ عَرْزم ایک شخص کی طرف منسوب تھا جسے عَرْزم کہتے تھے ۔ اس میں اینٹیں بنائی جاتی تھیں مگر وہ ناقص ہوتی تھیں کیوں کہ ان میں سرکنڈے اور ٹھیکرے ہوتے تھے ۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آگ لگتی تو دیواریں جل جاتی تھیں۔ مجھ سے ابن عرفہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا مجھ سے اسمٰعیل بن علیہ نے ، اور ان سے ابن عَوْن نے، کہ :۔ ابراہیم النخعی نے وصیت کی تھی کہ میری قبر میں عَرْزمی اینٹیں نہ لگائی جائیں ___ اہل الکوفہ میں سے کسی کا قول ہے کہ یہ عَرْزم بنی ہندیل سے ایک شخص تھا۔

جَبّانۃ بِشْر، بِشْر بن ربیعہ بن عمرو بن منارہ بن قُمَیر الخثعمی کی طرف منسوب ہے۔ جس کا یہ شعر ہے :۔

تَحِنَّ بِبَابِ القَادِسِیَّةِ نَاقَتِی وَسَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ عَلَیَّ اَمِیرُ

القادسیہ کے دروازے پر پہنچکر میری ناقہ بلبلائی ۔ اس وقت سَعْد بن وَقّاص مجھ پر امیر تھے ۔

ابومسعود کہتا ہے : الکوفہ میں ایک مقام تھا جو عَنْترۃ الحَجّام کہلاتا تھا، وہ کالا تھا ؛ جب اہل خراسان الکوفہ میں داخل ہوئے تو اس کو حَجّام عَنْتَرۃ کہنے لگے ، اور لوگوں نے یہی نام اختیار کر لیا ۔ یہی معاملہ حَجّام فَرَج اور ضَحّاک رَوّاس اور بَیطار حَیّان میں ہوا ۔ بَیطار حَیّان کو بعض بیطار رستم ، اور بعض بَیطار صلیب کہتے ہیں ؛ اور وہ الحیرہ میں ہے ۔

ہشام بن الکلبی کہتا ہے : زُرارہ ، زُرارہ بن یزید بن عمرو بن عُدس کی طرف منسوب ہے، جو بنی البکّا بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن صَعْصَعہ سے تھا ؛ یہ اس کا گھر تھا ، معاویہ بن ابی سفیان نے اس سے لے لیا، پھر اس کو ضیاع صافیہ[1] میں داخل کر لیا گیا ، اور پھر محمد بن الاشعث بن عُقبۃ الخزاعی کو جاگیر میں دے دیا گیا ۔

---

[1] ضیاع صافیہ : صرفخاص کی جائدادیں ۔

یہی راوی کہتا ہے: الکوفہ میں دارِ حُکَیم، حُکَیم بن سَعد بن ثورالبکائی کی طرف منسوب ہے، حُکَیم اصحاب انماط میں سے تھا۔

قصرِ مُقاتِل، مقاتل بن حسّان بن ثعلبہ بن اَوس بن ابراہیم بن ایوب بن محروق، یکے از بنی امرءُ القیس بن زید بن مناۃ بن تمیم، کی طرف منسوب ہے۔ (۲۰۳)

السَّوادِیہ، سواد بن زید بن عدی بن زید الشاعر العبادی کی طرف منسوب ہے۔ اس کا دادا حمّاد بن زید بن ایوب بن محروق تھا۔

قریۂ ابی صلابتہ، جو الفُرات پر ہے، صلابہ بن مالک بن طارق بن جُبَیر بن ہمّام العبدی کی طرف منسوب ہے۔

اقساس مالک، مالک بن قیس بن عبد ہند بن لُجَم، یکے از بنی حُذاقہ بن زُہر بن ایاد بن نزار، کی طرف منسوب ہے۔

دیرالاعور، ایاد میں سے بنی امیہ بن حُذاقہ کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے جس کا نام الاعور تھا۔ ابو داؤد الایادی اسی کی نسبت کہتا ہے:

وَدَیرٌ یَقُولُ لَہُ الرَّائِدُو نَ وَیلُ اُمِّ دَائِرِ الحُذَاقِیِّ دَارَا

وہ ایک گھر ہے جس کی طرف منزل کی جستجو میں نکلنے والے
کہتے ہیں کہ یہ کم بخت بھی کوئی گھر ہے۔

دیرِ قُرّہ، قُرّہ یکے از بنی امیہ بن حُذافہ کی طرف منسوب ہے اور دیرالسَّوا بھی انھی کی طرف منسوب ہے۔ سوا کے معنی عدل کے ہیں۔ یہ لوگ جب یہاں آتے تو اس کو برابر برابر تقسیم کر لیتے اور آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوا ان میں سے ایک عورت کا نام تھا۔

دیرِ جماجم، ایاد کا ہے۔ ایاد کے اور بنی بَہراء بن عمرو بن الحاف بن قُضاعہ اور بنی القین بن جسر بن شیع اللہ[1] بن وَبَرہ بن تغلب بن حُلوان

---

[1] طبری: شیع اللات۔

بن عمران بن الحاف کے درمیان جنگ ہوئی تھی، جس میں بنی ایاد کے بہت سے آدمی قتل ہوئے، جنگ ختم ہونے کے بعد انھوں نے اپنے مقتولین کو اس دیر کے قریب دفن کر دیا۔ بعد میں لوگ جب یہاں کی زمین کھودتے تو مُردوں کے جمجمے نکلتے تھے، اس لئے اس کا نام دیرالجماجم رکھ دیا گیا۔ یہ روایت الشرقی بن القطامی کی ہے۔ محمد بن السائب الکلبی کہتا ہے: مالک الرماح بن محرز الایادی نے عجمیوں کی ایک جماعت کو قتل کیا اور ان کے جمجمے اس دیر کے پاس نصب کر دیے۔ اس لئے اس کا نام دیرالجماجم رکھ دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ دیر کعب بنی ایاد کا ہے؛ اور بعض کہتے ہیں: کسی اور کا ہے۔ دیر ہند، عمرو بن ہند کی ماں کا تھا، عمرو، المنذر بن ماء السماء کا بیٹا تھا۔ اس کی ماں (ہند) کندیہ تھی۔

دار قمام[1]، حارث بن ہانی الکندی کی بیٹی کا تھا۔ اور یہ دار اشعث بن قیس کے قریب تھا۔ (۴۸۴:۲)

ربیعہ بنی عدی، بنی عدی بن الذمیل کی طرف منسوب ہے، جو لخم کی ایک شاخ ہے۔

کہتے ہیں: طیزناباذ کا نام ضیزناباذ تھا، بعد میں بدل دیا گیا۔ یہ ضیزن بن معاویہ عبید السلیحی کی طرف منسوب ہے۔ سلیح کا نام عمر بن طریف بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھا۔

ربتہ الخضراء، النضیرہ بنت ضیزن کا تھا۔ ضیزن کی ماں جیہلہ بنت تزید بن حیدان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ تھی۔

راوی کہتا ہے: الکوفہ کی مسجد سماک، سماک بن مخرمہ بن حمین الاسدی یکے از بنی الھالک بن عمرو بن اسد کی طرف منسوب ہے۔ اسی کی نسبت الاخطل نے کہا ہے:-

---

[1] مراصد: قمام۔

إنّ سِماكاً بَنَى مَجْداً لِأُسْرَتِهِ حتّى المَماتِ وفِعْلُ الخَيْرِ يُبْتَدَرُ
قد كُنْتُ أَحْسِبُهُ قَيْناً وَأُخْبِرُهُ فاليومَ طُيِّرَ عَنْ أَثْوابِهِ الشَّرَرُ

سماک اپنے خاندان کے لئے مرتے دم تک بزرگی و افزونی کا سامان کرتا رہا۔ وہ اچھے اور نیک کاموں کی طرف دوڑتا ہے۔

پہلے مجھے گمان تھا کہ وہ لُہار ہے لیکن آج اس نے میرے گمان کو راسخ کر دیا، کیوں کہ اس کے کپڑوں سے شرارے نکلے۔

ہالک ان میں پہلا شخص تھا جس نے لُہاری کا کام کیا۔ لیکن اب اُس کی اولاد اس کو اپنے لئے ننگ سمجھتی ہے۔ سماک نے الاخطل سے کہا: تیرا بُرا ہو۔ تجھے کس چیز نے بہکایا؟ تو نے میری مدح کا ارادہ کیا اور ہجو کر دی"! سماک، علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے خوف سے الکوفہ سے بھاگ کر الرّقہ چلا گیا تھا۔

ابن الکلبی کہتا ہے: الکوفہ میں ایک محلہ بنی شیطان، شیطان بن زُہیر بن شہاب بن ربیعہ بن ابی اسود بن مالک بن حَنظلہ بن مالک بن مناۃ بن تمیم کا ہے۔

ابن الکلبی کہتا ہے: آج کل دار عیسیٰ بن موسیٰ کے نام سے جو گھر معروف ہے، وہ العَلاء بن عبدالرحمٰن بن مُحرِز بن حارثہ بن ربیعہ بن عبدالعُزّیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف کا تھا۔ العلاء ابن الزبیر کے زمانے میں الکوفہ کی ربعی چراگاہ پر مقرر تھا۔ سکّۃ ابن مُحرِز اسی مُحرِز بن حارثہ کی طرف منسوب ہے۔ (۲۸۵)

الکوفہ میں ایک رستہ ہے جو عُمیرہ بن شہاب بن مُحرِز بن ابی شمر الکندی کی طرف منسوب ہے۔ اس کی بہن عمر بن سعد بن ابی وقاص کے نکاح میں تھی جس سے اس کے ہاں حفص بن عمر پیدا ہوا۔

صحراء شَبَث بنی تمیم میں سے شَبَث بن رِبعی الرِّیاحی کی طرف منسوب ہے۔"

کہتے ہیں: الکوفہ میں دار جُحَیر، بن جَعد الجُمحی کی طرف منسوب ہے۔

کہا: بئرالمبارک جو مقبرہ جُعفی میں ہے المبارک بن عِکرمہ بن حمیری الجُعفی کی طرف منسوب ہے۔

عَمارہ کی چکی، عُمارہ بن عُقبہ بن ابی مُعَیط بن ابی عمرو بن امیہ کی طرف منسوب ہے۔

جَبّانۃ سالم، سالم بن عَمّار بن عبدالحارث، یکے از بنی دارم بن نہار بن مُرّہ بن صَعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کی طرف منسوب ہے۔ بنی مُرّہ بن صَعصعہ اپنی ماں سَلول بنت ذُہل بن شیبان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔"

کہتے ہیں: صحراء البروخت، البروخت شاعر الضَبّی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اس کا نام علی بن خالد تھا۔"

کہتے ہیں: مسجد عَنَز، بنی عَنَز بن وائل بن قاسط کی طرف منسوب ہے۔

مسجد بنی جَذِیمہ، بنی جَذِیمہ بن مالک بن نصر بن قُعَین بن حارث بن ثعلبہ بن دُودان بن اَسَد کی طرف منسوب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں: بنی جَذِیمہ بن رَوَاحۃ العبسی کی طرف منسوب ہے۔ اس میں صرّافوں کی دُکانیں تھیں۔

کہا: الکوفہ میں ایک مسجد ہے جو بنی المُقاصف بن ذَکوان بن زُبَیۃ بن حارث بن قُطَیعہ بن عَبس بن بَغیض بن رَیث بن غطفان بن سَعد بن قیس بن عَیلان کی طرف منسوب ہے۔ لیکن اب ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے۔

کہا: مسجد بنی بَہدَلہ، کِندہ میں سے بنی بَہدَلہ بن مثل بن معاویہ کی طرف منسوب ہے۔

کہا: الکوفہ میں بئر الجعد، جُعد-غلام آزاد کردہ ہمدان-کی طرف منسوب ہے۔

(۲۸۶) کہا: دار ابی ارطاۃ، اَرطاۃ بن مالک البجلی کی طرف منسوب ہے۔

کہا: دار المُقطع، المُقطع بن سُنین الکلبی بن خالد بن مالک کی طرف منسوب ہے۔ ابن الرِقاع نے اسی کی نسبت کہا ہے:

عَلٰی ذِی مَنَارٍ تَعرِفُ العَینُ شَخصَہٗ　　کَمَا یَعرِفُ الاَضیَافُ دَارَ المُقَطَّعِ

اس کی شخصیت ایک واضح نشان ہے۔ آنکھ اُسے اس طرح پہچانتی ہے جس طرح مہمان دار المقطع کو پہچانتے ہیں۔

کہا: قصر العَدَسیین، جو الحیرہ کی ایک جانب ہے، بنی عمّار بن عبدالمسیح بن قیس بن حَرمَلہ بن عَلقمہ بن عَدَس الکلبی کا ہے۔ یہ لوگ اپنی دادی عَدَسہ بنت مالک بن عوف الکلبی کی طرف منسوب ہیں۔ عَدَسہ عامر المذمّم کے دو بیٹوں: الرماح و الشنظ کی ماں تھی۔

مجھ سے اہل الحیرہ میں سے ایک بڑے بوڑھے نے بیان کیا کہ:— الحیرہ میں قصور آل منذر کے انہدام کے کاغذات میں یہ بات پائی گئی کہ الکوفہ کی مسجد جامع انھی قصروں میں سے کسی کے مسالے سے بنی اور اس کی قیمت اہل الحیرہ کے جزیہ میں محسوب کر لی گئی۔

مجھ سے ابو مسعود وغیرہ نے کہا: خالد بن عبداللہ بن اَسد بن کُرز القَسری نے، جو بجیلہ میں سے تھا، اپنی ماں کے لئے جو نصرانیہ تھی، ایک بیعہ بنایا جس میں آج کل الکوفہ کا سکۃ البرید ہے۔

کہا: خالد نے دکانیں بنوائیں جن کی چھتیں لمبی تھیں اور ان پر اینٹ اور گچ کا لداؤ تھا۔ اور نہر کھدوائی جو الجامع کے نام سے معروف ہے۔ اور ایک قریہ میں قصر بنایا جو قصر خالد کے نام سے معروف ہے۔

خالد کے بھائی اَسد بن عبداللہ نے ایک قریہ لیا جو سوق اسد کے نام سے معروف ہے، اور وہاں بازار بنایا، اور لوگوں کو اس میں

لاکر آباد کیا، اس لئے اس کو سوق اسد کہا گیا۔ اس بازار کی دوسری جانب عتّاب بن وَرْقاء الرِّیاحی کی جاگیر تھی جب وہ خراسان کا والی ہو کر جا رہا تھا تو اس کے لشکر نے اسی بازار کے قریب پڑاؤ کیا تھا۔

ابو مسعود نے کہا: عمر بن ہُبَیْرَہ بن مُعَیّتہ الفزاری نے اپنی ولایت عراق کے زمانے میں قنطرۃ الکوفہ بنوایا۔ پھر خالد بن عبد اللہ القَسْرِی نے اس کو درست اور مستحکم کرایا۔ اس کے بعد بھی کئی دفعہ اس کو درست کرایا گیا۔

کہا: ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا کہ جاہلیت میں سب سے پہلے جس نے قنطرہ بنایا وہ عَبادؔ[1] میں سے (قبیلہ) جُعفی کا ایک شخص تھا (۲۸۷) جب یہ قنطرہ گر گیا تو اس کی جگہ جِسْر (: پل) بنا دیا گیا۔ پھر اسلام میں زیاد بن ابی سفیان نے، اور اس کے بعد ابن ہُبَیْرَہ نے، اور اسکے بعد خالد بن عبد اللہ نے، اور اس کے بعد یزید بن عمر بن ہُبَیْرَہ نے بنوایا۔ اور بنی امیہ کے بعد بھی کئی دفعہ درست کرایا گیا۔

مجھ سے ابو مسعود وغیرہ نے بیان کیا کہ:— یزید بن عمر بن ہُبَیْرَہ نے الکوفہ میں نہر الفُرات پر ایک شہر (مدینہ) بنایا اور ابھی کچھ کام باقی تھا اور وہ تمام ہوا تھا کہ اس میں آکر اتر گیا۔ پھر اس کے پاس مروان کا نامہ آیا جس میں مروان نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ اہل الکوفہ کی مجاورۃ (ہمسائگی) سے اجتناب کرے۔ یزید نے اس شہر کو چھوڑ دیا اور جِسْر سورا، کے قریب ایک قصر بنوا کر اُس میں رہنے لگا۔ یہ قصر، قصر ابن ہُبَیْرَہ کے نام سے معروف ہے۔

پھر جب امیر المومنین ابو العباس کو غلبہ حاصل ہوا تو اس نے اسی شہر میں بود و باش اختیار کی، اس کے تمام قصروں کی تعمیر مکمل کرائی،

---

[1] عباد (بالفتح) عرب کے پراگندہ قبائل جو الحیرہ میں نصرانیت پر جمع ہو گئے تھے۔ عبادی کی نسبت اسی طرف ہے۔

اور نئے قصر بھی بنوائے، اور اس کا نام "الہاشمیہ" رکھا؛ مگر لوگ اس کو ابن ہُبَیرہ ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (ابو العباس نے) کہا: میں دیکھتا ہوں کہ ابن ہُبیرہ کا نام اس سے جُدا نہیں ہوگا"۔ اس نے اس شہر کو چھوڑ دیا، اور اس کے بالکل سامنے مدینۃ الہاشمیہ بنایا اور اس میں آکر اترا۔ پھر اس نے الانبار کا قیام پسند کیا اور یہاں اپنا معروف شہر بنایا اور مرنے کے بعد اسی میں دفن کیا گیا۔

ابو جعفر المنصور اس کا جانشین ہوا تو وہ بھی الکوفہ کے مدینۃ الہاشمیہ ہی میں رہا۔ اور جو کچھ بننا باقی رہ گیا تھا، تمام کرایا۔ اس نے اسکے علاوہ اور منازل بھی بنوائیں اور اپنی مرضی کے موافق اس کی آرائش کی۔ پھر وہ یہاں سے بغداد کی طرف منتقل ہو گیا، بغداد کو آباد کیا اور اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ اس کی قدیم شہر پناہ درست کرائی، جو دجلہ سے شروع ہو کر الفُراۃ پر ختم ہوتی تھی۔

الہاشمیہ میں المنصور نے عبد اللہ بن الحسن بن علی ابن ابی طالب کو، ان کے بیٹوں محمدؐ و ابراہیم کی وجہ سے، قید کیا تھا۔ یہیں ان کی قبر ہے۔

المنصور نے الکوفہ میں الرُّصافہ بنوایا اور ابو الخصیب مرزوق اپنے غلامِ آزاد کو حکم دیا کہ اُس کے لئے قدیم بنیادوں پر قصر بنوائے۔ لیکن یہ قصر ابو الخصیب ہی کے نام سے معروف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قصر ابو الخصیب نے خود اپنے لئے بنوایا تھا، جہاں المنصور اس سے ملنے آتا تھا۔

الخَوَرنق قدیم فارسی زمانے کا ہے۔ اس کو النعمان بن امرئ القیس نے، کہ الشَّقیقہ بنت ابی ربیعہ بن ذُہل بن شیبان کا بیٹا تھا، بہرام جور (گور) بن یزدجرد بن بہرام بن سابور (شاپور) ذی الاکتاف کے لئے بنوایا تھا۔ بہرام جور، النعمان کے زیر تربیت تھا۔ یہ وہی نعمان ہے جس نے پادشاہی ترک کر کے سیاحت کی تھی۔ عدی بن

زید العبادی نے اپنے شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جب دولت مبارکہ کو غلبہ حاصل ہوا تو الخورنق ابراہیم بن سلمہ کو،
(۲۸۸) جو خراسان میں عباسیوں کا داعی تھا، جاگیر میں عطا کیا گیا۔ ابراہیم،
عبدالرحمٰن بن اسحاق کا جو المامون و المعتصم باللہ کی خلافت میں مدینۃ
السلام کے قاضی تھے، دادا تھا۔ ابراہیم رِباب کا غلام آزاد تھا۔ ابراہیم
نے ابوالعباس کی خلافت میں الخورنق کا وہ قبہ تعمیر کرایا جو اِس سے
قبل موجود نہ تھا۔

مجھ سے ابومسعود الکوفی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے
یحییٰ بن سَلَمہ بن کُہَیل الحضرمی نے بیان کیا، اور ان سے اہل الکوفہ
کے بعض مشائخ نے، کہ :۔۔۔ جب مسلمانوں نے المدائن فتح کیا تو ایک
ہاتی ان کے ہاتھ آیا۔ اس سے پہلے جتنے ہاتی ان کے ہاتھ آئے تھے
ان کو انھوں نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے متعلق (حضرت) عمر سے
دریافت کیا، انھوں نے لکھا: "فروخت کردو۔" چنانچہ اس کو فروخت کر دیا گیا
اور اہل الحیرہ میں سے ایک شخص نے اس کو خرید لیا۔ وہ لوگوں کو
دکھاتا، اس پر جھول ڈال کر سوار ہوتا، اور بستی میں چکر لگاتا تھا۔
یہ ہاتی کچھ زمانے تک اس کے پاس رہا۔ پھر یہ ہوا کہ ام ایوب بنت
عُمارہ بن عُقبہ بن ابی مُعَیط نے ۔۔جو المُغیرہ بن شُعبہ کی بیوی تھی، اور
جس سے (المغیرہ کے بعد) زیاد نے شادی کی تھی ۔۔۔ ہاتی کو دیکھنا چاہا۔
ام ایوب اُن دنوں اپنے باپ کے گھر میں تھی۔ ہاتی اس کے پاس لایا گیا
اور مسجد کے دروازے پر، جو باب الفیل کہلاتا ہے، ٹھیرایا گیا۔ اس نے ہاتی
کو دیکھا، اس کے مالک کو کچھ دیا، اور واپس کر دیا۔ لیکن ہاتی چند قدم
چلا تھا کہ گرا اور مرگیا۔[1] اس وجہ سے اس دروازے کو باب الفیل کہنے لگے۔
بعض کہتے ہیں : اس ہاتی کو الولید بن عُقبہ بن ابی مُعَیط کی

---

[1] طبری، ج ۲، ص ۔۔۲۷، ذکر باب الفیل۔

بیوی نے دیکھنے کے لئے بلوایا تھا۔

بعض کہتے ہیں : ایک جادوگر نے لوگوں کو یہ کرشمہ دکھایا تھا کہ ایک گدھے پر ہاتی کو سوار کرکے اس دروازے سے نکالا۔ مگر یہ لغو ہے۔

بعض کہتے ہیں : مسجد کا کنڈ ہاتی پر رکھ کر اس دروازے میں لایا گیا تھا اس لئے اس دروازہ کو باب الفیل کہنے لگے۔

بعض کہتے ہیں : کسی عامل کا ہاتی اس دروازے میں بشدت گھس گیا تھا اس لئے یہ دروازہ اسی کی طرف منسوب ہوگیا۔

لیکن ان خبروں میں پہلی خبر زیادہ صحیح ہے۔

مجھ سے ابومسعود نے بیان کیا کہ :— الکوفہ میں جَبّانۃ میمونؔ محمّد بن علی بن عبداللہ کے غلام آزاد میمون کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ ابو بشر بن میمون ہے۔ بغداد میں باب الشام کے قریب جو طاقاۃ (: محرابیں) ہیں ان کا مالک بھی یہی ہے[1]

صحرار اُمّ سَلَمَہ، ابوالعباس کی بیوی اُمّ سَلَمَہ بنت یعقوب بن سَلَمَہ بن عبداللہ بن الولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کی طرف منسوب ہے۔" (۲۸۹)

مجھ سے ابومسعود نے بیان کیا کہ :— المنصور نے الکوفہ کی خندق کھودنے کے مصارف اہل الکوفہ سے لئے، اور ہر شخص پر چالیس درہم عاید کئے، وہ اہل الکوفہ سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ طالبین کی طرف میلان رکھتے اور حکومت کے خلاف بُری خبریں پھیلاتے تھے۔

ہم سے حسین بن الاسود نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے جابر نے اور ان سے عامر نے، کہ :— (حضرت) عمر نے اہل الکوفہ کو راس العرب لکھا۔

---

[1] یعقوبی، ص ۲۰۰۔

ہم سے حسین نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے وکیع نے کہا، ان سے سُفیان نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے، اور ان سے نافع بن جُبَیر بن مُطعِم نے، کہ :— (حضرت) عمر نے کہا: الکوفہ میں سر برآوردہ لوگ ہیں۔

ہم سے حسین بن الاسود نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے وکیع نے کہا، ان سے قیس بن الرَّبیع نے، اور ان سے شَمِر بن عَطِیَّہ نے، کہ :— (حضرت) عمر نے الکوفہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: وہ اللہ کا تیر، ایمان کا خزانہ، اور عرب کا جمجمہ ہیں۔ وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے اور اہل الامصار کی مدد کرتے ہیں۔

ہم سے ابو نصر التمار نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے شَرِیک بن عبداللہ بن ابی شریک العامری نے کہا، ان سے جُنْدُب نے اور ان سے سلمان نے، کہ :— الکوفہ قبۃ الاسلام ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو اس شہر میں نہ رہتا ہو۔ یا (کم از کم) جس کے دل میں یہاں آنے کی خواہش نہ ہو۔

واسط العِراق کا حال

مجھ سے عبدالحمید بن واسع الختلی الحاسب نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے کہا، اور ان سے حسن بن صالح نے، کہ:- پہلی مسجد جامع جو السواد میں بنائی گئی المدائن کی مسجد ہے۔ یہ مسجد سعد اور ان کے ساتھیوں نے بنائی تھی، پھر بعد میں وسیع کی گئی اور اس کی بنا محکم کی گئی۔ یہ کام حُذَیفہ بن الیمان نے کیا تھا۔ حذیفہ نے سنہ ۳۶ھ میں المدائن میں وفات پائی۔ اس کے بعد الکوفہ کی مسجد بنی اور اس کے بعد الانبار کی مسجد بنی۔ (۲۹۰)

راوی نے کہا: الحجاج نے سنہ ۸۳ھ یا ۸۴ھ میں مدینۃ واسط آباد کیا، اور اس کی مسجد، اور اس کا قصر، اور اس کا قُبّۃ الخضرا[1] بنوایا۔

واسط سرکنڈوں کی زمین تھی، اس مناسبت سے اس کا نام "واسط القصب" رکھا گیا۔ اس کے اور الاہواز اور البصرہ اور الکوفہ کے درمیان یکساں مسافت ہے۔

ابن القِرِیّۃ نے کہا: الحجاج نے (اپنا قصر) غیر ملک میں بنوایا

---

[1] الحجاج نے اس کا نام قبۃ الخضرا رکھا تھا، المنصور نے اس پر قبضہ کیا تو اس کا نام باب الذہب رکھا۔

اور وہ اس کو اپنی اولاد کے سوئی دوسروں کے لئے چھوڑ جائے گا۔

مجھ سے اہلِ واسط میں سے ایک شیخ نے بیان کیا، اور اُس سے وہاں کے متعدد شیوخ نے، کہ:۔ الحجاج نے واسط کی بناء و تعمیر سے فارغ ہو کر عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ میں نے الجبل و مِصْرَین (: الکوفہ و البصرہ) کے درمیان بلند و فراز قطعۂ زمین میں ایک شہر بسایا ہے اور اس کا نام "واسِط" رکھا ہے۔[کِرِشْ: زمینِ بلند و فراز] اس مناسبت سے اہلِ واسط کو الکرشیین کے نام سے موسوم کیا گیا۔

واسِط کی بناء سے قبل الحجاج کا ارادہ کَسکَر کے علاقے میں القَین میں رہنے کا تھا۔ اسی غرض سے اس نے نہرالصین کھدوائی اور اس کے لئے کاری گر جمع کئے اور ان کو ایک ساتھ باندھ دینے کا حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ جائے۔ لیکن بعد میں اس کی رائے بدل گئی اور اس نے واسطِ آباد کیا، اور اس میں قیام کیا۔

پھر اس نے نہرالنّیل و نہرالزابی کھدوائی ـــ زابی اس لئے نام رکھا کہ یہ نہر اس نے زابیٔ قدیم سے نکالی تھی ـــ ان نہروں کے پاس کی زمینوں کو اس نے قابلِ کاشت بنایا اور وہ شہر تعمیر کرایا جو النیل کے نام سے معروف ہے، اور اس کو آباد کیا۔

پھر اس نے ان جائدادوں (: ضِیاع) کی طرف توجہ کی جو عبداللہ بن دَرّاج، معاویہ بن ابی سفیان کے غلام آزاد، نے اس زمانے میں جب کہ وہ المغیرہ بن شعبہ کے ساتھ الکوفہ کا والیٔ خراج تھا (معاویہ کے لئے) متروک اور بنجر زمینوں اور دلدلوں اور پانی کے جوہڑوں اور گھنے جنگلوں سے نکالی تھیں۔ الحجاج نے ان پر پشتے بنوائے، اور سرکنڈے کٹوا کر ان کو آباد کیا اور عبدالملک بن مروان کے صرفخاص میں شامل کر دیا۔

الحجاج نے واسط کی مسجد جامع اور اپنے قصر میں زَنْدَوَرْد، دوقرہ، دارِوساط، دیر ماسرجبان اور شرابیط سے دروازے لاکر لگائے۔

اس بات پر ان شہروں کے باشندے ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا: ہمارے شہروں اور ہمارے اموال کو امان دی گئی ہے۔ لیکن الحجاج نے ان کی بات پر التفات نہ کی۔

راوی کہتا ہے: خالد بن عبد اللہ القسری نے نہر المبارک کھدوائی، اس پر الفرزدق نے کہا ہے:ـ

كَاَنَّكَ بِالمُبَارَكِ بَعْدَ شَهْرٍ	تَخُوضُ غُمُورُهُ بُقَعُ الكِلَابِ (۲۹۱)

تو دیکھنا بھر بعد نہر مبارک میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے
اس کی سیاہ گہرائیوں میں چت کبراپن پیدا ہو گیا ہے۔

پھر ایک طویل قصیدے میں اس نے کہا ہے:ـ

اَعْطَى خَلِيفَتُهُ بِقُوَّةِ خَالِدٍ	نَهَرًا يَفِيضُ لَهُ عَلَى الاَنْهَارِ
اَنَّ المُبَارَكَ كَاسْمِهِ يُسْقَى بِهِ	حَرْثُ السَّوَادِ وَنَاعِمُ الجَبَّارِ
وَكَاَنَّ دِجْلَةَ حِينَ اَقْبَلَ مَدُّهَا	نَابٌ يُمَدُّ لَهُ بِحَبْلِ قِطَارِ

خالد کے بازو سے اس کے خلیفہ کو ایسی نہر عطا کی گئی ہے
جو لبریز بہتی ہے۔
مبارک سے جیسا کہ اس کا نام ہے، السواد کی کھیتیاں
اور بڑے بڑے درخت سیراب ہوتے ہیں۔
جب دجلہ کے مد کا وقت آتا ہے تو

مجھ سے محمد بن خالد بن عبد اللہ الطحان نے کہا، اور انھوں نے کہا مجھ سے میرے شیوخ نے کہا، کہ:ـ خالد بن عبد اللہ القسری نے ہشام بن عبد الملک سے دجلہ پر قنطرہ (: پل) بنانے کی اجازت مانگی۔ ہشام نے اس کو لکھا: اگر یہ ممکن ہوتا تو ایرانی پہلے ہی بنا لیتے۔ خالد نے پھر لکھا۔ ہشام نے جواب دیا: اگر تجھے یقین ہے کہ اس کام میں

کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو بنا "خالد نے بنوایا اور اس پر بہت خرچ کیا، لیکن زیادہ مدّۃ نہ گزری تھی کہ پانی نے پل توڑ دیا۔ ہشام نے خالد سے اس کے مصارف کا تاوان لیا۔

کہتے ہیں: وہ نہر جو نہر البَزّاق کے نام سے معروف تھی، قدیم نہر تھی۔ نبطیوں کی زبان میں اس کا تلفظ بَسّاق تھا " یعنی جو پانی کو قریب کی نہر سے کاٹ کر اپنی طرف کھینچ لے " اس نہر میں آجام السیب کا فاضل پانی اور الفُرات کے پانی کا ایک حصہ جمع ہوتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس کو البَزّاق کہا۔

نہر میمون کا قصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کو اُمّ جعفر زُبَیدہ بنت جعفر بن المنصور کے وکیل سعید بن زید نے کھدوایا۔ اس کا دہانہ ایک قَریَۃ کے پاس تھا جس کو قَریَۃ میمون کہتے تھے۔ الواثق باللہ کے زمانے میں عمر بن فرج الرُّخّجی نے اس کا دہانہ بدل دیا لیکن اس کا نام نہر میمون ہی رہا کہ یُمن (= سعادت) کا ذکر اس سے جُدا نہو۔

مجھ سے محمّد بن خالد نے کہا: امیر المومنین المہدی نے نہر الصِلَہ کھود نے کا حکم دیا، وہ کھودی گئی، اور اُس کی وجہ سے اُس کے آس پاس کی زمینیں قابل کاشت ہوگئیں؛ اور اس کی آمدنی اہل حرمَین کی مدد معاشوں اور روزینوں اور نفقاتِ حرم کے لئے مخصوص کردی گئی۔ ان زمینوں میں کاشت کرنے کے لئے جن مزارعین کو آمادہ کیا گیا اُن سے یہ شرط کی گئی کہ وہ دو خُمس سالیانہ خراج بھی دیں گے، اور پچاس برس گزرنے کے بعد ان پر مقاسمے کا طریق جاری ہوگا۔ اسی (آخر الذکر) شرط پر وہ آج تک قائم ہیں۔

(۲۹۲) نہرِ امیر، عیسیٰ بن علی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ اُس کی جاگیر میں ہے۔

ہم سے محمدؒ بن خالد نے بیان کیا کہ:۔ محمدؒ بن قاسم نے الحجاج کو الثند سے ہَدِیَّۃً ایک ہاتی بھیجا۔ اس کو کشتی میں سوار کر کے البطائح عبور کرایا گیا اور مَشْرَعہ پر اتارا گیا، جسے مَشْرَعۃ الفیل کہتے ہیں۔ اس وقت سے اس گھاٹ کا نام مَشْرَعۃ الفیل یا فُرضۃ الفیل[1] رکھ دیا گیا۔

---

[1] مَشْرَعَہ: گھاٹ، مشرعۃ الفیل: ہاتی گھاٹ۔ فرضہ: بندرگاہ، فرضۃ الفیل: بندرگاہ فیل۔

البطائح

(مُرداب)

مجھ سے اہل العلم کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ :— فارسی اپنے ملک کے زوال کی نسبت آپس میں گفتگوئیں کیا کرتے تھے۔ اور اس کی علامت کے طور پر ان زلزلوں اور طوفانوں کو پیش کرتے تھے جو اس زمانے میں آئے تھے۔

نہر دجلہ، دجلۃ البصرہ کی طرف، جسے العوراء کہتے ہیں[1] بہہ کر متعدد شاخوں میں تقسیم ہوجاتی ہے؛ ان شاخوں میں تقسیم ہونے کے بعد باقی پانی اصل دھارے میں بہتا ہے، اور اصل دھارا (ایسا معلوم ہوتا ہے) جیسے وہ بھی ان شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

قُباذ بن فَیروز کے زمانے میں کَسکَر کے زیریں حصے (یعنی دجلہ کے پشتے) میں بہت بڑا شگاف ہوگیا، اس کی طرف سے غفلت برتی گئی، پانی بہہ نکلا اور آباد زمینوں کا ایک بڑا حصہ (جو اس کے قریب تھا[2])

---

[1] دجلۃ البصرہ یا العوراء، نہر دجلہ کا وہ حصہ ہے جہاں دجلہ و الفرات کا سنگم ہوتا ہے اور پھر یہ دونوں نہریں مل کر خلیج فارس میں جا گرتی ہیں — یاقوت۔

[2] قدامہ بن جعفر، ص ۲۴۰۔

غرق ہوگیا۔ قُباذ کمزور آدمی تھا اور اپنے معاملات میں قلیل التَّفَقُّد تھا۔ جب اس کا بیٹا انُوشِروان بادشاہ ہوا تو اس نے پشتے کی مرمت کرائی اور ان میں سے بعض زمینیں آباد کی گئیں۔

پھر جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حُذافۃ السَّہمی کو کسریٰ اَبَرْوِیز کے پاس بھیجا ــــ اور یہ بقولِ بعض ۷ھ ہجری اور بقولِ بعض ۶ھ ہجری تھا ــــ دجلہ و الفُرات میں اتنا پانی آیا کہ نہ اس سے پہلے کبھی (ان نہروں میں) اتنا پانی دیکھنے میں آیا اور نہ اس کے بعد۔ اس کی وجہ سے پشتوں میں بڑے بڑے شگاف پیدا ہوگئے۔ اَبَرْوِیز نے ان شگافوں کو بند کرانے کی کوشش کی، لیکن پانی رُک نہ سکا، اور اُس علاقے کی طرف بہہ نکلا جو البطائح کہلاتا ہے، عمارات و زروع پر پھیل گیا اور متعدد طساسیج غرق ہوگئے۔ کسریٰ ان شگافوں کو بند کرانے کے لئے خود آیا۔ اموال خرچ کئے اور کاریگروں کو سزاءً قتل کیا، حتیٰ کہ ایک شگاف کو بند کرنے کے لئے، جیساکہ کہا جاتا ہے، ایک دن میں چالیس جَبّاروں کو سولی دی؛ تاہم وہ کسی طرح پانی پر غالب نہ آسکا۔ اس کے بعد عرب ارضِ عراق میں داخل ہوئے اور عجمی ان کے ساتھ جنگوں میں الجھ گئے، (۲۹۳) شگاف بڑھتے رہے اور وہ ان کی طرف التفات نہ کرسکے۔ دہاقین ان کے بند کرنے سے عاجز آگئے، اور بطیحہ[1] وسیع و عریض ہوتی گئی۔

پھر جب معاویہ بن ابی سفیان والئ امر ہوئے اور انھوں نے عبداللہ بن دَرّاج، اپنے غلامِ آزاد، کو العراق کے خراج پر مقرر کیا تو اس نے معاویہ کے لئے مُرداب (= البطائح) میں سے زمینیں نکالیں اور ان کو قابلِ کاشت بنایا حتیٰ کہ ان زمینوں کی آمدنی پچاس لاکھ درہم تک پہنچ

---

[1] بطیحہ (ج بطائح): وسیع زمین پر پھیلا ہوا پانی جس کی تہ میں باریک ریت ہو۔ یہ بہت وسیع و عریض دلدل تھی جو ارض نہرین کے نشیبی حصے میں دجلہ و فرات کے سیلاب سے پیدا ہوئی تھی ــــ ابن رستہ، ص ۹۴۔

گئی ۔ اس نے تمام سرکنڈے کٹوائے اور پشتے بندھوا کر پانی پر قابو حاصل کیا ۔

پھر حسان النبطی، بنی ضبّہ کے غلام آزاد بنے ــــ اور یہی البصرہ میں حوضِ حسان کا مالک تھا اور اسی کی طرف البطائح میں منارۂ حسان منسوب ہے ــــ الولید کے زمانے میں الحجاج کے لئے اور پھر ہشام بن عبدالملک کے لئے بطیحہ کی زمینوں میں سے (بہت سی) زمینیں نکالیں ۔

کہتے ہیں : البطائح کے ظاہر ہونے سے قبل کَسکَر میں ایک نہر تھی جسے الجنّب کہتے تھے ــــ اس کے جنوبی کنارے پر نَیسان و دُشتمَیسان اور الاہواز کی طرف جانے والی برید کی سڑک تھی ۔ جب البطائح ظاہر ہوئے تو برید کی سڑک کا جو حصہ بَن ہو گیا وہ آجام البرید (: ڈاک بن) کہلانے لگا ۔ اور دوسری جانب کا حصہ آجام اغمر بنی[1] کے نام سے موسوم ہوا ۔ اس حصے میں بڑے بڑے بن تھے ــــ یہ نہر اُن اراضی جامدہ میں واقع ہے جو حال میں قابلِ زراعت بنائی گئی ہیں ۔

مجھ سے ابومسعود الکوفی نے اپنے شیوخ کے حوالے سے بیان کیا کہ : ــــ مُرداب (: البطائح) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد پیدا ہوئے ۔ فارسیوں کا پادشاہ اَبَرْوِیز تھا ۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ (دجلہ والفرات کے پشتوں میں[2] بڑے بڑے شگاف پیدا ہو گئے جن کے بند کرنے سے کسریٰ عاجز ہو گیا ، اور ان سے نہریں بہہ نکلیں حتیٰ کہ بطائح پیدا ہو گئے ۔ پھر اُس زمانے میں جبکہ مسلمان عجمیوں سے لڑے (دجلہ والفرات میں) مدّ ہوا ، شگاف بڑھ گئے اور ان کے بند کرنے کی طرف کسی نے توجہ نہ کی ، اس وجہ سے بطیحہ وسیع ہو گئی اور بڑھ گئی ۔ بنی امیہ نے اس میں سے کچھ زمینیں نکالیں اور ان کو قابلِ زراعت بنایا ، لیکن یہ زمینیں

---

[1] یہ نبطی زبان کا لفظ ہے ۔ اس کے معنی ہیں : بڑا اور گھنا جنگل ۔ ــ قدامہ بن جعفر، ص ۲۴۱، طبع یورپ ۔

[2] جغرافیہ خلافت مشرقی ۔

الحجاج کے زمانے میں انفجار شق کی وجہ سے پھر غرق ہوگئیں ، اور الحجاج نے زمینداروں کو نقصان پہنچنے کی غرض سے اس کو بند کرانے کی طرف توجہ نہیں کی۔ الحجاج نے ان پر ابن الاشعث کے ساتھ موالات کی تہمت لگائی تھی جبکہ اس نے الحجاج پر خروج کیا تھا۔ لیکن بعد میں حسّان النبطی نے ہشام کے لئے بطیحہ کی زمینوں میں سے کچھ زمینیں نکالیں۔

ابوالاسد، جس کی طرف نہر ابوالاسد منسوب ہے، امیرالمومنین المنصور کے سرلشکروں (: قُوّاد) میں سے تھا؛ جن کو اس نے البصرہ کی طرف (۲۹۴) بھیجا تھا جب کہ وہاں عبداللہ بن علی ٹھیرے ہوئے تھے؛ اور اسی نے عبداللہ بن علی کو الکوفہ میں داخل کیا۔

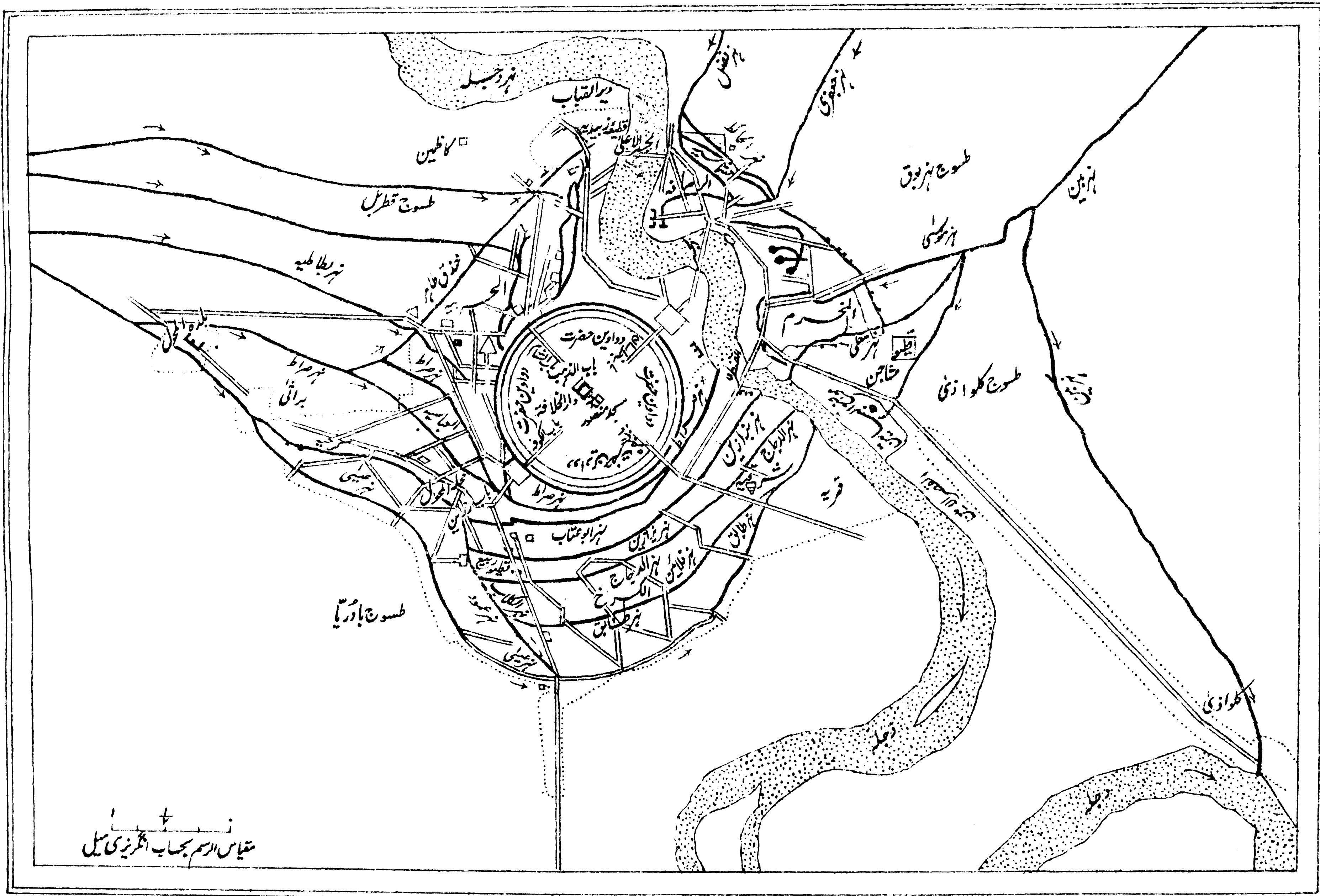
مجھ سے عمر بن بُکَیر نے بیان کیا کہ :۔ المنصور رحمہ اللہ نے ابوالاسد اپنے غلام آزاد کو بھیجا۔ اس نے المنصور اور عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکر کے درمیان چھاؤنی چھائی اور وہ ان دنوں ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب سے جنگ کر رہا تھا۔ یہ ابوالاسد وہی ہے جس نے بطیحہ کے قریب وہ نہر کھدوائی تھی جو نہر ابوالاسد کے نام سے معروف ہے۔

ایک دوسرے راوی نے بیان کیا کہ :۔ ابوالاسد اس نہر کے دہانے پر جاکر ٹھیر گیا تھا۔ اس کی گذرگاہ اتنی تنگ تھی کہ کشتیاں اس میں داخل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اُس نے اُس کے دہانے کو وسیع کیا اس وجہ سے یہ نہر اُس کی طرف منسوب ہوگئی۔

ابومسعود نے کہا :۔ دولت مبارکہ کے زمانے میں بہت سے شگاف پھوٹ نکلے جن کی وجہ سے بطائح زیادہ وسیع ہوگئے اور الفُرات سے بہت سے مغائض پیدا ہوگئے جن میں سے بعض باز یافت کئے گئے۔

مجھ سے ابومسعود نے بیان کیا اور ان سے عَوانہ نے ، کہ :۔
الحجاج کے زمانے میں شگاف پیدا ہوئے اور پانی بہہ نکلا۔ الحجاج نے الولید بن عبدالملک کو لکھا کہ ان شگافوں کو بند کرنے کے مصارف کا اندازہ

تیس لاکھ درہم کیا گیا ہے۔ الولید نے اس کو بہت سمجھا۔ پھر اس سے مسلمہ بن عبدالملک نے کہا : ہم اس کام پر اس شرط سے خرچ کرتے ہیں کہ تیس لاکھ درہم خرچ ہونے کے بعد جن نشیبی زمینوں میں پانی باقی رہ جائے وہ مجھے جاگیر میں دے دی جائیں ؛ مصارف کا متولی آپ کا معتمد علیہ اور خیرخواہ الحجاج ہو گا۔" الولید نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور اس طرح مسلمہ کو وہ زمینیں حاصل ہو گئیں جن میں متصل کئی طسوج تھے۔ مسلمہ نے ان زمینوں میں (آب پاشی کے لئے) سیبین کھدوائیں، اکار و مزارعین جمع کئے اور ان زمینوں کو آباد کیا ؛ اور بہتوں نے اس کی پناہ میں حفاظت حاصل کرنے کے لئے اپنی جائدادیں خود ہی اس کے علاقے میں شامل کر دیں۔ جب دولت مبارکہ کا زمانہ آیا اور بنی امیہ کے اموال ضبط کر لئے گئے تو السیبین کا پورا علاقہ داؤد بن علی بن عبد اللہ بن العباس کو جاگیر میں دے دیا گیا، پھر اُس کے ورثہ سے اس پورے علاقے کے مالکانہ حقوق خرید لئے گئے اور اس کو خلافت کی جائدادوں میں شامل کر لیا گیا۔



مدینۃ السلام (بغداد)

مدینۃ السلام

کہتے ہیں : بغداذ[1] قدیم شہر تھا۔ امیر المومنین المنصور رحمہ اللہ نے اس کو آباد کیا اور اس میں مدینۃ پیدا کی ؛ یہ کام اس نے ۱۴۵ھ میں شروع کیا۔

محمد و ابراہیم فرزندانِ عبد اللہ بن الحسن بن الحسن کے خروج کی جب اس کو خبر ملی تو وہ الکوفہ کی طرف پلٹا ؛ اور ۱۴۶ھ میں بیوتِ اموال و خزائن و دواوین الکوفہ سے بغداذ منتقل کئے ، اور اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ شہر پناہ اور اس کے تمام متعلقات کی بنا مکمل کی۔ بغداذِ قدیم کی فصیل کی تعمیر ۱۴۹ھ میں تمام ہوئی۔

المنصور نے ۱۵۸ھ میں ، مکۂ معظمہ میں ، وفات پائی اور بئر میمون الحضرمی حلیف بنی امیہ ، کے قریب دفن کیا گیا۔

المنصور نے المہدی کے لئے بغداذ کی جانب شرقی میں ، —— اور اسی جانب کو عسکر المہدی کہتے ہیں کیوں کہ یہیں اس نے الرّے کی طرف جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تھا —— الرصافہ بنوایا۔ پھر جب وہ الرّے سے

---

[1] یہ کلمۂ فارسیہ ہے ، اس کے معنی ہیں : "شہر بنا کردۂ خدا"۔

واپس ہوا تو المنصور نے اس کو خراسان کی طرف بھیجا، اور اس موقع پر بھی وہ الرُّصافہ میں اترا۔ یہ ۱۵۱ھ کا واقعہ ہے۔

المنصور نے المہدی کے لئے، اس کے جانبِ شرقی میں اترنے سے قبل، ایک قصر بنوایا جو قصر الوضّاح اور قصر المہدی اور الشرقیہ کے نام سے معروف ہے، اور باب الکَرخ سے متصل ہے ــــ وضّاح اہل الانبار میں سے ایک شخص تھا اور وہ اس کے مصارف کی نگرانی پر مقرر تھا، اس وجہ سے یہ قصر اس کی طرف منسوب ہو گیا۔

المنصور نے مدینۃ السلام میں دو مسجدیں بنوائیں، اور الصَّراۃ پر ایک نیا پُل (: القنطرۃ[1] الجدیدہ) بنوایا۔

المنصور نے اربابِ قریٰ میں سے ایک قوم سے مدینۃ السّلام کی زمینیں: بادُورَیا، قَطرُبّل، نہر بوق اور نہر بین خرید کر اپنے اہل بیت اور سرداران لشکر، اور فوج، اور مصاحبوں اور کاتبوں کو جاگیر میں دیں۔

الکَرخ کی جگہ اس نے مجمع الاسواق (: چوک) بنوایا، اور تاجروں نے اس کے حکم سے دُکانیں بنوائیں جن کی زمین کا ان سے غَلّہ[2] لیا جاتا تھا۔

مجھ سے العباس بن ہشام الکلبی نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے، کہ:ــــ المُخَرِّم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں مُخَرِّم بن شُرَیح بن حَزن الحارثی اترا تھا۔

کہا: ناحیہ قنطرۃ البَرَدان، السَّرِیّ بن حُطَیم[3] کا تھا جو الحُطَمِیّہ کا مالک تھا اور یہ بغداد میں معروف ہے۔"

مجھ سے اہل بغداد کے مشائخ نے بیان کیا:ــــ بغداد میں الصالحیہ

---

[1] قنطرہ: پختہ پُل؛ اور یہ عموماً محراب دار ہوتا تھا۔

[2] غلّہ وہ کرایہ جو سرکاری زمین پر بنائی ہوئی منازل پر لیا جائے۔

[3] مراصد، ج ۲، ص ۴۵۳: سُرَیّ بن حُطَم۔

صالح بن المنصور کی طرف منسوب ہے۔
کہتے ہیں: الحربیہ، حرب بن عبداللہ البلخی کی طرف منسوب ہے، اور وہ الموصل میں جعفر بن ابی جعفر کی شُرطہ پر تھا۔
الزہیریہ جو باب التبن کے نام سے معروف ہے، زہیر بن محمد کی طرف منسوب ہے؛ اور وہ اہل ابیورد میں سے تھا۔
عیساباذ عیسیٰ بن المہدی کی طرف منسوب ہے۔ یہ جگہ منازل الرّ کی کے درمیان واقع تھی۔ عیسیٰ الخیزران کا بیٹا تھا۔
قصر عبدویہ جو براثا سے متصل ہے، قبیلۂ ازد میں سے عبدویہ نام ایک شخص کی طرف منسوب ہے، اور یہ سربرآوردہ اہل دولت میں سے تھا۔
کہتے ہیں المنصور نے بغداد میں سلیمان بن مجالد اور مجالد سروی[1] — علی بن عبداللہ کے غلام آزاد — کو اس کے گھر کی جگہ جاگیر میں دی۔ اور مہلہل بن صفوان کو شہر میں ایک قطیعہ[2] دیا۔ درب مہلہل اسی کی طرف منسوب ہے۔ صفوان، علی بن عبداللہ کا غلام آزاد تھا۔ مہلہل کا نام یحییٰ تھا۔ ایک دفعہ محمد بن علی نے مہلہل سے شعر پڑھنے کی فرمائش کی۔ اس نے وہ قصیدہ پڑھا جو اَلَیلَتَنَا بِذِی حُسُم اَنِیرِی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ قصیدہ اسی کی تصنیف تھا۔ اس پر محمد بن علی نے اس کا نام مہلہل رکھ دیا اور اس کو آزاد کر دیا۔
المنصور نے عمارہ بن حمزہ کو ایک قطیعہ دیا جو اس کے نام سے معروف ہے اور یہ شبیب بن واج کے مربعہ کے پیچھے ہے اور نسر بن میمون کے باپ میمون کو ناحیۂ باب الشام میں بستان القس کے پاس

---

[1] یعقوبی ج، ص ۱۵: مجالد شروی۔
[2] قطیعہ: معافی کی زمین؛ وہ زمین جو حکومت کسی کو عطا کر دے اور اس پر خراج اور غلہ (زمینداری) کی قسم سے کچھ نہ لے؛ وہ زمین جو معافی کی زمینوں میں سے ہو اور اس کی حد بندی کر دی جائے یا اس کے گرد کسی چیز سے احاطہ کھینچ دیا جائے۔

ایک قطیعہ دیا۔ طاقاتِ بِشر اسی بشر بن میمون کی طرف منسوب ہے۔ میمون علی بن عبد اللہ کا غلام آزاد تھا۔

اور شُبَیل کو جو اس کا غلام آزاد تھا، دارِ یقطین کے قریب ایک قطیعہ دیا۔ وہاں ایک مسجد ہے جو مسجد شُبَیل کے نام سے معروف ہے۔

اور اُمّ عبیدہ کو ایک قطیعہ دیا۔ یہ قصر خلافت کی دایہ، اور محمدؐ بن علی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ طاقات اُمّ عبیدہ اسی کی طرف منسوب ہیں، اور یہ الجسر کے قریب ہیں۔

اور مُنیرہ کو ایک جائداد دی۔ یہ بھی محمدؐ بن علی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ درب مُنیرہ اور خان مُنیرہ جو جانب شرقی میں ہے اسی کی طرف منسوب ہے۔

اور رَیْشانہ کو ایک قطیعہ دیا جو مسجد بنی رَغبان کے نام سے معروف ہے۔

(۲۹۷) رغبان حبیب بن مَسلَمَۃُ الفہری کا غلام آزاد تھا۔ بعد میں یہ جگہ عیسیٰ بن جعفر یا جعفر بن جعفر بن المنصور کے قصر میں داخل کر لی گئی۔

دَرب مِہرُوَیہ، مِہرُویہ الرازی کی طرف منسوب ہے۔ وہ رشفاذ کے اسیروں میں سے تھا، اور المہدی نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔

المنصور رحمہ اللہ اپنی خلافت کے آخر سال تک، جبکہ وہ حج کو گیا اور مکہ میں فوت ہوا، مدینۃ السّلام ہی میں رہا۔ اس کے بعد امیرالمومنین المہدی یہاں رہا۔ پھر وہ ماسبذان کی طرف چلا گیا اور وہیں فوت ہوا۔ وہ مدینۃ السلام میں زیادہ تر عیساباذ کی اُن عمارتوں میں رہتا تھا جو خود اس نے بنوائی تھیں۔ اس کے بعد الہادی موسیٰ بن المہدی یہاں آ کر رہا اور یہیں فوت ہوا۔ اس کے بعد الرشید ہارون بن المہدی یہاں رہا۔ پھر وہ یہاں سے الرافقۃ کی طرف چلا گیا اور وہیں رہا۔ پھر وہاں سے خراسان کی طرف گیا اور طوس میں فوت ہوا۔ اس کے بعد محمدؐ بن الرشید یہاں رہا اور یہیں قتل ہوا۔ اس کے بعد المامون عبد اللہ بن الرشید خراسان سے یہاں آیا اور یہیں رہا۔ پھر یہاں سے غزا پر گیا اور فَذَنْدُون میں فوت ہوا اور طرسوس میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد امیرالمومنین المعتصم باللہ

یہاں رہا، پھر وہ یہاں سے القاطول کی طرف گیا اور قصر الرشید میں ٹھہرا جو قاطولہ کی کھدائی کے وقت بنایا گیا تھا ــــ قاطولہ کو ابوالجند کہتے ہیں، کیوں کہ یہ جن زمینوں کو سیراب کرتی ہے ان کی پیداوار سے یہاں کے لشکر کے ارزاق دیئے جاتے ہیں ــــ پھر اس نے القاطول میں ایک عمارت بنوائی اور اس میں فروکش ہوا، پھر یہ قصر اشناس الترکی اپنے غلام آزاد کو دے دیا۔ المعتصم نے القاطول کی تعمیر کا قصد کیا اور بنوانا شروع کر دیا۔ پھر اس کی رائے اس کو چھوڑ کر سُر من رّائی کو آباد کرنے کی ہوئی، اس کو آباد کیا، بازاروں کے بیچ میں ایک مسجد جامع بنوائی، لوگوں کو اس کی طرف منتقل کیا اور خود بھی یہیں رہا۔ اس کا نام اس نے سُر من رائی رکھا۔

اس نے اپنے غلام آزاد اشناس کو اُن سرداران لشکر کے ساتھ جو اس کے تحت تھے، کرخ فیروز میں اتارا، اور دوسرے سرداران لشکر کو ان منازل میں اتارا جو العربانی کے نام سے معروف ہیں۔

المعتصم رحمہ اللہ ۲۲۷ھ میں سُر مَن رائی میں فوت ہوا۔

ہارون الواثق باللہ اپنے اس قصر میں رہا جو اس نے سُر من رائی میں بنایا تھا اور اس کا نام الہارونی رکھا، اور مرتے دم تک اسی میں رہا۔ پھر امیر المومنین جعفر المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں خلیفہ ہوا، اور الہارونی میں رہا اور بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اس نے سُر من رائی کے باہر الحائر میں، جہاں المعتصم باللہ نے اسے محبوس کیا تھا، لوگوں کو بکثرت جاگیریں عطا کیں جن کی وجہ سے شہر وسیع ہو گیا۔ اس نے یہاں ایک بہت بڑی مسجد جامع بنوائی اور اس پر بہت مال خرچ کیا، اور حکم دیا کہ اس کے منارے اتنے بلند رکھے جائیں کہ موذنوں کی آواز دور تک جائے۔ یہ منارے کئی کئی فرسخ سے نظر آتے تھے۔ لوگ اسی مسجد میں

(۳۹۸)

لہ سُر مَن رای: جس نے دیکھا خوش ہوا۔

جمعہ پڑھنے لگے اور پہلی مسجد کو چھوڑ دیا۔ پھر اس نے اپنا شہر بنوایا، اور اس کا نام المتوکلیہ رکھا، اس کو آباد کیا، اور خود بھی اسی میں رہنے لگا، اور (لوگوں کو آباد ہونے کے لئے) جاگیریں [1] بخشیں دیں۔ یہ شہر اس نے الکرخ معروف بہ فیروز اور القاطول معروف بہ کسریٰ کے درمیان بنوایا۔ اور اس میں بہت سے مکانات بنوائے؛ اور اس قریہ کو، جو الماحوزہ کے نام سے معروف ہے، اس میں داخل کرلیا۔ اور یہاں ایک مسجد جامع بنوائی۔ شہر کی تعمیر شروع ہوئے چند ماہ گزرے تھے کہ وہ ۲۴۶ھ کے آغاز میں اس میں آکر اترا، اور شوال ۲۴۷ھ میں فوت ہوا۔

المتوکل کی وفات کی شب المنتصر باللہ اس کا جانشین ہوا، اور شوال کی دسویں کو منگل کے دن المتوکلیہ سے سُرّمن رائی کی طرف منتقل ہوا اور یہیں فوت ہوا۔"

کہتے ہیں: عُیُون الطَّف — مثل عین الصَّید، و القُطقُطانہ اور الرُّہَیمہ اور عین جمل (یہ سب بہتے پانی کے چشمے تھے [2]) ——— اور ان کی ذوات السواد کے بالائی حصے کی سرحدی چوکیوں کے محافظ لشکروں کے تصرف میں تھیں یہ خندق سابور کے چشمے ہیں جو سابور نے اپنے اور ان عربوں وغیرہ کے درمیان کھدوائی تھی، اور خندق کی چوکیوں میں محافظ دستے مقرر کئے تھے۔ سابور نے یہ زمینیں موکلین مسالح کو جاگیر میں دی تھیں، وہ ان میں کاشت کرتے تھے اور ان سے کچھ خراج نہیں لیا جاتا تھا۔ جب یوم ذی قار [3] ہوا، اور

---

[1] ابن الاثیر، ج ۷، ص ۵۶، الماحوزہ۔

[2] یاقوت، ج ۶، ص ۱۵، طبع مصر۔

[3] ذی قار، الکوفہ اور واسط کے درمیان، الکوفہ سے قریب، بکر بن وائل کا آبگیر تھا۔ یہاں بکر بن وائل اور لشکر کسریٰ (خسرو پرویز) کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی۔ جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ نعمان بن المنذر اللخمی نے، جو الحیرہ کا پادشاہ تھا، خسرو پرویز کے ڈر سے اپنے اہل و عیال اور اموال و اسلحہ ہانی بن قبیصہ بن مسعود... ... ... بن بکر بن وائل کے سپرد کر دئے پھر جب

اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عربوں کو مظفر و منصور کیا تو عرب ان چشموں کے ایک حصے پر غالب ہو گئے، اور باقی چشمے عجمیوں کے قبضے میں رہے۔ پھر جب مسلمان الحیرہ کی طرف بڑھے تو عجمی ان چشموں میں سے اکثر چشموں کو بھر کر، جو ان کے قبضے میں تھے، فرار ہو گئے؛ اور وہ چشمے باقی رہ گئے جو عربوں کے قبضے میں تھے ان چشموں کے باشندے اسلام لائے، اور اس طرح ان کے اطراف کی زمینیں جنہیں وہ کاشت کرتے تھے، ارض عُشر ہو گئیں۔ اس کے بعد جب القادسیہ والمدائن کی جنگیں ہوئیں تو ان چشموں کی زمینوں کے مالک بھاگ گئے اور یہ زمینیں مسلمانوں کو جاگیر میں دے دی گئیں، اور اس طرح عُشری زمینوں میں داخل ہو گئیں۔ عیون الطف اور ان کی زمینوں کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا مدینۂ مبارکہ اور نجد کے قریوں کی جائدادوں کا ہے۔ ان کا (۲۹۹)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) خسرو نے ہانی سے ان لوگوں کو طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کیا۔ عجمیوں نے جنگ کی اور بری طرح شکست کھائی۔ قبائل عرب میں سے تغلب، ایاد، ضبّہ، تمیم، نمر، بہرا اور تنوخ عجمیوں کے ساتھ تھے۔ اسی بنا پر بکر بن وائل نے تمام عرب پر فخر کیا ہے۔ ابو تمام حبیب بن اوس الطائی صاحبِ حماسہ نے ابودُلف القاسم بن عیسیٰ .... بن بکر بن وائل کی مدح میں کہا ہے:

فانتم بذی قار امالت سیوفکم عروش الذین استرھنوا قوس حاجب

وہ تمہی ہو جن کی تلواروں نے ذی قار میں اُن کے تخت سرنگوں کر دئے جنھوں نے حاجب کی کمان رہن رکھوائی تھی۔

بنی عبدالقیس و بنی حنیفہ نے، کہ بنی بکر بن وائل کے بطون تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ نے عربوں کو ایرانیوں پر فتح عطا فرمائی تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فتح و نصرت کی دعا دی، اور اللہ نے انھیں فتح عطا فرمائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی فتح کی خبر ہوئی تو فرمایا: ھذا اول یوم انتصفت فیہ العرب من العجم و بی نصروا (یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے انتصاف حاصل کیا ہے، اور ان کو مجھی سے مدد دی گئی ہے) ملاحظہ المسعودی ص ۶۵ ابن الاثیر ج ۲، ص ۲۶؛ یاقوت ج ۷، ص ۸ طبع مصر۔

تمام صدقۂ مدینۂ مبارک کے عمال کو بھیج دیا جاتا ہے۔

جب اسحاق بن ابراہیم بن مُصعَب، المتوکل علی اللہ کی جانب سے السواد کا والی ہوا تو اس نے ان زمینوں کو اُس علاقے میں ضم کر لیا جو اس کے تحت تھا، اور اس کے عُشر کی جبایت بھی اپنے ہاتھ میں لے لی، اور اس کو السواد کا علاقہ بنا لیا۔ ان زمینوں کی یہ حیثیت آج تک قائم ہے۔

مسلمانوں نے یہاں اور چشمے بھی کھود ے، اور ان سے سیراب ہونے والی زمینوں کا وہی انتظام کیا جو ان چشموں سے سیراب ہونے والی زمینوں کا انتظام کیا تھا۔

مجھ سے بعض مشائخ نے بیان کیا کہ :— عین الجمل کے پاس ایک اونٹ (: جمل) مرگیا تھا اس وجہ سے یہ چشمہ اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ لیکن اہل واسط میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ چشمہ جس نے کھد وایا تھا اس کا نام جمل تھا۔

کہتے ہیں : عین الصَّید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں مچھلیاں جمع ہو جاتی تھیں۔ کُرَیزیوں میں سے کسی نے مجھے خبر دی کہ عین الصَّید اُن چشموں میں سے تھا جو بند کر دیئے گئے تھے۔ ایک دفعہ کوئی مسلمان اس پر سے گزر رہا تھا، اس کے گھوڑے کی ٹانگیں دھنس گئیں، وہ گھوڑے سے اتر کر کھودنے لگا حتیٰ کہ پانی نکل آیا۔ اس نے اور لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے مٹی اور گارا نکالنے میں اس کی مدد کی اور اس کو صاف کیا۔ اس طرح یہ چشمہ اپنی سابقہ حالت پر عود کر آیا۔ پھر یہ چشمہ عیسیٰ بن علی کا ہو گیا، اس نے اس چشمہ کو حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک سے خریدا تھا۔ اولادِ حسن میں سے ام کلثوم بنت حسن بن حسن اس کے نکاح میں تھیں۔ معاویہ نے یہ چشمہ دوسری جائدادوں کے ساتھ حسن بن علی (علیہ السلام) کو خلافت کے عوض جاگیر میں دیا تھا۔

عین الرحبہ بھی ان چشموں میں تھا جو پہلے بند کر دیے گئے تھے۔ کرمان کے حاجیوں میں سے کسی نے اس میں سے پانی رِستا دیکھا۔ اور حج سے واپسی پر

عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس گیا اور اس کو اس چشمے کا پتہ دیا۔ پھر اس نے یہ چشمہ اور اس کے آس پاس کی زمینیں اس سے جاگیر میں مانگ لیں۔ اس کریانی نے چشمے کو صاف کرایا۔ اس کے پاس جو زمینیں تھیں ان میں کاشت کی اور وہ نخلستان بنایا جو العذیب کے رستے میں ہے۔

ہیت سے چند فرسخ پر کچھ چشمے ہیں جو العرق کہلاتے ہیں۔ ان کا انتظام بھی ویسا ہی ہے جیسا انتظام عیون الطف کا ہے۔ ان کے عشور صاحب ہیت کے پاس جاتے ہیں۔

مجھ سے الاثرم نے کہا، ان سے ابوعبیدہ نے، اور ان سے ابو عمرو بن علاء نے، کہ:— جب عربوں نے قریوں اور نخلستانوں اور درختوں کی کثرت دیکھی تو کہا: "ہم نے اس سے زیادہ سواد نہیں دیکھا"— سواد کالبد کو کہتے ہیں — اسی لئے اس کا نام السواد رکھ دیا گیا۔

مجھ سے قاسم بن سلام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے محمدؐ بن عبید نے کہا، اور ان سے محمدؐ بن ابوموسیٰ نے، کہ:— (حضرت) علی بازار کی (۳۰۰) طرف نکلے، دیکھا کہ ان کے رشتے داروں نے اپنے لئے کچھ جگہیں مختص کر لی ہیں۔ کہا: تمھیں اس کا حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار ان کی مسجد کی طرح ہے۔ جو شخص جس جگہ پہلے پہنچ جائے وہ جگہ اسی کے لئے ہے حتیٰ کہ وہ خود اس جگہ کو چھوڑے۔"

مجھ سے ابوعبید نے کہا انھوں نے کہا مجھ سے مروان بن معاویہ نے کہا، ان سے عبدالرحمٰن بن عبید نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:— ہم المغیرہ بن شعبہ کے زمانے میں صبح کو بازار میں جاتے اور جو شخص جس جگہ بیٹھ جاتا رات ہونے تک اسی جگہ کا مستحق ہوتا تھا۔ لیکن جب زیاد والی ہوا تو اس نے کہا: جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہ اسی وقت اس جگہ کا مستحق ہے جب تک وہاں رہے۔

مروان کہتا ہے: المغیرہ دو دفعہ الکوفہ کا والی ہوا ایک دفعہ (حضرت) عمرؓ کے زمانے میں اور ایک دفعہ معاویہ کے زمانے میں۔

فارسی سے عربی میں دفتروں کی نقل

مجھ سے المدائنی علیؒ بن محمدؒ بن ابی سیف نے کہا اور ان سے ان کے شیوخ نے کہ :— السواد اور تمام عراق کا دیوانِ خراج فارسی میں تھا جب الحجاج، العراق کا والی ہوا تو اس نے کتابت پر زادان فرّوخ بن بیری کو معتبر کیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن — مولیٰ بنی تمیم — اس کے ساتھ تھا، اور اس کی پیشی میں عربی اور فارسی میں کتابت کا کام کرتا تھا۔ صالح کا باپ سجستان کے اسیرانِ جنگ میں سے تھا۔ زادان فرّوخ کے وسیلے سے الحجاج تک اس کی رسائی ہوئی، اور اس نے الحجاج کے دل میں جگہ پیدا کر لی۔ ایک دن صالح نے زادان سے کہا : امیر تک مجھے تو نے ہی پہنچایا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس نے مجھے پسند کیا ہے اور کچھ عجب نہیں کہ وہ مجھے تجھ پر مقدم کر دے، اور تجھے (اس درجے سے) گرادے"۔ زادان نے کہا : تو یہ گمان نہ کر۔ اس کو تجھ سے زیادہ میری احتیاج ہے۔ کیوں کہ میرے سوا اس کو کوئی نہیں مل سکتا جو اس کے حساب کے لئے کافی ہو"۔ صالح نے کہا : یہ نہ کہہ۔ واللہ اگر تو چاہے کہ میں عربی میں حساب نقل کر دوں تو میں یہ کر سکتا ہوں"۔ زادان نے کہا : تو اس کا ایک حصہ ہی نقل کر دے کہ میں دیکھوں"۔ صالح نے نقل کر دیا۔ زادان نے

اس سے کہا: تو بیمار بن جا۔ وہ بیمار بن گیا۔ الحجاج نے اس کے لئے اپنا خاص طبیب بھیجا، مگر اس نے صالح میں کوئی بیماری نہ دیکھی۔ زادان فرّوخ کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے کہا: اب تو نکل آ۔ جب زادان فرّوخ، عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث الکندی کے زمانے میں قتل ہوگیا۔ وہ کسی گھر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف آرہا تھا یا اپنے گھر سے نکل کر کسی کے گھر جا رہا تھا۔ تو الحجاج نے زادان کی جگہ صالح کو مقرر کر دیا۔ صالح نے الحجاج کو وہ قصہ سنایا جو نقلِ دیوان کے معاملے میں اس کے اور زادان فروخ کے درمیان ہوا تھا۔ اس پر الحجاج نے دیوان کو عربی میں نقل کرنے کا عزم کیا اور یہ کام صالح کے سپرد کیا۔ مَردانشاہ بن زادان فرّوخ نے اس سے کہا: تو دَہویہ اور شَشویہ کے لئے کیا لکھے گا؟" اس نے کہا: میں عُشر اور نصف عُشر لکھوں گا۔ اس نے پوچھا: اور وِید کے لئے؟ اس نے کہا: اس کے لئے میں ایضاً استعمال کروں گا" — وِید، زیادہ اور بیشی کو کہتے ہیں — مَردانشاہ نے کہا: "اللہ تیری جڑ دنیا سے اُسی طرح کاٹے جس طرح تو نے فارسی کی جڑ کاٹی ہے۔" صالح کو ایک لاکھ درہم اس غرض سے پیش کئے گئے کہ وہ دیوان کو عربی میں نقل کرنے سے اپنا عجز ظاہر کر دے اور اس کام سے باز آجائے۔ مگر اس نے انکار کیا اور دیوان کو عربی میں نقل کر دیا۔ (۳۹۱؟)

عبدالحمید بن یحییٰ، مروان بن محمد کا کاتب، کہا کرتا تھا کہ صالح کے کیا کہنے، کاتبوں پر اس کا بڑا احسان ہے۔

مجھ سے عمر بن شبّہ نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابو عاصم النبیل نے کہا، اور انھوں نے کہا ہمیں سہل بن ابی الصلت نے خبر دی، کہ:۔ الحجاج نے صالح بن عبدالرحمن کے لئے ایک مدت مقرر کر دی اور صالح نے اس مدت میں دیوان نقل کر دیا۔

یہاں رہا، پھر وہ یہاں سے القاطول کی طرف گیا اور قصر الرشید میں ٹھیرا جو قاطولہ کی کھدائی کے وقت بنایا گیا تھا ـــــ قاطولہ کو ابو الجند کہتے ہیں، کیوں کہ یہ جن زمینوں کو سیراب کرتی ہے ان کی پیداوار سے یہاں کے لشکر کے ارزاق دیئے جاتے ہیں ـــــ پھر اس نے القاطول میں ایک عمارت بنوائی اور اس میں فروکش ہوا، پھر یہ قصر اشناس الترکی اپنے غلام آزاد کو دے دیا۔ المعتصم نے القاطول کی تعمیر کا قصد کیا اور بنوانا شروع کردیا۔ پھر اس کی رائے اس کو چھوڑ کر سُر من رائی[1] کو آباد کرنے کی ہوئی، اس کو آباد کیا، بازاروں کے بیچ میں ایک مسجد جامع بنوائی، لوگوں کو اس کی طرف منتقل کیا اور خود بھی یہیں رہا۔ اس کا نام اس نے سُر من رائی رکھا۔

اس نے اپنے غلام آزاد اشناس کو اُن سرداران لشکر کے ساتھ جو اس کے تحت تھے، کرخ فیروز میں اتارا؛ اور دوسرے سرداران لشکر کو ان منازل میں اتارا جو العربانی کے نام سے معروف ہیں۔

المعتصم رحمہ اللہ ۲۲۷ھ میں سُر من رائی میں فوت ہوا۔

ہارون الواثق باللہ اپنے اس قصر میں رہا جو اس نے سُر من رائی میں بنایا تھا اور اس کا نام الہارونی رکھا؛ اور مرتے دم تک اسی میں رہا۔ پھر امیر المومنین جعفر المتوکل علی اللہ رحمہ اللہ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں خلیفہ ہوا، اور الہارونی میں رہا اور بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اس نے سُر من رائی کے باہر الحائر میں، جہاں المعتصم باللہ نے اسے محبوس کیا تھا، لوگوں کو بکثرت جاگیریں عطا کیں جن کی وجہ سے شہر وسیع ہو گیا۔ اس نے یہاں ایک بہت بڑی مسجد جامع بنوائی اور اس پر بہت مال خرچ کیا؛ اور حکم دیا کہ اس کے منارے اتنے بلند رکھے جائیں کہ موذنوں کی آواز دور تک جائے۔ یہ منارے کئی کئی فرسخ سے نظر آتے تھے۔ لوگ اسی مسجد میں

(۴۹۰)

---

[1] سُر من رای: جس نے دیکھا خوش ہوا۔

حصّۂ ششم

فتوحُ الجِبال — زَنجان

اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عربوں کو مظفر و منصور کیا
تو عرب ان چشموں کے ایک حصے پر غالب ہو گئے ، اور باقی چشمے
عجمیوں کے قبضے میں رہے ۔ پھر جب مسلمان الحیرہ کی طرف بڑھے تو
عجمی ان چشموں میں سے اکثر چشموں کو بھر کر ، جو ان کے قبضے میں
تھے ، فرار ہو گئے ؛ اور وہ چشمے باقی رہ گئے جو عربوں کے قبضے میں تھے
ان چشموں کے باشندے اسلام لائے ، اور اس طرح ان کے اطراف کی زمینیں
جنہیں وہ کاشت کرتے تھے ، ارضِ عُشر ہو گئیں ۔ اس کے بعد جب القادسیہ
والمدائن کی جنگیں ہوئیں تو ان چشموں کی زمینوں کے مالک بھاگ گئے
اور یہ زمینیں مسلمانوں کو جاگیر میں دے دی گئیں ، اور اس طرح عُشری
زمینوں میں داخل ہو گئیں ۔ عیون الطف اور ان کی زمینوں کا معاملہ ویسا
ہی ہے جیسا مدینۂ مبارکہ اور نجد کے قریوں کی جائدادوں کا ہے ۔ ان کا (۲۹۹)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) خسرو نے ہانی سے ان لوگوں کو طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کیا ۔
عجمیوں نے جنگ کی اور بری طرح شکست کھائی ۔ قبائل عرب میں سے تغلب رہے ، ضبہ ، تمیم ، نمر ، بہرا اور
تنوخ عجمیوں کے ساتھ تھے ۔ اسی بنا پر بکر بن وائل نے تمام عرب پر فخر کیا ہے ۔ ابو تمام حبیب بن اوس
الطائی صاحبِ حماسہ نے ابو دلف القاسم بن عیسیٰ ...... بن بکر بن وائل کی مدح میں کہا ہے :

فانتم بذی قار امالت سیوفکم عروش الذین استرهنوا قوس حاجب

وہ تمہی ہو جن کی تلواروں نے ذی قار میں اُن کے تخت سرنگوں کر دئے جنہوں
نے حاجب کی کمان رہن رکھوائی تھی ۔

بنی عبد القیس و بنی حنیفہ نے ، کہ بنی بکر بن وائل کے بطون تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ
کیا تھا کہ اگر اللہ نے عربوں کو ایرانیوں پر فتح عطا فرمائی تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے ۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے انھیں فتح و نصرت کی دعا دی ، اور اللہ نے انھیں فتح عطا فرمائی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان
کی فتح کی خبر ہوئی تو فرمایا : هذا اول یوم انتصفت فیه العرب من العجم وبی نُصِروا (یہ
پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے انتصاف حاصل کیا ہے ، اور ان کو مجھ سے مدد دی گئی ہے) ۔ المسعودی ص ۶۵
ابن الاثیر ج ۲ ، ص ۲۶ ؛ یاقوت ج ۷ ، ص ۸ طبع مصر ۔

فُتوحِ الجبال

حُلوان

کہتے ہیں :۔ جب مسلمان جلولاء کی فیصلہ کن جنگ سے فارغ ہوئے
تو ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے جریر بن عبداللہ البجلی کے ساتھ ایک
مضبوط رسالہ جلولاء میں (اس غرض سے) متعین کر دیا کہ وہ ان کے اور ان
کے دشمنوں کے درمیان حائل رہے۔ پھر سعد نے تقریباً تین ہزار کی جمعیت
ان کے پاس بھیجی اور انھیں یہ حکم دیا کہ اس کو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر
حُلوان کی طرف جائیں۔ لیکن جونہی وہ اس کے قریب پہنچے، یزدجرد ناحیۂ
اصبہان کی طرف بھاگ گیا۔ اور جریر نے حُلوان اس شرط پر صلحاً فتح
کر لیا کہ وہ ان پر دست درازی نہیں کریں گے، ان کی جانوں اور ان
کے اموال کو امان دیں گے، اور ان میں سے جو بھاگنا چاہے اس سے تعرض
نہیں کریں گے۔ اس کے بعد وہ حُلوان میں جریر کو مع عزرہ بن قیس بن
غزیۃ البجلی، اپنی جگہ چھوڑ کر الدینور آئے، مگر اس کو فتح نہیں کیا، اور
قرمایسین کو ویسی ہی شرائط پر جیسی شرائط پر حُلوان فتح کیا تھا، فتح کر کے
حُلوان چلے گئے، اور یہاں والی کی حیثیت سے اس وقت تک رہے کہ
عمّار بن یاسر الکوفہ آئے۔ عمّار نے جریر کو لکھا کہ عمر بن الخطابؓ نے تمھیں ابو
موسیٰ الاشعری کی کمک پر جانے کا حکم دیا ہے۔ جریر نے عزرہ بن

عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس کیا اور اس کو اس چشمے کا پتہ دیا۔ پھر اس نے یہ چشمہ اور اس کے آس پاس کی زمینیں اُس سے جاگیر میں مانگ لیں۔ اس کریانی نے چشمے کو صاف کرایا۔ اس کے پاس جو زمینیں تھیں ان میں کاشت کی اور وہ نخلستان بنایا جو العذیب کے رستے میں ہے۔

ہیت سے چند فرسخ پر کچھ چشمے ہیں جو العرق کہلاتے ہیں۔ ان کا انتظام بھی ویسا ہی ہے جیسا انتظام عیون الطف کا ہے۔ ان کے عشور صاحب ہیت کے پاس جاتے ہیں۔

مجھ سے الاثرم نے کہا، ان سے ابو عبیدہ نے، اور ان سے ابو عمرو بن علاء نے، کہ :— جب عربوں نے قریوں اور نخلستانوں اور درختوں کی کثرت دیکھی تو کہا: "ہم نے اس سے زیادہ سواد نہیں دیکھا"— سواد کالبد کو کہتے ہیں — اسی لئے اس کا نام السواد رکھ دیا گیا۔

مجھ سے قاسم بن سلام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے محمد بن عبید نے کہا، اور ان سے محمد بن ابو موسیٰ نے، کہ :— (حضرت) علی بازار کی طرف نکلے، دیکھا کہ ان کے رشتے داروں نے اپنے لئے کچھ جگہیں مختص کر لی ہیں۔ کہا: تمھیں اس کا حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار ان کی مسجد کی طرح ہے۔ جو شخص جس جگہ پہلے پہنچ جائے وہ جگہ اُسی کے لئے ہے حتیٰ کہ وہ خود اس جگہ کو چھوڑ دے۔" (۳۰۰)

مجھ سے ابو عبید نے کہا انھوں نے کہا مجھ سے مروان بن معاویہ نے کہا، ان سے عبد الرحمٰن بن عبید نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ :— ہم المغیرہ بن شعبہ کے زمانے میں صبح کو بازار میں جاتے اور جو شخص جس جگہ بیٹھ جاتا رات ہونے تک اسی جگہ کا مستحق ہوتا تھا۔ لیکن جب زیاد والی ہوا تو اس نے کہا: جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہ اُسی وقت اس جگہ کا مستحق ہے جب تک وہاں رہے۔

مروان کہتا ہے: المغیرہ دو دفعہ الکوفہ کا والی ہوا ایک دفعہ (حضرت) عمر کے زمانے میں اور ایک دفعہ معاویہ کے زمانے میں۔

فتحِ نہاوند

کہتے ہیں :— جب یزدجرد حلوان سے ۱۹ھ میں بھاگا تو فارس اور اہل الرے و قومس و اصبہان و ہمذان و الماہین[1] نے باہم خط کتابت کی، اور اس کے پاس جمع ہو گئے، اور یہ ۲۰ھ میں ہوا۔ یزدجرد نے ان پر مردانشاہ ذوالحاجب کو امیر کیا، اور ان کا علم درفش کابیان نکالا۔ اس موقع پر مشرکین کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، اور بعض کہتے ہیں ایک لاکھ تھی۔ عمار بن یاسر نے (حضرت) عمر بن الخطاب کو اس کی خبر دی، انھوں نے ہمت کی کہ خود غزا کریں، پھر ڈرے کہ کہیں نجد وغیرہ کے عربوں کے معاملات میں انتشار پیدا نہ ہو جائے؛ اور انھیں مشورہ دیا گیا کہ اہل الشام کو ان کے شام سے اور اہل الیمن کو ان کے یمن سے اس مہم پر بھیجیں؛ لیکن ایسا کرنے میں انھیں یہ خوف ہوا کہ رومی اپنے وطنوں میں واپس آجائیں گے، اور حبشی اپنے پڑوس پر غالب ہو جائیں گے۔ انھوں نے اہل الکوفہ کو لکھا، اور انھیں حکم دیا کہ ان میں سے دو ثلث (جنگ پر) جائیں اور ایک ثلث اپنے شہر اور اپنے دیار کی حفاظت

---

[1] الماہین: الدینور و نہاوند۔ ماہ الکوفہ: الدینور۔ ماہ البصرہ: نہاوند؛ نہاوند کو ماہ دینار بھی کہتے ہیں۔

اس سے کہا: تو بیمار بن جا۔ وہ بیمار بن گیا۔ الحجاج نے اس کے لئے اپنا خاص طبیب بھیجا، مگر اس نے صالح میں کوئی بیماری نہ دیکھی۔ زادان فرّوخ کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے کہا: اب تو نکل آ۔جب زادان فرّوخ، عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث الکندی کے زمانے میں قتل ہو گیا۔ وہ کسی گھر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف آرہا تھا یا اپنے گھر سے نکل کر کسی کے گھر جارہا تھا۔ تو الحجاج نے زادان کی جگہ صالح کو مقرر کر دیا۔ صالح نے الحجاج کو وہ قصّہ سنایا جو نقلِ دیوان کے معاملے میں اس کے اور زادان فروخ کے درمیان ہوا تھا۔ اس پر الحجاج نے دیوان کو عربی میں نقل کرنے کا عزم کیا اور یہ کام صالح کے سپرد کیا۔ مَرْوانشاہ بن زادان فرّوخ نے اس سے کہا: تو دَہْویہ اور شَشْویہ کے لئے کیا لکھے گا؟ اس نے کہا: میں عُشر اور نصف عُشر لکھوں گا۔ اس نے پوچھا: اور وِید کے لئے؟ اس نے کہا: اس کے لئے میں ایضاً استعمال کروں گا" — وِید، زیادہ اور بیشی کو کہتے ہیں — مروانشاہ نے کہا: "اللہ تیری جڑ دنیا سے اُسی طرح کاٹے جس طرح تو نے فارسی کی جڑ کاٹی ہے۔" صالح کو ایک لاکھ درہم اس غرض سے پیش کئے گئے کہ وہ دیوان کو عربی میں نقل کرنے سے اپنا عجز ظاہر کر دے اور اس کام سے باز آجائے۔ مگر اس نے انکار کیا اور دیوان کو عربی میں نقل کر دیا۔ (۲۹۱)

عبدالحمید بن یحییٰ، مروان بن محمدؒ کا کاتب، کہا کرتا تھا کہ صالح کے کیا کہنے، کاتبوں پر اس کا بڑا احسان ہے۔

مجھ سے عمر بن شَبّہ نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابوعاصم النّبیل نے کہا، اور انھوں نے کہا ہمیں سَہل بن ابی الصّلت نے خبر دی، کہ:— الحجاج نے صالح بن عبدالرحمٰن کے لئے ایک مدت مقرر کر دی اور صالح نے اس مدت میں دیوان نقل کر دیا۔

انھوں نے مدد دی۔ اور انھی میں المُغیرہ بن شُعبہ تھے۔ نعمان نے المُغیرہ کو عظیم العجم ذی الحاجبین کے پاس نَہاوَند بھیجا، یہ اس کی بساط اپنے نیزہ سے چھیدتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اس کے تخت پر بیٹھ گئے، اس نے حکم دے کر ان کو زبردستی اٹھوادیا، انھوں نے کہا: "یہ جان لو کہ میں ایلچی ہوں"۔ پھر مسلمانوں اور مشرکوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی مشرکوں نے دس دس اور پانچ پانچ کی ٹکڑیاں ایک ایک زنجیر سے باندھ دی تھیں، تاکہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ سکے۔ راوی کہتا ہے، پھر انھوں نے ہم پر تیر برسانے شروع کئے، حتیٰ کہ ہم میں سے ایک جماعت زخمی ہوگئی، حال آں کہ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ نعمان کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اگر آپ دن کے ابتدائی حصے میں غزا شروع نہ فرماتے تو دوپہر ڈھلنے اور ہوائیں چلنے پر نزول فتح کا انتظار فرماتے۔ پھر انھوں نے کہا: میں اپنے علم کو تین مرتبہ جنبش دوں گا پہلی جنبش پر لوگ وضو کریں اور اپنی ضروریات سے فارغ ہوجائیں، دوسری جنبش پر اپنی تلواریں تول کر یا کہا کہ اپنی جوتیوں کے تسمے باندھ کر مستعد ہوجائیں اور اپنی شان درست کرلیں، اور تیسری جنبش پر انشاء اللہ حملہ کردیں، لیکن کوئی ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھے"۔ پس انھوں نے اپنے عَلَم کو جنبش دی اور سب نے وہی کیا جس کا انھوں نے حکم دیا تھا۔ نعمان کی زرہ ان پر بھاری تھی، تاہم وہ لڑے، اور مسلمان بھی لڑے (۳۰۴) اور وہی سب سے اول شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے: فارسی (یعنی ذوالحاجبین) اپنے خچر پر سے گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ راوی کہتا ہے: میں نعمان کے پاس آیا، ان میں رَمَق باقی تھی، میں نے تھوڑے سے پانی سے، جو ایک برتن میں میرے ساتھ تھا، ان کا منہ دھویا، انھوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: مَعقل۔ پوچھا: مسلمانوں نے کیا کیا؟ میں نے کہا: "اللہ کی فتح اور اس کی نصرت کی تمھیں خوش خبری ہو"۔ بولے: "الحمد للہ عمر کو اس کی اطلاع دو"۔

مجھ سے شَیْبان نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے حمّاد بن سلمہ نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے علی بن زید بن جُدعان نے کہا، ان سے ابو عثمان النہدی نے، کہ :۔ ہم (حضرت) عمر کے پاس (فتح نہاوندکی) بشارت لے گئے، انھوں نے پوچھا: نعمان نے کیا کیا؟ میں نے کہا: وہ قتل ہوگئے۔ کہا: اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ پھر روئے۔ میں نے کہا: واللہ وہ کچھ اور لوگوں کے ساتھ قتل ہوئے ہیں جنھیں میں نہیں جانتا" بولے: "لیکن اللہ ان سب کو جانتا ہے"۔

مجھ سے احمد بن ابراہیم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے ابو اُسامہ و ابو عامر العقدی و سَلْم بن قُتَیبہ نے کہا، اور ان سب سے شُعبہ نے، ان سے علی بن زید نے، اور ان سے ابو عثمان النہدی نے، کہ :۔ میں نے دیکھا، عمر بن الخطاب نے نعمان بن مُقرّن کی موت کی خبر سُن کر اپنا سر ہاتھوں سے پکڑ لیا اور روئے۔

ہم سے القاسم بن سلّام نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے محمد بن عبداللہ الانصاری نے کہا، ان سے النہّاس بن قہم نے، ان سے القاسم بن عوف نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے السائب بن الاقرع نے، (یا عمر بن السائب نے اور ان سے ان کے والد نے، انصاری نے اس میں شک کیا ہے۔م) کہ :۔ مسلمانوں پر ایسی زبردست فوج نے ہجوم کیا کہ ایسا ہجوم کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ پھر انھوں نے بیان کیا کہ پہلے (حضرت) عمر نے خود جنگ پر جانے کی ہمت کی، مگر بعد میں یہ کام نعمان بن مُقرّن کے سپرد کیا، اور ان کے پاس اپنا حکم السائب کے ہاتھ بھیجا، اور السائب کو غنائم کا والی کیا، اور کہا: جھوٹ بات مجھ تک نہ پہنچانا اور نہ کسی کا حق مارنا" (راوی نے) اس کے بعد جنگ کا ذکر کیا، کہا: یوم نہاوند میں مقتول اول نعمان تھے ان کے بعد حُذیفہ نے عَلَم لیا، اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔ السائب کہتا ہے: میں نے غنیمت جمع کی، پھر اس کو تقسیم کیا۔ میرے

پاس ایک جاسوس آیا اور اس نے کہا: نخیرجان[1] کا خزانہ قلعہ میں ہے۔" (۳۰۵)
وہ کہتے ہیں: میں قلعہ پر چڑھا، دو صندوق دیکھے جن میں جواہر تھے،
میں نے ان کی مثل (جواہر) نہیں دیکھے، اور وہ صندوق ان سے
بھرے ہوئے تھے۔ میں عمر کے پاس آیا، ابھی ان تک فتح کی خبر نہیں
پہنچی تھی اور وہ مدینۂ مبارکہ میں گھوم رہے تھے اور لوگوں سے پوچھ رہے
تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: ارے کم بخت! کہہ تو سہی وہاں کا کیا
حال ہے؟ میں نے جنگ کے واقعات سنائے، اور نعمان کے قتل
اور ان دو صندوقوں کا ذکر کیا۔ بولے: (ان دونوں صندوقوں کو)
لے جاؤ اور بیچو اور ان کی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔" میں ان
صندوقوں کو لے کر الکوفہ گیا، وہاں قریش میں سے ایک نوجوان۔
جسے عمرو بن حُریث کہتے تھے۔ میرے پاس آیا اور اس نے
اپنے خاندان اور اپنے ساتھیوں کی تنخواہوں سے دونو صندوق خرید لئے،
پھر وہ ان میں سے ایک صندوق الحیرہ لے گیا اور ان میں سے اس صندوق کو
اس قیمت میں بیچ دیا جس قیمت میں اس نے مجھ سے دو صندوق خریدے
تھے؛ اور دوسرا صندوق اسے بالکل مفت بچ رہا۔ یہ پہلی دولت
تھی جو اس نے پیدا کی۔

اہل سیرۃ میں سے ایک نے کہا کہ:— نہاوند میں بدھ اور جمعرات
کو جنگ ہوئی، پھر رات حائل ہوگئی اور لڑائی بند ہوگئی، پھر جمعہ کو
ہوئی۔ اس کے بعد اس نے جنگ کے وہی واقعات بیان کئے جو حمّاد
بن سلمہ کی روایت میں گذر چکے ہیں۔

ابن الکلبی ابومخنف کے حوالہ سے کہتا ہے:— نعمان بن مُقرّن
الاسبیذہار پر اُترے، انھوں نے اپنے میمنہ پر الاشعث بن قیس کو اور میسرہ پر
المُغیرہ بن شُعبہ کو مقرر کیا۔ اس کے بعد جنگ ہوئی، نعمان کام آئے،

---

[1] الدینوری، ص ۱۴۵: النخیرجان۔

پھر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، اور اس فتح کا نام " فتح الفتوح " رکھ دیا گیا۔ راوی کہتا ہے: نہاوند کی فتح ۱۹ھ میں بدھ کے دن ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں: ۲۰ھ میں ہوئی۔

ہم سے الرّفاعی نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے العَبقری نے کہا، ان سے ابوبکر الہذلی نے، اور ان سے الحسن و محمدؒ نے، کہ:— نہاوند کی جنگ ۲۱ھ میں ہوئی۔

ایسی ہی روایت مجھ سے الرّفاعی نے، ان سے العَبقری نے ان سے ابومَعشر نے، اور ان سے محمدؒ بن کَعب نے بیان کی۔

کہتے ہیں:— جب عجمیوں کی فوج نے شکست کھائی، اور مسلمانوں کو فتح ہوئی، اور اس دن مسلمانوں کے امیر حُذَیفہ تھے؛ تو انھوں نے نہاوند کا محاصرہ کیا، اہلِ شہر نکلتے، لڑتے، اور مسلمان ان کو پسپا کر دیتے۔ آخر ایک دن سِماک بن عبید العبسی نے ان میں سے ایک کا تعاقب کیا۔ عجمی کے ساتھ آٹھ سوار تھے۔ اُن میں سے جو اِن کی طرف بڑھتا یہ اُس کو قتل کر دیتے، حتیٰ کہ سوار قتل ہوگئے اور وہ تنہا باقی رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے تئیں تسلیم کر دیا اور ہتیار ڈالدئیے سِماک نے اس کو اسیر کیا۔ اس نے فارسی میں گفتگو کی۔ سِماک نے اس کی باتیں سمجھنے کے لئے ایک شخص کو بلایا، اس نے ترجمہ کیا، وہ یہ کہہ رہا تھا کہ "میں تمہارے امیر کے پاس چلتا ہوں کہ اس زمین کے لئے اس سے صلح کرلوں، اس کو جِزیہ دوں؛ اور تمھیں اس احسان کے عوض کہ تم نے مجھے گرفتار کیا اور قتل نہیں کیا، تم جو چاہو گے تمھیں دوں گا۔" اس سے پوچھا: تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: دینار۔ پھر وہ اس کو حُذَیفہ کے پاس لے گئے، اور انھوں نے اس سے خراج و جِزیہ پر صلح کرلی۔ اس کے شہر نہاوند کے باشندوں کو ان کے اموال، ان کی دیواروں، اور ان کی منازل پر امان دی۔ اس وجہ سے نہاوند کا نام "ماہُ دینار" رکھ دیا گیا۔ دینار اس کے بعد سِماک کے پاس آتا، انھیں ہدیہ

(۳۰۶)

دیتا، اور ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

مجھ سے ابو مسعود الکوفی نے کہا، ان سے المبارک بن سعید نے، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:- نہاوند فتوح اہل الکوفہ سے، اور الدّینور فتوح اہل البصرہ سے ہے۔ جب الکوفہ میں مسلمانوں کی کثرت ہوگئی، تو ضرورت ہوئی کہ اس علاقہ کو بڑھایا جائے جس کا خراج ان میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ چنانچہ ان کے لئے الدّینور مخصوص کیا گیا؛ اور اسی طرح اہل البصرہ کے لئے نہاوند مخصوص کیا گیا اس وجہ سے کہ وہ اصبہان میں ہے۔ الدّینور و نہاوند کے خراج میں سے جو کچھ بچتا تھا وہ اہل الکوفہ کو دے دیا جاتا تھا۔ بنا بر ایں نہاوند کا نام "ماہ البصرہ" اور الدّینور کا نام "ماہ الکوفہ" رکھ دیا گیا۔ یہ معاویہ کی خلافت کا واقعہ ہے۔

مجھ سے اہل العلم کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ:- حُذَیفہ بن الیمان — اور یہ حُذَیفہ بن حُسَیل بن جابر العبسی حلیف بنی عبدالاشہل تھے، اور ان کی ماں الرّباب بنت کعب بن عَدِی بھی (قبیلہ) عبدالاشہل سے تھیں — کے والد اُحُد کے دن عبداللہ بن مسعود الہُذَلِی کے ہاتھ سے قتل ہوگئے، انھوں نے ان کو کافر سمجھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کی دیت دی جائے۔ حُذَیفہ نے وہ دیت مسلمانوں کو ہبہ کر دی۔

الواقدی کہتا ہے:- حُسَیل کا نام الیمان اس وجہ سے پڑا کہ وہ الیمن سے تجارت کرتے تھے۔ جب وہ المدینہ آتے تو لوگ کہتے "الیمان آگیا"۔

اور الکلبی کہتا ہے:- یہ حُذَیفہ بن حُسَیل بن جابر بن ربیعہ بن عمرو بن جَرْوَہ ہیں، اور جَروہ ہی الیمان تھے جن کی طرف حُذَیفہ منسوب ہیں۔ اگرچہ دونوں میں کئی پشتوں کا فصل ہے۔ یہ جاہلیت میں کسی کا خون کرکے (۳۰۷) المدینہ بھاگ آئے تھے، اور یہاں انھوں نے بنی عبدالاشہل سے محالفت کرلی، اس وجہ سے انکی قوم انھیں الیمان کہنے لگی، کیوں کہ انھوں نے الیمانیہ سے محالفت کی تھی۔

الدِّینَوَر، ماسَبذَان، مِہرِجانقَذَف

کہتے ہیں :۔ ابو موسیٰ الاشعری نہاوند سے واپسی میں، جہاں یہ اہل البصرہ کی فوج بہ النعمان بن مُقرّن کی مدد کو گئے تھے، الدینور پر سے گزرے، پانچ دن یہاں ٹھیرے۔ ان دنوں میں سے ایک دن جنگ ہوئی۔ پھر اس کے باشندوں نے جزیہ و خراج کا اقرار کیا اور درخواست کی کہ ان کی جانوں، اور ان کے اموال، اور ان کی اولاد کو امان دیجائے۔ ابو موسیٰ نے انکی درخواست قبول کی، اور یہاں اپنا عامل ایک رسالہ کے ساتھ متعین کردیا۔

پھر وہ ماسبذان کی طرف گئے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ نہیں کی۔ اہل السیروان نے انسے ویسی ہی صلح کرلی جیسی صلح الدینور (کے باشندوں) نے کی تھی، اور جزیہ و خراج دینے کا اقرار کیا۔ (ابو موسیٰ نے) ان میں سرایا پھیلا دئے جو ان کی زمین پہ غالب ہوگئے۔

ایک جماعت کہتی ہے :۔ ابو موسیٰ نے ماسبذان، حرب نہاوند سے قبل فتح کیا تھا۔

ابو موسیٰ نے عبد اللہ بن قیس الاشعری اور السائب بن الاقرع الثقفی کو

جو ان کی لڑکی کے شوہر تھے ، اور وہ اُمّ محمد بن السائب تھی، مِہرجانقَذَف کے مدینہ (: صدر مقام) الصَّیمَرَہ کی طرف بھیجا ، اور انھوں نے اس کو (ان شرائط پر) صلحاً فتح کرلیا کہ نہ کسی کو قتل کیا جائے گا نہ اسیر کیا جائے گا اور نہ سونے چاندی سے تعرض کیا جائے گا۔ اور یہ کہ وہ جزیہ اور زمین کا خراج دیں گے ۔ اور مِہر جانقَذَف کے تمام کُوَر فتح کرلئے ۔ یہ خبر صحیح ہے کہ (ابو موسیٰ نے) السائب کو الاہواز سے بھیجا اور انھوں نے اس کو فتح کیا ۔

مجھ سے محمّد بن عُقبَہ بن مصرم الضّبّی نے کہا ، ان سے ان کے والد نے ، ان سے سَیف بن عمر التمیمی نے ، اور ان سے اہل الکوفہ میں سے بعض شیوخ نے ، کہ :— جب مسلمانوں نے الجبال میں جنگ کی تو وہ اس قلعۂ شرقیہ پر سے گزرے جس کو سنّ سُمَیرَہ کہتے ہیں ۔ سُمَیرَہ بنی ضَبَّہ میں سے ، جو بنی معاویہ بن کعب بن ثعلبہ بن سَعد بن ضَبَّہ سے تھی ، ایک مہاجرہ تھی ؛ اس کے ایک دانت تھا، (۳۰۸) اس وجہ سے اس کا نام سنّ سُمَیرَہ رکھ دیا ۔

ابن ہشام الکلبی کہتا ہے :— قناطرالنعمان بن عمرو بن مُقَرِّن المُزَنی کی طرف منسوب ہیں ؛ اس نے ان کے پاس چھاؤنی چھائی تھی ؛ یہ پرانے وقتوں کی تھیں ۔

مجھ سے عباس بن ہشام الکلبی نے کہا ، ان سے ان کے والد نے ، اور ان سے عَوانہ نے ، کہ :— کثیر بن شہاب بن الحُصَین بن ذی الغُصَّہ الحارثی عثمانی تھا ، وہ (حضرت) علی بن ابی طالب پر طعن کرتا ، اور لوگوں کو (حضرت امام) حسین (علیہ السلام) کا ساتھ دینے سے روکتا تھا۔ وہ المختار بن ابی عبید کے خروج سے قبل ، یا اس کے ابتدائی زمانہ میں مرگیا۔ المختار بن ابی عبید نے اسی کی نسبت اپنے سجع میں کہا ہے :—

أَمَا وَرَبِّ السَّحَابِ ، شَدِيدِ الْعِقَابِ ، سَرِيعِ الْحِسَابِ

مُنْزِلِ الْكِتَابِ، لَاَ نْبُشَنَّ قَبْرَ كَثِيْرِ بْنِ شِهَابٍ، الْمُفْتَرِی الْكَذَّابِ۔

(رب سحاب کی قسم، جو شدید العقاب و سریع الحساب و منزل الکتاب ہے، میں کثیر بن شہاب مفتری کذاب کی قبر ضرور کھود دوں گا۔)

معاویہ نے اس کو اپنی جانب سے اور اپنے دونوں عاملوں زیاد و المغیرہ بن شعبہ کی جانب سے الرّے اور دستبیٰ کا والی کیا تھا، پھر اس سے بگڑ گئے، اس کو دمشق میں قید کر دیا اور مارا، حتیٰ کہ شریح بن ہانی المرادی نے اس کے معاملے میں ان سے سفارش کی، اور انھوں نے اس کو رہا کر دیا۔ یزید بن معاویہ نے اپنی ہوائے نفس کے لیے اس کی متابعت و پیروی پسند کی، اور عبیداللہ بن زیاد کو اس کی تولیت میں ماسبذان و مہرجانقذق و حلوان و الماہین دینے کے لئے لکھا، اور اس کو الجبل میں بہت سی جاگیریں دیں جہاں اس نے اپنے لئے ایک قصر بنوایا جو قصر کثیر (کے نام سے) معروف ہے، اور وہ الدینور کی عملداری میں ہے۔ زُہرہ بن الحارث بن منصور بن قیس بن کثیر بن شہاب نے ماسبذان میں بہت سی جائدادیں حاصل کیں۔

مجھ سے خشرم بن مالک بن ہبیرۃ الاَسدی کی اولاد میں سے کسی نے کہا، کہ: الخشارمہ کے ماسبذان میں آنے اور رہنے کی ابتدا بنی اُمیہ کے آخر زمانہ میں ہوئی، جبکہ ان کا مورث اعلیٰ الکوفہ سے یہاں آیا۔

مجھ سے العُمری نے کہا، اور ان سے الہیثم بن عدی نے، کہ:-
زیاد سفر میں تھا، اس کی قبا کا تکمہ ٹوٹ گیا، کثیر بن شہاب نے اپنی قلنسوہ میں سے سوئی تاگا نکالا جو اس میں لگا رہتا تھا، اور اس کو ٹھیک کر دیا۔ زیاد نے کہا: تو حازم ہے اور تجھ جیسے آدمی کو بے کار نہیں رکھنا چاہیے؛ اور اس کو الجبل کے ایک حصے کا والی کر دیا۔

فتح ہمذان

(۳۰۹)

کہتے ہیں :— المغیرہ بن شعبہ نے، جو عمر بن الخطاب کی جانب سے عمار بن یاسر کے عزل کے بعد الکوفہ پر عامل تھے، جریر بن عبداللہ البجلی کو ہمذان کی جانب بھیجا، یہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے، یہاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کی اور ان کی مدافعت کی۔ ان کی آنکھ کو تیر سے صدمہ پہنچا، انھوں نے کہا: "میں اللہ کے ہاں اس کا حساب کروں گا۔ اسی نے میرے چہرے کو اس سے زینت دی اور جب تک چاہا اس میں میرے لئے نور رکھا، اور پھر اپنی راہ میں اس کو سلب کر لیا"۔ جریر بن عبداللہ نے ہمذان ویسی ہی صلح پر فتح کر لیا جیسی صلح پر نہاوند فتح کیا تھا۔ یہ آخر ۲۳ھ میں ہوا۔ یہاں کے باشندوں نے ان سے (ایک بار پھر) جنگ کی اور انھیں پسپا کر دیا، مگر یہ اس کی زمین پر غالب ہوگئے، اور اس کو بزور لے لیا۔

الواقدی کہتا ہے :— جریر نے نہاوند ۲۴ھ میں عمر بن الخطاب رحمہ اللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد فتح کیا۔

اور بعض نے یہ بھی روایت کی ہے کہ :— خود المغیرہ بن شعبہ ہمذان کی طرف گئے، ان کے مقدمہ پر جریر تھے، انھوں نے اس کو

فتح کیا اور المغیرہ نے اس کو اُس علاقے کے ساتھ ضم کر دیا جس پر کثیر بن شہاب الحارثی والی تھا۔

مجھ سے بیان کیا عباس بن ہشام نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا، اور عوانہ بن الحکم نے، کہ:— سعد بن ابی وقاص جب الکوفہ کے والی عثمان بن عفان کی جانب سے ہوئے تو انھوں نے العلاء بن وہب بن عبد بن وہبان یکے از بنی عامر بن لوی کو الماہ اور ہمذان کا والی کیا، اہل ہمذان نے عذر و نقض کیا، (العلاء نے) ان سے جنگ کی؛ پھر وہ اس کا حکم ماننے پر اتر آئے، اور ان سے اس پر صلح ہوگئی کہ وہ اپنی زمین پر خراج اور اپنے افراد پر جزیہ، اور مسلمانوں کے لئے ایک لاکھ درہم دیں؛ اس کے بعد نہ ان کے مال سے تعرض کیا جائے گا، نہ ان کی حرمت سے، نہ ان کی اولاد سے۔

ابن الکلبی کہتا ہے:— وہ قلعہ جو ماذران کہلاتا ہے، السری بن نسیر بن ثور العجلی کی طرف منسوب ہے، انھوں نے اس پر ڈیرے ڈالے حتیٰ کہ اس کو فتح کر لیا۔

(۳۱۰) مجھ سے زیاد بن عبدالرحمٰن البلخی نے اہل سیسر میں سے شیوخ کے حوالہ سے بیان کیا کہ:— اس کا نام سیسر اس لئے رکھا گیا کہ یہ نشیبی زمین میں تیس پہاڑیوں کی چوٹیوں کے درمیان واقع ہے، اس لئے اس کو "تیس چوٹیاں" اور سیسر کو سیسر صدخانیہ کہتے ہیں، یعنی تیس چوٹیاں اور سو چشمے۔ یہاں بہت سے چشمے ہیں جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے۔

کہتے ہیں:— سیسر اور اس کے اطراف کی زمینیں ایک مدۃ تک کردوں اور دوسری قوموں کے مواشی کی چراگاہ رہی ہیں، یہیں امیرالمومنین المہدی کے جانوروں اور بکریوں کی چراگاہیں تھیں جن کا والی ان کا آزاد کردہ غلام سلیمان بن قیراط (صاحب صحراء قیراط

واقع مدینۃ السلام) تھا، اور سَلّام الطَّیفُوری اس کے ساتھ شریک تھا؛ طَیُفور، ابوجعفر المنصور کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور اسکو ابوجعفر نے المہدی کو دے دیا تھا۔

جب صعالیک و دُعّار (= کنگلوں اور لفنگوں) کی کثرت ہوگئی تو وہ امیر المؤمنین المہدی کی خلافت میں الجبل میں منتشر ہوگئے، اور انھوں نے اس ناحیہ کو اپنا حوز وملجا بنا لیا۔ یہ لوگ رہزنی کرتے اور پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے؛ اور ان کو یہاں سے بلایا بھی نہیں جا سکتا تھا؛ کیوں کہ یہ ہَمَذان و الدِّینَوَر و اذرَبیجان کی سرحد ہے۔ سلیمان بن قیراط اور اس کے شریک کار نے المہدی کو ان کی خبر دی، اور شکایت کی کہ یہ ان جانوروں اور مواشی سے تعرض کرتے ہیں جو اس کی نگرانی میں ہیں۔ اس پر (المہدی نے) اس کے پاس اک بڑا لشکر بھیجا، اور سلیمان و سلام کو لکھا اور دونوں کو حکم دیا کہ وہ ایک مدینہ (شہر) بنائیں، اور اس میں اپنے اعوان و رعاۃ کو لے کر رہیں، اور ان جانوروں اور مواشی کو ان سے محفوظ کر دیں جن سے انھیں خوف ہے۔ چنانچہ انھوں نے مدینۂ سِیسَر بنایا، اس کو قلعہ بند کیا، لوگوں کو اس میں بسایا؛ اور الدِّینَوَر سے رستاق مابَہرج، اور اذرَبیجان کے کورۂ بَرزہ سے رستاق الجوذمہ، اور رُسْتف و خابنجر اس کے ساتھ ضم کر دیئے؛ ان رساتیق کی وجہ سے یہ ایک کُورہ بن گیا، اس پر ایک عامل مقرر کیا گیا؛ اور اسی کو خراج دیا جاتا تھا۔

ان کنگلوں کی تعداد امیر المومنین الرشید کی خلافت میں پھر بڑھ گئی، سیسر (کی فصیل) میں انھوں نے شگاف ڈال دیئے؛ (الرشید نے) اس کی مرمت کا اور اس کو قلعہ بند کرنے کا حکم دیا، اور (اس کی حفاظت کے لیئے) خاقان الخادم السُّغدی کے اصحاب میں سے ایک ہزار آدمی مقرر کئے جن کی اولاد یہاں (۳۱۱

اب تک آباد ہے۔

الرشید نے اپنے آخر زمانے میں مُرّہ بن ابی مُرّۃ الرُّدینی العجلی کو سیسر پر بھیجا؛ عثمان الاَوْدِی نے ترکیبوں سے اُس پر غالب ہونے کی کوشش کی، لیکن کسی طرح قادر نہو سکا۔ اور اَذربیجان میں سے اُسی علاقے پر، یا اس سے کچھ زیادہ پر، غالب رہا جو (پہلے سے) اس کے ہاتھ میں تھا۔ مُرّۃ ابن الرُّدینی، سیسر کا مقررہ خراج، جس کا وہ ذمہ دار تھا، محمّد بن الرشید کے زمانے میں برابر ادا کرتا رہا حتیٰ کہ فتنہ برپا ہوا۔ پھر عاصم بن مُرّہ سے المامون کی خلافت میں اس کا انتظام لے لیا گیا، اور اس کو خلافت کی جاگیروں میں شامل کر لیا گیا۔

مجھ سے اہل المَفازہ کے مشائخ نے (اور یہ سیسر کے قریب ہے،") بیان کیا کہ:— الحُرَشی[1] جب الجَبل کا والی ہوا تو اہل المَفازہ جلاوطن ہو گئے اور انھوں نے اس کو چھوڑ دیا، اور ان میں سے اکثر نے اپنی جائدادیں الحُرَشی کے قائد ہَمّام بن ہانی العَبدی کے سپرد کر دیں۔ ہمام نے ان جائدادوں کو اپنے ہاتھ میں لکھیا۔ اور ان میں سے بیت المال کا جو کچھ حق ہوتا ادا کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا۔

جب امیرالمومنین المامون خراسان سے محمّد بن زُبَیدہ کے قتل کے بعد مدینۃ السلام آیا، تو ہَمّام کا کوئی بیٹا اور مفازہ کے باشندوں میں سے ایک شخص، جس کو محمّد بن العباس کہتے تھے، اس کے پاس آیا، دونوں نے اسکو مفازہ کا قصہ سُنایا، اور کہا: اس کے تمام باشندے اس پر راضی ہیں کہ اپنا علاقہ (امیرالمومنین کے) سپرد کر دیں اور کاشت کار بن کر رہیں، بشرطیکہ صعالیک (: کنگلوں)

---

[1] الیعقوبی، ص ۲۵۳: الحرشی۔

وغیرہ کے مقابلے میں ان کی مدد کی جائے اور ان کی حفاظت کی جائے۔ (امیر المومنین نے) ان کی یہ بات مان لی، اور حکم دیا کہ اس کو آباد کرنے اور اس کی اصلاح کرنے کے لئے ان کی تقویت و معاونت کی جائے۔ اس طرح (یہ علاقہ) خلافت کی جاگیروں میں شامل ہو گیا۔

مجھ سے المدائنی نے بیان کیا، کہ :- لیلیٰ الاخیلیۃ الحجاج کے پاس گئی، الحجاج نے اس کو انعام دیا۔ اس نے (الحجاج سے) درخواست کی کہ وہ اس کے لئے اپنے عامل الریّ کو (سفارش) لکھ دے۔ لیکن وہ ساوہ پہنچ کر مرگئی اور وہیں دفن کی گئی۔

(۳۱۲)

قُم و قاشان و اِصبَہان

کہتے ہیں: ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاَشعَری نہاوَند سے واپسی میں الاہواز کی طرف گئے اور وہاں ٹھیرے۔ پھر قُمّ پہنچے، کچھ دن ٹھیرے، اور اس کو فتح کر لیا؛ اور الاَحنَف بن قیس کو، جن کا نام ضَحّاک بن قیس التیمی تھا، قاشان کی طرف بھیجا۔ الاَحنف نے اس کو بزور فتح کیا اور (ابو موسیٰ سے) آملے۔

عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ۲۳ھ میں عبد اللہ بن بُدَیل بن وَرقاء الخُزاعی کو اصبہان کی طرف بھیجا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حضرت عمرؓ نے) ابو موسیٰ الاشعری ہی کو لکھا کہ عبد اللہ کو لشکر دے کر اصبہان کی طرف جانے کا حکم دو؛ ابو موسیٰ نے عبد اللہ کو اصبہان کی طرف بھیجا، اور عبد اللہ نے اس کو فتح کیا۔

عبد اللہ بن بُدَیل نے جَیّ کو قتال کے بعد صُلحاً اس شرط پر فتح کیا کہ اس کے باشندے جِزیہ و خراج دیں؛ اسلحہ کے سوا ان کی جانوں اور ان کے اموال کو امان دی جائے گی۔

عبد اللہ بن بُدَیل نے الاَحنَف بن قیس کو، جو ان کے لشکر میں تھے الیہُودِیہ کی طرف بھیجا، اس کے باشندوں نے ان سے ویسی ہی

شرائط پر صلح کر لی جیسی شرائط پر اہل جَیّ نے صلح کی تھی۔

ابن بُدَیل ارضِ اصبہان اور اس کے طساسیج پر غالب ہو گیا اور (حضرت) عثمان کی خلافت کا پہلا سال گزرنے تک اس علاقے پر عامل رہا۔ پھر (حضرت) عثمان نے السائب بن الاَقرَع کو والی کیا۔

مجھ سے محمد بن سَعْد مولیٰ بنی ہاشم نے کہا، انھوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا، ان سے سلیمان بن مسلم نے، اور ان سے ان کے ماموں بَشیر بن اُمَیّہ نے، کہ:— ابوموسیٰ اصبہان پر اترے، اس کے باشندوں کے سامنے اسلام پیش کیا، انھوں نے انکار کیا؛ پھر ان کے سامنے جزیہ پیش کیا، اور انھوں نے اس پر صلح کر لی۔ لیکن رات صلح پر کی اور صبح غدر پر۔ ان سے جنگ کی گئی اور اللہ نے ان پر فتح عطا فرمائی۔ محمد بن سَعْد کہتا ہے: شاید یہ قصہ اہل قُم کا ہے۔

مجھ سے محمد بن سَعْد نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے الہَیثم بن جمیل نے کہا، ان سے حمّاد بن سَلَمہ نے، اور ان سے محمد بن اسحٰق نے، کہ:— (حضرت) عمر نے ابن بُدَیل الخُزاعی کو اصبہان کی طرف بھیجا۔ یہاں کا مرزبان ایک عمر رسیدہ شخص، فادوسفان، تھا۔ ابن بُدَیل نے اس کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر سے نامہ و پیام کر کے ان کو مرزبان سے برگشتہ کر دیا۔ بڈھے نے لوگوں کا رُخ پھرا ہوا دیکھ کر تیس (۳۱۳) قدر اندازوں کو، جن کی دلیری و قوتِ حرب اور اطاعت پر اس کو اعتماد تھا، ساتھ لیا، اور کرمان جانے کی نیت سے کہ بھاگ کر یزدجرد سے جا ملے شہر سے نکلا۔ عبد اللہ بن بُدَیل اس کے فرار کی خبر سنتے ہی سواروں کی ایک مضبوط ٹکڑی لے کر اس کے پیچھے دوڑے۔ عجمی ان کو دیکھ کر ایک بلندی پر چڑھ گیا اور للکارا: اپنی جان کا خوف کر۔ ہمارا کوئی تیر خالی نہیں جاتا۔ اگر تو ہم پر حملہ کرے گا تو ہم تجھ پر تیر برسائیں گے؛ اور اگر تو ہم سے لڑے گا تو ہم بھی تجھ سے

لڑیں گے؟" عجمی اس سے لڑا۔ اس نے عبداللہ کے ایک ضرب لگائی جو اس کے قربوس (= کوہۂ زین) پر پڑی اور اس کو توڑ کر گھوڑے کے سینے کو کاٹتی ہوئی نکل آئی۔ پھر اس نے کہا: اے شخص! میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ تو مجھے عاقل اور شجاع نظر آتا ہے۔ کیا تو اس پر راضی ہے کہ میں تیرے ساتھ واپس چلوں اور اپنے شہر کے باشندوں کی طرف سے تجھ سے ادائے جزیہ پر صلح کر لوں۔ ان میں سے جو رہنا چاہے وہ ذمی ہو اور جو شہر چھوڑ کر جانا چاہے اس سے تعرض نہ کیا جائے اور شہر تیرے حوالے کر دوں؟" ابن بُدَیل اس کے ساتھ واپس آیا اور جی فتح کیا۔ عجمی نے جو شرطیں کی تھیں پوری کیں، اور اہل اصبہان سے کہا: "اے لوگو! میں نے تمھیں لئیم و متخاذل پایا؛ میں نے جو کچھ کیا تم اسی کے مستحق تھے۔"

کہتے ہیں: ابن بُدَیل نواحی اصبہان کے میدانوں اور پہاڑوں پہ پہنچا اور ان پر غالب ہو گیا؛ اور خراج میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو اہل الاہواز سے کیا تھا۔

کہتے ہیں: اصبہان اور اس کی زمین ۲۲ھ اور ۲۴ھ میں فتح ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ خود عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن بُدَیل کو لشکر دے کر بھیجا۔ وہ ابوموسیٰ سے آ کر ملے۔ ابوموسیٰ قم و قاشان فتح کر چکے تھے۔ سب نے مل کر اصبہان پر حملہ کیا۔ ابوموسیٰ الاشعری کے مقدمے پر الاحنف بن قیس تھے۔ انھوں نے الیہودیہ فتح کیا، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے بعد ابن بُدَیل نے جی فتح کیا۔ پھر سب مل کر ارض اصبہان میں داخل ہوئے اور اس پر غالب ہو گئے۔ لیکن صحیح تر خبر یہ ہے کہ ابوموسیٰ نے قم و قاشان فتح کیا، اور عبداللہ بن بُدَیل نے جی اور الیہودیہ

مجھ سے ابو حسان الزیادی نے ثقیف میں سے ایک شخص کے

حوالے سے بیان کیا کہ :۔ عثمان بن ابی العاصی الثقفی کا مشہد اصبہان میں ہے۔

ہم سے محمد بن یحییٰ التیمی نے کہا، اور ان سے ان کے شیوخ نے کہ :۔ اہل اصبہان کے اشراف کے پاس جفریاد میں جو رستاق شیمرۃ[1] الکبریٰ میں ہے ۔ اور بہجا درسان میں، اور اس قلعے میں جو (۳۱۴) ماربین کے نام سے معروف ہے، بہت سی معاقل (: پناہ گاہیں) تھیں۔ جی فتح ہونے کے بعد یہ لوگ ادائے خراج پر اطاعت میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے جزیہ دینا پسند نہیں کیا، اور اسلام قبول کرلیا۔

الکلبی و ابوالیقظان کہتے ہیں : مروان کے زمانے میں الہذیل بن قیس العنبری اصبہان کا والی ہوا۔ عنبرین اسی زمانے میں یہاں آکر آباد ہوئے۔

کہتے ہیں : ابودلف القاسم بن عیسیٰ بن ادریس بن معقل العجلی کا دادا : ادریس، عطر بناتا تھا اور دودھ دوہتا تھا۔ وہ اپنے بہت سے متعلقین کو لے کر الجبل آیا اور ہمدان کے قریوں میں سے ایک قریہ میں، جس کا نام "مس" تھا مقیم ہو گیا۔ یہاں اس نے دولت پیدا کی اور جائدادیں خریدیں۔ ادریس بن معقل نے ایک تاجر پر حملہ کیا جس پر اس کا کچھ مال آتا تھا۔ اور اس کا گلا گھونٹ دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹ کر مال لے۔ اسکی پاداش میں اس کو الکوفہ لایا گیا اور قید کردیا گیا۔ یہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ تھا، اور العراق کا والی یوسف بن عمر الثقفی تھا۔ پھر عیسیٰ بن ادریس الکرج میں آکر اترا، اور اس پر غالب ہو گیا، اور اس کے قلعے کی مرمت کرائی جو شکستہ ہو گیا تھا۔ اس سے ابودلف القاسم بن عیسیٰ کو قوت حاصل ہو گئی، اور

---

[1] یعقوبی، ص ۵۲ : تیمرٰی؛ مراصد: تیمرہ۔

سلطان کے نزدیک اس کی بڑی شان ہوگئی ۔ ابودُلَف نے قلعے کو وسیع کیا اور الکَرَج کو شہر بنا دیا ۔ اسی وجہ سے اس کو کَرَج ابی دُلَف کہتے ہیں۔ الکَرَج آج کل شہروں میں سے ایک شہر ہے ۔

المامون نے علی بن ہشام المَرْوَزی کو قُمّ کی طرف بھیجا ۔ یہاں کے باشندوں نے نافرمانی کی تھی ، حکومت کے خلاف ہو گئے تھے، اور خراج دینا بند کر دیا تھا ۔ المامون نے اس کو حکم دیا کہ اہل قُمّ سے لڑے اور لشکر سے اس کی مدد کی ۔ علی بن ہشام ان سے لڑا ۔ اس نے ان کے رئیس ، یحییٰ بن عمران ، کو قتل کیا ، ان کی شہر پناہ مسمار کرکے برابر کر دی ، اور ان سے ستّر لاکھ درہم وصول کئے ، حال آں کہ اس سے قبل وہ دو لاکھ درہم (کی جبایت) ظلم قرار دیتے تھے ۔

ان لوگوں نے ابوعبداللہ المعتز باللہ بن المتوکل علی اللہ کی خلافت میں پھر نقض کیا ۔ اس نے موسیٰ بن بُغا کو ، جو الجبل پر اس کا عامل تھا اور جس کو طالبین کی اس جماعت سے جس نے طَبَرستان میں ظہور کیا تھا اس نے جنگ پر مامور کیا تھا ، (ان کی سرکوبی کے لئے) بھیجا ۔ موسیٰ نے قُمّ کو بزور فتح کیا اور باشندوں کی کثیر تعداد قتل کی ۔ المعتز باللہ نے لکھا کہ وہاں کے بااثر لوگوں میں سے ایک جماعت جلاء وطن کر دی جائے ۔

مقتلِ یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ اَبرویز بن ہرمزان بن انوشروان

(۳۱۵)

کہتے ہیں: یزدجرد المدائن سے حلوان اور پھر اصبہان کی طرف بھاگا اور جب مسلمان نہاوند کے قبضے سے فارغ ہوئے تو وہ اصبہان سے اصطخر کی طرف بھاگا۔ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء نے فتح اصبہان کے بعد اس کا تعاقب کیا مگر قادر نہو سکے۔

عبداللہ بن عامر بن کریز ۲۹ھ میں جب البصرہ آیا تو اصطخر اور جور کے سوا پورا فارس فتح ہو چکا تھا۔ یزدجرد نے طبرستان جانے کا ارادہ کیا، کیوں کہ وہاں کے مرزبان نے اس کے استحکام کی کیفیت لکھ کر اس سے وہاں آنے کی درخواست کی تھی۔ یزدجرد اس وقت اصبہان میں تھا۔ پھر اس نے وہاں جانے کا ارادہ بدل دیا اور کرمان چلا گیا۔ ابن عامر اور مجاشع بن مسعود السلمی اور ہرم بن حیان العبدی نے اس کا تعاقب کیا۔ مجاشع بڑھ کر کرمان کے علاقے میں بیمند پہ اترا، یہاں مسلمانوں کو برف باری نے نقصان پہنچایا، اس کا لشکر ہلاک ہو گیا اور ان میں سے بہت کم زندہ بچے۔ مجاشع، ابن عامر کے پاس

واپس آگیا۔

یزدجرد کرمان (آنے کے بعد) ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں کا مرزبان اس کے پاس آیا، یزدجرد نے تیہے میں اس سے کچھ بات نہ کی۔ مرزبان کو تاؤ آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو نکال دیا جائے، اور کہا: بادشاہی تو بڑی چیز ہے تو ایک قریہ پہ حکومت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ اللہ تجھ میں ذرا بھی بھلائی دیکھتا تو تجھے اس حال کو نہ پہنچاتا۔" یزدجرد سجستان آگیا۔ یہاں کے بادشاہ نے اس کی بڑی تعظیم و مدارات کی۔ کچھ دن گزرنے کے بعد یزدجرد نے اس سے خراج مانگا، (رتبیل کو) اس سے نفرت ہوگئی۔ یزدجرد یہ رنگ دیکھ کر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ مرو کی سرحد پر پہنچا تو وہاں کا مرزبان ماہویہ بڑی تعظیم و تبجیل سے ملا۔ نیزک طرخان بھی اس کے پاس آیا، سواری حاضر کی، خلعت پیش کیا، خاطر مدارات کی، اور مہینہ بھر اس کے پاس ٹھیر کر چلا گیا۔ پھر اس کو خط لکھا جس میں اس کی بیٹی سے اپنا پیام دیا تھا۔ یزدجرد کو یہ بات ناگوار گزری۔ اس نے کہا: اس کو یہ لکھ دو کہ تو ہمارے بندوں[1] میں سے ایک بندہ ہے۔ تونے میرے ہاں پیغام دینے کی کیسے جرأت کی اور ماہویہ مرزبان کو اس سے اموال کے محاسبے اور اس کی تحقیقات کا حکم دیا۔ ماہویہ نے نیزک کو لکھ کر فاسد و مشتعل کیا اور لکھا کہ یہ شخص بھاگ کر آیا ہے اور نکالا ہوا ہے، تم نے اس پر احسان کیا اور اس کا ملک اس کو واپس دلوانا چاہا لیکن اس نے تمھیں جو کچھ لکھا تم نے دیکھ لیا۔" دونوں نے اس کے قتل کی سازش کی۔ نیزک ترکوں کی فوج لے کر بڑھا اور جنابذ پہ اترا (۲۸۱۶)

---

[1] اصل الفاظ ہیں: انا انت عبد من عبیدی عبد: بندہ، بخلاف حر۔ اردو میں عبد کے معنوں میں غلام بولتے ہیں۔ عربی میں غلام کے معنی ہیں بچہ، کودک، مرد میانہ سال۔

اور یزدجرد سے اڑا۔ اول اول ترکوں کے پیر اکھڑے، پھر جنگ کا رخ بدلا، یزدجرد کے ساتھی مارے گئے، اس کا لشکر لٹ گیا، اور وہ بھاگ کر مرو کی طرف آیا۔ لیکن (دروازہ) اس کے لئے نہیں کھولا گیا۔ وہ اپنے جانور سے اترا اور پیدل چل کر مرغاب کے کنارے ایک آسیابان کے گھر میں گھس گیا۔ کہا گیا ہے کہ ماہویہ نے اس کے بھاگنے کی خبر سن کر اس کی تلاش میں آدمی بھیجے اور انھوں نے آسیابان کے گھر میں اس کو قتل کر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماہویہ نے آسیابان کو فریب دیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دے، اور جب اس نے قتل کر دیا تو اس سے کہا: بادشاہ کا قاتل ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ زندہ چھوڑا جائے" اور آسیابان کو اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسیابان نے اس کے سامنے کھانا پیش کیا جو اس نے کھایا، پھر وہ اس کے لئے پینے کی چیز لایا جو اس نے پی اور سُکر میں ہو گیا۔ جب شام ہوئی تو اس نے اپنا تاج نکال کر اپنے سر پر رکھا۔ تاج کو دیکھ کر آسیابان کو طمع ہوئی۔ اس نے چکی کا پاٹ اس پر پھینکا اور اس کو ہلاک کر دیا، اس کے کپڑے لے لئے اور اس کو پانی میں پھینک دیا۔ ماہویہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے آسیابان کو اور اس کے گھر والوں کو قتل کر دیا اور تاج اور کپڑے لے لئے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزدجرد ماہویہ کے فرستادوں سے ڈر کر بھاگا اور پانی میں اتر گیا، انھوں نے آسیابان سے مانگا، اس نے کہا: وہ تو میرے گھر سے نکل گیا۔ پھر انھوں نے اس کو پانی میں پا لیا۔ اس نے کہا: تم مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں اپنا منطقہ اور اپنی انگوٹھی

---

[1] نہر مرو — ابن حوقل، ص ۳۱۵

اور اپنا تاج دے دوں گا۔" انھوں نے لالچ میں آکر اس کو چھوڑ دیا۔ پھر اس نے ان سے کچھ مانگا کہ تھوڑی سی روٹی خرید کر کھا سکے۔ ان میں سے ایک نے اس کو چار درہم دیئے۔ اس پر وہ ہنسا اور اس نے کہا: "مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ تو چار درہم کے لئے محتاج ہوگا۔" ماہویہ نے اس کو لانے کے لئے ایک اور دستہ بھیجا جو اس پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے کہا: "مجھے قتل نہ کرو اور شاہ عرب کے پاس لے چلو، میں اس سے اپنی طرف سے اور تمہاری طرف سے صلح کر لوں گا کہ تمھیں امان مل جائے۔" مگر انھوں نے انکار کیا اور کمان کی تانت سے اس کا گلا گھونٹ دیا، اس کے کپڑے لے کر تھیلے میں رکھے اور اس کی لاش پانی میں پھینک دی۔

فیروز بن یزدجرد کی نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ وہ ترکوں کے ہاتھ لگا انھوں نے اس کی شادی کر دی اور وہ انھیں میں رہا۔

الرّےؔ اور قُومَس کی فتح

(۳۱۷)

مجھ سے عباس بن ہشام الکلبی نے کہا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابو مخنف نے، کہ:۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عمّار بن یاسر کو، جو ان کی طرف سے الکوفہ پر عامل تھے، واقعۂ نہاوَند کے دو ماہ بعد، لکھا کہ عُروہ بن زید الخیل الطائی کو الرّے اور دستبیٰ کی طرف آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجو۔" عمّار نے امتثالِ امر کیا۔ عُروہ مہم پر روانہ ہوئے۔ الدَّیلم ان کے مقابلے پر جمع ہوئے۔ اہل الرّے نے ان کی مدد کی۔ جنگ ہوئی۔ اور اللہ نے عُروَہ کو ان پر فتح بخشی۔ عُروہ نے ان کو قتل کیا اور مارا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی حنظلہ کو اپنا جانشین کر کے عمّار کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ انکو (حضرت) عمر کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ وجہ یہ تھی کہ واقعۂ الجِسر کی بُری خبر (حضرت) عمر کے پاس یہی لے گئے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ فتح کی بشارت بھی وہی جاکر سنائیں کہ وہ فتح کی خبر سُن کر خوش ہوں۔ (حضرت) عمر نے ان کی صورت دیکھ کر کہا: "انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون"۔ عُروہ نے کہا: بلکہ الحمدُ للّٰہ۔ اللہ نے ہمیں نصرت عطا کی، اور ہمیں غالب کیا۔" اور ساری کیفیت سنائی۔ (حضرت)

عمر نے کہا: تم وہیں رہتے اور کسی کے ہاتھ یہ خبر بھیج دیتے۔" بولے: میں نے اپنی جگہ اپنے بھائی کو چھوڑا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ خبر خود ہی سناؤں۔" اس پر (حضرت عمر نے) ان کا نام بُشَیر (: خوش خبری دینے والا) رکھ دیا۔ عروہ کہتے ہیں: ؎

بَرَزتُ لِاَهلِ القَادِسِیَّةِ مُعلِماً وَمَا کُلُّ مَن یَغشَی الکَرِیهَةَ یُعلِمُ

وَیَوماً بِاَکنَافِ النُّخَیلَةِ قَبلَهَا شَهِدتُ فَلَم اَبرَح اُدَمِّی وَاُکلِمُ

وَاَیقَنتُ یَومَ الدَّیلَمِیِّینَ اَنَّنِی مَتیٰ یَنصَرِف وَجهِی اِلَی القَومِ یَهزِمُوا

مُحَافَظَةً اَنِّی اَمرُؤٌ ذُو حَفِیظَةٍ اِذَا لَم اَجِد مُستَاخِراً اَتَقَدَّمُ

میں اہل القادسیہ کے سامنے ایسی خبر لے کر نمودار ہوا
جیسے کوئی شخص، جو بڑی خبر چھپاتا ہو، نہیں کہیگا۔
اور ایک دن کھجور کے درختوں کے سائے میں جنگ
میں شریک ہوا۔ میں نے پیہم خوں ریزی کی اور
دشمنوں کو زخمی کیا۔
دیلمیوں کی جنگ میں مجھے یقین تھا کہ وہ میری صورت
دیکھتے ہی بھاگ نکلیں گے۔
خوب جانتے ہوئے کہ میں غیرت مند آدمی ہوں، جب
میں پیچھے ہٹتا ہوا نہیں پایا جاتا تو آگے بڑھایا جاتا ہوں۔

المنذر بن حسّان بن ضرار، یکے از بنی مالک بن زید، نخیلہ کے دن قتل مہران میں شریک تھے۔

کہتے ہیں: عُروہ جب واپس ہوئے تو حذیفہ نے اپنے لشکر پر سلمہ بن عمرو بن ضرار الضبّی کو بھیجا، اور بعض کہتے ہیں: البراء بن عازب کو بھیجا۔ عُروہ کے حملے نے الدیلم و اہل الرے کا دھڑ توڑ دیا

(۲۱۸) الفرخان بن الزینبدیٰ (عربوں نے اس کا نام الزینبی رکھا تھا، اور وہ

عارین کہلاتا تھا، ۴۰) کے قلعے پر پڑاؤ کیا۔ ابن الزینبی نے پہلے جنگ کی اور پھر اس پر صلح کر لی کہ وہ ذمّی ہوگا اور جزیہ و خراج ادا کرے گا۔ اس نے اہل الرّے و قومس کی جانب سے پانچ لاکھ درہم اس عوض سے پیش کئے کہ ان میں سے نہ کسی کو قتل کیا جائے، نہ گرفتار کیا جائے، اور نہ ان کا کوئی آتشکدہ منہدم کیا جائے؛ اور یہ کہ وہ اپنے خراج کے معاملے میں اہل نہاوند کی مثل ہوں گے۔ (یعنی ان کے ساتھ وہی معاملہ برتا جائے گا جو اہل نہاوند کے ساتھ برتا جاتا ہے)۔ اس کے بعد اس نے اہل دستبیٰ کی جانب سے بھی ایسی ہی صلح کر لی۔ دستبیٰ کے دو حصے تھے: ایک حصے کا نام الرازی تھا اور دوسرے حصے کا الہمذانی۔

سلیمان بن عمر[1] الضبّی نے، اور بعض کہتے ہیں: البراءُ بن عازب نے قومس کی جانب ایک رسالہ بھیجا۔ کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا اور اس نے ابواب الدامغان فتح کر لئے۔

جب عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عمّار کو معزول کیا اور المغیرہ بن شعبہ کو الکوفہ کا والی کیا تو المغیرہ بن شعبہ نے (اپنی جانب سے) کثیر بن شہاب الحارثی کو الرے اور دستبیٰ کا عامل مقرر کیا۔ کثیر نے القادسیہ کی جنگ میں اچھا اثر پیدا کیا تھا۔ کثیر جب الرے پہنچے تو انھوں نے اس کے باشندوں کو برسر بغاوت پایا۔ یہ ان سے لڑے، وہ اطاعت کی طرف رجوع ہوئے، اور ادائے جزیہ و خراج پر آمادہ ہو گئے۔ کثیر نے اس کے بعد الدّیلم اور ببر و طیلسان پر حملہ کیا۔

مجھ سے حفص بن عمر العمری نے بیان کیا، ان سے الہیثم بن عدی نے، اور ان سے ابن عیّاش الہمدانی وغیرہ نے، کہ:— کثیر بن

---

[1] سلامہ بن عمر — طبری۔

شہاب، جو الرّے اور دستبی اور قزوین کا والی تھا، خوبصورت اور صاحب عزم تھا۔ مگر لنگڑا تھا[1] وہ کہتا تھا: "میرے سوی کوئی لنگڑا ایسا نہیں ہے جو اپنے گھر والوں پر بار نہو"۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کی ٹانگیں (: سویقہ) مخراث کی طرح جم جاتیں۔ جب وہ فوج کشی کرتا تو اس کے ساتھیوں میں سے ہراک کے پاس ڈھال زرہ، خود، سُوا، پانچ سوئیاں، ریشم کے تار، سُتالی قینچی، توبڑا اور ٹوکری ہوتی تھی۔ وہ بخیل تھا۔ اس کے پاس ایک کھرا یا دیہ تھا جو اس کے سامنے رکھا جاتا تھا، جو کوئی اس کے پاس جاتا تو وہ کہتا: دُور ہو کم بخت، کیا تیری آنکھیں ہماری ہی طرف لگی ہوئی تھیں"۔ ایک دن اس نے اپنے غلام سے کہا: ہمارا کھانا لاؤ۔ غلام نے کہا: میرے پاس صرف (۳۱۹) روٹی اور ساگ ہے"۔ اس نے کہا: کیا میں نے فارس اور روم سے محض ساگ کے لئے جنگ کی ہے"۔

کثیر، معاویہ کے زمانے میں بھی الرے اور دستبی پر والی رہا ہے۔

راوی کہتا ہے: سعد بن ابی وقاص جب دوسری دفعہ الکوفہ کے والی ہوئے تو الرے آئے، کیوں کہ یہاں کے باشندے باغی ہوگئے تھے پھر الدیلم پر حملہ کیا۔ یہ اوائل ۲۵ھ کا واقعہ ہے، اور پھر واپس چلے گئے۔

مجھ سے بکر بن الہیثم نے بیان کیا، اور ان سے یحییٰ بن ضریس نے جو الرے کے قاضی تھے، کہ: الرے، حذیفہ کے زمانے میں فتح کئے جانے کے بعد سے ہمیشہ بغاوت کرتا رہا اور فتح ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آخری مرتبہ قرظہ بن کعب الانصاری نے ابو موسیٰ کے زمانے میں، جو (حضرت) عثمان کی طرف سے الکوفہ کے والی تھے، اس کو پوری طرح فتح کیا اور اس کے بعد سے اطاعت پر قائم رہا۔ یہاں کے عمّال حصن الزنبدی

---

[1] مورخ طبری نے اس کے جسمانی نقص کا ذکر نہیں کیا۔

میں رہتے تھے۔ انھوں نے آبادی کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ وہ اسی میں جمعہ پڑھتے تھے۔ بعد میں اس مسجد کو اس فصیل کے اندر لے لیا گیا جو المحدثہ (المحمدیہ) کے گرد تعمیر کی گئی تھی۔ قرظہ، الدیلم سے دستبیٰ پر حملے کیا کرتے تھے۔

راوی کہتا ہے: قرظہ (حضرت) علی کے زمانے میں ایک دفعہ پھر الکوفہ کے والی ہوئے، اور انھوں نے یہیں وفات پائی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز پڑھی۔

مجھ سے عباس بن ہشام نے کہا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ان کے دادا نے، کہ:— (حضرت) علی نے یزید بن حجبہ بن عامر بن تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ کو الرے اور دستبیٰ کا والی مقرر کیا۔ اس نے خراج میں کچھ گڑبڑ کی۔ (حضرت علی نے) اس کو قید کر دیا۔ یہ نکل بھاگا اور معاویہ سے جا ملا۔

ایک دفعہ ابوموسیٰ نے بھی الکوفہ پر حملہ کیا تھا، کیوں کہ اس کے باشندوں نے نقض کیا تھا؛ اور پہلی سی شرائط پر فتح کیا۔

مجھ سے جعفر بن محمد الرازی نے بیان کیا کہ:— المنصور کی خلافت میں امیرالمومنین المہدی مدینۃ الرے آئے اور اس کو تعمیر کرایا۔ آج جو شہر ہم دیکھتے ہیں وہ انھی کا تعمیر کردہ ہے۔ شہر کے گرداگرد فصیل بنوائی۔ اس کے پاس اینٹوں کا حوض تھا۔ اور خندق کھدوائی، اور شہر میں مسجد جامع بنوائی — یہ کام عمار بن ابی الخصیب کے ہاتوں انجام پائے — مسجد کی دیوار پر اس کا نام، تاریخ بناء، اور ۱۵۸ھ کندہ ہے؛ اور اس شہر کا نام المحمدیہ رکھا۔ الرے کے باشندے شہر کو مدینۃ الداخلہ کہتے تھے اور فصیل کو مدینۃ الخارجہ۔ حصن الزنبدی المحمدیہ میں ہے۔ المہدی نے اس کی مرمت کا حکم دیا۔ یہ مسجد جامع (۳۲۰) اور دارالامارہ سے بلندی پر واقع ہے؛ بعد میں اس کو محبس بنا دیا گیا۔

راوی کہتا ہے: الرے میں بنی الحریش نام کا ایک خاندان ہے جو نئے شہر کی تعمیر کے بعد اس میں مقیم ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: مدینۃ الرے کو جاہلیت میں ارازی کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اسی زمانے میں برباد ہو گیا تھا۔ اس کے ویرانے المحمدیہ سے چھ فرسخ پر واقع ہیں۔ الرے کا نام اسی سے ماخوذ ہے۔

راوی کہتا ہے: المہدی جب اول اول الرے آیا تو السیروان نام ایک قریہ میں فروکش ہوا۔

راوی کہتا ہے: قلعۂ الفرخان کے متعلق شاعر الغطمش بن الاعور بن عمر الضبی کہتا ہے:

عَلَى الجَوسَقِ المَلعُونِ بِالرَّيِّ لا يَنِي ... عَلَى رَأسِهِ دَاعِي المَنِيَّةِ يَلمَعُ

وہ الرے میں ملعون کوشک[1] پر نہ ٹھیرے۔ اس کی چوٹی پر موت کا فرشتہ منڈلا رہا ہے۔

محمد بن الہیثم کہتا ہے: مجھ سے یحیی بن ضریس القاضی نے بیان کیا، کہ:۔ الشعبی، قتیبہ بن مسلم کے ساتھ الرے میں داخل ہوا۔ اس سے پوچھا: تمھیں پینے کی کونسی شئے مرغوب ہے؟ اس نے کہا: جو بہت آسانی سے ملتی ہے اور جس کا نہ ملنا شاق ہوتا ہے۔

راوی کہتا ہے: سعید بن جبیر بھی الرے آئے اور الضحاک سے ملے۔ اور ان سے تفسیر لکھی۔

راوی کہتا ہے: عمرو بن معدی کرب الزبیدی نے الرے کے اولیں حملے میں حصہ لیا تھا۔ واپسی میں فوت ہوئے اور رُوذہ و بوسنہ

---

[1] جوسق فارسی لفظ کوشک کا معرب ہے۔ کہا گیا ہے کہ جوسق قلعے سے مشابہ ہوتا ہے۔ گڑھی اور قصر کو بھی جوسق کہتے ہیں۔

کے اوپر کرمان شاہ میں دفن کئے گئے۔

الرے میں الکسائی النحوی بھی مدفون ہے۔ اس کا نام علی بن حمزہ تھا، اور الرشید رحمہ اللہ کے ساتھ، جبکہ وہ خراسان جا رہے تھے، یہاں آیا تھا۔

الحجاج بن ارطاۃ بھی یہیں فوت ہوا، یہ المہدی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اس کی کنیت ارطاۃ تھی۔

الکلبی کہتا ہے: ٹوشتبی کا قصرِ جابر، بنی زیبان بن تیم اللہ بن ثعلبہ میں سے ایک شخص جابر کی طرف منسوب ہے۔

کہتے ہیں: الرّے کی آمدنی اس زمانے تک کہ المامون خراسان سے مدینۃ السلام جاتے ہوئے یہاں سے گزرا، ایک کرور بیس لاکھ درہم رہی۔ المامون نے اس مال میں، جو یہاں کے باشندوں پر مقرر تھا، بیس لاکھ درہم کی کمی کر دی۔ اور اس کے لئے ان کو فرمان لکھ دیا۔

فتح قزوین وزنجان

(۳۲۲)

مجھ سے اہل قزوین میں سے چند آدمیوں نے، اور بکر بن الہیثم نے اہل الرے میں سے ایک شیخ کے حوالے سے بیان کیا کہ:۔ قلعۂ قزوین کا نام فارسی میں کشوین (؟ کش بین) تھا۔ اس کے معنے ہیں وہ حد جس کی نگرانی یا حفاظت کی جائے۔ اس کے اور الدیلم کے درمیان ایک پہاڑ ہے، جس پر اہل فارس اساورہ میں سے جنگ آزماؤں کی جماعت ہمیشہ بطور مرابط رکھتے تھے تاکہ وہ اس زمانے میں جبکہ ان کے اور دیلمیوں کے درمیان التوائے جنگ (ہدنہ) ہو، دیلمیوں کو ان سے دفع کرتے رہیں۔ اور صلح کے زمانے میں ان کے اشرار سے اپنے علاقے کی حفاظت کرتے رہیں۔

دستبی الرے اور ہمذان کے درمیان تقسیم تھا۔ اس کا ایک حصہ الرازی کہلاتا تھا اور ایک حصہ الہمذانی۔

جب المغیرہ بن شعبہ، الکوفہ کے والی ہوئے تو انھوں نے جریر بن عبداللہ کو ہمذان کا، اور البراء بن عازب کو قزوین کا والی کیا۔ البراء کو انھوں نے حکم دیا کہ قزوین کی طرف جائیں، اگر اللہ ان کے ہاتھ پر اس کو فتح کردے تو پھر الدیلم پر حملہ کریں۔ اس سے

پہلے صرف دستبی کی طرف سے ان پر حملہ کیا جاتا تھا۔ البراء بن عازب نے کوچ کیا، حنظلہ بن زید الخیل ان کے ساتھ تھے، ابہر پہنچکر اس کے قلعے پر مقام کیا۔ یہ قلعہ عجمیوں میں سے کسی نے چشموں پر بنایا تھا۔ چشمے گائے کی کھالوں سے اور صوف سے بند کئے تھے اور ان پر چبوترہ بنا کر قلعہ بنایا تھا ——— اور اہل قلعہ سے جنگ کی، انھوں نے امان مانگی، اور ان کو ویسی ہی امان عطا کی جیسی امان حذیفہ نے اہل نہاوند کو عطا کی تھی، اور ان سے ویسی ہی صلح کر لی، اور ابہر کی زمینوں پر غالب ہو گئے۔ اس کے بعد اہل قلعۂ قزوین پر حملہ کیا۔ اہل قلعہ کو جب یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے ان کا قصد کیا ہے تو انھوں نے دیالمہ سے مدد کی درخواست کی۔ دیالمہ نے مدد کا وعدہ کیا۔ البراء اور مسلمان ان کے قریب پہنچکر خیمہ زن ہو گئے۔ اہل قلعہ ان سے جنگ کرنے نکلے۔ دیالمہ پہاڑ پر ٹھیرے رہے، اور انھوں نے مسلمانوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ قزوینیوں نے یہ رنگ دیکھ کر صلح کی درخواست کی۔ البراء نے ان کے سامنے ویسی ہی شرائط پیش کیں جیسی شرائط پر اہل ابہر کو امان عطا کی تھی۔ قزوینیوں نے جزیہ دینا پسند نہیں کیا اور اسلام قبول کر لیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اساورۃ البصرہ کی طرح قبول اسلام پر اتر آئے، کہ جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔ انھوں نے الکوفہ میں قیام کیا اور زہرہ بن حویہ کے حلیف بن گئے۔ ان کا نام حمراء الدیلم رکھا گیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اسلام لائے اور اپنی جگہ پر رہے اور ان کی زمینیں عشری ہو گئیں۔ البراء نے ان کے ساتھ (۳۲۲) مسلمانوں میں سے پانسو آدمی مقرر کئے جن کے سردار طلیحہ بن خویلد الاسدی تھے، اور سب کو زمینیں جاگیر میں دیں، جن میں کسی دوسرے کا حق نہیں تھا۔

بکر کہتا ہے کہ مجھے اہل قزوین میں سے ایک شخص نے اپنے دادا کی بیتیں سنائیں، وہ البراء کے ساتھ تھا:۔

قَدْ عَلِمَ الدَّيْلَمُ إِذْ تُحَارِبُ حِيْنَ أَتَى فِي جَيْشِهِ ابْنُ عَازِبٍ

بِأَنَّ ظَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَاذِبٌ فَكَمْ قَطَعْنَا فِي دُجَى الْغَيَاهِبِ

مِنْ جَبَلٍ وَعْرٍ وَمِنْ سَبَاسِبِ

ابن عازب اپنے لشکر کے ساتھ جب آیا تو دیلمیوں نے
اچھی طرح جان لیا کہ مشرکوں کا گمان غلط ہے۔ ایسا بھی
ہوا ہے کہ ہم نے جنگلوں کی تاریکی اور دشوار گزار پہاڑوں
اور گھاٹیوں میں سے رستے طے کئے ہیں۔

اس کے بعد، البراء نے الدیلم پر حملہ کیا، اور دیلمیوں نے اتاوہ ادا کیا۔ پھر جیلان، الببر، اور الطیلسان پر حملہ کیا اور زنجان بزور فتح کیا۔

الولید بن عُقبہ بن ابی مُعَیط بن ابی عمرو بن امیہ (حضرت) عثمان بن عفان کی جانب سے الکوفہ کے والی ہوئے تو انھوں نے الدیلم کے اس حصے پر جو قزوین سے متصل ہے، حملہ کیا۔ اور اذربیجان پر حملہ کیا اور جیلان اور موقان اور الببر اور الطیلسان پر حملہ کیا، اور واپس آ گئے۔

الولید کے بعد سعید بن العاصی بن سعید بن العاصی بن امیہ والی ہوئے۔ الدیلم پر حملہ کیا، اور قزوین کو اپنا مستقر بنایا۔ (قزوین) اہل الکوفہ کی سرحد بن گیا، اور یہاں انھوں نے گھر بنا لیے۔

مجھ سے احمد بن ابراہیم الدورقی نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے خلف بن تمیم نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، ان سے اسمٰعیل نے، اور ان سے مُرّۃ الہمدانی نے، کہ:۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: تم

میں سے جو ہمارے ساتھ ہوکر معاویہ سے قتال پسند نہ کرے وہ اپنی عطا لے لے اور دیلمیوں کی طرف جاکر ان سے جنگ کرے"۔ راوی کہتا ہے: میں انھی میں سے تھا جنھوں نے دوسری صورت پسند کی۔ ہم نے اپنی عطائیں لیں اور الدیلم کی جانب روانہ ہوئے۔ ہماری تعداد چار ہزار یا پانچ ہزار تھی۔

ہم سے عبد اللہ بن صالح العجلی نے کہا، ان سے ابن یمان نے اور ان سے سفیان نے، کہ:- علی رضی اللہ عنہ نے الربیع بن خُثیم الثَّوری کو الدّیلم پر حملہ کرنے بھیجا، اور مسلمانوں میں سے چار ہزار (جنگ آزما) ان کے ساتھ گئے۔

مجھ سے اہل قزوین میں سے ایک نے بیان کیا کہ:- قزوین میں مسجد الربیع بن خُثیم معروف ہے۔ اس میں ایک درخت ہے جس سے عوام مسح کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ زمین میں اس کی ایک شاخ بھی لگادی جائے تو اس میں پتے نکل آتے ہیں، اور وہ شاخ درخت بن جاتی ہے۔ طاہر بن عبد اللہ بن طاہر کے عامل نے (۳۲۲) امیرالمومنین المتوکل علی اللہ کی خلافت میں اس درخت کو اس خوف سے کاٹ دیا کہ لوگ اس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوجائیں۔

کہتے ہیں: موسیٰ الہادی، الرّے کی طرف جاتے ہوئے قزوین آیا اور اس نے الرے کے قریب ایک شہر بنانے کا حکم دیا جو مدینۃ موسیٰ کے نام سے معروف ہے۔ اور ایک زمین خریدی جو رستاباذ کہلاتی ہے، اور اس کو مصالح شہر کے لئے وقف کردیا۔ اس کا نگراں اس کا غلام آزاد عمرو الرومی تھا۔ اس کے بعد محمد بن عمرو ہوا۔

مبارک الترکی نے ایک قلعہ بنوایا اور اس کا نام مدینۃ المبارک[1] رکھا۔ یہاں اس کے موالی میں سے ایک جماعت رہتی ہے۔

---

[1] یاقوت، ج ۴، ص ۴۵۴ : المبارکیہ۔

مجھ سے محمدؒ بن ہارون الاصبہانی نے بیان کیا کہ :— الرشید ہمدان سے گزرا - اس کا ارادہ خراسان جانے کا تھا - اہل قزوین اس کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ دشمن کے شہروں کے مقابلے میں وہ کیسی موقف حربی پر ہیں؛ اور یہ کہ وہ جنگ میں (سلطان کے لئے) کس قدر مفید ہو سکتے ہیں - انھوں نے درخواست کی کہ ان کے معاملے میں توجہ کی جائے اور ان کی پیداوار کے عُشر میں تخفیف کر دی جائے - الرشید نے ان پر بالمقطع دس ہزار درہم سالیانہ مقرر کر دیئے -

القاسم بن امیرالمومنین الرشید، جرجان و طبرستان و قزوین کا والی تھا - اہل زنجان نے قوت و ارجمندی حاصل کرنے، اور صعالیک کی دستبرد، اور عمال کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنی جائدادیں اس کے حوالے کر دیں، اور اس کو اقرار نامہ لکھ دیا، اور اس کے مزارع بن گئے - یہ زمینیں آج کل ضیاعِ سلطانی میں داخل ہیں -

القاقزان عُشری علاقہ تھا - (اس کے باشندوں نے) قبولِ اسلام کے بعد اس کو پھر مزروعہ زمین بنا دیا - ان لوگوں نے بیت المال کے عُشر کے سوئی ایک عُشر اور دے کر اپنے تئیں اہل زنجان کی طرح القاسم کی حمایت و حفاظت میں دے دیا - اس لئے یہ علاقہ بھی ضیاعِ سلطانی میں شامل ہو گیا -

دستبی کے دو حصے رہے؛ ایک حصہ الرے میں شامل تھا اور ایک حصہ ہمدان میں - بنی تمیم میں سے ایک شخص نے، جو قزوین میں رہتا تھا اور جسے حنظلہ بن خالد کہتے تھے اور وہ ابو مالک کنیت کرتا تھا، کوشش کی اور دستبی کا پورا علاقہ قزوین میں شامل کر دیا گیا - دستبی کے باشندوں میں سے ایک نے حنظلہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اس کا انتظام درست کر دیا ہے؛ اور میں ابو مالک ہوں"۔ اس نے کہا: نہیں، تو نے اس کو خراب کر دیا؛ اور تو ابو ہالک ہے"۔

مجھ سے المدائنی وغیرہ نے کہا:۔ کردوں نے تباہی پھیلائی اور عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے خروج کے زمانے میں فساد برپا کیا۔ الحجاج نے عمرو بن ہانی العبسی کو اہل دمشق کے ساتھ بھیجا۔ عمرو ان پر ٹوٹ پڑا اور اس نے ان میں سے بہتوں کو قتل کیا۔ پھر الحجاج نے (۳۲۴) اس کو الدیلم پر حملے کا حکم دیا۔ اس نے بارہ ہزار کی جمعیت سے جس میں اہل الکوفہ میں سے بنی عجل اور ان کے اپنے موالی تھے، اور انھی میں محمد بن سنان العجلی تھا، الدیلم پر حملہ کیا۔

مجھ سے عوف بن احمد العبدی نے کہا، انھوں نے کہا مجھ سے ابو حنش العجلی نے کہا، اور ان سے ان کے والد نے، کہ:۔ مجھے تیمیین عجلیین میں سے، جنھیں الحجاج نے الدیلم میں بطور مرابطہ بھیجا تھا، ایک شخص سے معلوم ہوا کہ بنی عجل کے موالی میں سے ایک شخص مدعی تھا کہ وہ عجل کی صلب سے ہے۔ میں نے کہا: تیرا باپ تو اپنا نسب عجمی ہونے کی وجہ سے عربوں سے ملانا پسند نہیں کرتا تھا، پھر تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ میں عجل کی صلب سے ہوں"۔ اس نے کہا: یہ بات مجھ سے میری ماں نے کہی ہے"۔ میں نے کہا: "وہ سچی ہے۔ وہ تیرے باپ کو تجھ سے زیادہ جانتی ہے"۔

کہتے ہیں: محمد بن سنان العجلی، دستبی کے قریوں میں سے ایک قریہ میں اترا۔ پھر قزوین کی طرف گیا اور قزوین کے مضافات میں اس نے ایک محل بنایا۔ اس پر اہل سرحد نے اسے نکوہش کی، اور کہا: تو نے ہماری جان تلف ہونے کے لئے پیش کر دی ہے جبکہ دشمن تجھے ضرر پہنچائے"۔ مگر اس نے ان کی بات پر التفات نہ کی، اور اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ اس کے محل کے پاس گھر بنائیں۔ بعد میں اور لوگ بھی اسی طرف آ گئے حتیٰ کہ شہر کے باہر کا حصہ خوب آباد ہو گیا۔

کہتے ہیں: ابو دلف القاسم بن عیسیٰ نے المامون کی خلافت میں

الدیلم پر حملہ کیا تھا۔ پھر وہ المعتصم باللہ کی خلافت میں یہاں کا والی ہوا اس زمانے میں المعتصم کی جانب سے الجبال کا والی الافشین تھا۔ ابودلف نے متعدد قلعے فتح کئے، ان میں سے اقلیسم کے باشندوں نے اتاوہ پر صلح کی۔ بُوج بزور فتح کیا، پھر اسکے باشندوں نے بھی اتاوہ پر صلح کر لی۔ ان قلعوں میں الدیلم واند اق اس علاقے کے آخری قلعے ہیں۔ الافشین نے ابودلف کے علاوہ کسی اور کو بھی الدیلم پر حملہ کرنے بھیجا اور اس نے یہاں کئی قلعے فتح کئے۔

امیر المومنین المعتز باللہ نے ۲۵۳ھ میں اپنے غلام آزاد، موسیٰ بن بُغا الکبیر کو اُن طالبین سے جنگ کرنے بھیجا جو الدیلم اور ناحیۂ طبرستان میں ظاہر ہوئے تھے۔ دیالمہ نے ان میں سے ایک کو، جو الکوکبی کے نام سے معروف تھا، اپنے ہاں پناہ دی۔ موسیٰ نے الدیلم پر حملہ کیا اور ان کے ملک میں گھستا چلا گیا اور ان کی خوب خبر لی۔ دیالمہ اس سے لڑے، مگر اس نے ان کا دھڑ توڑ دیا اور سختی سے انھیں دبایا۔

(۳۲۵) مجھے اہل قزوین میں سے ایک نے خبر دی کہ:— راوند میں مشہور نُدماء کی قبریں ہیں —— رَاوَنْد، اصبہان کی عملداری میں ہے — اور شاعر نے در اصل یہ کہا ہے:—

اَلَمْ تَعْلَمَا اَنِّی بِرَاوَنْدَ مُفْرَدًا

کیا تمھیں نہیں معلوم کہ میں رَاوَنْد میں اکیلا ہوں۔

مجھ سے عبداللہ بن صالح العجلی نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ:— اُس لشکر میں جو الحجاج نے الدیلم کی طرف بھیجا تھا اہل الکوفہ میں سے تین آدمی تھے جو باہم مل کر کھاتے تھے اور پیتے تھے اور کسی دوسرے سے نہیں ملتے تھے۔ یہ تینوں آدمی اسی طرح بسر کرتے رہے۔ ان میں سے ایک مرگیا، اس کے دونوں ساتھیوں نے اس کو دفن کیا اور اس کی قبر کے پاس پینے لگے؛ جب دَور میں اس کی باری آتی تو دونو اس کی قبر پر ساغر انڈیل دیتے اور روتے۔ پھر دوسرا بھی مرگیا، جو باقی رہا اس نے فوت شدہ دوست کے پہلو میں

اس کو دفن کر دیا اور ان کی قبروں کے پاس بیٹھ کر پینے لگا۔ دونو قبروں پر باری باری ساغر انڈیلتا اور روتا۔ ایک دن اس نے یہ اشعار کہے:۔

خَلِیلَیَّ ھُبَّا طَالَ مَا قَدْ رَقَدْتُمَا | اَجَدَّکُمَا مَا تَقْضِیَانِ کَرَاکُمَا

اَلَمْ تَعْلَمَا اَنِّیْ بِقَرْوِیْنَ مُفْرَدًا | وَمَالِی فِیْھَا مِنْ خَلِیْلٍ سِوَاکُمَا

مُقِیْمًا عَلٰی قَبْرَیْکُمَا لَسْتُ بَارِحًا | طِوَالَ اللَّیَالِیْ اَوْ یُجِیْبُ صَدَاکُمَا

سَاَبْکِیْکُمَا طُوْلَ الْحَیَاۃِ وَمَا الَّذِیْ | یَرُدُّ عَلٰی ذِیْ لَوْعَۃٍ اَنْ بَکَاکُمَا

میرے دونو! اٹھو، بہت سو چکے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اپنی نیند کبھی ختم نہیں کروگے۔

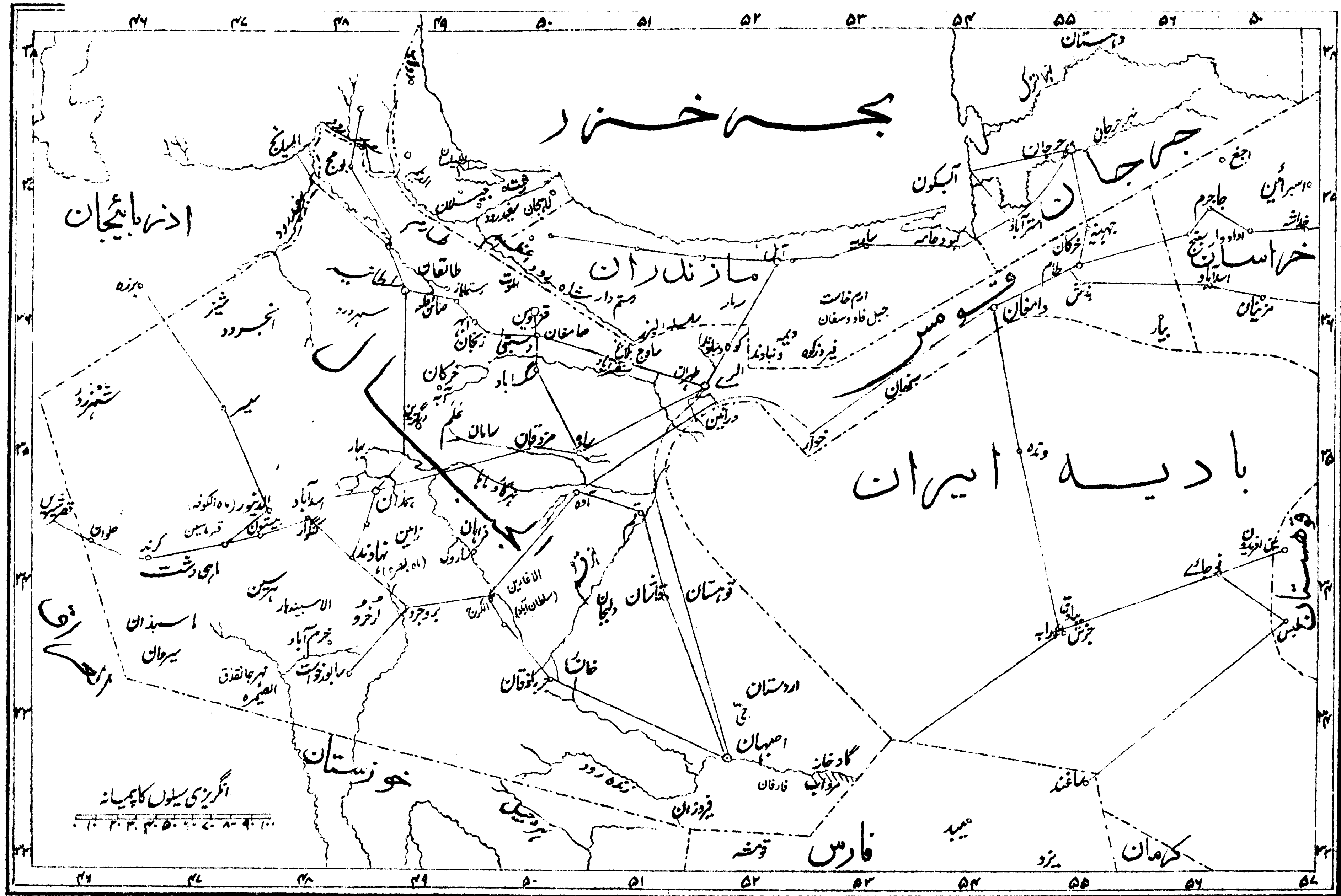
کیا تم نہیں جانتے کہ میں قزوین میں اکیلا ہوں، اور یہاں تمہارے سوئی میرا کوئی دوست نہیں ہے۔

میں تمہاری قبروں پر مقیم ہوں اور رات رات بھر جدا نہیں ہوتا، جب تک تمہارے پاس سے جواب نہ آئے۔

میں ساری عمر تمھیں روتا رہوں گا، اور کون ہے جو میرے ٹوٹے ہوئے دل کو تمہارے لئے رونے سے روکے۔

پھر زیادہ مدۃ نہ گذری کہ وہ بھی مرگیا اور اپنے دوستوں کے پاس دفن ہوا ان کی قبریں قبور الندماء (یاران مے کش کی قبریں) کہلاتی ہیں۔

تمت



الجبال وقومس